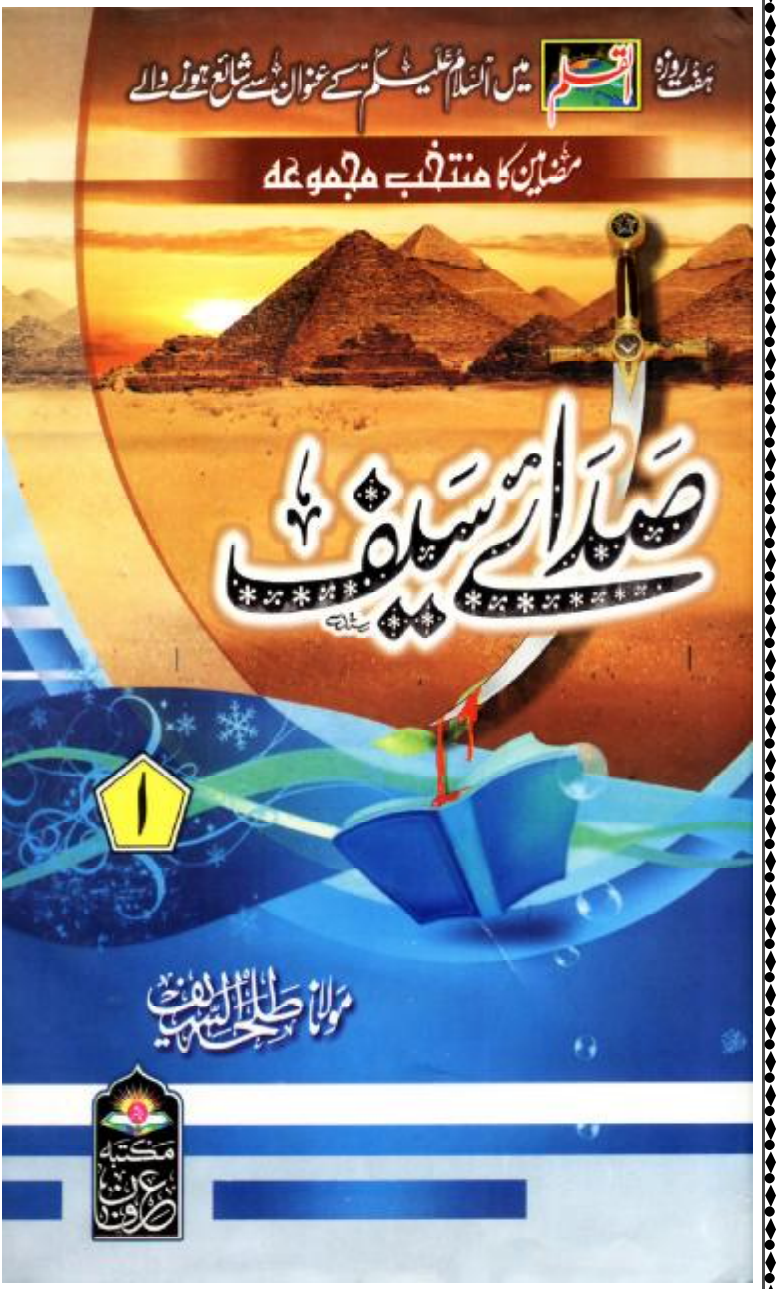

ہفت روزہ
القلم
میں السلام علیکم کے عنوان سے شائع ہونے والے
مضامین کا منتخب مجموعہ
صدائے سیف
۱
مولانا طلحہ السیف
مکتبہ رنگون نور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدائے سیف

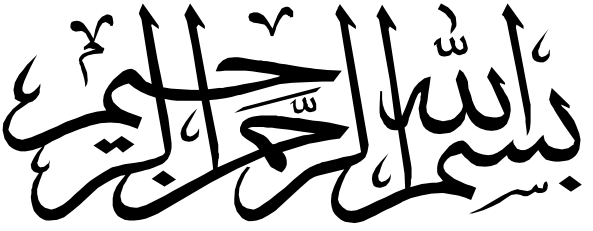
از قلم

مولانا طلحہ السیف

جلد اوّل

ناشر:

مکتبہ عرفان


بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعف عنا

واغفرلنا

وارحمنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغُ العُلے بکمالہٖ

کشف الدُّ ج بجمالہٖ

حسُنت جمیعُ خصالہٖ

صلُّو اعلیہ وآلہٖ

عطورات

عالم میں جو خوبصورتی ہے انہی کے دَم

سے ہے.....

جو رنگینی ہے انہی کے نقش پا کی ہے.....

جو خوشبو ہے انہی کے انفاس طیبہ کی

ہے.....

صلی اللہ علیہ وسلم ..... صلی اللہ علیہ وسلم ..... صلی اللہ علیہ وسلم

شجاعت ہو تو ایسی ہو.....!

کائنات کے سب سے بہادر انسان کون؟.....حضرت محمد ﷺ

سب سے جری سپہ سالار کون؟.....حضرت محمد ﷺ

سب سے بے خوف مبلغ کون؟.....حضرت محمد ﷺ

آقا مدنی حضرت محمد ﷺ کی شجاعت و بسالت کا تذکرہ.....

امت مسلمہ کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش.....

آقا ﷺ کے کچھ سچے امتیوں کا تذکرہ.....

(ملاحظہ فرمایئے ''القلم'' کے خصوصی شمارے ''سیرت النبی ﷺ'' کے لئے لکھا گیا کالم)

(شمارہ:I-16)

مکہ مکرمہ میں جبل ابی قبیس کے دامن میں رش لگا ہوا ہے۔ بڑے بڑے سردار جمع ہیں' عزیٰ کی عزت کا پرچارک ابولہب بھی ہے' ہبل کا فضل مانگنے والا ابوسفیان اور لات ومنات کی منتیں ماننے والا ابوجہل بھی کھڑے ہیں' جھوٹے خداؤں کے سارے پجاری موجود ہیں' ایک ہستی ہے پہاڑ پر، پہاڑوں سے زیادہ مضبوط دل والی۔ اس نے ان سب کے سامنے اعلان کر دیا ہے۔ لوگو! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی ذات اس لائق نہیں کہ بطور ''اللہ'' جس کی عزت کی جاسکے' جس کا فضل طلب کیا جاسکے اور جسکی منتیں مانی جاسکیں' اے

سرداران قریش! لات منات جھوٹے ہیں عزیٰ کی کوئی عزت نہیں، ہبل ایک بے جان بت ہے جو اپنی ناک پر بیٹھی مکھی نہیں اڑا سکتا کسی پر فضل کیا کرے گا۔ ایک آدمی نے ایک پوری قوم کو چیلنج کر دیا ہے، حالانکہ اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں، اکیلا آدمی اور مقابلے میں پوری قوم اور مسئلہ بھی کوئی مال و دولت کا یا سرداری کا نہیں جس پر صلح و اتحاد ہو سکے۔ اس نے تو صدیوں سے چلی آ رہی روایات کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ دیا ہے اور وہ بھی علی الاعلان۔

اس کا علاج ہونا چاہیئے، اسے ایسا سبق نا چاہیئے کہ دماغ پر چھایا ہوا نشہ اتر جائے۔ اتنا مجبور کیا جائے کہ اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر اسی طرح ہمارے خداؤں کی برتری اور حقانیت کا اعلان کرے جیسے آج جھٹلا رہا ہے۔ اب مکہ کی سرزمین پر کون سا ظلم ہے جو اس ہستی پر روا نہیں۔ گلیوں سے گزریں تو لوفر اوباش لڑکے آوازیں کستے ہیں۔ بچے پتھر مارتے ہیں، بڑے گالیاں دیتے ہیں۔ مسجد میں نماز پڑھنے جائیں تو گندگی اُوپر ڈال دی جاتی ہے۔ گلے میں رسی ڈال کر قتل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آتے جاتے جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دینا تو گویا ہر شخص کا فرض ہے۔ شام کو دارالندوۃ میں سارے سردار جمع ہوتے ہیں۔

سنایئے! اتنا تنگ کر دیا ہے اب تو باز آ ہی گئے ہوں گے؟ یقیناً کیوں نہیں!

نہیں جناب! ایسا نہیں ہے۔

پھر..... آج بھی انہوں نے یہی دعوت دی تین آدمی اور ان کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اچھا پھر کیا علاج کریں؟ ایسا ہے کہ ان کے چچا کے پاس چلتے ہیں یتیم ہیں انہوں نے پالا ہے اگر وہ سمجھائیں گے تو احسان مندی کی وجہ سے ان کی بات نہیں ٹالیں گے۔ ویسے بھی وہ تو ہمارے خداؤں کے ہی پیروکار ہیں چلئے..... جناب دیکھئے! آپ ہمارے لئے بہت مکرم ہیں اتنے معزز گھرانے کے ہیں کعبۃ اللہ کے خادم و متولی ہیں۔ آپ کا بھتیجا آج کل آپ کے اور ہمارے خداؤں کے پیچھے لگا ہوا ہے آپ اگر اسے سمجھا دیں تو ہم عرب کی سرداری بھی اسے دینے کو تیار ہیں اور جس عورت سے شادی کرنا چاہے اس کا بندوبست بھی ہمارے ذمہ ہے، بس ذرا ہمارے خداؤں کو معاف کر دے خود اس کی مرضی ہے دل میں انہیں جو بھی سمجھے

لوگوں کے سامنے جھٹلانا چھوڑ دے۔ٹھیک ہے جناب! کوشش کر لیتے ہیں۔

پیارے بھتیجے! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ اگر تم واقعی ایسا کر رہے ہو تو باز آ جاؤ اور ان کی پیش کش قبول کر لو ورنہ نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔تم اکیلے ہو باپ بھی زندہ نہیں ہے۔کوئی بھائی بھی نہیں جو دست و بازو بن سکے۔

چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند دوسرے پر سورج لا کر رکھ دیں تب بھی میں اس بات سے نہیں ہٹوں گا۔

پھر میٹنگ ہوتی ہے' سنا ہے چچا بھی خاموش ہو گئے ہیں۔جی ہاں! اب کیا کیا جائے؟ سنا ہے لوگ بھی بڑھتے جا رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی چلے گئے ہیں جو اثر و رسوخ والے ہیں ایسا کرتے ہیں ان لوگوں کو تنگ کرتے ہیں تا کہ وہ واپس پھر آئیں یہ اکیلے ہو جائیں گے تو ممکن ہے باز آ جائیں' بلال کو رسی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹو' تپتی ریت پر لٹاؤ' آل یاسر کو مار مار کر ادھ موا کر دو' عثمان کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دو۔

سب کچھ کر لیا لگتا ہے یہ ایسے رکیں گے نہیں' اب ایسا کرو کہ معاملہ ہی نمٹا دو سارے مل کر قتل کر دیتے ہیں۔ابو جہل کے گھر مشورہ ہو رہا ہے۔مشاورین اٹھ کر چلے گئے ہیں ابو جہل کے دروازے پر دستک ہوئی اٹھ کر دروازہ کھولا دیکھا تو ''وہ'' کھڑے ہیں۔ساتھ ایک سائل ہے جس کے پیسے اس نے دبا رکھے ہیں۔حکم ہوتا ہے اس سائل کے پیسے ادا کرو' دُم دبا کر اندر گیا اور اس کے پیسے لا کر حوالے کئے۔''آپ'' اسی اطمینان اور وقار کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور پھر اسی کام میں مشغول ہو گئے۔شجاعت ہو تو ایسی ہو۔

" ﷺ "

کفر کی ظاہری طاقت' تکلیفوں کے خوف' ا دی پابندیوں کے ڈر یا عیش و آرام کے چند لمحوں کے لالچ میں اپنے دین' نظریات اور ثقافت سے دستبردار ہو جانے والے امتیو! یہ میرے اور ہم سب کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔آج بھی اسے اپنے گرد و پیش میں تلاش کرنا چاہو تو ملا عمر مجاہد اور مسعود ازہر کو ڈھونڈو' حکومتیں اور جماعتیں آتی

جاتی رہیں گی۔ جیلیں آباد رہیں گی، ہتھکڑیوں اور زنجیروں کے ساز بجتے رہیں گے، کوڑے برستے رہیں گے اور ساتھ ہی شجاعت وا مت کی یہ داستانیں آقا مدنی ﷺ کے غلاموں کو زمانے بھر سے ممتاز کرتی رہیں گی۔

آقا مدنی ﷺ مدینہ میں پہنچ گئے ہیں، جانثاروں کی جماعت ہے جو روز بروز بڑھتی جارہی ہے، اسلام کی قوت وشوکت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور کافروں کی پریشانی میں بھی! مکہّ سے خط آتا ہے مدینہ کی سرداری کے امیدوار رئیس المنافقین عبدا بن ابی کے پاس کہ اے عبدا ! تم تو مدینہ کے سردار بننے والے تھے۔ محمد ﷺ کے وہاں آجانے سے تمہاری سرداری خطرے میں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ مزید طاقت پکڑنے سے پہلے ہی ان کا کام تمام کردو اگر یہ وقت نکل گیا تو ساری زندگی سرداری کا خواب ہی دیکھتے رہ جاؤ گے۔

آقا ﷺ کو علم ہوا، عبدا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا عبدا ! کیا تم اپنے بھائیوں سے جنگ کرو گے؟ آقا ﷺ اتنا فرما کر تشریف لے آئے عبدا کی شرارت دم توڑ گئی۔ عبدا کے ساتھی حیران ہیں کہ اتنے سے جملے میں کون سی ایسی بات تھی جس نے عبدا کا رنگ اڑا دیا؟..... آپ بھی غور کیجئے۔

آقا نے یہ نہیں فرمایا کہ عبدا کیا تم اپنے بھائیوں کو قتل کرو گے؟ اس جملے سے رحم طلبی کی بو آتی ہے بلکہ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے بھائیوں سے جنگ کرو گے؟ سیدھے سیدھے جنگ کی دھمکی اور اس بات کا اعلان ہے کہ اسلام کو کمزور والے اس غلط فہمی سے باہر آجائیں اسلام اب اپنے پیروؤں کو تلوار تھما چکا ہے۔ شجاعت بھری سیاست والے اس جملے نے منافقین پر اسلام کا رعب ہمیشہ کے لئے قائم کردیا اور ان کے فتنے پر روک لگا دی۔ میدان سیاست کے شہ سوارو! کاش تمہاری سیاست کو بھی آقا مدنی ﷺ کی شجاعت کا کچھ تڑکا لگ جاتا اور تمہیں بھی کافروں اور منافقوں سے ایسی زبان بولنا آجاتی۔

" صلی اللہ علیہ وسلم "

مکہ والوں نے جب یہ سنا کہ اسلام بایں قلت و بے سروسامانی آمادۂ جنگ ہے تو

انہوں نے اسے اچھا موقع تصور کیا اور فیصلہ کیا کہ جنگ کا چیلنج کر دیا جائے' اگر قبول نہ ہوا تو رسوا کریں گے بصورت دیگر اس چھوٹی سی کمزور جماعت کو کچل کر رکھ دینگے۔

شان والے' غیرت والے' شجاعت والے آقا مدنی ﷺ نے اس تحدی کو قبول کر کے کافروں کو حیران و پریشان کر دیا' خود اپنے بھی متردّد تو ہوئے فوراً ہی جانثاری کا عہد و پیماں کر لیا' سمندروں' پہاڑوں اور میدانوں میں ہم رکابی اور جاں سپاسی کا وعدہ ہوا۔ چشم فلک حیرت سے یہ منظر دیکھ رہی ہے۔ سارا عالم اسلام جمع ہو کر کفر کے مقابلے پر نکل آیا ہے۔ تین سو تیرہ ا کے بندے' آٹھ تلواریں' دو گھوڑے اور ستّر اونٹ لے کر میدان میں ہیں' کافر سوچ رہے ہیں کہ آج اسلام کا بیج ہی ختم کر دیں گے اور سپہ سالار اعظم ﷺ ادھر اپنے پروانوں کو سردارانِ قریش کی قتل گاہیں بتا رہے ہیں۔ جنگ شروع ہوگئی۔ تلواریں ٹکرا رہی ہیں۔ سر اچھل رہے ہیں' نیزے جسموں کو چھید رہے ہیں' خون کے فوارے اُبل رہے ہیں ایسے میں علی المرتضٰی شیر خدا ؓ سے پوچھئے ''وہ'' کہاں ہیں' فرماتے ہیں کہ جب جنگ کی شدت ہوتی' دشمن کی چڑھائی شدید ہو جاتی تو ہم آپ ﷺ کی پناہ لیا کرتے' بسا اوقات ہم پیچھے ہٹتے' جب دشمن پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو خود کو آپ کی آڑ میں محسوس کیا کرتے' جی ہاں! علی شیر خدا ؓ جیسا شخص جس کی آڑ لیا کرتا تھا وہ میرے آقا مدنی ﷺ کی ذات اقدس تھی' پھر کیوں نہ کہوں ''شجاعت ہو تو ایسی ہو''

'' ﷺ ''

امتہ الاسلام! کیا افرادی قلت اور وسائل کی کمی بدر سے بھی زیادہ درپیش آ گئی؟

کیا کوئی فرعون ابوجہل سے بھی بڑا پیدا ہو گیا ہے۔ جسکے مقابلے کی تاب ختم ہوگئی؟

آج بھی جبرئیل تو گھوڑے پر ! **"اقبل یاحیزوم"** کا نعرہ لگانے کو تیار ہیں مگر کوئی لشکر بھی تو بدر کا رخ کرے.....!

سکینت اور طمانیت کی بارش آج بھی آسمان سے نازل ہونے پر آمادہ ہے کوئی سر بکفن بدری لشکر تو آئے.....!

قلیب بدر جیسے کئی کنویں ائمۃ الکفر کے مردار لاشے اپنی آغوش میں لینے کے کے منتظر ہیں کوئی میر کارواں بدر برپا تو کرے.....!

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

کفر کو چوٹ تو بہت گہری لگ گئی' ستر سردار قتل ہوگئے' ستر قید کی ذلت کا شکار ہوئے' جا کر شوریٰ بٹھائی' مال جمع کیا، خطیبوں اور شاعروں کی خدمات حاصل کیں تا کہ قوم کا لہو گرمائیں' زور شور سے جنگی تیاریاں شروع ہوئیں تین ہزار کا لشکر تیار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر بھی اطلاع ہوگئی۔ سپہ سالار اپنی سپاہ سے مشورہ مانگتے ہیں' اہل رائے کا مشورہ یہ ہے کہ مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے خود آقا ﷺ کی رائے بھی یہی ہے بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھانے کیلئے بے تاب نوجوانوں کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر مردانہ وار دو بدو جنگ کی جائے' آقا ﷺ نے اپنی رائے کیخلاف اس مشورے پر صاد کر لیا۔ لشکر اسلام ایک بار پھر روانہ ہو کر دشمن کے مقابل صف آراء ہوگیا۔ آج تو بہادروں کے سردار عجیب شان میں ہیں' مکمل جنگی لباس' دو زرہیں' خود' تیر کمان، کندھوں پر نیزہ اور ہاتھ میں تلوار تھامے ہوئے' سبحان ا آلات حرب کو اخلاق کے منافی قرار دینے والو! دیکھو میرے آقا ﷺ سر سے پاؤں تک جنگی لباس میں ہیں۔ اخلاق دنیا نے سیکھے ہی میرے آقا مدنی ﷺ سے ہیں' انکا ہر عمل اخلاق کی اعلیٰ ترین مثال ہے قرآن خود اس بات کا گواہ ہے۔

"انک لعلی خلق عظیم"

خود آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کو مکمل کروں' آقا نے تلوار اٹھائی تلوار سراپا اخلاق ہے' آقا نے زرہ پہنی' خود لگایا' یہ سب اخلاق بن گئے اور سنو! میرے آقا مدنی ﷺ نے اسی احد کے میدان میں ا کے ایک دشمن کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا' کافروں کو قتل کرنا بھی خلق عظیم قرار پایا۔ میرے آقا ﷺ نے کمانڈوز بھیج کر کفر کے سرداروں کو ان کے گھروں میں قتل کرایا۔ اب یہ سارے کام اخلاق کی فہرست میں شامل

ہو گئے۔ اگر کر سکتے ہو قرآن کیساتھ محاربہ تو کرلو! اگر احادیث اور سیر کی کتابوں سے ان قصوں کو مٹا سکتے ہو تو کوشش کر کے دیکھ لو جب تک آقا مدنی ﷺ کے یہ اخلاق امت تک پہنچتے رہیں، امت کا ایک طبقہ ان پر عمل پیرا رہے گا، قیامت کی صبح تک میرے آقا ﷺ کے یہ اخلاق حمیدہ زندہ رہیں گے اور ان پر عمل کرنیوالے بھی۔

اس بار شاہد کا رزار ''احد'' ہے دیکھ رہا ہے کہ شجاعت کی کیسی داستانیں اس کے سینے پر رقم ہو رہی ہیں۔ ایک غلطی ہوگئی جس کیوجہ سے دشمن کو وقتی غلبہ نصیب ہو گیا ہے۔ ہر طرف سے صرف ''اُن'' پر چڑھائی ہے تاکہ مسلمانوں کو آپ کی قیادت سے (نعوذ با) ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جائے تیر اور پتھر ہر طرف سے صرف اسی جانب برس رہے ہیں۔ چہرہ مبارک خون آلود ہے، کمزوری سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا قدم پیچھے نہیں ہٹ رہا، جنگ تھم گئی۔ لشکر جدا جدا ہو گئے۔ کافروں نے تھکاوٹ اور شکستگی کی یہ حالت دیکھ کر ایک بار پھر چیلنج کر دیا شاید اس دفعہ بات کرنے کا موقع بن جائے قربان جائیے اس بے مثال شجاعت کے آقا ﷺ نے فرمایا ہاں!

موعدکم البدر فی العام القابل (آئندہ سال بدر میں پھر ملاقات ہوگی)

لشکر کفار روانہ ہوا، مسلمان اپنے زخم سہلا بھی نہیں پائے کہ پیچھا کرنے کا حکم آ گیا، زخم خوردہ لشکر اپنے قائد کے زیر علم پھر کافروں کے پیچھے روانہ ہے، نہ سپہ سالار کو اپنے زخموں کا احساس ہے نہ ہی فوج اپنے ٹوٹے ہوئے اعضاء کو خاطر میں لا رہی ہے، شجاعت کی یہ انمٹ داستان حمراء الاسد کے نام سے تاریخ میں رقم ہوگئی، جنگ تو نہ ہوئی امت کو سبق دے دیا گیا کہ ا کے حکم پر نکل کھڑے ہونا خواہ حالت کیسی بھی ہو پھر چاہے جنگ ہو یا ا اپنے فضل وانعام کے ساتھ لوٹا دیں۔

آقا مدنی ﷺ تو زخمی حالت میں دشمن کا پیچھا کر کے ا کا فضل لوٹ آئے، امت صحیح حالت میں بھی نہ نکل کر کیا کما رہی ہے وہ بھی آقا ﷺ نے پہلے ہی بتا دیا۔

"ماترك قوم الجهاد الاعمهم الله بعذاب

اذاتركتم الجهاد فسلط الله عليكم الذلة "

جی ہاں! جب دنیا کی پاؤں کی زنجیر اور بزدلی جسم کا ناسور بن کر جہاد کے میدان سے دور کردے تو طاری ہونیوالی ذلت کا علاج ا دی ترقی یا روشن خیالی سے نہیں حمراء الاسد جیسے شجاعت کیش میدانوں میں نکل آنے سے ہی ممکن ہے۔

خندق میں دیکھئے' سارا عالم کفر متحد ہوکر صرف ایک نکاتی ایجنڈا لے کر میدان میں ہے۔سخت سردی کا عالم ہے' اشیائے خوردونوش کی کمی ہے، اندرونی خطرات الگ ہیں یہود کی سازشیں دم بدم ہیں قرآن کی گواہی کے مطابق دل حلق تک پہنچ چکے ہیں۔ ومشقت کی انتہاء کا عالم ہے' ایسے میں کوئی ہستی اگر ا مت اور شجاعت کی عملی تصویر ہے تو وہ آقا مدنی ﷺ کی ذات اقدس ہے۔اپنے جانثاروں کے ساتھ مل کر خندق کھود رہے ہیں' کسی کے پیٹ پر ایک پتھر ہے تو آقا ﷺ نے دو پتھر باندھ رکھے ہیں' دن بھر مورچوں کا جائزہ لے رہے ہیں' جنگی پوزیشنیں درست فرما رہے ہیں' دشمن کے خلاف تدبیریں سوچ رہے ہیں اور ان پر عمل کرا رہے ہیں' اور سب سے بڑھ کر ایسے وقت میں جبکہ مرکز اسلام مدینہ منورہ کا وجود خود خطرے میں ہے آقا مدنی ﷺ اپنے جانثاروں کو روم وفارس ویمن کی فتوحات کی بشارتیں سنا رہے ہیں۔کیا دنیا کہیں ایسی شجاعت کی مثال پیش کرنے پر قادر ہے؟

" ﷺ ، ﷺ ، ﷺ "

احزاب کے خطرے کو ا تعالی نے ٹال دیا۔آقا مدنی ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں' دوپہر کا وقت ہے گھر تشریف لے جا کر زرہ اتارنے لگے۔جبرئیل ؑ حاضر ہوئے۔عرض کیا یارسول ا ﷺ آپ جنگی لباس اتار رہے ہیں فرشتوں نے تو ابھی نہیں اتارا۔آقا ﷺ باہر تشریف لائے اور جانثاروں کو حکم دے دیا کوئی اسلحہ نہ اتارے عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کریں گے' اندازہ کیجئے اتنے عظیم خطرات میں اتنے دن گھرے رہنے کے بعد جب بغیر ایک گھڑی آرام کئے فوراً دوبارہ کوچ کا حکم آتا ہے تو آقا مدنی ﷺ لمحہ بھر توقف نہیں کر رہے' نہ

اپنی تھکاوٹ کو خاطر میں لا رہے ہیں نہ ہی اپنی سپاہ کی، پھر کیوں نہ کہوں ''شجاعت ہو تو ایسی ہو''

" ﷺ ، ﷺ ، ﷺ ، ﷺ "

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اور یاد کرو حنین کے دن کو جب تمہیں اپنی کثرت اور ساز و سامان کی فراوانی پر کچھ ناز آ گیا تھا اور تمہاری نظر مسبب سے ہٹ کر اسباب پر پڑ گئی تھی تو ہوازن وثقیف کے تیراندازوں نے کیا حال کر دیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ محمد ﷺ جب ہم سے لڑنے آئیں گے تو انہیں اندازہ ہوگا کہ جنگ کسے کہتے ہیں۔ غلط کہا ہوازن وثقیف نے ۔انہیں بھی محمد ﷺ سے لڑنے سے پہلے معلوم نہیں تھا کہ دنیا میں وہ شجاع سپہ سالار صرف ایک ہی ہے اور قیامت تک ایسا کوئی اور نہ آئے گا جس کا پاؤں میدان جنگ میں کبھی پیچھے کی طرف چل ہی نہیں سکتا۔ نہ کمزوری کی وجہ سے اور نہ ہی کسی جنگی تدبیر کی غرض سے، ساری دنیا کی عسکری تاریخ اٹھا کر ایک ایک ورق کو خوردبین لگا کر پڑھ لو ایک ہی نام ملے گا، صرف ایک ہی نام، اکیلا نام وہ نام جو سب سے پہلے اسی ذات کو ملا اور انسانیت کے ہر معیار میں اسے اولیت نصیب ہوگئی۔

"محمد ﷺ "

تیروں کی بارش میں جب بڑے بڑے بہادروں کے قدم ڈگمگائے تو آقا مدنی ﷺ اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہوئے تھے۔ میں شاید تشبیہ دینے میں غلطی کر گیا ہوں، پہاڑ بھی تو زلزلوں میں اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں آقا مدنی ﷺ ان میں بھی نہیں بس آپ اپنی مثال خود ہی ہیں۔

" ﷺ "

كانك قد خلقت كماتشاء

آقا ﷺ نے اپنی بے مثال شجاعت سے قریب قریب کے سارے دشمنوں سے نمٹ لیا، اس وقت کی سپر پاور کہلانے والی سلطنت روم کے بادشاہ کو خطرہ معلوم ہوا کہ اسلام اگر اسی

رفتار سے پھیلتا رہا تو میرے دروازے تک آن پہنچے گا اس لئے پیشگی حملے کے لئے فوج روانہ کردی' آقا مدنی ﷺ کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے فرمایا وہ یہاں کیوں آئے ہم جا کر وہیں اس کا علاج کریں گے۔ بے شک شجاعت کے اونچے مقاموں پر فائز لوگوں کے فیصلے اسی طرح ہوا کرتے ہیں' سخت گرمی کا موسم' عسرت کا عالم' سال بھر کی معیشت اکٹھی کرنے کا وقت' سامان سفر کی قلت' منزل کا بُعد' یہ چیزیں تو بزدلوں کے لئے رکاوٹ بنا کرتی ہیں' میرے آقا ﷺ کو تو بزدلی کے نام سے بھی نفرت تھی' آپ تو بزدلی سے پناہ مانگا کرتے تھے' آقا ﷺ کو تو یہ بھی پسند نہیں تھا کہ شجاعت کے کام میں کوئی آپ سے سبقت کر جائے۔ مدینہ میں ایک مرتبہ خطرے کی آواز لگ گئی لوگ جب تک گھروں سے نکلے آقا ﷺ اس وقت تک معاملے کی تحقیق فرما کر واپس آرہے تھے' گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار اور گلے میں تلوار حمائل۔

آقا ﷺ تبوک میں اسی عالم میں نکل کھڑے ہوئے سپر پاور کے دانت کھٹے ہو گئے۔ دنیا کے پجاریوں نے سوچا ہی کب تھا کہ اس طرح کی صورتحال کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ کیا تاریخ عالم کہیں اپنے دامن میں ایسا کوئی واقعہ اور بھی محفوظ رکھتی ہے؟ پھر کہیئے واقعی ''شجاعت ہو تو ایسی ہو''

" ﷺ ، ﷺ ، ﷺ "

بزدلی' وہن' دنیا پرستی کا شکار مجھ جیسا انسان ان کی شجاعت کی داستان کیا لکھے؟

آقا ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شجاعت اور علو ہمت کی ایک بے مثال کہانی ہے۔ ایک چھوٹا سا مضمون ہو، ایک خصوصی شمارہ ہو یا ایک ضخیم کتاب ہو کیا کیا انتخاب کرے اور کس بات کو چھوڑ دے۔

؎ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا ست

لکھنے بیٹھیے تو قلم اور صاحب قلم دونوں عرق ندامت سے پانی پانی ہوئے جاتے ہیں۔ آقا ﷺ کی باتیں تو اس لئے ہیں کہ زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھالا جائے' انہیں حرز جان

بنا کر زندگی کی شاہراہ عمل بنایا جائے' اور ہم ..... کہ اس قابل بھی نہیں کہ آقا مدنی ﷺ کے دربار میں خود کو ان کا امتی ہی کہہ سکیں' بزدلی اور بے غیرتی جب کہ قومی شعار بن چکی ہو' دنیا پرستی کو ترقی اور دیوثی کو روشن خیالی قرار دے کر وظیفۂ حیات بنایا جا چکا ہو۔ ملی و قومی غیرت کو انتہاء پسندی اور شجاعت کو دہشت گردی قرار دے کر ممنوع گردانا جا رہا ہو ایسے میں شجاعت' حمیّت' غیرت اور خودداری کی یہ داستانیں عجیب تو لگتی ہوں گی۔ پڑھنا بھی اور لکھنا بھی' کیا بعید کہ یاد کریں تو ربّ کی رحمت متوجہ ہو جائے۔ راستہ نظر آئے تو اپنانے کا شوق بھی پیدا ہو جائے۔ منزل کا تذکرہ ہو تو طلب بھی زندہ ہو جائے' نتیجے کا علم ہو جائے تو امنگیں بھی جوان ہو جائیں۔ جنت کا راستہ تو بدر' احد' اور حمراء الاسد' خندق' طائف' حنین' اور تبوک کی سنگینیوں سے گزرتا ہے۔ آقا مدنی ﷺ نے یہی فرمایا ہے اور ہم اسے یورپ اور واشنگٹن کی رنگینیوں میں تلاش کرنے نکل کھڑے ہوئے' ایسے میں اگر یہ یاددہانی ہماری واپسی کا ذریعہ بن جائے تو کامیابی کا راستہ مل جائے۔

اگر طائف' بدر' خندق کے رستے بھول ! ہو!

تو جنت ڈھونڈتے پھرتے ہو لوگو کن خرابوں میں؟

یا ! اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہم سب کو آقا مدنی ﷺ کی غیرت' شجاعت اور حمیت والی زندگی نصیب فرما۔

ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆☆☆

صرف عشق

۱۲ ربیع الاوّل کو سب لوگ جشن عید میلا دالنبی ﷺ مناتے ہیں.....

سرکاری سطح پر بھی اس کا ا م ہوتا ہے.....

مگر کیا ہم میں سے کسی کا طرز عمل بھی آقا مدنی ﷺ کی سنت کے موافق ہے؟

ایک لمحۂ فکریہ.....

جرمنی میں گستاخ رسول کارٹونسٹ پر حملہ کر کے پیٹ چاک کر دینے والے ''عامر عبدالرحمٰن چیمہ'' کو خراج تحسین.....

(شمارہ:42)

آج پورے ملک کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا ہے، ہر طرف چراغاں ہے، روشنیوں کا راج ہے، ہر جگہ جلسے ہوں گے بڑے بڑے کانفرنس ہال بک کرا لئے گئے ہیں۔ سڑکوں پر جلوس ہوں گے، دیگیں تیار کر لی گئی ہیں، نت نئے پکوان پکیں گے اور دعوتیں ہوں گی جی ہاں! سرکاری طور پر حکومت کی سرپرستی میں جشن ربیع الاوّل عید میلا دالنبی ﷺ کے نام سے منایا جا رہا ہے۔ آج بہت بڑی بڑی دھواں دار تقریریں ہوں گی سرکاری بھی اور غیر سرکاری بھی۔ خطیب وادیب، پیر ووزیر سب آج سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر گوہر افشانی کریں گے، کل اخبارات اٹھا کر دیکھئے گا یا کیسٹیں خرید کر سن لیجئے گا۔

نبی ﷺ کی ایک ایک سنت کو ذبح کرنے والوں کا بیان شہ سرخی کے طور پر شائع ہوگا کہ مسلمان اتباع سنت کو اپنا شعار بنائیں اس میں کامیابی ہے۔

اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر نبی ﷺ کے طریقوں سے ہٹ کر گزارنے والوں کا یہ فرمان عالی موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوگا کہ ہمیں نبی ﷺ کی تعلیمات کو اپنانا ہوگا نجات صرف اس میں مضمر ہے۔

اپنی ذاتی انا کی خاطر جیلیں بھرنے والے حکمران بتائیں گے کہ آقا ﷺ نے عفو و درگزر کی تعلیم دی اور کسی سے اپنی ذات کی خاطر بدلہ نہ لیا۔

مسلمانوں کو قید کرنے والے قیدیوں کو چھوڑنے اور چھڑانے والے آقا ﷺ کی سیرت پر پُرمغز انداز میں اظہار خیال فرمائیں گے۔

بے حیائی کو فروغ دینے والے، گلی گلی فحاشی و عریانی پھیلانے والے، بہنوں بیٹیوں کو نیکریں پہنا کر سڑکوں پر دوڑانے والے حیاء والے آقا ﷺ کی سیرت کے حیاء دار پہلو اجاگر کریں گے۔

اپنے بھائیوں پر دن رات آگ برسانے والے انسانوں اور جانوروں کے ساتھ محسن انسانیت رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ کے سلوک کے قصے سنائیں گے۔

آقا مدنی ﷺ کے دست کرم کا ذکر کرنے والے آخر میں آقا کے دیوانوں سے آہنی ہاتھوں کے ساتھ نمٹنے کے عزائم کا اعادہ کریں گے۔

قوم کے مال پر عیاشیاں کرنے اور گل چھرے اڑانے والے، سوٹڈ بوٹڈ حکمران و وزیر لگژری گاڑیوں میں آکر ایئر کنڈیشن ہالوں میں سامعین کو بتائیں گے کہ شہنشاہ عالم کا بستر ٹاٹ کا بنا ہوا تھا۔

ان گنت کھانوں پر مشتمل ڈنر پر حملہ آور ہونے سے پہلے یہ بیان کیا جائے گا کہ سرور دو عالم ﷺ کے دستر خوان پر کبھی دو کھانے جمع نہیں ہوئے اور آپ ﷺ نے کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی تناول نہیں فرمائی۔

سرکاری تقریبات سے باہر آکر دیکھئے! یہاں بھی کچھ ایسے ہی مناظر ہوں گے، آقا ﷺ کے لباس کی سادگی بیان کرنے والوں کے لباس ہزاروں کے ہوں گے، جبہ و دستار کی رنگارنگی کا مقابلہ ہوگا۔

طعام کی قلت وسادگی کا ذکر کرنے کے بعد مرغن غذاؤں کی دیگیں اڑائی جائیں گی۔ یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا مال کھانے والے، آقا ﷺ کی یتیم پروری اور مسکین نوازی کے قصے لہک لہک کر سنائیں گے۔

کافروں کی طاقت کے آگے ہر وقت سرنگوں اور لرزہ براندام رہنے والے لوگ گرج گرج کر بتائیں گے کہ آقا ﷺ کتنے شجاع تھے۔

حق بات کہتے ہوئے جن صاحبان علم وحکمت کی زبانوں پر سوسو تالے لگ جاتے ہیں وہ آقا ﷺ کی جبل ابی قیس پر چڑھ کر کفار کو پہلی دعوت ایسے دلنشین انداز میں سنائیں گے کہ سامعین میں کئی ایک کو وجد آجائے گا۔

جن کے کپڑوں کی استری بھی کبھی دین کی خاطر خراب نہ ہوئی وہ بلال حبشی ؓ اور کئی ایسوں کے واقعات سنا سنا کر لوگوں کو رلا دیں گے۔

ڈنمارک والوں کو للکارا جائے گا، ناروے کو دھمکایا جائے گا، اٹلی اور فن لینڈ کو وارننگ دی جائے گی، کارٹون بنانے اور چھاپنے والوں کو عبرتناک انجام سے دوچار کرنے کی بات کہی جائے گی، اس طرح خوب اسٹیج سجایا جائے گا اور آخر میں حکمت ومصلحت کے ترانے گائے جائیں گے تاکہ یہ ممالک ناراض ہو کر ویزے نہ بند کر دیں۔

موٹے موٹے پیٹوں والے جب سنائیں گے کہ خندق میں دین کی خاطر آقا ﷺ نے پیٹ پر دو پتھر باندھے تھے تو کتنا عجیب لگے گا؟

احد میں پیارے آقا ﷺ کے زخمی ہونے، دانت مبارک شہید ہونے اور خون نہ رکنے کا دردناک منظر والوں کے جسموں پر دین کی خاطر لگنے والا کوئی زخم نہ دیکھ کر آسمان کو کتنا " ہوگا اور زمین کتنی حیران ہوگی؟

سخت گرمی، بے سروسامانی اور وسائل کی کمی کے باوجود آقا ﷺ کے غزوۂ تبوک کے لئے ملک شام کی سرحدوں تک جانے اور آنے کی تصویر کشی کرنے کے بعد عشاق جب اپنی جان چھڑانے کیلئے آقا کے اس عمل کو جہاد اصغر قرار دے دیں گے تو فرشتوں کو کتنا غصہ آئے گا؟

عبدا بن عتیک اور محمد بن مسلمہ ؓ سے لے کر غازی علم الدین ؒ اور

عبدالقیوم شہید ؒ تک کی داستانیں گرم جوشی سے سنا کر مجمع گرمانے والے اپنی بے عملی اور بے غیرتی کا کوئی جواز پیش نہیں کرسکیں گے تو کتنے افسوس کا مقام ہوگا؟

ہلاکو خان کے دربار میں گستاخ رسول پادری کا گلا چبا جانے والے کتے کا تذکرہ تو ہر جگہ ہر تقریر میں ہوگا کیا اس بات کا جواب بھی دیا جا سکے گا کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کتے جتنا بھی غیرتمند کیوں نہیں؟؟؟

ہم ہمیشہ سے اسی انداز میں یہ دن گزارتے ہیں اور یہ جشن مناتے ہیں! آؤ تمہاری ملاقات اس شخص سے کراؤں جس نے اس سال حقیقت میں جشن منایا۔

وہ نہ کوئی عالم ہے نہ شیخ، نہ خطیب ہے نہ ادیب، نہ لیڈر ہے نہ قائد، وہ کالج کا ایک سٹوڈنٹ ہے وہ بھی یورپی ملک کا۔ 9 ربیع الاوّل کو اس نے ایک چاقو لے کر اس اخبار کے بیورو چیف کا پیٹ پھاڑ دیا جس نے سب سے پہلے آقائے دوجہاں ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اب وہ جرمنی کی جیل میں ہے۔ اپنے اس فعل پر نادم نہیں بہت خوش ہے جیسا کہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوا کرتے ہیں، وہ وکیل کرنے پر تیار نہیں کہتا ہے میرا وکیل وہ ہے جس کی خاطر یہ کام کیا۔

سٹیج پر برسنے والے خطیبو! صفحۂ قرطاس پر شعلے اگلنے والے ادیبو! بے غیرتی کو حکمت اور بزدلی کو مصلحت قرار دینے والے حکمرانو! وسوسوں اور اندیشوں کا شکار لیڈرو اور ورکرو! نوجوان عامر چیمہ ہم سب سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے۔

سودا قمار عشق میں مجنوں سے کوہ کن
بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو دے سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

سچ کہتا ہے، ہم عقل مند ہیں، سوچتے رہ گئے، تانے بانے بنتے رہ گئے، عشق جیت گیا اور وہ ہمیشہ عقل سے اسی طرح جیت جایا کرتا ہے کاش ہم بھی عقل نہ ہوتے عشق ہوتے صرف عشق.....

☆☆☆

بے نام

ہمارے نام بہت اچھے ہیں.....

بہت اچھے لوگوں والے.....

یہ نام ہمیں درس دیتے ہیں کہ ہم ان کے اولین حاملین جیسے بنیں.....

جبکہ ہمارا کردار.....؟

تو پھر ہم نام نہ بدل لیں؟

یا پھر اس سے آسان کام پر کمر کس لیں.....

کام بدل لیں.....

(شمارہ:33)

آیئے! ایک مہم شروع کرتے ہیں.....تبدیلی نام مہم۔

ہم سب مل کر اپنے اپنے ناموں پر غور کرتے ہیں اور پھر تھوڑا سا ان کرداروں پر غور کرتے ہیں جن کے ناموں سے ہم نے اپنے نام ملا رکھے ہیں مجھے یقین ہے کہ تھوڑی دیر بعد آپ بھی میری طرح سنجیدگی سے یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ ہمیں اپنے نام بدل لینے چاہئیں۔

لیجئے! میں بات اپنے نام سے شروع کرتا ہوں مضمون کی لوح پر میرا نام کافی بڑا سا ہمیشہ لکھا ہوتا ہے آپ کو علم ہی ہے۔ احد کے سخت اور شدت والے دن جب کافروں نے مل

کر میرے آقا ﷺ پر حملہ کر دیا تھا ان کی نیت یہ تھی کہ آج پروانوں کے قدم اکھڑ چکے ہیں اچھا موقع ہے شمع بجھا دی جائے۔ تیروں کی بوچھاڑ کر دی گئی تا کہ آقائے دو جہاں ﷺ کا جسم مبارک چھلنی کر دیا جائے ایسے میں کفار کے تیروں اور آقا مدنی ﷺ کے درمیان ایک جسم حائل ہو گیا، پہلے تیر ہاتھ پر روکے جب ہاتھ شل ہو گیا سینہ آگے کر دیا جب اس پر بھی جگہ باقی نہ رہی آقا ﷺ کی طرف منہ کر لیا اور تیر پیٹھ پر لے لئے تا کہ اگر ایسے میں جان نکل جائے تو دیدار کی حالت میں نکلے، کفار ناکام ہو گئے، عاشق کامیاب ہو گیا۔ میرے آقا ﷺ نے احد کا پورا دن اسی عاشق کے نام کر دیا۔ ''اے ا ، آج کا دن طلحہ ؓ کے لئے کر دے'' آج بے نسل، بے اصل، بے حسب ونسب گوروں نے میرے آقا ﷺ کی ناموس پر تیر برسائے، میں ان میں سے ایک بھی اپنے تن پر نہ لے سکا، نہ ہاتھ شل ہوا نہ سینہ چھلنی، نہ پیٹھ پر کوئی زخم آیا نہ چہرے پر، کیا مجھے حق ہے کہ خود کو طلحہ کہوں؟

آپ بھی غور کیجئے!

ہم میں عبدا کتنے ہیں؟ کیا آج ایک بھی عبدا بن ابی قحافہ یا عبدا بن عتیک ؓ جیسا نکلا؟ غار ثور میں آقا ﷺ آرام فرما رہے تھے، اپنے عاشق کی گود میں سر رکھ کر محو خواب تھے، ایک موذی سانپ بار بار سر نکالتا تھا تا کہ آقا ﷺ کو گزند پہنچائے عاشق کا پاؤں اس کے سر پر تھا، موذی بار بار ڈستا تھا پاؤں نہیں ہٹتا تھا، عاشق نے سارا زہر اپنے جسم میں اتار لیا محبوب تک نہ پہنچنے دیا، یہ تھے ابو بکر عبدا بن ابی قحافہ ؓ جو آقا کو آرام پہنچا کر صدیق کہلائے۔ آج کون آقا ﷺ کو کسی موذی سے ایسا آرام پہنچا سکا؟؟؟ مدینہ میں ایک بدبخت یہودی ساہوکار تھا ابو رافع، آقا مدنی ﷺ پر بکا کرتا تھا، داستان گوئی کے انداز میں راتوں کو محفل لگا کر اشعار میں آپ کی ہجو کیا کرتا تھا، ایک دن آقا ﷺ نے اپنی مجلس میں فرمایا ''کون ہے جو مجھے ابو رافع سے راحت پہنچائے کیونکہ وہ ا اور اس کے رسول کو تکلیف دے رہا ہے'' عبدا بن عتیک ؓ گئے اس بدبخت کے اونچے اور محفوظ قلعے میں داخل ہو کر آقا ﷺ کو اس بدبخت کی زبان سے ہمیشہ کے لئے راحت دلا آئے اور جنت کی بشارت پائی،

آ قا نے ایک اور یہودی بدزبان کے متعلق بھی یہی الفاظ فرمائے ''کون ہے جو ہمیں اس سے راحت پہنچائے، محمد بن سلمہ ؓ بعنہ گئے اس کی ناپاک زبان بند کر آئے۔

مسلمانو! کان لگا کر سنو! ابورافع اور کعب بن اشرف کی ناپاک ذریت آج بھی آ قا ﷺ پر بھونک رہی ہے، گنبد خضراء سے **من لی بھم** کی صدا شاید آج بھی آ رہی ہو، ہے کوئی عبدا یا محمد جو اس آواز پر دیوانہ وار ''انا یارسول ا '' کا نعرہ لگا کر آ قا ﷺ، کو راحت پہنچائے؟؟

آج تو عطاءا شاہ بخاری ؒ بھی نہیں جو انگڑائی لے کر روضہ رسول ا کی یہ صدا کسی مجمع میں سنا دیتا اور کسی علم الدین شہید کے کان سن لیتے، میرا سنانا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ میں خود بہرہ ہوں مسلمانو! کتنے عامر اور عمیر نام والے ہم میں ہیں، کیا کوئی ایک بھی عامر بن جراح ؓ جیسا نہیں جنہوں نے آ قا ﷺ کے خلاف میدان میں آنے والے اپنے حقیقی باپ کی گردن اڑا دی تھی۔؟؟

کیا کوئی آنکھوں والا عمیر اس بظاہر نابینا مگر دل کے بینا عمیر بن عدی کا مثل نہیں جس نے گستاخ رسول کی آنتیں نکال باہر کی تھیں؟؟

امت کی گود میں کوئی ایک حبیب اور زید بھی نہیں جنہوں نے سولی پر چڑھ کر بھی آ قا ﷺ کے پاؤں مبارک میں کانٹے کی تکلیف کا تصور بھی گوارا نہ کیا۔ اتنے سارے سعد موجود ہیں کوئی سعد بن ربیع ؓ جیسا بھی ہے جنہوں نے آ قا ﷺ کے قدموں میں جان دیتے وقت بھی اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ تمہاری زندگی میں اگر آ قا ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو قیامت کے دن ہمیں منہ نہ دکھانا، اگر قیامت کے دن سعد بن ربیع ؓ ہمارے راستے میں کھڑے ہو گئے تو.....

ہم سے تو وہ ہی اچھے ہیں جو اب بھی اپنے ناموں کا حق ادا کر رہے ہیں، آ قا مدنی ﷺ نے ایک ازلی بدنصیب کو نامہ مبارک بھیجا تھا کہ اسلام کی آغوش میں آ جا کامیاب ہو جائے گا، اس کمینے نے نامہ مبارک چاک کر دیا تھا، کئی مسلمانوں کو اس بدبخت کا نام پسند آ

گیا اور انہوں نے اپنے بچوں کے نام اس کے نام پر رکھ دیئے، ان میں سے کسی نے آقا ﷺ کی سنتوں اور پیاری پیاری باتوں سے انکار کر دیا اور جہنم میں ٹھکانا بنایا، کسی نے صدارت کی کرسی پر بیٹھ کر پردہ ڈاڑھی کا مذاق اڑانا اپنا شیوہ بنالیا اور کوئی قوم کی ماؤں بہنوں بیٹیوں کو بے لباس کر کے لاہور کی سڑکوں پر لے آیا۔ آقا مدنی ﷺ نے خود فرمایا کہ نام کا انسان کی شخصیت پر اثر ہوتا ہے، جن لوگوں کے نام آقا کے دشمنوں کے نام پر ہیں انہوں نے تو اپنے پیشرووں کی شخصیت اپنا لی، آقا ﷺ کے یاروں کے نام اپنانے والے ان کی شخصیت کے سانچے میں کیوں نہیں ڈھلتے؟

ہم طلحہ بھی ہیں عبدا بھی، عمر، عامر، اسامہ، عمیر، سعد سب ہیں نہ عشق ہے نہ غیرت، نہ کردار ہے نہ سچی گفتار، پھر کیوں نہ اپنی شخصیت کے مطابق نام ڈھونڈ لائیں۔

ویسے ہم جن حشرات الارض کی زندگی جی رہے ہیں ان کے لئے نام کی ضرورت ہی کیا ہے؟

جب ہم اپنی سب سے قیمتی متاع عشق مصطفیٰ ﷺ سے ہی خالی ہو گئے تو کسی شناخت کی حاجت ہی کیا ہے؟ آقا ﷺ نے ہم جیسے دنیا کے پیچھے پڑ کر عزت، غیرت، حمیت، شوق شہادت اور عشق سے محروم ہو جانے والے لوگوں کا نام خود ہی فرما دیا ہے۔

تعس عبدالدینار عبدالدرھم

جی ہاں! جب ہماری زندگی کا محور صرف اور صرف دنیا اور اس کا عیش و آرام ہی ہے تو ہمارے لئے اس سے بہتر نام اور کون سا ہوگا؟ یا تو ہمت کر کے یہ نام رکھ لیں یا پھر بے نام ہی ہو جاتے ہیں تا کہ پہلوں کے لئے ننگ و عار تو نہ بنیں۔

☆☆☆☆

چنگاری

یورپ کی طرف سے منظّم انداز میں توہینِ رسالت مآب ﷺ کا سلسلہ شروع ہوا

اور یورپ نے اعلان کیا کہ وہ اس مہم کو بڑھاوہ دے گا.....

آقا مدنی ﷺ کی بلندی اور عظمت کا بیان کہ ان بے اصل لوگوں کے پھینکے ہوئے تیر

تو آپ ﷺ کے مقام تک پہنچ ہی نہیں سکتے

ہاں مگر یہ لوگ خود نشانِ عبرت ضرور بنیں گے.....

(شمارہ:35)

ا تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں انہیں اولیت بھی بخشی ہے اور اولویت بھی، ان کا نور نورِ الٰہی سے بنایا گیا اور پھر دیگر چیزوں کی تخلیق عمل میں لائی گئی، وہ حسینوں میں سب سے حسین ہیں، محبوبوں میں سب سے محبوب ہیں، ان کے حسن پر رعب، ہیبت، جلال، اور عظمت کے پردے رکھے گئے تاکہ دیکھنے والوں کی نظریں تاب نہ لاسکیں ورنہ کون ہوتا جو دیکھتا اور اس کے ہاتھ سلامت رہتے، یوسف ؑ کو دیکھ کر تو عورتیں انگلیاں کاٹ بیٹھیں، یہاں نہ جانے کیسا سماں ہوتا، اتنے پردوں میں بھی جس نے سے دیکھ لیا پھر اسے دنیا میں کیا اچھا لگا؟ جان، مال، اولاد، ماں باپ، خویش قبیلہ، بیوی، کون سی چیز اس کی نظر میں جچی؟ کوئی بدر میں قربان ہوگیا، کسی نے ان کے قدموں میں سر رکھ کر اپنی جان واردی، کوئی زخموں سے چور بھری نظروں سے آپ کے رخِ انور کو دیکھتا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا، کوئی احد میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، کسی نے سولی پر لٹک کر بھی گوارہ نہ کیا کہ محبوب کے قدموں میں کانٹا چبھ

جائے اور اسے راحت کی حالت میسر ہو، عروہ آیا دیوانوں کی دیوانگی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا، ابوسفیان نے زید کے جذبات سنے بے ساختہ پکار اٹھا کہ دنیا میں کوئی محبوب نہیں جس کے چاہنے والے اس قدر سرفروش ہوں، باہر کے سفیر آئے جا کر اپنے بادشاہوں سے کہا کہ شاہی وہ نہیں جو تم محلات میں بیٹھ کر زرق برق لباس اور زیورات پہن کر خدم وحشم کے جلو میں کر رہے ہو، شاہی تو ''وہ'' کچی مسجد میں فقیروں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر کر رہے ہیں۔

ان کا حسن کیسا حسن تھا؟ کسی نے کہا **لناشمس وللآفاق شمس** (ایک سورج ہمارا ہے اور ایک آسمانوں کا ہے) آسمانوں کے سورج کو زوال ہے ہمارے سورج کو نہیں۔ کسی نے چاند کو شرم دلائی کہ رخِ انور کی تابانی دیکھ کر بھی تو چمک رہا ہے اور اپنی ضیاء پاشیوں پر نازاں ہے؟ شرم کر، غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں، کوئی بات ان کے حسن کی تعریف پر پوری نہ بیٹھی۔ ہاں ایک عاشق نے کہا **کأنک قد خلقت کما تشاء** (محبوب آپ ایسے ہیں گویا آپ نے اپنے سراپا کا انتخاب خود کیا)

اور کچھ بات بن گئی، ادب کے سارے ذخیرے کھنگال لیں، شاعرانہ تخیل بازیوں، نثری فن پاروں، حسن کے استعاروں اور تشبیب کے اشاروں کے انبار ملاحظہ کر لیں، امرؤ القیس سے لے کر غالب تک کے دیوان اچھی طرح بغور نظر کر لیں ہر کسی نے اپنے محبوبوں اور ان کے حسن کی تعریف سے زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے ہوں گے، سرو قد، رخسار، زلف، چشم وابرو ہر ایک کی اعلیٰ سے اعلیٰ تشبیہ کے باب باندھ دیئے ہوں گے، کسی محبوب کے بارے میں یہ جملہ نہ کہا جا سکا، **خلقت کما تشاء**، کسی انسان کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ اپنے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ سراپا کا انتخاب کر لے تو وہ کیسا چاہے گا؟ کیسا کیسا حسن وہ اپنی ذات میں لانے کی کوشش کرے گا؟ بس ایسا حسن جس کے بارے میں یہ جملہ کہا جا سکے صرف ''انہیں'' ملا۔ اور یہ بات بھی تو صرف شاعری ہے ورنہ جسے احسن الخالقین جس نے کائنات میں ایسا ایسا حسن پیدا فرما دیا کہ دیکھنے والوں کی نظریں دنگ ہیں وہ اولیت کا شرف بخشے اس کے حسن کی تعریف کسی سے ممکن ہی کیا ہو سکے گی؟

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔

بقول خود بندر سے ترقی کر کے انسانوں کی صف میں آ شامل ہونے والے کچھ حرمان نصیب لوگوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے آقا ﷺ کی تصویر بنائی ہے، جاہلو! جس کی کوئی مثال ا نے نہیں بنائی تم اس قابل کہاں کہ اس کے بال کی بھی تصویر کشی کر سکو، کوئی کتنی بھی اچھی سے اچھی تصویر بنالے، دنیا بھر کا حسن اور فن اس میں انڈیل دے پھر بھی وہ ہمارے آقا ﷺ کے حسن کا ایک ذرہ بھی نہیں دکھا سکتی، بری تصویر بنائے گا تو وہ اس کے اپنے کسی رشتہ دار کی ہوگی، خدا کی قسم یہ ممکن ہی نہیں کہ ان کی صورت بنائی جا سکے، ہاں! انہوں نے جرم کیا ہے ایک گندی چیز کو ہمارے آقا ﷺ کی طرف منسوب کر کے، اور یہ کوئی معمولی جرم نہیں، ایسا گناہ ہے جس پر آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہو جائے، پہاڑ گر پڑیں تو معمولی بات ہے، ان بدبختوں کو جلدی ہے عذاب الٰہی سے دوچار ہونے کی، انہیں جلدی ہے اس دنیا کو ختم کر دینے والی جنگ شروع کرنے کی، انہیں تیزی ہے جہنم میں داخل ہونے کی، وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اتنا چھیڑیں کہ یہ اٹھ کر قہر الٰہی بن کر ان پر ٹوٹ پڑیں ہاں ان کی سوچ یہ ہے کہ مسلمان نکل کھڑے ہوں گے تو یہ اپنی تباہ کن ٹیکنالوجی اور مٹا دینے والے ہتھیار استعمال کر کے انہیں ختم کر دیں گے اس طرح وہ پورے عالم کے بلا شرکت مالک وحکمران بن جائیں گے، یہ ان کی بھول ہے، مسلمان جب نکل کھڑے ہوں گے تو یہ کھلونے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، عالمگیر جنگ ہوگی تمہارا بھی ایمان ہے اور ہمارا بھی، عیسیٰ ؑ آئیں گے ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی، دجال دنیا میں آئے گا اور فتنہ بپا کرے گا ہم بھی جانتے ہیں اور تم بھی، یہ سب کچھ ہوگا اور اپنے وقت مقررہ پر ہوگا اس سب کے بعد تم مٹ جاؤ گے ختم ہو جاؤ گے، قرآن پڑھ کر دیکھ لو، اپنی بچی کھچی کتابوں میں نظر کر لو، اس لئے کچھ دن گھروں میں عیش کر لو جلدی نہ کرو۔

تم نے بری حرکت کی تمہیں اس کی لازمی سزا ملنی چاہئے تھی خوشیاں مناؤ

مسلمانوں میں خلافت باقی نہیں ہے ورنہ خلیفہ عظمت رسول ﷺ کی خاطر نفیر کا اعلان کر دیتا اور تمہیں کچھ لشکر اپنی طرف بڑھتے نظر آتے۔ شادیانے بجاؤ کہ امت میں آج کوئی صلاح الدین ایوبی نہیں جو تمہیں گستاخی کی سزا دینے کی قسم کھا#اور بالآخر ایک دن اس کا ہاتھ تمہاری گردن تک پہنچ جاتا۔ تم نے اعلان کر دیا کہ ان گندی تصویروں والی شرٹیں پہن کر سرعام پھرو گے اور مسلمانوں کا دل جلاؤ گے۔ ہاں! حکمران ترقی کرنے، روشن خیال اور رواداری پھیلانے اور اپنے بھائیوں کا خون کرنے میں مصروف ہیں، سیاستدان اپنی سیاست سے فارغ نہیں، لیڈران کئی بہت ''بڑے بڑے اور اونچے اونچے'' کاموں میں مصروف ہیں۔ کئی لوگ مجبور محض ہیں اور اکثر روزی روٹی کے چکر میں محصور ہیں۔ تمہیں کسی نے للکارہ نہیں، کوئی تمہیں موت بن کر اپنی طرف بڑھتا نظر نہیں آیا اسی لئے تمہاری ہمتیں بڑھتی جارہی ہیں، تم تاریخ پڑھو، اس امت کے اکثریتی اور ظاہری $ کو دیکھ کر اتنی غلط فہمی میں نہ رہو، یہ امت کبھی بانجھ نہیں ہوتی یہ اپنے کچھ تیر چھپا کر رکھتی ہے، جو نہ اپنوں کو نظر آتے ہیں نہ غیروں کو اور وہ دشمنوں تک پہنچ کر رہتے ہیں۔ شرٹیں پہن کر رکھو تا کہ وہ تمہیں پہچان سکیں اور نشان عبرت بنا سکیں، انہیں شرٹوں کے ساتھ قبروں میں اترو تا کہ منکر نکیر کو تعارف نہ پوچھنا پڑے، انہی کے ساتھ جہنم میں جاؤ تا کہ ''زبانیۃ'' کو جاننے میں دشواری نہ ہو، ہم اگرچہ بہت مصروف ہیں کوئی تو تمہیں سبق نے کے لئے ضرور فارغ ہوگا، ہم اگرچہ خاکستر ہیں ہم میں کوئی چنگاری ضرور پوشیدہ ہوگی جو تمہیں جلا کر راکھ کر دے گی۔

فانتظر واانا معکم من المنتظرین

☆☆☆

ذکرِ حبیب ﷺ

ذکر حبیب خدا، محمد مصطفیٰ ﷺ

ایک ایسا عمل جو بندوں کا ذکر اوپر پہنچاتا ہے.....

''الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ'' ذکر حبیب ﷺ پر مشتمل

ایک عاشقانہ کتاب.....

ربیع الاول کی مناسبت سے اس کتاب سے چند چمکتے موتی

(شمارہ:139)

آقا مدنی ﷺ کی سیرت مبارکہ پر بہت کتابیں لکھی % اور اب تک لکھی جارہی ہیں ہر ایک کا اپنا انداز ہے اور اپنا رنگ، کسی نے جامع کتب لکھیں کہ آقا ﷺ کی روشن زندگی کا ہر پہلو امت کے سامنے لائیں، کسی نے ایک خاص پہلو متعین کر کے اس پر لکھا تا کہ اسے خوب واضح کر کے لوگوں کے سامنے رکھے اور کسی نے مختصر انداز میں خلاصہ پیش کر دیا کہ مطالعہ کی عادت نہ رکھنے والے اور بڑی کتابیں دیکھ کر گھبرا جانے والے لوگ تھوڑے وقت میں اس معطر زندگی کی خوشبو پالیں اور اسے اپنے دل میں بسالیں۔

انہی کتابوں میں ایک بڑی شان والی کتاب قاضی عیاض مالکی ؒ کی تصنیف ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' ہے۔ اپنے انداز اور اسلوب کی وجہ سے یہ کتاب کتبِ سیرت میں ایک امتیازی مقام کی حامل ہے۔ ربیع الاوّل کا برکتوں والا مہینہ شروع ہو چکا ہے اور یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں سید الاوّلین والآخرین شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ کا ورودِ

مسعود اس ظلمت کدہ کیلئے باعث تنویر بنا۔ اس مہینے کی مناسبت سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بات آپ ﷺ کے ذکر خیر تک ہی رکھی جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ذکر موجب برکات بھی ہے اور کفارۂ سیئات بھی۔ پریشانیوں کا حل بھی ہے اور بیماریوں کا علاج بھی۔ دکھوں کا مداوا بھی ہے اور زخموں کا مرہم بھی اور سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کا بہترین، آسان ترین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ زمین پر بیٹھ کر آپ ﷺ کا تذکرہ کرنے والے شخص کیلئے آسمانوں پر محفل & ہے اور ملاء اعلیٰ میں اس کے تذکرے گونجتے ہیں، سبحان اللہ! آقا ﷺ کی اپنی شان کی بلندی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جب صرف زبان سے آپ ﷺ کا ذکر خیر کرنے والوں کو اتنے اونچے مقامات نصیب ہوتے ہیں۔

میں بات عرض کر رہا تھا قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الشفاء'' کی۔ عجیب عاشقانہ انداز میں لکھی ہوئی کتاب ہے، اللہ رب العزت نے اس کے مطالعہ کی توفیق بخشی، جی چاہا کہ اسی کتاب کے کچھ کلماتِ برکت نقل کر کے آج آقا ﷺ کے ذکر مبارک کی محفل سجائی جائے۔

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن سیرت میں اپنی تمام مخلوقات پر امتیاز بخشا، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں کہ یہ عشاق نبی کریم ﷺ کے حسن صورت پر کس قدر فداء تھے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر حسین میں نے کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ سورج آپ ﷺ کے رخ انور پر چمکتا تھا۔ اور جب آپ ﷺ مسکراتے تو یوں محسوس ہوتا کہ نور کی شعاعیں آپ کے دندان مبارک سے خارج ہو رہی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ کی تعریف کرنے والا ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور بعد میں آپ جیسا حسین کوئی نہیں دیکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے حسن بے مثال سے خوب اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں

آپ کی دید سے ان کی سیری نہ ہوتی تھی بلکہ شوق بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ جب آپ دنیا سے پردہ فرما گئے اور حضرات صحابہ کرام ؓ کو آپ ﷺ کی زیارت میسر نہ رہی تو آپس میں آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا ذکر کر کے اپنے شوق کو تسکین دینے کی کوشش کرتے۔ روایات میں ہے کہ صحابہ کرام ؓ اپنے ان ساتھیوں سے جنہیں ا تعالیٰ نے حسنِ بیان کا ملکہ عطاء فرمایا تھا فرمائش کیا کرتے کہ وہ ان کے سامنے حضور اکرم ﷺ کے پرنور سراپا کا نقشہ کھینچیں۔ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کے حسن کو بیان کرنا بھی عام زبان کے اختیار میں نہ تھا، خاص لوگوں نے اگر کچھ کہا تو آخر میں انہیں بھی اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا۔ قاضی عیاض ؒ نے اپنی کتاب میں ایسی کئی مفصل روایات نقل کی ہیں جن میں نبی کریم صلی ا علیہ وسلم کے حسن صورت کا دلکش نقشہ کھینچا گیا ہے۔

''حضرت حسن رؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت سے اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تا کہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں۔ ماموں جان نے حضور اکرم ﷺ کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ ﷺ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے۔ اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا۔ لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے، ورنہ آپ ﷺ خود مانگ نکالنے کا م نہ فرماتے۔ جس زمانے میں حضور ﷺ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ، آپ ﷺ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان

دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ ﷺ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداً دیکھنے والا آپ ﷺ کو بڑی ناک والا سمجھتا۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت ' ہوئے تھے، آپ ﷺ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ آپ ﷺ کے دانت مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ ﷺ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندنی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ ﷺ کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پر گوشت تھے اور بدن گھٹا ہوا تھا پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں۔ کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ ﷺ کا بدن مبارک روشن اور چمکدار نظر آتا تھا۔ چہ جائے کہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو، ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے۔ آپ ﷺ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ۔ نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔ آپ ﷺ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا اور ان کی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے۔ قدم زمین پر آہستہ پڑتا، زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپ ﷺ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔ آپ ﷺ کی نظر نیچی رہتی تھی، آپ

ﷺ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنی غایت شرم وحیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ ؓ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ ﷺ پیچھے رہ جاتے تھے۔ جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔''

اور پھر یہ خوبصورت بدن معطر کتنا تھا؟ دیکھئے اس بارے میں حضرات صحابہ کرام کیا فرماتے ہیں:

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک سے بڑھ کر نہ عنبر کی خوشبو کو پایا اور نہ مشک کو۔

حضرت جابر بن سمرۃ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا، مجھے آپ ﷺ کے ہاتھ سے ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی گویا آپ نے اپنا ہاتھ ابھی عطر کی شیشی سے نکالا ہے۔

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جس راستے سے گزرتے بعد میں آنے والا پہچان ؓ کہ آپ ﷺ اس راستے سے گزرے ہیں (آپ کے جسم اطہر کی خوشبو کے سبب)

ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مصافحہ کرنے والے شخص کا ہاتھ صبح سے شام تک معطر رہتا۔ اور ایسا شخص اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتا تو وہ بچہ دوسرے بچوں کے درمیان خوشبو کی وجہ سے ممتاز رہتا۔

اب آپ ذرا بتایئے کہ آپ کو زندگی میں کبھی کسی یورپین انگریز کے ساتھ بیٹھنے کا یا کم سے کم اس کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا؟؟ یقین مانیئے ایک زندہ انگریز کے جسم میں ایک مرے ہوئے خنزیر سے زیادہ اور گندی بدبو ہوتی ہے۔ یہ ملعون اپنی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے لئے کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں ان کی شکلیں مزید مسخ ہو جاتی ہیں، انہی کی شکلیں دیکھ کر ان کے ایک ہم جنس نے نظریۂ ارتقاء قائم کر کے اپنے آباء واجداد کے بارے

میں عجیب وغریب اشکالات کا اظہار کر دیا تھا۔ ان لوگوں کا نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا اور زبان درازیاں کرنا دراصل ایسا ہے جیسا کہ ایک بھنگی ہمیشہ عطر فروش سے متنفر رہتا ہے اور اس کی دوکان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

تو یہ بدبودار گندے لوگ جو انسانیت کے نام پر ایک غلیظ دھبے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے، جن کے بارے میں ان کے خالق و مالک کا فرمان ہے کہ یہ لوگ چوپاؤں سے بھی زیادہ ذلیل اور گمراہ ہیں، جلتے رہیں، مرتے رہیں اور بھونکتے رہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے مبارک ذکر کی ہوائیں چلتی رہیں گی، آپ ﷺ کے نام کی خوشبو مہکتی رہے گی۔

ہمارے آقا ﷺ کا اپنے رب کے ہاں کیا مقام ہے؟ اس پر اس کتاب میں کئی فصول قائم کی گئی ہیں، جنہیں قرآنی آیات اور احادیث سے مزین کیا گیا ہے۔ ایک فصل سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو جماعتوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے ان میں سے بہترین جماعت میں رکھا، یہ دو جماعتیں اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال ہیں۔ اور میں اصحاب الیمین میں سب سے بہتر ہوں، پھر ان دو جماعتوں کو تین کر دیا، اصحاب المیمنۃ، اصحاب المشئمۃ اور السابقون، پس میں سابقین میں سے ہوں اور ان میں سب سے بہتر ہوں۔ پھر لوگوں کو قبائل میں تقسیم کیا اور مجھے سب سے اشرف میں پیدا فرمایا۔ میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مقام والا ہوں فخر میں مبتلا نہیں۔

پھر قبائل کو گھرانوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے سب سے بہتر گھرانے میں پیدا فرمایا۔''

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جبرئیل ؑ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

میں زمین کے ہر کونے میں پھرا ہوں، میں نے محمد ﷺ سے افضل انسان اور بنی ہاشم سے بہتر گھرانا نہیں دیکھا۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم ﷺ کی سواری کے لئے براق لایا گیا۔ اس نے کچھ شدت کا مظاہرہ کیا تو جبرئیل ؑ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تو محمد ﷺ کے ساتھ ایسا معاملہ کر رہا ہے؟ یاد رکھ! تجھ پر اتعالیٰ کے ہاں ان سے بڑے مرتبے والا کوئی شخص سوار نہیں ہوا۔

ابن عباس ؓ سے ہی ایک روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ مقام والا ہوں فخر میں مبتلا نہیں۔

قاضی عیاض ؒ نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک بہت جامع روایت نقل فرمائی ہے جس میں جہاد پر اٹھائے جانے والے ایک اعتراض کا زبردست جواب موجود ہے، انشاءا زندگی رہی تو اگلی محفل اسی حدیث سے مزین کرنے کی کوشش ہوگی ابھی تو

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو زداماں گلہ دارد

کا معاملہ درپیش آ رہا ہے۔

☆☆☆

بڑا انتقام

ایک طالب علم بھائی ملنے آیا اور اس نے بڑے درد سے پوچھا کہ

صلیبی کفار آقا مدنی ﷺ کے ناموس پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں.....

ان کا علاج کیا ہے اور انتقام کیوں کر لیا جا سکتا ہے؟

اس کی خدمت میں چند معروضات.....

کفار کو حضرت محمد ﷺ کی تلوار اور جہاد سے تکلیف ہے جو ان حرکتوں کا باعث ہے.....

آپ بھی یہ تلوار اٹھا لیجئے، اسے خوب چلایئے اور اپنا انتقام بھی لے لیجئے!

(شمارہ:138)

آقا ﷺ کے ناموس پر پھر حملہ کرنے کی جسارت کی گئی..... چمگادڑوں نے سورج کی مذمت کی..... سورج کا کوئی نقصان نہیں..... انہی کا منہ کالا ہوگا..... تیرہ بختوں نے، بغض وعناد کے ماروں نے..... چاند پر تھوکا..... چاند چمک رہا ہے..... ان کے منہ مزید گندے ہوگئے..... ذلیل حقیر جانوروں سے بدتر مخلوق نے..... شرفِ انسانیت پر انگلی اٹھائی..... اُن کا شرف مزید واضح ہوگیا اور اِن گستاخوں کی رذالت بھی..... دیکھو!..... ان کی اس حرکت کی وجہ سے عاشقوں کے جذبات میں تلاطم ہے..... ایک عاشق..... درود پڑھ کر رو رہا ہے..... اسے نیند نہیں آ رہی..... ہر لمحہ اس کی بے چینی بڑھتی جاتی ہے..... وہ درود پڑھتا جا رہا ہے اور روتا جا رہا ہے..... یہ بھی ایک عاشق ہے..... اسے خود علم نہیں تھا، احساس نہیں تھا کہ وہ عاشق ہے..... وہ ان گندے لوگوں کی بنائی ہوئی چیزیں کھاتا بھی تھا..... پہنتا

بھی تھا اور رکھتا بھی..... آج اس کا عشق بیدار ہوا ہے..... وہ اب اپنے آقا کے دشمنوں سے بائیکاٹ کر رہا ہے..... اس نے سب چیزیں گھر سے نکال پھینکیں..... دوکان سے ہٹادیں..... وہ اب نہ ان کا مال خرید رہا ہے اور..... نہ ہی بیچ رہا ہے..... یہ بھی ایک انتقام ہے..... ایک عاشق یہ بھی ہے..... آقا ﷺ کا حسن بیان کر رہا ہے..... آپ کی حسین زلفوں کا..... چاند سے روشن چہرے کا..... سورج سے واضح ہدایت کا..... آسمان سے اونچے اخلاق کا..... سب سے پیاری عادات کا..... حسین تذکرہ سنا رہا ہے..... لکھ رہا ہے..... دشمن آقا ﷺ کی سے محروم کرنا چاہتے ہیں مگر..... یہ آپ کی کے دیپ ہر دل میں جلا رہا ہے..... وہ آپ کا ذکر مٹانا چاہتے ہیں..... یہ آپ ﷺ کا ذکر سنا رہا ہے..... عام کر رہا ہے..... یہ بھی انتقام لے رہا ہے..... ادھر تو دیکھو..... ایک نرالا عاشق ..... یہ کون ہے؟؟؟..... خوبصورت دولہا کی طرح پھولوں سے سج کر گھر سے نکل رہا ہے..... اس کی ماں نے ہار پہنائے ہیں..... بہنوں نے بلائیں لی ہیں..... باپ نے پیشانی کا بوسہ لیا ہے..... اور بھائیوں نے سینے سے لگا کر رخصت کیا ہے..... یہ کہتا ہے..... دشمنوں کو میرے آقا ﷺ کے جہاد سے تکلیف ہے..... انہیں نبی السیف ﷺ کی تلوار سے رنج پہنچا ہے..... انہیں نبی الملاحم ﷺ کی جنگیں دکھ دیتی ہیں..... انہیں غصہ آتا ہے کہ آقا ﷺ خود میدان میں نکل کر ''جہاد'' کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل کیوں قائم کر گئے..... انہیں یہ یاد ہے کہ آقا ﷺ نے اپنی امت کو ان نام نہاد اہل کتاب سے قتال کی دہری فضیلت سنا کر ان کی نیندیں حرام کر دی ہیں..... آقا ﷺ کے ساتھیوں نے ''جہاد'' کے ذریعے ان کے تخت تاراج کر دیئے تھے..... بعد کے فاتحین نے ''جہاد'' کے ذریعے ان کے ملک چھین لیئے تھے..... صلاح الدین ایوبی ؒ نے ''جہاد'' کے ذریعے بیت المقدس ان سے واپس لے لیا تھا..... آقا نبی السیف، نبی الجہاد، نبی الملاحم ﷺ ..... اپنی امت کو جو تلوار اور جہاد دے گئے..... اسی نے ان کے غیظ وغضب کو بھڑکایا ہوا ہے..... یہ آقا کے فدائین کو نہیں روک سکے..... ان کی یلغار کا میدان میں مقابلہ نہیں کر سکے..... یہ ہر میدان میں شکست کھا گئے..... تب انہوں نے وہ حرکت کی جو ہر شکست خوردہ کرتا ہے..... کتے کو چوٹ لگے تو وہ

بھونکتا ہے سو یہ بھی بھونک اٹھے..... لئیم انسان بدلہ نہ لے سکے تو گالی دیتا ہے سو یہ بھی گالیوں پر اتر آئے..... جب ہاتھ نہ چل سکے تو زبان بکواس کرتی ہے سو ان کے بھی ہاتھ شل ہوئے اور زبانیں دراز..... انہیں یہ بھی علم ہے کہ یہی جہاد ایک دن انہیں ختم کر دے گا..... سو یہ چاہتے ہیں کہ جہاد ختم کر کے خود محفوظ ہو جائیں..... انہیں یہ بھی علم ہے کہ جہاد دنیا میں کہیں بھی ہو رہا ہو..... اس کا اثر ان تک پہنچ کر رہتا ہے..... مجاہدین کی ہر کارروائی خواہ وہ کشمیر میں ہو یا افغانستان میں..... فلسطین میں ہو یا عراق میں..... برما میں ہو یا فلپائن میں..... صومالیہ میں ہو یا امریکہ میں..... اسپین میں ہو یا برطانیہ میں..... اس کا اثر ہر کافر تک پہنچتا ہے..... کفر اس سے کمزور ہوتا ہے اور جہاد مضبوط..... اور جہاد کی مضبوطی ہی اسلام کی مضبوطی ہے..... اس لئے ان کی اول و آخر جہاد کو مٹانے کے لئے ہے..... ان کا مال، ان کی ذہنیت اور ان کے مادی وسائل..... سب اس مقصد پر صرف ہو رہے ہیں..... عاشق دیکھتا ہے..... کہ کارٹون اور تصویریں بنانے والوں نے بھی آقا کی صفت ''مجاہد'' اور عمل ''جہاد'' کو موضوع بنایا ہے..... وہ سمجھ گیا اور اس نے سوچ لیا کہ وہ ان سے سخت انتقام لے گا..... عاشق ان کے ملکوں تک نہیں پہنچ سکتا..... مگر..... اس احساس نے اس کے حوصلے پست نہیں کئے..... اس کا عزم کمزور نہیں کیا..... اسے مایوسی اور جھنجھلاہٹ میں مبتلا نہیں کیا..... بلکہ اس نے ایک اور انداز میں انتقام لینے کی ٹھان لی..... ایسا انتقام..... جو ان دشمنوں کو ناکامی کا یقین دلا دے گا..... انہیں دائمی رنج والم میں مبتلا کر دے گا..... پھر یہ غصے میں انگلیاں چبائیں گے اور..... تنہائی میں اپنے چہرے پیٹیں گے..... عاشق نے اپنی ماں کو بتایا..... اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اپنے ''لعل'' کو ہار پہنا کر رخصت کیا..... باپ کا سر فخر سے اونچا ہے کہ اس کے ''لاڈلے'' کی سوچ کتنی اعلیٰ ہے..... بہنیں ناز کر رہی ہیں کہ ان کے بھائی نے ان گستاخوں کا اصل علاج ڈھونڈ لیا ہے..... عاشق کا انتقام کیا ہے؟؟؟..... عاشق کا انتقام یہ ہے کہ وہ جہاد..... کیلئے گھر سے نکل آیا ہے..... اس نے اپنا ہاتھ امیر جہاد کے ہاتھ میں دے کر موت پر بیعت کر لی ہے..... اب وہ افغانستان کے کوہساروں پر چڑھ جائے گا، کشمیر کی وادیوں میں اتر جائے گا یا امیر کے حکم پر کہیں بھی پہنچ جائے گا..... وہ نبی الملاحم ﷺ کا جنگی جھنڈا اور.....

نبی السیف ﷺ کی تیز دھار تلوار پکڑ لے گا..... اور دشمنوں کو کاٹے گا..... وقت آیا تو وہ جسم سے بم باندھ کر کافروں کے چیتھڑے اڑا دے گا..... وہ آخری سانس تک ''جہاد'' کرتا رہے گا اور..... اپنے خون سے کئی اور مجاہد پیدا کر جائے گا..... جہاد جاری رہے گا..... جہاد کے میدان سجے رہیں گے..... یلغار ہوتی رہے گی..... فدائین آتے رہیں گے..... آقا صلی ﷺ کے دشمن ایک لمحہ آرام نہیں کر پائیں گے..... خوشی کا منہ نہ دیکھیں گے اور نہ ہی جشن فتح برپا کر سکیں گے..... یہ جلتے رہیں گے..... کڑھتے رہیں گے..... ناکامی کا احساس انہیں کاٹ کھانے کو آئے گا..... اور یہ سب جھنجھلا کر آپس میں لڑ پڑیں گے..... کیا آپ نہیں دیکھتے! افغان مجاہدین نے نیٹو کی صفوں کا اتحاد توڑ دیا ہے..... یہی انتقام ہے سب سے بڑا انتقام (اس نوجوان طالب علم کے نام جو انتقام لکھا چاہتا ہے مگر راستہ نہیں پاتا.....)

☆☆☆

2

الجہاد..... الجہاد

دشمنوں کے دلوں میں کانٹوں کی طرح چبھنے
اور آنکھوں میں پھوڑے کی مانند دکھنے والا عمل.....
وہ اسے مٹانا چاہتے ہیں اور اسکا نام لینے والوں کو بھی.....
مگر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ہم سب کو جان ہے
جب زبان بولتی رہے گی..... ہاتھ چلتے رہیں گے.....
قلم لکھتے رہیں گے..... سانس آتی جاتی رہے گی
الجہاد..... الجہاد کا اعلان ہوتا رہے گا.....

ورثہ

شوق شہادت.....

ا کے آخری نبی وحبیب حضرت محمد ﷺ کی سنت اور ورثہ.....

جسے امت کے صلحاء، اتقیاء، علماء، فقہاء، صوفیا، سب نے اپنایا.....

تاریخ اسلام کا ایک روشن باب

(شمارہ:I-12)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری (ﷺ) کی جان ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ ا کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں.....فرمان ہے میرے آقا مدنی ﷺ کا۔

اے ا ! مجھے اپنے راستے کی مقبول شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے حبیب ﷺ کے مبارک ومقدس شہر مدینہ میں مقدر فرما..... ہمیشہ کی دعا ہے خلیفہ ثانی شان اسلام عمر بن خطاب ؓ کی۔

میں اپنے رب سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور طلبگار ہوں دشمن کے ایک ایسے زور دار وار کا جو جھاگ اڑا رہا ہو یا نیزے کے ایسے زخم کا جو جگر اور آنتوں کے پار اتر جانے والا ہو.....شعر ہیں صحابی رسول عبدا بن رواحہ ؓ کے۔

میں ساری زندگی جہاد کے میدانوں میں دیوانہ وار مشکل ترین مقامات میں گھستا رہا تاکہ شہادت کی موت کو پالوں مگر.....اے بزدلو! تمہاری آنکھوں کی نیند حرام ہو جائے.....

کاش خالد بستر پر مرنے کی بجائے میدان میں شہید ہوتا..... یہ آخری الفاظ ہیں عظیم ترین سپہ سالار خالد بن ولید ؓ کے۔

امیر المومنین! مجھے اپنے حکم سے آزاد کر دیجئے، آپ ایک ایسے شخص کو بچانا چاہتے ہیں جو زندگی کا طلب گار نہیں جس کی آخری خواہش یہی ہے کہ وہ اپنے لشکر میں شہید ہو..... فرمائش ہے فاتح شام امین الامۃ ابوعبیدہ بن الجراح ؓ کی۔

اے لوگو! قتال فی سبیل ا کو لازمی پکڑو اور ا کے راستے میں قتال کرتے رہنا..... آخری الفاظ ہیں شیر خدا علی المرتضیٰ ؓ کے۔

میں ا تعالیٰ سے شہادت کی موت پانے کی طلب میں ساری زندگی میدان جنگ میں رہا اور اب بڑھاپا بھی اسی کوچے کی نذر ہو گیا۔ سنو! اگر کہیں راستے میں میری اجل آ جائے تو جہاں تک دشمن کے علاقے میں تمہارا لشکر جا سکے مجھے لے جا کر دفن کر دینا تا کہ بعد از مرگ بھی جہادی سفر کی سعادت حاصل کروں..... وصیت ہے میزبان رسول ابوایوب انصاری ؓ کی۔

اے میرے رب! میں نے تمام عمر تیری رضا جوئی اور تیرے حبیب ﷺ کی اطاعت میں گزاری ہے اب ۷۰ سال کی عمر میں بھی تیرے حکم **انفروا خفافاً و ثقالاً** کی تعمیل میں میدان جہاد میں نکل آیا تا کہ تو راضی ہو جائے' تو مجھے اسی راستے میں قبول فرما..... یہ ہیں بوڑھے صحابیٔ رسول ابوطلحہ انصاری ؓ۔

اللھم لا تردنی الی اھلی۔ اے ا مجھے آج اپنے راستے میں ایسا قبول فرما کہ اپنے گھر کی طرف نہ لوٹوں..... یہ الفاظ ہیں عمرو بن الجموح ؓ کے۔

اے ا! میرا آج ایسے دشمن سے سابقہ پڑے جو بہت زبردست طاقتور ہو وہ مجھے قتل کر دے پھر میرے ناک، کان کاٹ ڈالے اور میرے چہرے کا مثلہ کر دے۔ قیامت کے دن آپ مجھ سے سوال کریں کہ ایسا کس کی خاطر برداشت کیا تو میں عرض کروں کہ یا ا ! تیری رضا کی خاطر..... تمنا ہے صحابی رسول عبدا بن جحش ؓ کی۔

یہ دیکھئے..... یہ ایک بادشاہ ہیں ہر وقت وردی میں اور مسلح، موت کے وقت حسرت

سے کہہ رہے ہیں کہ ساری زندگی شہادت کی طلب میں لڑتا رہا میدان میں موت نہ مل سکی۔ میدان جہاد کی کچھ گرد اکھٹی کر کے رکھی ہے میرے ساتھ قبر میں ڈال دینا شاید بایزید کی مغفرت کا سبب بن جائے۔ کیونکہ یہ گرد اتنی مبارک ہے جسے پانے کے لئے صدیق اکبرؓ پیدل لشکر کے ہمراہ چلا کرتے تھے۔ دیکھئے امام المحدثین عبدا بن مبارک ؒ جن کے ذکر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے ہر سال میدان جہاد میں جاتے ہیں، شہادت کے فضائل سنا سنا کر لوگوں کے جذبات گرماتے ہیں اور خود بھی اس کی طلب میں معرکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، تاریخ کی طرف ذرا نظر تو دوڑایئے۔ حسن بصری ؒ سے لے کر امام بخاری ؒ تک میدان علم کے شہسوار بھی کبھی جہاد کے میدانوں میں بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے فاطمیوں کے خلاف خروج کر رہے ہیں۔ زیادہ دور کیوں جاتے ہیں تھوڑا سا مڑ کر دیکھئے۔ شاہ اسماعیل شہید ؒ، سید احمد شہید ؒ، مولانا عبدالحئی ؒ، حافظ ضامن شہید ؒ، حضرت حاجی امداد ا ؒ، حضرت نانوتوی ؒ، حضرت گنگوہی ؒ جیسے علم وتصوف کے شہنشاہ میدانوں میں شہادت ڈھونڈتے نظر آتے ہیں۔

خاتمۃ المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری صاحب ؒ کے بارے میں ان کے شاگرد جلیل حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، آیئے انہی کی زبانی سنیئے:

''بسا اوقات فقیر ان الفاظ کو سنا کرتا تھا۔ فرماتے کہ مجھے کچھ نہیں چاہیئے صرف دو پیالیاں کشمیری چائے کی' دو بسکٹ ایک نیزہ، ایک گھوڑا، مطلب مولانا کا یہ ہوتا تھا کہ اصلی زندگی ایک مومن مسلم کی یہ ہے کہ میدان جہاد میں اپنا وقت صرف کرے، ان کے دل کی یہی حسرت حقیقی حسرت تھی، اس کے مقابلے میں درس وتدریس، تعلیم وتعلم کے جذبات کی ان کی نظروں میں کوئی قدر وقیمت نہ تھی۔'' یہ جذبات ہیں اس شیخ العلماء کے جس کے علم اور حافظے کی وسعت کی نظیر نا پید ہے بلکہ بقول حضرت حکیم الامت ؒ مولانا انور شاہ اس دور میں اسلام کی حقانیت کی نشانی ہیں۔

یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خود رب العزت کا فرمان ہے، **من المومنین**..... مومن بندوں میں **رجال صدقوا ما عاھد وا اللہ علیہ**..... وہ مرد ہیں جنہوں نے ا سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ **فمنھم من قضیٰ نحبہ**..... ان میں سے کئی اپنی منزل پا چکے۔ **ومنھم من ینتظر**..... اور کچھ ابھی منتظر ہیں، **وما بدلوا تبدیلا**..... ان کے عزم وخواہش میں کوئی کمی نہیں آئی۔

شہادت اور شجاعت کے جوہر دکھانے کی تمنا وراثت ہے میرے آقا مدنی ﷺ کی جسے ان کے وارثوں نے خوب سنبھالا۔ ہم بھی انہیں کے امتی ہیں اور وارث ہونے کے دعویدار ہیں۔

آیئے اپنے دلوں کو ٹٹولیں، کیا ہمارے دل میں بھی کبھی شہادت کا شوق پیدا ہوا؟ کیا ہم نے بھی کبھی ا کے سامنے آنسو بہا کر اس کی راہ میں کٹ مرنے کی سعادت مانگی؟ کیا ہم نے بھی اپنے اسلاف کی طرح دین کی حرمت پر کٹ مرنے کی تیاری کی؟؟؟

شاید نہیں..... کیونکہ اگر ہم نے اس میراث کو سنبھالا ہوتا تو ذلت و رسوائی کے ان اندھے گڑھوں اور مہیب اندھیروں میں سرگرداں نہ ہوتے کہ راستے کی خبر ہے نہ نشان منزل۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا

☆☆☆☆☆

بلندی

دین کے ہر حکم، ہر نیک عمل کی اپنی خاصیت اور خصوصیت ہے

جہاد کے عمل کی خاصیت ''بلندی'' ہے۔

''ذروة سنامه الجهاد فی سبیل الله''

اس بلندی کا تذکرہ کہ جہاد کا عمل مجاہد کو کس طرح اونچا کر دیتا ہے.....

(شمارہ:48)

انسانوں پر جو اعمال شریعت میں فرض کئے گئے ہیں ان کی اپنی اپنی خاصیات ہیں، نماز کو دین کا ستون کہا گیا، جس عمارت میں ستون زیادہ ہوں وہ بہت مضبوط ہوتی ہے، گرنے اور جھکنے سے محفوظ رہتی ہے، ہر طرح کے موسموں اور طوفانوں کو جھیلنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اسی طرح جس شخص کی نماز زیادہ ہوگی اس کا ایمان اتنا ہی مضبوط ہوگا پھر اگر ستون موجود تو ہوں اور زیادہ بھی ہوں سیدھے اور صحیح نقشے کے مطابق بنے ہوئے نہ ہوں تب بھی عمارت کی خوبصورتی اور مضبوطی میں فرق آ جاتا ہے اسی طرح وہ نماز جو مکمل شریعت اور سنت کے مطابق قائم کی جائے وہ ایمان کو جو قوت اور مومن کو جو حسن و امتیاز عطا کرتی ہے وہ خلاف سنت ٹھیک طرح سے ادا نہ کی گئی نماز سے بدرجہا زیادہ ہوتا ہے۔

روزے میں نفس کشی کی خاصیت رکھی گئی ہے، جو شخص روزے رکھے اور صحیح شرائط کے مطابق رکھے، روزے کی حالت میں فسق و فجور سے بچے، اپنی زبان کو فحش گوئی اور فضول گوئی سے بچائے اسے اپنے نفس پر کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے اور برائیوں سے بچنے کی ہمت ملتی

ہے۔

زکوٰۃ حب مال کی غلاظت کو ختم کرتی ہے، جو شخص خوش دلی سے ا کا حق سمجھ کر اپنے مال کی پوری زکوٰۃ ادا کرے اس کے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے، پھر زکوٰۃ کے علاوہ شریعت میں نفل صدقات کی ترغیب دی گئی ہے، اگر بندہ ا کے دیئے ہوئے مال سے طیب نفس سے زکوٰۃ وصدقات دیتا رہے تو اس کا یہ عمل حب دنیا کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی کی آگ لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔

حج عشق و کا نمونہ ہے، محبوب کی خاطر فقیرانہ لباس پہن لیا، بیابان چٹیل میدان میں جا رہنا، اس کے گھر کے دیوانہ وار چکر لگانا، زیب وزینت، آرام وآسائش ترک کر دینا سب کے مناظر ہیں، جو شخص ان اعمال کو ٹھیک طریقے سے ادا کرے اس کے دل میں ا تعالیٰ اپنی کا نور پیدا فرما دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی جتنے دینی اعمال ہیں سب اسی طرح کے اثرات اور خصوصیات کے حامل ہیں جن کی تفاصیل مستقل تصانیف کی ضی ہیں۔

دینی فرائض میں ایک اہم اور محکم فریضہ جہاد یعنی قتال فی سبیل ا ہے، ا رب العزت نے قرآن کریم میں سینکڑوں بار اس کا ذکر مختلف پیرایوں میں فرمایا ہے، ترغیب، فضائل، اہداف ومقاصد سب کچھ قرآن میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اس عظیم عمل کی سب سے بڑی خاصیت ہے بلندی۔

جہاد کا عمل بہت اونچا عمل ہے، بہت ہی اونچا، اس لئے یہ بہت اونچا لے جاتا ہے، ا کے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جہاد دین کے کوہان کی بلندی ہے، گویا اس کی سرشت میں اونچائی اور بلندی رکھ دی گئی ہے، یہ اپنے عاملین کو پلک جھپکتے ہی ان بلندیوں تک لے جاتا ہے جہاں تک دوسروں کی رسائی نہیں، وہ صرف حیرت اور حسرت سے ان کے اس اونچے مقام کو تک سکتے ہیں اس تک پہنچ نہیں سکتے تاوقتیکہ خود بھی اس عمل کو اختیار نہ کر لیں، اس جہاد کے ذریعے دنیا میں جو زندگی ملتی ہے وہ بھی ہر اعتبار سے سب سے اونچی اور

آخرت کے جو انعامات ملتے ہیں وہ بھی بہت اونچے۔

دنیا کی زندگی میں ایک بلندی تو یہ ہے کہ جہاد کا عمل مجاہد کو ''فرقان'' دیتا ہے، یعنی اس کی حیثیت کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے، اسے حق و باطل کا معیار بناتا ہے، اسے ایسی شان عطا کرتا ہے جو اس کا نام اونچا کرتی ہے، وہ تاریخ کے صفحات میں امر ہو جاتا ہے اور اس کا ذکر باقی رہتا ہے، پہلے زمانے میں جہاد کرنے والوں کے تذکرے آج تک باقی ہیں اور اس زمانے میں بھی جو لوگ اس عمل کو تھامے ہوئے ہیں ان کا نام سب سے اونچا ہے، ملا عمر، اسامہ بن لادن، مولانا مسعود ازہر، ابو مصعب زرقاوی، اور ان جیسے کئی لوگ اس موجودہ دور کی تاریخ ساز شخصیات ہیں، مسلمان ان کا نام فخر سے لیتے ہیں اور کافر غیظ و غضب سے، ان سب کو یہ مقام اسی عمل کی بدولت ملا اور جو گمنام لوگ ان قائدین کے زیر علم جہاد کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں انہیں بھی ہر جگہ عام لوگوں پر یہی امتیازی شان حاصل ہے، ان کا ایک الگ مقام ہے جو سب جانتے اور پہچانتے ہیں۔ دوسری بلندی یہ ہے کہ مجاہد کا ہر عمل غیر مجاہد کے اسی عمل پر درجے کے اعتبار سے فوقیت رکھتا ہے، مثلاً مجاہد کی نماز غیر مجاہد کی نماز سے زیادہ فضیلت والی، اس کا روزہ اس کا صدقہ اس کی تلاوت، اس کی دعوت ہر چیز دوسروں سے زیادہ اجر والی ہے، پھر وہ اعمال جو دوسروں کے حق میں مباحات ہیں مجاہد کے لئے وہ بھی عبادت قرار دے دیئے گئے ہیں، مثلاً اس کا سونا، کھانا، پینا، حاجات کا پورا کرنا، چلنا پھرنا، اسلحہ صاف کرنا، گھوڑے کو چرانا وغیرہ سب کاموں کا اسے عبادت کی طرح اجر ملتا ہے، اب مجاہد نمازی غیر مجاہد نمازی سے اونچا، مجاہد صائم غیر مجاہد صائم سے اونچا، مجاہد داعی غیر مجاہد داعی سے بلند، جہاد میں علم حاصل کرنے والا عام حالت میں علم حاصل کرنے والے پر فائق، سبحان ا ! ایک تو جہاد کا عمل ان تمام اعمال سے درجے میں بلند اور اوپر سے یہ انعام کہ حالت جہاد میں ان اعمال کا اجر عام حالات سے کئی گنا اوپر، جہاد کے عمل کی اس بلندی کو دیکھتے ہوئے ہی صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کرتے تھے کہ یا رسول ا ! کوئی عمل جہاد کے برابر بھی ہو سکتا ہے؟ صحیح روایات میں صحابہ کرام کا یہ سوال کئی مختلف مواقع پر مختلف

الفاظ کے ساتھ منقول ہے اور جواب میں آقا ﷺ نے کہیں یہ فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا اور کہیں یہ فرمایا کہ تم ایسے عمل کی طاقت نہیں رکھتے۔ سوچیئے! جب صحابہ کرامؓ جیسے لوگوں کو یہ فرمایا جارہا ہے کہ تم طاقت نہیں رکھتے تو اور کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ جہاد کے برابر عمل کی طاقت رکھتا ہے؟ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں ذلت وپستی کے اس دور میں بلندی والے عمل کو اختیار کرنے کی توفیق ملی، عمومی ذلت مسلط ہے اور سب لوگ اس پر راضی ہو گئے ہیں ایسے میں جو چند لوگ اس عمل پر قائم ہیں وہ آج بھی اونچے ہیں اور انہی کی وجہ سے دین کا نام اونچا ہے، آج یہی لوگ دین کی پہچان بھی ہیں اور اس کی آن بھی، انہی کی زندگی باوقار ہے اور انہی کے دم سے دین کا وقار باقی ہے، غلاموں کی اس دنیا میں یہی گنے چنے لوگ آزاد ہیں اور عزت کی زندگی جی رہے ہیں۔

جی ہاں! یہی لوگ ہیں اونچے اور سربلند کیونکہ ان کا عمل سب سے اونچا اور بلندی والا ہے اور یہی لوگ ہیں کامیابی والے کیونکہ یہ حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت ہیں

اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون

☆☆☆

جہاد کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟

جہاد کا کیا نتیجہ نکل رہا ہے؟

یہ سوال عام ہے.....مخالفین تو پوچھتے ہی ہیں اعتراض کرنے کے لئے

مگر بعض اوقات اپنے بھی پوچھ لیتے ہیں.....حالات سے گھبرا کر یا معترضین سے

تنگ آ کر

جہاد کے حسین نتائج کا ذکر جو ہم اپنے گرد و پیش کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں

(شمارہ:56)

لوگ بہت زیادہ سوال کرتے ہیں، ایمان والے مخلص بھی اور دلوں میں نفاق، بزدلی اور جہاد سے پہلوتہی کا روگ پالنے والے بھی، نفاق کا لفظ اس لئے کہا کہ قرآن کے مطابق جہاد میں تحریف، تاویل اور اس سے جان چھڑانے کے لئے بہانے بازی کا عمل صرف منافقین ہی کا شیوہ ہے، سورۃ توبہ پڑھ کر دیکھ لیجئے، کون سی نشانی ہے منافقین کی جو بیان نہ کی گئی ہو، تقدیس وتقویٰ کے لبادے میں جہاد چھوڑنے والے، سردی گرمی کے بہانے سے جہاد سے اعراض کرنے والے، دشمن کی طاقت سے ڈر کر میدان سے منہ موڑنے والے، گھروں کے خالی ہونے کا عذر کر کے رکنے والے، بیوی، بچے، خاندان، باپ، بھائی، کاروبار، مکان کی کی وجہ سے گھروں میں بیٹھ رہنے والے، کافروں کی دل میں ہونے کی وجہ سے تلوار نہ اٹھانے والے، عہدے، منصب اور مطلوبہ مقام نہ ملنے کی وجہ سے عورتوں کی طرح گھروں میں پڑے رہ جانے والے، مال کے لالچی، جاہ کے بھوکے، زبان

دراز، مسلمانوں کے دل دکھانے والے، انہیں ایذائیں دینے والے، دل میں ان کا بغض پالنے والے، کافروں کے یار، وفادار، ان سے عزت کرانے کے شوقین۔ قرآن نے منافقین کی کوئی بات نہیں چھوڑی جو بیان نہ کی ہو اور ہم نے العیاذ با کوئی بات نہیں چھوڑی ان کی جو اختیار نہ کی ہو، ان کی باتوں کو اگر اس زمانے کی باتوں سے ملا لیں مشکل سے کہیں چند الفاظ کا فرق نظر آتا ہے ورنہ اکثر چیزوں میں وہ بھی نہیں۔ بات کہیں اور نکل گئی میں عرض کر رہا تھا کہ سوال پوچھا جاتا ہے جہاد کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟ شہداء کے خون کیا رنگ لا رہے ہیں؟ مجھ سے بھی پوچھا گیا ہے اس لئے جواب عرض کر رہا ہوں، بے علم ہوں ناقص العقل ہوں کیا جواب دوں گا؟ اگر کسی علم والے سے پوچھا جاتا بہترین جواب ملتا۔

سنیے! جہاد کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا فرمان سچ ہو رہا ہے، آقا ﷺ نے فرمایا ہے، میری امت کی ایک جماعت حق کی خاطر ہمیشہ قتال کرتی رہے گی۔ دوسری جگہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے ا تعالیٰ نے (اس حکم کے ساتھ) مجھے مبعوث فرمایا ہے یہاں تک کہ میری امت کے آخری لوگ مسیح دجال کو قتل کریں۔

آقا ﷺ کے ان فرامین کے مطابق جہاد ہمیشہ جاری رہے گا، کفار میں ہمیشہ سے ایسے گروہ چلے آ رہے ہیں جو اسلامی علوم حاصل کرتے ہیں، صرف پڑھتے نہیں بلکہ ان میں مہارت حاصل کرتے ہیں تاکہ اعتراضات نکال سکیں اور دین اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کر سکیں۔ اگر روئے زمین پر جہاد رک جائے کافر فوراً اٹھ کر شور مچائیں گے کہ محمد ﷺ کا فرمان (نعوذ با) پورا نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ قتال ہمیشہ جاری رہے گا جبکہ قتال تو رک گیا، ایسی کوئی جماعت باقی نہ رہی جو قتال کرتی رہتی۔

دنیا میں جہاں جہاں قتال ہو رہا ہے ا والے اپنے آباء کے نقش قدم پر میدانوں میں ہیں، شہداء کا مقدس خون گر رہا ہے وہاں بہت نتائج ظاہر ہو رہے ہیں جو ہر آنکھوں والے ذی شعور شخص کو نظر آ رہے ہیں۔ کافر پٹ رہے ہیں، مر رہے ہیں، ان کی طاقت دنیا کے سامنے ننگی ہو رہی ہے، ان کی ٹیکنالوجی کا بھرم کھل رہا ہے اور اسے سجدہ کرنے والے

لوگ اس کی یہ رسوائی اور ناکامی دیکھ کر ا اکبر کے نعرے لگا رہے ہیں، ا کی نصرت اور طاقت کے مظاہر نازل ہو رہے ہیں اور انہیں دیکھ کر بھٹکے ہوئے راہ پا رہے ہیں، فدائی شہداء کا خون مہک رہا ہے اور اس کی مہک پا کر جوق در جوق فدائی قافلے آ رہے ہیں۔ قربانیوں کی شمع جل رہی ہے اور پروانے دھڑا دھڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے، یہ سارے کے سارے نتائج نکل رہے ہیں اگر سب کچھ نہ ہو، شکست ہی شکست ہو، صرف شہادتیں ہوں، جسموں کے چیتھڑے اڑتے رہیں، کفر کی طاقت اور اس کا ظلم بڑھتا جائے، مزاحمت اس پر کچھ اثر انداز نہ ہو، ہمارا جہاد پھر بھی جاری رہے گا اسی طرح زور و شور اور جوش و جذبے سے جاری رہے گا صرف اس لئے کہ کافر بدبخت ہمارے آقا ﷺ پر اعتراض نہ کر سکیں، آپ ؐ کی باتوں کو مشکوک نہ بنا سکیں، آپ ﷺ کے سارے فرمان سچے ہیں، آپ ﷺ نے جو فرمایا ہے ہو کر رہے گا اگر ان کی صداقت پر جانیں قربان ہوتی رہیں تو کم نتیجہ نہیں کہ ہم اس سے بڑھ کر کوئی نتیجہ چاہیں، ہاں اگر کوئی اس نتیجے پر مطمئن نہیں اور نہیں نکلتا تو ا کا وعدہ ہے اگر تم پھرو گے تو وہ اس کام کے لئے دوسری قوم پیدا کر دے گا جو تمہاری طرح پھرنے والے نہیں ہوں گے۔ وہ حزب ا (ا کے لشکر) لاتا رہے گا جو کافروں پر سخت، دوستوں کے لئے نرم، قتال کرنے والے اور اس راستے میں کسی کی ملامت کی پروانہ کرنے والے ہوں گے اور انہیں باطل سے ٹکراتا رہے گا، ہم مومن ہیں تو ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

جہاد کا ایک اور حسین ترین نتیجہ دیکھئے، اپنے اپنے اردگرد نظر دوڑائیے آپ کو کچھ حسین ایمان افروز مناظر نظر آئیں گے، ہمارا حلقہ ہمارا ماحول تو الحمد ایسے مناظر سے لبالب بھرا ہوا ہے، وہ مناظر جو مدینہ میں نظر آئے اور قرآن کا حصہ بن گئے، جو میدانوں میں صدیوں پہلے ظہور پذیر ہوئے اور ہماری عبرت اور سبق آموزی کے لئے محفوظ کر دیئے گئے۔

بدر کا پیارا منظر دیکھئے! ۳۱۳ نہتوں کا اپنے سے تین گنا طاقت سے لڑ پڑنا، کس کے سہارے پر؟ ا ا صرف ا، کیا آپ کو یہ منظر نظر نہیں آ رہا اپنے بالکل قریب؟ حمراء الاسد پر

نظر کیجئے! شکست خوردہ زخموں سے چور، رنجیدہ لشکر کا لبیک کہہ کر اسی حالت میں پھر نکل پڑنا، کس کے لئے ا ا صرف ا ، کیا آپ نے نہیں دیکھا اپنے پڑوس میں؟ تبوک کا ایک خوبصورت نظارہ، دردانگیز بھی اور سبق آموز بھی، اور پھر قران کے ایسے فصیح و بلیغ پیارے الفاظ میں اس کا ذکر، ا کے نبی ﷺ کی خدمت میں آنے والے مساکین جو لڑنے جانا چاہتے ہیں، سواری نہیں، اسلحہ نہیں کچھ ایسے ہیں جنہیں پیچھے رکھنا ضروری ہے، واپسی کا حکم ملا، قرآن کا بیان ہے وہ لوٹے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں۔ وہ تھوڑا نہیں رو رہے تھے ورنہ کہا جاتا آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ بہت رو رہے تھے اتنا کہ گویا ان کی آنکھیں آنسوؤں کے ساتھ بہہ پڑیں گی، دسویں پارے کی اس آخری آیت کو پڑھ کر تو دیکھئے ! کتنا مزا اور کتنی شرم آتی ہے، خدا کی قسم یہ پیارا منظر بھی آج زندہ ہے، جہاد میں نہ نکل سکنے پر رونے والے بوڑھے بزرگ، شہادت کے لئے تڑپ تڑپ کر رونے والے فدائی جانباز، محاذ پر جانے کی اجازت نہ ملنے پر پھوٹ پھوٹ کر رونے والے بچے، اپنے شہید ہو جانے والے ساتھیوں کی یاد میں آنسو بہانے والے غازی، یہ سارے منظر کون زندہ کر رہا ہے؟

آیئے! آپ کو ایک تازہ ترین منظر دکھاؤں!

آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بہت کو راستے سے بھٹکانے کے لئے ن اور اس کے چیلے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں، ٹی وی، ڈش، کیبل، فلمیں، رسائل، میگزین ناول کیا کیا نی جال ہیں جو اس پر ڈال کر اسے شکار کیا جا رہا ہے، اور پھر اس ساری مہم کے جو نتائج ہیں ان میں اگر غور کیا جائے تو دل بیٹھ جاتا ہے کہ یہ زہر کہاں کہاں تک کتنے گہرے پہنچ گئے اور مسلمان ماں بیٹی بہن کس طرح اس کا شکار ہو کر کن راہوں پر نکل گئی ہے، ایسے میں کچھ ایسے مناظر بھی اگر سامنے آجائیں جو خنساء اور ام سلیمؓ کی یاد تازہ کرادیں تو یہ کس چیز کا نتیجہ ہے؟

مضمون کے درمیان میں عکس اسی طرح کی ایک بہن کے خط کا ہے، اس کا بھائی کشمیر میں ا کے راستے میں شہید ہو گیا۔ بہنوں نے ماتم نہیں کیا، واویلا نہیں مچایا، اپنے بھائی کے

خون کی قیمت طلب نہیں کی، اس کی قربانی کا نتیجہ نہیں پوچھا۔

اس نے اپنے امیر صاحب کو خط میں لکھا ہے کہ اس کے بھائی پرا نے جو رحمت کی ہے اس پر اس کا دل تشکر کے جذبات سے لبریز ہے، اس نے کہا ہے کہ اسے یقین ہے اس کے بھائی کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، اس نے دعا کی درخواست کی ہے کہ ا تعالیٰ انہیں مزید ایسی قربانیوں کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے راستے میں قبول فرمائیں، اسی شہید کی دوسری بہن نے خط لکھا ہے اور پوچھا ہے کہ اس کے شہید بھائی نے سرخرو ہوتے ہوئے کتنے کافروں کا خون کیا؟ ہاں انہیں کوئی شکایت ہے تو کچھ مسلمانوں سے ہے جو ان کے ہاں جا کر ان سے پوچھتے ہیں کہ ان کے بھائی کے خون کا کیا نتیجہ نکلا؟

افسوس! بہن اپنے بھائی کی شہادت پر مطمئن ہے اور تمہیں نتیجے کی تلاش ہے۔ بے عقلو! مغرب زدہ، ٹی وی خوردہ اس دور میں ایسی ایمان والی بہنوں کا وجود کیا کافی نتیجہ نہیں ہے؟

حضرت الاستاذ سعدی صاحب دامت برکاتہم نے کچھ عرصہ قبل رنگ ونور میں اس روشن زمانے کا کچھ حال اور کچھ مثالیں لکھی تھیں، بات یہیں آ کر ختم کرتے ہیں، بدر واحد، احزاب و تبوک کے مناظر والا یہ روشن زمانہ، رو رو کر جہاد وشہادت مانگنے والوں کا یہ روشن زمانہ، ایمان والی ماؤں بہنوں والا یہ روشن زمانہ، اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی شہادت پر فخر کرنے والی مثالی عورتوں کا یہ روشن زمانہ، میدان جنگ میں جانے اور قربان ہونے کے لئے بے قرار رہنے والی ام سلیمؓ کی بیٹیوں کا یہ روشن زمانہ حسین نتیجہ ہے صرف اور صرف جہاد کا۔

کیا یہ نتیجہ کافی نہیں؟؟؟

☆☆☆

ناکہ بندی

جہادی تنظیموں پر پابندی سے جہاد بند نہیں ہو رہا.....

کیا کیا جائے؟

معاشی ناکہ بندی.....

مجاہدین کو اموال حاصل نہ ہو سکیں گے تو جہاد زیادہ عرصہ جاری نہ رکھا جا سکے گا۔

کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا کفر اس میں کامیاب ہو جائے گا؟.....

ہرگز نہیں.....

کیوں؟

آیئے! آپ کو دکھائیں کہ مجاہدین کے پاس فنڈ کہاں سے آتا ہے.....

(شمارہ:82)

امریکی حکام ہر سال اعلان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں تنظیمیں دہشت گرد ہیں اور فلاں فلاں افراد بھی، لہٰذا ان کے تمام مالی وسائل منجمد کر دیئے گئے ہیں، اب وہ نہ اپنے بنک اکاؤنٹس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں نہ کمپنیوں سے، نہ کاروبار کر سکتے ہیں نہ کاروبار میں شراکت۔ اسی طرح یہ بات بھی اس قانون میں شامل ہے کہ ان تنظیموں اور افراد کو عطیات مہیا کرنے والے افراد اور ادارے بھی قابل گرفت ہیں اور ''جرم'' ثابت ہونے پر انہیں روشن خیال، اعتدال پسند، مہذب دور کی ''حبس دوام بعبور دریائے شور'' (گوانٹانا موبے) کی سزا بھی سنائی

جاسکتی ہے۔ جب سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام سے صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور اسلام کو مٹانے کی جس مہم کا آغاز کیا گیا ہے اس وقت سے کئی جہادی تنظیمیں، مجاہدین، قائدین اوران کے معاونین اس اندھے قانون کی زد میں آ چکے ہیں، امریکہ اوراس کے اتحادی حکمرانوں کا مقصد اس ساری کارروائی سے یہ ہے کہ کسی طرح مجاہدین کی معاشی ناکہ بندی کرلی جائے، ان تک اموال کی فراہمی روک دی جائے، مخلص معاونین کو ڈرا دھمکا کر مجاہدین کی مالی سرپرستی سے منع کردیا جائے۔ عامۃ المسلمین جو مجاہدین سے رکھتے ہیں اور ان کی مدد کو دینی واخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں انہیں خوفزدہ کردیا جائے تاکہ وہ جہاد میں مالی معاونت کا فریضہ چھوڑ دیں۔ اس طرح جب مجاہدین تک اموال پہنچنا بند ہوجائیں گے تب ان کی کارروائیوں میں کمزوری آجائے گی، ان کی یلغار کمزور اور گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی، وہ بڑی کارروائیاں کرنے کے قابل نہ رہیں گے، ان کے لئے محاذوں کے اخراجات برداشت کرنا مشکل ہوجائے، شہداء کے اہل خانہ کی کفالت، اسیروں کی کفالت اور قانونی معاونت دوبھر ہوجائے اور تنگ آ کر یہ لوگ جہاد کرنا ہی چھوڑ دیں۔

اسی طرح ان تمام جہاد دشمن عناصر کے ذہن میں یہ بات بھی بیٹھی ہوئی ہے کہ کشمیر، عراق، افغانستان، چیچنیا اور دنیا بھر کے محاذوں میں برسرپیکار مجاہد نوجوان مال کا لالچ دے کر لائے جاتے ہیں، جہادی تنظیمیں انہیں پرکشش معاوضے اور مالی مراعات پیش کرتی ہیں، جن کے لالچ میں آ کر یہ نوجوان گھر بار چھوڑ کر میدانوں کی طرف نکل آتے ہیں اور اپنی جان تک قربان کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اگر ان جہادی تنظیموں کے اموال روک لئے جائیں تو وہ ان نوجوانوں کو ''بہکانے'' کے قابل نہ رہیں گی، اسی طرح یہ حکومتیں یہ کوشش بھی کرتی ہیں کہ ان نوجوانوں کو زیادہ مالی معاوضے، نوکری اور دیگر مراعات کی پیشکش کرکے جہاد کے راستے سے ہٹا سکیں (گذشتہ دنوں جہاد کشمیر کے بیس کیمپ آزاد کشمیر سے بھی اس طرح کی خبریں تواتر کے ساتھ موصول ہورہی ہیں کہ وہاں بھی ایسی لابی سرگرم ہے جو کشمیر سے ہجرت کرکے آئے ہوئے نوجوانوں کو شادی، کاروبار، نوکری اور مالی مدد کا لالچ دے کر اپنی تنظیموں

سے بھاگنے اور سرنڈر کرنے پر اکسا رہی ہے)

اسی مہم میں یہ کارروائی بھی شامل ہے کہ مجاہدین کے ر وؤں کی میڈیا پر کردار کشی کی جائے، مجاہدین کی طرف غلط کارروائیاں منسوب کی جائیں جن سے عوام کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات ابھریں اور وہ ان کی معاونت اور سرپرستی سے دست کش ہو جائیں۔ یہ میڈیا وار بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں شدت آتی جا رہی ہے، عوامی قتل عام، فرقہ وارانہ تصادم، عورتوں اور بچوں کا قتل جیسے گھناؤنے جرائم جن کا ارتکاب یہ حکومتیں خود کرتی ہیں مجاہدین کے ذمہ ڈال دیئے جاتے ہیں اور پھر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے ان خبروں کو خوب اچھالا جاتا ہے، روزانہ نئے نئے انکشافات کیے جاتے ہیں اور مقصد پورا ہونے کے بعد ان کیسوں کی فائلیں ہی بند کر دی جاتی ہیں، نہ کوئی مجرم پیش کیا جاتا ہے نہ حقائق منظر پر لائے جاتے ہیں۔ صرف پاکستان میں ہی دیکھ لیجئے! کتنی ہی کارروائیاں فوری طور پر خودکش حملہ قرار دے کر شک کی انگلی مجاہدین کی طرف اٹھائی گئی، خوب شور شرابا کیا گیا اور پھر وہ کارروائیاں، تحقیقات، ثبوت ہر چیز اس طرح غائب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ یہ سب کچھ دراصل اسی مہم کا حصہ ہے جو باقاعدہ ایک بہ بندی کے تحت جاری ہے اور اس کا مقصد مجاہدین کو عوامی حمایت سے محروم کرنا اور ان کی معاشی ناکہ بندی کرنا ہے۔

تو کیا امریکہ اور اس کے حواری اپنی اس مہم میں کامیاب ہو گئے؟ کیا انہوں نے اپنے مقاصد حاصل کر لیے؟ کیا وہ مجاہدین کو تنہا اور بے دست و پا کرنے میں کامیاب ہو گئے؟ کیا وہ مالی مراعات اور رنگا رنگ پیشکشوں کے ذریعے نوجوانوں کو جہاد سے برگشتہ کر سکے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اس مہم کے ۵ سال گزرنے کے بعد آج بھی جواب طلب ہیں اور ان کا جواب روز روشن کی طرح عیاں نظر آ رہا ہے، افغانستان کفر اور اس کے اتحادیوں کے لئے جہنم کا گڑھا بن چکا ہے، عراق میں پڑنے والی مار نے امریکیوں کو ویت نام بھلا دیا ہے، کشمیر کا محاذ باوجود ہر طرح کی سازشی کھچڑیوں کے گرم ہے اور ہندوستان ابھی تک وہاں سکون کا

ایک لمحہ نہیں پا سکا، جہاد پر آنے والے نوجوانوں کی تعداد روز افزوں ہے اور اس میں کمی کی کہیں سے کوئی خبر نہیں، بڑی کارروائیاں بھی ہو رہی ہیں ان کی تعداد میں کوئی کمی نہیں، مجاہدین کے سیٹ اپ بھی باوجود پابندیوں اور سختیوں کے ہر جگہ قائم ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں، یہ ساری چیزیں ظاہر کر رہی ہیں کہ یہ مہم اپنے منطقی انجام سے دوچار ہے، ناکامی کے گہرے گڑھے میں گرا ہی چاہتی ہے اور حسرت و ناکامی کا نشان بن کر کفار کے قلوب پر ثبت ہونے والی ہے۔

اگر آپ پوچھیں کہ اس ناکامی کا سبب کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ سبب ایک نہیں کئی ہیں، کچھ ظاہر اور کچھ پوشیدہ۔ سب سے بڑا ظاہری سبب تو یہ ہے کہ یہ حکومتیں اور ادارے مجاہدین کی کارروائیوں اور ان کے سیٹ اپ کا اپنی کارروائیوں اور اپنے سیٹ اپ سے موازنہ کرتے ہیں اور یہ باور کرتے ہیں کہ جتنے اسباب و وسائل حکومتیں اور سرکاری ادارے اپنی کارروائیوں پر خرچ کرتے ہیں شاید مجاہدین کو بھی کوئی کام کرنے کے لئے اتنے ہی اسباب و وسائل درکار ہوتے ہیں، حالانکہ ان کی یہ سوچ غلط ہے، کسی کارروائی کی پلاننگ کرنے والے آفیسرز صرف اپنی میٹنگوں پر اتنا مال خرچ کر دیتے ہیں جس کے نصف میں مجاہدین نہ صرف ایسی کارروائی پلان کرتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کر لیتے ہیں۔ کسی ملک کا ایک فوجی محاذ جنگ پر جاتے وقت جتنی مالیت کا سامان ##ا ہے مجاہدین کا پورا ایک گروپ اتنے پیسوں سے مسلح ہو جاتا ہے، مجاہدین کا رہن سہن، تربیت، لڑنے کا طریقہ ہر چیز ''قناعت'' اور ''قربانی'' کے اصول پر ہوتا ہے جبکہ فوجیں میدان جنگ میں بھی ''راحت'' اور ''عیاشی'' کے سامان ڈھونڈتی ہیں، ان وجوہات کی بناء پر مجاہدین کے بڑے سے بڑے کام اتنے مالی وسائل میں پورے ہو جاتے ہیں جنہیں کفار قلیل سمجھ کر مطمئن ہوتے ہیں کہ اتنے اسباب کے ساتھ یہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، مجاہد میدان جنگ میں لکڑی، پتھر، جانور اور ماحول میں بکھری ہوئی ایسی بے قیمت چیزوں سے بھی دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے استعمال کرتا ہے جو کسی مالی خرچ کی ضمنی نہیں ہوتی۔ پچھلے دنوں عراق میں مجاہدین

نے مرے ہوئے کتے کے پیٹ میں بارود بھر کر امریکی فوج کی گاڑی اڑا دی۔ اب وہاں صورتحال یہ ہے کہ سڑک پر جہاں مرا ہوا کتا پڑا ہو، امریکی گاڑیاں روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے عراقی پٹھوؤں سے کہتے ہیں کہ آگے بڑھ کر یہ کتا ہٹاؤ تاکہ ہم گزر سکیں، عین ممکن ہے یہ کام بھی مقتدیٰ الصدر کی ملیشیا سے لیا جاتا ہو۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مجاہدین کو جو لوگ اموال دیتے ہیں وہ انفاق فی سبیل اللہ کے نظریہ سے دیتے ہیں اور انفاق کا اللہی نظام یہ ہے کہ وہ مال دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھتا ہے۔ ہمارا یقین یہ ہے کہ مال کی بڑھوتری صرف دینے والے کے لئے نہیں بلکہ خرچ کرنے والے کے لئے بھی ہے، یہ نیک مال جس طرح دینے والے کو سات گنا اجر دلاتا ہے خرچ کرنے والوں کے بھی سات سو گنا کام آتا ہے اور اس قلیل مال میں دینے والوں کے اخلاص اور لینے والوں کی ایمانداری اور احتیاط کی برکت سے وہ بڑے بڑے کام ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں جنہیں روکنے کی کوشش میں کفار اور ان کے اتحادیوں کے کثیر اموال تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

یہ باتیں عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین کے خلاف میڈیا وار زوروں پر ہے، خصوصاً ہمارے ملک میں، اور اندرون ملک رونما ہونے والے بدترین حالات کا ذمہ دار مجاہدین کو قرار دے کر انہیں بدنام کرنے اور مشکوک بنانے کی سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں، ایسے میں ان لوگوں کو متنفر کرنے کی خصوصی کوششیں کی جا رہی ہیں جن کے بچے جہاد میں شریک ہیں، یا شہید ہو چکے ہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی جو انفاق فی سبیل اللہ کے مبارک عمل کے ذریعے جہاد کو زندہ رکھنے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، انہیں باور کرانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہ آپ کی قربانیاں اور اموال ضائع چلے گئے، مجاہدین پیچھے ہٹ رہے ہیں، ان کے حوصلے پست ہو رہے ہیں، حکومتوں نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیے ہیں اب وہ ان چندوں سے اپنی تحریکیں چلانے کی ہمت نہیں رکھتے۔

یاد رکھیئے! آپ نے بچے اور مال اللہ کے لئے دیا، جو چیز اللہ کے لئے دی جائے وہ

باقی رہتی ہے، مجاہدین نے جہاد ا کی نصرت اور مخلص مسلمانوں کے تعاون سے جاری رکھا، ا باقی ہے، مخلصین کا تعاون بھی باقی ہے اس لیے جہاد بھی باقی ہے، حکومتیں نہ پہلے کبھی جہاد سے مخلص ہوئیں نہ ہوں گی، آپ قائم رہیں، آپ کے جذبات قائم رہیں، ایمان محکم رہے تو یاد رکھئے! دنیا کی کوئی طاقت جہاد کو نہیں روک سکتی، اگر کوئی بدظن ہو کر یا بزدل ہو کر میدان جہاد سے یا مجاہدین کی معاونت سے منہ موڑے گا تو وہ صرف اپنا نقصان کرے گا، ا کے دین کا یا جہاد کا نہیں۔

تیسرا بڑا سبب اس مہم کی ناکامی کا پوشیدہ ہے، وہ نہ کافر سمجھ سکتے ہیں نہ جہاد سے دور مسلمان۔ ہم سمجھتے ہیں اور کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، آیئے آپ کو بھی دکھائیں۔

چند دن قبل ہم اپنے ایک شہید بھائی کے گھر اس کے والدین کی زیارت کرنے اور ان کے تاثرات معلوم کرنے گئے، انہوں نے عجیب انداز میں اکرام فرمایا اور بہت اونچی باتیں ارشاد فرمائیں، دل خوشی سے سرشار تھا اور دماغ قرون اولیٰ کے واقعات کی مہک محسوس کر رہا تھا، دم رخصت شہید کے والد صاحب کی خدمت میں حضرت امیر محترم حفظہ ا کی طرف سے کچھ ہدیہ پیش کیا، انہوں نے بڑی سے قبول فرما کر واپس کیا اور فرمایا: ''میرا سیف ا وصیت کر گیا تھا کہ مجاہدین اگر کچھ ہدیہ پیش کریں تو قبول فرما کر میری طرف سے جماعت کے فنڈ میں جمع کرا دیں، اس لیے اب آپ لوگ یہ واپس قبول فرمائیں۔''

ذہن میں بجلی سی کوند گئی، سورۃ آل عمران کی آیات کی ایسی تفسیر جو نظر آ جائے، آنکھوں نے دیکھ لی، قرآن میں ہے کہ شہید جنت کی نعمتوں میں جا کر پیچھے والوں کو بھولتے نہیں، ان کی خیر خبر لیتے رہتے ہیں ان کے لئے سفارش کرتے رہتے ہیں۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے

ہم معاشی ناکہ بندی کی اس مہم سے بالکل خوفزدہ نہیں ہیں کیونکہ ہمیں شہید فنڈ بھیجتے ہیں۔

☆☆☆

معلّم جہاد

کوہاٹ میں منعقد ہونے والے عظیم الشان ''دورۂ تفسیر آیات جہاد''
میں حضرت امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا
کہ دوسرے پارے کے آخری دو رکوع میں
مذکور ''قصۂ طالوت و جالوت'' جہاد کا مکمل نصاب ہے
اور اگر مزید کوئی رہنمائی قرآن میں نہ ہوتب بھی
صرف یہ قصہ ہی جہاد سمجھانے کے لئے کافی تھا.....
حضرت اقدس کے بیان فرمودہ معارف اپنے الفاظ میں کہ
بات ان کی زبان میری.....

(شمارہ:133)

جہادی جماعتیں بین کر دی جائیں، جہاد ختم ہو جائے گا، جہادی لٹریچر بند کر دیا جائے جہاد کمزور ہو جائے گا، جہادی تربیت گاہیں، دفاتر، مراکز، اجتماعات پر پابندی لگا دی جائے جہاد رک جائے گا، فدائی حملے تھم جائیں گے، امریکہ یورپ کو مقاصد آسانی سے حاصل ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ نظریہ قائم کیے ہوئے اور اس پر عمل پیرا ہوئے کفار اور ان کے حواریین کو چھ سال گزر گئے۔ نتیجہ کیا نکلا؟؟ کیا ان کا یہ زعم درست ثابت ہوا؟ کیا نتائج ان کے حق میں نکلے؟

ہرگز نہیں.....

وجہ یہ ہے کہ قرآن باقی ہے اور قرآن باقی رہے گا اس لئے جہاد کے بقاء کو کوئی خطرہ نہیں۔ قرآن کا حکمِ جہاد زیادہ وضاحت کے ساتھ پڑھا پڑھایا جا رہا ہے اس لئے جہاد زیادہ قوت پکڑ رہا ہے۔ حکم جہاد پر عمل کے میدان بڑھتے اور پھیلتے جا رہے ہیں اس لئے عمل بھی زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ قرآن کا محافظ ا ہے اس لئے قرآن نہیں مٹ سکتا۔ جہاد کا محافظ قرآن ہے اس لئے جہاد بھی نہیں مٹ سکتا۔

اور پھر قرآن صرف جہاد کا محافظ ہی نہیں بلکہ ''معلّم'' بھی ہے، جہاد کے جس طرح کی تربیت، جس نوع کی جنگی مہارت اور جس طرز کی جسمانی، ذہنی اور نظریاتی پختگی کی ضروت ہے قرآن یہ سب کچھ مجاہد کو خود دیتا ہے، کون کون سے مواقع ایسے ہیں جو جہاد سے روکنے کا باعث بن سکتے ہیں قرآن ان کی نشاندہی کرتا ہے۔ جہاد پر ابھارنے کا فریضہ بھی قرآن احسن انداز میں سرانجام دیتا ہے اور اس سے رکنے والوں کی خوب خبر بھی ## ہے۔ غرضیہ کہ جہادی تربیت کا ایک پورا جامع نصاب قرآن میں موجود ہے۔

پورے قرآن میں جہادی تربیت کا مضمون کتنی بار اور کس کس انداز میں بیان ہوا ہے اس کے مکمل تذکرے کے لئے تو مستقل تصنیف درکار ہوگی اگر قرآن پاک میں مذکور صرف ایک قصے کو ہی غور سے پڑھ لیا جائے اور سمجھ لیا جائے تو نظریہ جہاد، ضرورت جہاد، اہمیت جہاد، تربیت جہاد، مواقع جہاد اور فوائد جہاد ہر چیز اس طرح کھل کر سمجھ آ جاتی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ اسی بات سے اندازہ لگایا جائے کہ قرآن پاک نے بیان جہاد کے لئے کیسا معجز اسلوب اختیار کیا ہے کہ اس کا صرف ایک قصہ ہی اتنی ساری باتوں اور موضوعات کو جامع ہو جاتا ہے۔

یہ قصہ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۴۳ سے آیت نمبر ۲۵۲ تک مذکور ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ بنی اسرائیل نے غیر قوم کی غلامی سے تنگ آ کر اس غلامی سے نکلنے کا راستہ سوچا تو انہیں یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس مصیبت سے نجات انہیں صرف اور صرف جہاد کے عمل کو زندہ کرنے

سے ہی مل سکے گی اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ قرآن نے یہ بات دی کہ یہ امت بھی جب کبھی اس طرح کے حالات سے دوچار ہو جائے تو اس کیلئے بھی راہ نجات یہی ہے کہ جہاد کے راستے پر آجائے۔ یہ قوم جہاد کے لئے ذہنی طور پر تو تیار ہوگئی عملی تربیت اور نظریاتی پختگی سے محروم ہے۔ بغیر اس کمزوری کو دور کیے انہیں میدان جنگ میں ثبات حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے تربیت کے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔ سب سے بڑا مانع جو انہیں اس سوچ پر قائم رہنے سے روک سکتا ہے وہ ہے زندگی اور موت کی حقیقت کو نہ سمجھنا۔ جب تک ذہن میں یہ بات رہے گی کہ جنگ میں موت ہے اور پیچھے ! رہنے میں زندگی، اس وقت تک عملی جہاد کا تصور ہی پیدا نہیں ہوسکتا، اس لئے عملاً انہیں زندگی اور موت کی حقیقت سمجھا دی گئی۔ ا تعالیٰ نے اس پوری قوم کو ایک لحظے میں موت دے دی جب سب مر گئے تو سب کو بارِ دیگر زندہ فرما دیا تا کہ یہ بات ان کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے کہ زندگی اور موت کا مالک صرف ا ہے، اس کے حکم کے بغیر کوئی مر نہیں سکتا اگر چہ ساری زندگی قتال کے میدانوں میں گزار دے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا اگر چہ کتنے امن کے ماحول میں اور عیش و آرام میں ہو۔ جیسے ہی یہ حقیقت عملی انداز میں انہیں سمجھائی ساتھ ہی ارشاد فرما دیا کہ اب ا تعالیٰ کے راستے میں قتال کیلئے نکلو اور اس استحضار کے ساتھ نکلو کہ ا تعالیٰ سمیع و علیم ہے۔ دل کا کوئی خیال یا زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔

فلسفۂ موت کو کے بعد جب مومن اپنے اندر جہاد کی قوت محسوس کرنے لگتا ہے تو ایک دوسرا مانع سامنے آجاتا ہے۔ جہاد کیلئے سامان سفر اور سامان قتال کی ضرورت پڑے گی اور اس پر مال خرچ کرنا پڑے گا۔ اب مال کی پاؤں کی زنجیر بننے لگی فرمایا کہ فکر نہ کرو، ہم یہ مال جو اگر چہ ہمارا ہی دیا ہوا ہے تمہیں بطور قرض دے رہے ہیں اور اس کی واپسی بھی برابر سرابر نہیں بلکہ اضعافاً مضاعفۃً (کئی گنا بڑھا کر) ہوگی، اس لئے تنگی نہ محسوس کرو دل کی خوشی سے مال خرچ کرو۔ اب قرآنی تربیت کا اعجاز ملاحظہ فرمائیں کہ جان و مال کی دل سے محو

ہوتے ہی مومن جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے۔قرآن بتاتا ہے کہ بنی اسرائیل یہ حکم سننے کے بعد اپنے نبی کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور انہوں نے قتال پر نکلنے کی اجازت مانگ لی۔ تربیت یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ میدانِ جنگ میں ثبات کے لئے ابھی مزید پختگی کی ضرورت ہے اس کے لئے ابھی اور امتحانات ہوں گے۔ ہر امتحانی مرحلے پر کامیاب لوگ آگے بڑھتے جائیں گے اور ناکام لوگ ''ناک آؤٹ'' ہوکر لشکر سے بچھڑتے جائیں گے، دشمن کے مقابل صرف وہی جماعت پہنچ پائے گی جو ان تمام تربیتی مراحل کو امت سے طے کرتی جائے گی۔اب اسی قصہ میں دیکھئے! نبی ﷺ نے یہ جانتے ہوئے کہ قوم حکم سن کر قائم نہ رہ سکے گی انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے حکم نہ مانگو ورنہ بعد میں نہ مان کر گنہگار ہوگے۔قوم نے کہا نہیں اب ہم چونکہ سمجھ چکے ہیں کہ ہماری ذلت اور پستی کا علاج صرف جہاد ہی ہے اس لئے ہم ضرور جائیں گے۔ نبی نے ان کا اصرار دیکھ کر حکم مانگ لیا۔حکم آتے ہی ان نے وسوسے ڈالنا شروع کردیئے، سب سے پہلے مرحلے پر تو اس نے عواقب سے ڈرایا کہ سوچ لو اتنے طاقتور دشمن کا مقابلہ کیسے کروگے؟ ابھی تو تمہیں تیاری اور ساز وسامان کی ضرورت ہے، تمہارے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہے، دشمن جتنے وسائل نہیں ہیں، وغیرہ وغیرہ۔گویا کہ اس نے انہیں ''حسن نثار'' کا کوئی کالم پڑھادیا۔نتیجتاً بہت سارے لوگ ان موانع کے جال میں آگئے اور جہاد پر جانے سے رک گئے جو اس جال سے بچ گئے ان کے لئے آگے ایک سخت امتحان تیار ہے۔

جہاد کی ادائیگی کے لئے امیر جہاد کا تقرر ناگزیر ہے، نبی ﷺ سے درخواست کی گئی کہ امیر مقرر کیا جائے، لازمی بات ہے وہ اسی قوم کا ایک فرد ہی ہوگا ضروری نہیں کہ سب لوگ اسے پسند کریں، کسی کو خاندانی بڑائی کی بناء پر کسی کو مالی وجاہت کی بنیاد پر اور کسی کو جسمانی قوت کے زعم میں اس کا تقرر پسند نہیں آئے گا، کئی لوگ اس جال میں پھنس کر لشکر سے کٹ جائیں گے۔ نبی ﷺ نے طالوت کو امیر لشکر بنادیا اور امیر جہاد کے تقرر کا شرعی اصول بھی بیان فرمادیا کہ جہاد میں امیر وہ شخص ہوسکتا ہے جو علمی حیثیت سے ممتاز ہوتا کہ شریعت کے مطابق

جہاد کرا سکے اور جنگی مہارت میں ممتاز ہوتا کہ صحیح تدبیر کے ساتھ لشکر کو لڑا سکے۔ ان دو اصولوں کی بناء پر طالوت امیر لشکر مقرر ہوئے اور کئی لوگ قومیت، عصبیت اور خاندانی وجاہت کے جال میں پھنس کر جہاد سے محروم رہ گئے، اب آگے ایک اور مرحلہ درپیش ہے، امیر لشکر کے فیصلوں پر ہر شخص کا مکمل شرح صدر اور اطمینان مشکل ہے، کچھ لوگوں کو فیصلہ پسند آئے گا کہ ان کی رائے کے مطابق ہوگا اور کچھ لوگوں پر ناگوار گزرے گا کہ ان کے مشورے کے خلاف ہوگا یا ایسا فیصلہ ہوگا جس کی تفصیلات سے امیر لشکر کسی مصلحت کی بناء پر لشکر کو آگاہ نہیں کر سکے گا۔

اب ن یہ جال ڈالے گا کہ ان لوگوں کو نافرمانی یا احساس ذلت کا شکار کر کے لشکر سے توڑ دے گا۔ طالوت لشکر لے کر نکلے، راستے میں ایک نہر آئی جس کے پانی کی خاصیت یہ تھی کہ زیادہ پینے سے پیٹ پھول جاتا تھا۔ انہوں نے اہل لشکر کو حکم دیا کہ ایک چلو سے زائد پانی نہ پئیں۔ اہل لشکر میں سے بعض کو ان کا یہ حکم ناگوار گزرا اور انہوں نے نافرمانی کر لی اور جہاد سے رہ گئے۔ جنہوں نے بات مان لی وہ آگے بڑھ گئے۔ اب آخری امتحان درپیش ہے، ان کی تعداد گھٹتے گھٹتے بلکہ یوں کہئے کہ صاف ہوتے ہوتے ۳۱۳ رہ گئی۔ سامنے دو لاکھ کا لشکر جرار موجود ہے، زرہ پوش اور اسلحہ سے لیس۔ اب ن اپنا آخری جال لایا۔ اس نے لشکر کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی بابت بدگمانی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ دشمن کی قوت کے رعب میں مبتلا کرنے کا حربہ آزمایا، دلوں میں کچھ شک اور کچھ کمزوری آنے لگی تو علاج ارشاد فرمادیا۔ نیچے نہیں اوپر دیکھو، اوپر ایک قوی، عزیز، غالب ہستی موجود ہے جس کی طاقت کے آگے نیچے والوں کی طاقت مچھر کے پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ آگے نہیں پیچھے دیکھو، تمہیں ن مستقبل کے خدشات میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہا ہے تم ماضی سے سبق لو، ماضی میں جو اسی صورتحال میں ڈٹ گئے تھے ان کے مقابل پسپا ہو گئے تھے اور انہیں فتح ملی تھی۔ سو اوپر والے رب کی طرف نظر ہوئی نیچے والوں کی جھوٹی طاقت کا رعب چھٹ گیا، ماضی کی روشن مثال کی طرف نظر گئی، مستقبل کے بے بنیاد خطرات اوجھل ہو گئے، ساتھ ہی نسخہ

ارشاد فرمادیا کہ ایسی صورتحال پیش آئے تو فوراً کثرت سے ذکر کرنے لگ جایا کرو سب کچھ ٹھیک ٹھیک نظر اور سمجھ آنے لگے گا۔

دو بڑے سوالوں کا جواب مل گیا.....

(۱) جہاد کون کرسکتا ہے؟

وہ..... جو جان و مال کی سے دامن دل چھڑا لے، خدشات سے نظر چرالے، اطاعت کو اپنالے، عصبیت، قومیت، بڑائی کے ناپاک جذبوں اور امیر کی نافرمانی سے خود کو بچالے۔ دشمن کی طاقت سے آنکھ ہٹالے اور دل کو ذکرا میں لگالے۔

(۲) مجاہد کم کیوں ہوتے ہیں؟

ن کے قدم قدم پر پھیلائے ہوئے جالوں سے بچ نکلنا ہر شخص کا کام نہیں، یہی جال اپنے اندر پھنسا کر اکثریت کو جہاد کے میدان تک پہنچنے سے روک لیتے ہیں، جو عالی ہمت اہل عزیمت ان سے دامن بچا پاتے ہیں وہی جہاد کا عمل سرانجام دیتے ہیں۔

قرآنی تربیت یافتگان کی یہ جماعت جب کافروں سے لڑی تو پہلے ہی ہلے میں فتح یاب ہوگئی، کفار کا سردار مارا گیا اور لشکر پسپا ہوگیا۔ جہاد کرنے والوں کو دنیا کی نعمتیں بھی ملیں اور آخرت کی بھی۔

آپ بتایئے!

کیا جہاد کی اس سے بہتر اور مکمل تربیت کوئی اور فراہم کرسکتا ہے جو قرآن نے بہم پہنچائی؟

اب جہادی تربیت گاہیں بند کرنے والے ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے کہ جہاد کی تربیت بند کرنا انسانی قدرت کی بات ہی نہیں چھوڑیئے نہ سمجھایئے! یہ ٹکریں مارتے ہی رہیں تو اچھا ہے!

☆☆☆

عقل و نقل

جہاد کے معنیٰ کیا ہیں؟

جہاد کا حکم کیا ہے؟

بڑا جہاد کون سا ہے اور چھوٹا کسے کہا گیا؟

جہاد کے عمل کی فضیلت اتنی زیادہ کیوں ہے؟

قرآن وسنت میں ہر بات کا حتمی جواب موجود ہے عقل چلانے کی ضرورت نہیں۔ اگر شوق ہے تو عقل کی کسوٹی پر بھی پرکھ لیں جواب وہی آئے گا.....

''القلم'' کے خصوصی ''جہاد فی سبیل ا '' نمبر کے لئے لکھی گئی تحریر.....

(شمارہ:133)

نقلی دلائل تو اتنے زیادہ، اتنے واضح اور اتنے محکم ہیں کہ ان میں نظر کرنے والا شخص کبھی ''شک'' یا ''اشکال'' کا شکار نہیں ہوسکتا، چونکہ زمانہ عقلیت پسندی کی طرف چل نکلا ہے اور ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا ایک ''فیشن'' بن گیا ہے۔ تو ٹھیک ہے زمانہ اپنا یہ شوق بھی پورا کر کے دیکھ لے، بات تو وہی ثابت ہوگی جو قرآن میں آ گئی جو حدیث میں بیان ہوگئی اور جس پر سلف نے عمل کر کے دکھا دیا۔

سنا ہے لوگوں کو ''جہاد'' جیسے اہم، محکم اور اونچے فریضے کے معنی میں ''اشتباہ'' ہے،

عجیب بات ہے۔

قرآن کا لفظی معنی ''بار بار پڑھی جانے والی چیز'' ہے تو کیا ہر زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کو قرآن کہا جاسکتا ہے؟

حدیث کا لفظی لغوی معنی ''بات'' ہے تو کیا ہر بات پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے؟

سنت کا ترجمہ ''طریقہ'' ہے، کیا ہر شخص کی عادت اور طریقے کو سنت کا نام دے سکتے ہیں؟

یقیناً مسلمان کا جواب نہیں میں ہوگا۔

قرآن صرف اسے کہا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، حدیث کا اطلاق صرف نبی اکرم ﷺ کے قول فعل اور کسی عمل کو دیکھ کر آپ ﷺ کے خاموش رہنے کو کہا جاتا ہے کیونکہ سلف صالحین رحمہم اللہ نے یہ اصطلاح اس معنی کیلئے متعین کردی ہے اور سنت کا مصداق نبی کریم ﷺ کا عمل کردہ، پسند فرمودہ یا ارشاد فرمودہ عمل ہے۔

کیوں؟؟؟

اس لئے کہ ان الفاظ کے یہ معنی یا تو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے خود متعین فرما دیئے ہیں یا سلف صالحین رحمہم اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں۔ اب قیامت تک کوئی ایمان والا ان کے مصداق کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو بھائیو! جہاد کے معنی قتال یعنی کافروں سے جنگ کرنا، لڑنا، مرنا، مارنا بھی تو انہی ہستیوں کے متعین فرمودہ ہیں اس میں شک یا بحث کیسی اور بحث وتمحیص کیوں؟؟؟

قرآن میں جہاں مدنی سورتوں میں ''جہاد'' کا لفظ آیا ہے، ترجمہ شاہ رفیع الدین سے ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ وحضرت لاہوری رحمہ اللہ تک تمام دیکھ لیں اس کے معنی ''لڑنے'' کے کئے گئے ہیں، تمام معتبر تفاسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے اس کی تشریح قتال اور لڑائی سے کی گئی اور سب سے اونچی دلیل تو یہ ہے کہ آقا مدنی ﷺ اور آپ کے جانثار اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس سے یہی معنی سمجھے ہیں اور اسی پر عمل پیرا ہو کر دکھایا ہے۔

حدیث کی کتب میں ''کتاب الجہاد'' کے عنوان کے تحت لڑائی، قتال کی باتیں درج

ہوتی ہیں اور شرّاحِ حدیث ''جہاد'' کا معنی قتال ہی کرتے ہیں اگر وہ پھر بھی کوئی خالص ''عقلی'' دلیل کا طالب ہے جس میں ''نقل'' بالکل نہ ہو تو اسے پوچھئے! جناب اگر جہاد کا معنی وہی ہے جو آپ بتاتے ہیں اور جہاد اتنے ہی ہوتے ہیں جتنے آپ نے بنا رکھے ہیں تو امریکہ ہر پروفیسر، ہر پولیس آفیسر، ہر استاذ، بلکہ ہر انسان کو ''جہادی'' قرار دے کر بم کیوں نہیں مارتا؟؟؟

اگر آپ ان بہت سارے ''جہادوں'' میں سے کسی پر عمل پیرا ہیں اور یقیناً ہونگے تو آپ خود کو ''مجاہد'' یا ''جہادی'' کیوں نہیں کہتے؟؟؟ لوگ آپ کو یہ پیارا اور مقدس نام کیوں نہیں دیتے؟؟؟ کافر آپ کو انسانوں کی اس ''اونچی'' کیٹیگری میں شمار کیوں نہیں کرتے؟؟؟ جب مجاہدوں کے خلاف کارروائی کی بات ہوتی ہے تو اس میں آپ کا ذکر کیوں نہیں ہوتا؟؟؟ اور ہاں! جب مجاہدین کے مراکز پر بم برستے ہیں تو نفس کے خلاف ''جہاد''، جہالت کے خلاف، عریانیت کے خلاف، غربت کے خلاف، بے روزگاری کے خلاف اور نہ جانے کس کس کے خلاف ''جہاد'' کرنے والوں کے مراکز کیوں محفوظ رہتے ہیں؟؟؟

صاحبو! یہ کیسا فعل ہے جس کے فاعل پر اسم فاعل کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر فاعل کے احکام جاری ہوتے ہیں؟؟؟

حقیقی مجاہد کون ہے؟

جو اپنے عمل پر خود کو شکر کے ساتھ ''مجاہد'' کہتا ہے، وہ جب محلے میں آتا ہے تو بچے کہتے ہیں ''مجاہد'' آیا ہے، اس کا باپ فخر سے کہتا ہے میرا بیٹا ''مجاہد'' ہے۔ پولیس والے پکڑنے آتے ہیں کہ یہ بندہ ''مجاہد'' ہے۔ امریکہ اس پر بم برساتا ہے اور اپنے ''پالتو'' چھوڑتا ہے کہ یہ شخص ''مجاہد'' ہے اور اس کا یہی علاج ہے۔

اب آپ خود انصاف فرمائیے! آپ کی عقل ''سلیم'' ایسے کسی عمل کو ''جہاد'' قرار دینے کی اجازت دیتی ہے جس کا عامل نہ خود کو ''مجاہد'' کہتا ہے اور نہ ہی لوگ ایسا کہنے پر آمادہ ہیں؟؟؟

دوسری بات ہم میں سے کئی ''مسلمان'' ایسے ہیں جن کے نزدیک نعوذ با جہاد فرائض میں ہی داخل نہیں، ایسے لوگوں کو ''مسلمان'' صرف حسن ظن اور صیانت عن التکفیر کی

بنا پر ہی کہا جا سکتا ہے اور یہ بات میں نہیں کہہ رہا، سلف نے فرمائی ہے، حوالہ آگے آجائے گا۔ اور جنہیں خوش قسمتی سے اس کے فرض ہونے کا علم ہے ان کا طرزِ عمل کیا ہے؟

ایک بار بادشاہ نے شہر میں اعلان کرادیا کہ شاہی محل کا بیرونی تالاب دودھ سے بھرنا ہے اس لئے ہر شخص اپنے گھر سے حسب توفیق دودھ لا کے رات کو تالاب میں ڈال جائے، صبح بادشاہ سلامت تالاب کے معائنے پر تشریف لے گئے تو اسے پانی سے بھرا ہوا پایا جس میں چند مدھم سی لکیریں دودھ کی نظر آ رہی تھیں۔ ہر شخص یہ سوچ کر پانی لاتا رہا کہ باقی تو دودھ لائیں گے میری ایک بالٹی پانی کا کیا پتہ چلے گا؟ سو تالاب پانی سے بھر گیا، البتہ جن چند لوگوں نے ''فرض کفایہ'' ادا کیا ان کا دودھ پانی میں ایسا حل ہوا کہ وجود کا لعدم ہو گیا۔

صاحبو! اگرچہ ہم فرض کفایہ ہی مانتے مگر کفایت کے معنی تو سمجھ لیتے، کسی بھی کام میں ''کفایہ'' کا لغوی، عقلی، اخلاقی ہر طرح کا معیار یہ ہے کہ اتنے لوگ اس کی انجام دہی کیلئے آ جائیں جو با آسانی اور باندازِ احسن اس کام کو کرلیں، انہیں نہ قلت کا احساس ہو نہ کمزوری کا۔ اگر کوئی کام افرادی قلت کی وجہ سے رک جائے یا اتنا سست روی سے جاری ہو کہ اثرات ہی ظاہر نہ ہو رہے ہوں تو اسے کفایت کہا جا سکتا ہے؟؟؟ مثلاً آپ بتائیے! ایک جماعت افراد کی موجود ہو، آ کر کوئی کہے کہ اینٹوں کا ایک ڈھیر ادھر سے اُدھر منتقل کرنا ہے اتنے لوگ آ جائیں جو کفایت کرلیں باقی لوگ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ ایسے میں سب کا نہ جانا تو برحق ہے دو یا تین یا اتنے کم لوگوں کو بھیج دینا جو دن بھر کی شاقہ سے بھی یہ عمل پورا نہ کرسکیں اس جماعت کی طرف سے ''کفایہ'' کا ادا ہو جانا کہا جا سکتا ہے؟

کیا ایسی جماعت ملامت کی مستحق نہ ہوگی؟؟؟

ایک بات اور ذہن میں رہے، شریعت کے احکام کا ثبوت اور ان کا درجہ صرف اور صرف نقل سے متعین کیا جا سکتا ہے۔ عقل چلانے کی اس میں صرف اتنی گنجائش ہے کہ آپ عقل سے ان دلائل کو میں مدد لیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہوں یا سلف نے قائم کیئے ہوں۔

اب یہ بات کہ لوگوں کو ''حکم جہاد'' میں اشتباہ ہے..... ہم نقل سے اس کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

اگر اشتباہ اس میں ہے کہ فرض بھی ہے کہ نہیں؟ تو سیدھا سیدھا ایمان کا خطرہ ہے۔

قرآن میں کُتِبَ کے الفاظ ہیں جن کا معنی فرضیت کا ہی آتا ہے۔ حدیث میں وَاجِبٌ عَلَیْکُمْ کے صریح الفاظ ہیں جن سے شرّاح نے فرضیت ثابت کی ہے، علامہ سرخسی ؒ نے **فریضة محکمة وقضیة محتومة** کے الفاظ لائے ہیں اور علامہ قرطبی ؒ نے ابن عطیۃ کے الفاظ **والذی استمر علیه الاجماع** سے ''جہاد'' کی فرضیت کو امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ قرار دیا ہے۔ اس باب میں تو عقل لڑانے کی کوئی گنجائش سرے سے موجود ہی نہیں۔

شمس الائمہ سرخسی ؒ نے تو پوری عبارت میں ہر شخص کا حکم بیان فرما دیا ہے۔ فرمایا!

''اس کے منکر کو کافر کہا جائے گا اور کج بحثی کرنے والوں کو گمراہ''

رہی یہ بات کی ''عین'' ہے یا ''کفایہ''؟؟؟

تو یہ بھی ایسی بحث نہیں جس میں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی مجال ہو سلف سے ہی پوچھنا پڑے گا۔

امام التابعین سعید بن المسیب ؒ فرماتے ہیں ہر حال میں ہر شخص پر فرض عین ہے جبکہ باقی کا اجماعی عقیدہ ہے کہ چار صورتیں پیش آ جائیں تو فرض عین ورنہ کفایہ۔ وہ چار مواقع جن میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے یہ ہیں۔

(۱) کافر مسلمانوں کی زمین پر حملہ آور ہو جائیں، اس صورت میں ابتداً اس علاقے کے لوگوں پر، اگر وہ کافی نہ ہو تو ان کے قریب والوں پر جہاد فرض عین ہے۔

(۲) مسلمانوں کا شرعی امیر خلیفۃ المسلمین تمام مسلمانوں کو نکلنے کا حکم کر دے۔

(۳) جب کافروں اور مسلمانوں کی فوجیں آمنے سامنے آ جائیں تو لشکر میں موجود ہر شخص پر لڑنا فرض عین ہے۔

(۴) مسلمانوں میں کچھ لوگ کفار کی قید میں آ جائیں اور کافر انہیں فدیہ لیکر رہا کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو تمام مسلمانوں پر ان کی رہائی کیلئے لڑنا فرض ہے۔

علامہ شامی ؒ اور ان سے پہلے کے ائمہ نے فرمایا ہے کہ یہ چار صورتیں پیش آ جائیں

تو جہاد فرض عین ہے۔ معلوم نہیں ہمارے زمانے میں یہ صورتیں پیش آچکی ہیں یا نہیں؟؟ اس لئے بحث زوروشور سے جاری رہتی ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں کہ بحث کی گنجائش باقی ہے؟؟؟

لوگوں کو قرآن پاک کی ساڑھے پانچ سو سے زائد آیات اور ہزاروں صحیح احادیث کا تو علم نہیں، جن میں مجاہد کی فضیلت، اس کے گھوڑے کی قسمیں، گھوڑوں کے پیشاب اور لید تک کے فضائل، زخموں کی خوشبو، حوریں، جنت، غبار کے فضائل اور نہ جانے کیا کیا مذکور ہے، البتہ ایک ''حدیث'' (جس کے بارے میں ائمہ حدیث کا اس کے حجت نہ ہونے پر تقریباً اجماع ہے) سب کو یاد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر فرمایا ''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اﷺ بڑا جہاد کیا ہے؟ فرمایا: انسان کا اپنے نفس کی خواہشات سے مقابلہ کرنا''۔

حدیث کس معیار کی ہے؟ حجت ہے یا نہیں؟ قرآن کے کسی واضح حکم کے خلاف تو نہیں؟ ائمہ حدیث اس کے بارے میں کیا کیا فرماتے ہیں؟ اس ساری بحث کو چھوڑتے ہیں۔

ان لوگوں پر بھی کوئی تعریض نہیں کرتے جنہوں نے اس بات کے مثبت اور مفید معنی لئے ہیں، ہم تو صرف ان ''عقلمندوں'' سے مخاطب ہیں جنہوں نے انکارِ جہاد اور تلبیس کے لئے کئی سوراخ بنا رکھے ہیں جن سے وہ عامۃ المسلمین کے ذہنوں کو ڈستے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قتال کو چھوٹا جہاد کہا اور پیچھے رہنے کو بڑا جہاد۔ اس لئے محاذ پر جا کر لڑنے سے گھر بیٹھنا افضل ہے۔ انہیں بتایئے!

اگر اس حدیث کو دنیا کی سب سے صحیح حدیث مان لیا جائے تب بھی اس سے قتال کا ''جہاد اکبر'' ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ہر شخص اپنے نفس سے خود پوچھے کہ اس پر سب سے شاق اور مشکل کونسے عمل میں نکلنا گزرتا ہے؟ ایک ایک کام پر نفس کو راضی کرتے جائیں نفس تھوڑی سی ردوکد کے بعد ہاں کر دے گا نام لیجئے قتال کیلئے نکلنے کا۔ کلیجہ حلق میں آجائے گا۔ بال کھڑے ہو جائیں گے،

آنکھیں پھرنے لگیں گی اور موت کی غشی کا عالم ہو جائے گا۔ نفس اتنے دلائل قائم کر دے گا جتنے بش عراق پر حملے کے جواز کیلئے بھی نہیں گھڑ سکا تھا۔ اب آپ ''عقل سلیم'' سے خود پوچھئے! ایسے میں اس کی اپنی وضع کردہ اصطلاح کے مطابق ''جہاد اکبر'' کیا ہے اور نفس کی سب سے بڑی مخالفت کون سی ہے؟؟؟

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات اور عرض کر دوں۔

''جہاد'' کا معنی جہاں ''قتال'' مراد نہ لیا جا سکے وہاں اس کے لغوی معنی مراد لئے جاتے ہیں یعنی مشقت، اس حدیث میں بالاتفاق یہی معنی مراد ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے میدانِ جنگ میں آنے کو چھوٹی اور پیچھے بیٹھ کر دوسرے اعمال کرنے کو بڑی مشقت قرار دیا۔

کیوں؟؟؟

اس لئے کہ آپ ﷺ خود اور صحابہ کرام بھی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے بے چین رہا کرتے تھے۔ میدانِ جنگ میں اس ملاقات کے جلد ''اربیخ'' ہو جانے کا احتمال غالب ہوتا ہے اور پیچھے کم، اس لئے میدانِ جنگ میں لڑنا ان کیلئے کم مشقت والا کام تھا بنسبت پیچھے رہنے کے۔ آپ کو علم ہے صحابہ کرام ؓ کیلئے دنیا کی زندگی کتنا بوجھ تھی؟؟؟

حضرت عمیر بن حمام ؓ جنگ کے دوران توانائی بحال کرنے کی غرض سے کھجوریں کھانے ایک کونے میں تشریف لے گئے، کھجوریں ہاتھ میں تھیں کہ ابوموسیٰ اشعری ؓ حدیث بیان کرتے ہوئے گزرے جس کا مضمون شہید کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات سے متعلق تھا۔ ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں پھینک دیں اور فرمایا: **انها اذاً لحياة طويلة**، اگر یہ ہاتھ کھجوریں کھانے کیلئے منہ تک اٹھے گا تو یہ وقت تو بڑی لمبی زندگی ہو جائے گا۔ سوچئے! جن کے نزدیک یہ وقفہ حیات طویلہ کا نام رکھتا ہو ان کیلئے زندہ رہنے سے زیادہ مشکل عمل کیا ہو گا؟؟ ہاں! ایک ہم ہیں کہ عمر نوح بھی مل جائے تو قصیرہ لگے۔ ہمارے لئے تو بڑی مشقت جہاد میں نکلنا ہی ہو گا۔ واالعظیم! آج بھی کسی ایسے آدمی سے پوچھ کر دیکھئے جو رب سے ملنے کیلئے بے چین ہو، اپنے جسم کے ٹکڑے لیکر اس کے دربار میں حاضری چاہتا ہو اپنے ان دوستوں

سے ملحق ہونا چاہتا ہو جو اس سے اس میدان میں سبقت کر گئے اسے کوئی ایسا کام دے دیا گیا ہو جس میں اسے زندہ رہنا پڑ رہا ہو۔ اسے پوچھئے کہ بڑی مشقت کیا ہے؟ زندہ رہنا یا لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہونے کیلئے کسی محاذ پر ہونا.....

مگر ہمارے لئے بڑی آسانی ہے کہ ہمارا مسئلہ سینکڑوں آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے ثابت ہے ہمیں ''کمزور'' دلائل کی حاجت ہی نہیں، مشکل یا رلوگوں کیلئے ہے کہ ایک حدیث ڈھونڈی مگر بات اس سے ان کی ثابت نہ ہوسکی.....

مضمون بہت لمبا ہوگیا اس لئے آخری بات۔

کشمیر اور کالام کے اونچے پہاڑوں پر ایک سبزی ہوتی ہے جسے مقامی زبانوں میں ''گچھی'' اور ''گوچی'' کہتے ہیں۔ ہزاروں فٹ کی بلندی پر ملتی ہے، کش لوگ بڑی مشقت سے جمع کرتے ہیں۔ کئی ماہ میں صرف چند کلو اکٹھی کر پاتے ہیں۔ دیکھنے میں بھنڈی سے بھی چھوٹی اور رنگ میں بینگن سے بھی بدصورت۔ ۶ سے ۷ ہزار روپے کلو تک بکتی ہے۔ آپ نے کبھی کسی سبزی فروش کو یہ اعتراض کرتے سنا کہ لوگ حقیر اور بدرنگ گوچی اتنی مہنگی خریدتے ہیں اور میری خوبصورت بھنڈی اور خوش رنگ کھیرے چند روپے کلو۔

اور اگر کوئی اعتراض کرے تو کیا جواب ملے گا؟؟

یہی ناں کہ بھائی ہزاروں فٹ اوپر جا کر برف کھود کر دانہ دانہ چننا اور کھیت سے بھنڈی کھیرے توڑ لانے کی مشقت برابر نہیں اس لئے عوض بھی ایک سا نہیں ہے۔

سوئمنگ پول یا نہر میں غوطے لگاتے کسی شخص کو آپ نے اس بات پر معترض نہیں پایا کہ اسے سمندری غوطہ خوروں کی طرح موتی سیپ کیوں حاصل نہیں ہوتے؟

اور اگر پائیں گے تو یہی کہیں گے ناں کہ بھائی ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جانا اور خوفناک شارکوں، مگرمچھوں کے بیچ پھرنا اور نہر میں چند فٹ کا غوطہ لگانا خطرے کے اعتبار سے برابر نہیں، موتی سیپ تو خطروں کے کھلاڑیوں کا مقدر بنتے ہیں۔

مارخور بکرا اور دیسی بکرا کھانے والوں کو ایک سی توانائی اس لئے حاصل نہیں ہوتی کہ

مارخور مارنے والا کتنی بلندی قطع کرتا ہے قصاب کی دکان سے پانی ملا گوشت کھانے والے کو اس کا اندازہ ہی دشوار ہے۔

لعل وجواہر کن لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں؟ جوہر اونچائی کو قدموں کی خاک بنا لیتے ہیں۔

تو یہ عقل اس وقت کیوں رخصت پر چلی جاتی ہے جب ہر عمل میں ''جہاد'' کا ثواب اور ''مجاہد'' کی فضیلت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھنے کی؟؟؟

وہ لوگ جو موت اور تکلیف کے خوف سے کسی مجاہد کو سلام کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں تعلق کا الزام نہ لگ جائے اور موت قریب نہ ہو جائے وہ اپنے ہر عمل کو ''جہاد'' سے افضل اور خود کو ہر حال میں اس ''مجاہد'' سے برتر پر مصر کیوں رہتے ہیں جو ہر وقت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رہتا ہے۔ **فتمنوا الموت ان کنتم صادقین**. مجاہد کو رب کی ملاقات کے شوق نے اس مقام تک پہنچا دیا ہے تم اگر سچے ہو کہ تمہیں بھی اپنے رب سے اسی طرح کی ہے تو موت کی تمنا کرو اور اس کے پیچھے (۔ مجاہد کی پرواز تو شروع ہی وہاں سے ہوتی ہے جہاں دوسروں کی تھم جاتی ہے۔

عشق کی راہ میں جو کوہ گراں آتا ہے
لوگ دیوار کہیں میں تو اسے زینہ کہوں

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ دین میں ترقی کا مدار صرف اور صرف مشقت ہے۔

ان اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل

☆☆☆

تحریض

''تحریض علی الجہاد'' ایک اہم اسلامی ذمہ داری.....ا رب العزت کا تاکیدی حکم

اور

نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ.....

''تحریض'' کسے کہتے ہیں؟

اس کا شرعی انداز کیا ہے؟

دور حاضر میں ''تحریض علی الجہاد'' کے سب سے بڑے علمبردار امیر المجاہدین

مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ ا کی خدمات کا مختصر تعارف

کاروان عزیمت کے زیر انتظام ''تحریض علی الجہاد'' کے لئے چلائی گئی زبردست مہم

کی

کامیابی کا احوال اور مبارکباد.....

(شمارہ:142)

ا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو دو بار تحریض علی القتال یعنی کافروں کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارنے کا حکم فرمایا ہے، تحریض کا معنی کیا ہوتا ہے، آیئے مفسر جہاد امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ ا سے پوچھتے ہیں.....

ان دونوں آیتوں میں ''حرض'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حرض امر کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ہوا تحریض کیجئے.....تحریض کے کیا معنی ہیں؟ ملاحظہ فرمایئے القاموس الوحید ص ۳۲۸

حرَّضه علی الشئ :اکسانا، آمادہ کرنا، ابھارنا، مشتعل کرنا۔

قرآن پاک میں ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (القاموس الوحید ص ۳۲۸)

آگے لکھتے ہیں:

التحریض: اشتعال التحریضی: اشتعال انگیز

علامہ بلیاوی ؒ مصباح اللغات میں لکھتے ہیں:

حَرَّضه. علی الامر: برانگیختہ کرنا۔ فلانا: کسی کے بدن یا عقل کی خرابی دور کرنا۔ (مصباح اللغات ص ۱۴۷)

یہاں ایک دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ التحریض کا مادہ "حَرَض" بیمار ہونے، فاسد بیماری میں مبتلا ہوکر کمزور ہونے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ چنانچہ "تحریض علی القتال" کا معنیٰ (سلب ماخذ کے قانون کے تحت) یہ ہوا کہ وہ لوگ جو کسی فساد، بیماری یا کمزوری میں مبتلا ہو رہے ہیں انہیں ایسے انداز سے دعوتِ جہاد دیجئے کہ ان کی بیماری اور کمزوری دور ہو جائے اور وہ ایمانی جذبات سے مشتعل ہوکر قتال پر دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوں.....

سبحان اللہ قرآن پاک کیسا معجز اور فصیح کلام ہے۔ یہاں اگر ترغیب، دعوت اور امر کے الفاظ استعمال ہوتے تو دعوتِ قتال کی ضروریات اور تقاضوں کا پورا احاطہ نہیں کرتے تھے کیونکہ قتال میں جان کی قربانی ہوتی ہے اور ایسی قربانی کے لئے کسی کو کھڑا کرنا محض دعوت، ترغیب یا حکم سے ممکن نہیں ہے بلکہ اس کے لئے "تحریض" کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ جبن (بزدلی، حب دنیا، کراہیۃ الموت) کا مرض انسان کو کمزور، سست اور ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ عشق الٰہی کے شعلوں سے اشتعال دلا کر طبیعت کی کمزوری اور ٹھنڈک کو دور کیا جائے اور ایسا برانگیختہ کیا جائے، ایسا ابھارا جائے کہ دنیا کے پردے چاک ہوکر آخرت کے مناظر اور وہاں کی خوشبوعیاں ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ایسا شوق پیدا ہو کہ اس ذلیل و فانی دنیا میں دل ہی نہ لگے اور اسلام کی عظمت اور کفر کی بربادی کا ایسا سودا ذہن میں

سما جائے کہ حیوانی مقاصد وخواہشات کی طرف توجہ ہی نہ جائے.....خود سوچئے اس مقصد کے لئے تحریض سے بہتر اور کونسا لفظ ہوسکتا تھا.....

معلوم ہوا کہ دعوت جہاد تو مامور ہے ہی اس کا بھی سب سے بہتر اور مطلوب انداز وہ ہے جو دل ودماغ میں آگ لگادے، جذبات اس حد تک بھڑکا دے کہ انہیں دبانا ممکن نہ رہے، دل کو حب دنیا اور بزدلی کی بیماری سے پاک کردے، جوش وجذبے والا انداز جواز دل خیز د بردل ریز د کا مصداق ثابت ہو، قرآن میں اس انداز کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے کہ جہاد پر نکلنا نفس کیلئے سب سے دشوار عمل ہے جس سے بچنے کی یہ ہر کوشش بروئے کار لاتا ہے اور ہر بہانہ گھڑتا ہے اس لئے کمزور انداز سے اس کا برانگیختہ ہوجانا مشکل ہے۔

پھر ا رب العزت اپنے بندوں میں سے جسے اس طریق کے احیاء کیلئے منتخب فرماتے ہیں انہیں ایسا تحریضی انداز بھی عطا فرمادیتے ہیں کہ ان کی ایک تقریر، ایک بیان مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا باعث بن جاتا ہے، ہمارے اس زمانے میں جو بلاشبہ احیائے جہاد کا زمانہ ہے ا رب العزت نے امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا کو اس نعمت سے حظِ وافر عطا فرمایا ہے۔ حضرت امیر المجاہدین کے ولولہ انگیز بیانات اور جذبات آفرین تحریروں کا دور حاضر میں تحریض علی الجہاد کے عمل میں جو حصہ ہے بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ وہ بے مثل، بے مثال ہے۔ اس میدان میں ان کا مماثل دور دور تک تلاش کرنا ممکن نہیں، حضرت امیر المجاہدین نے جس دن سے اس میدان میں قدم رکھا ہے اس کے بعد سے ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ اسی عظیم عمل کیلئے وقف ہی رہا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں ہندوستان کی سرزمین پر بابری مسجد کے سقوط کا اندوہناک سانحہ پیش آیا جس نے امیر المجاہدین کے حساس دل کو ہلا کے رکھ دیا، اس حادثے کے فوراً بعد آپ نے کراچی گلشن اقبال میں وہ معرکۃ الآراء خطاب فرمایا جس نے آج تک بلا مبالغہ ہزاروں نوجوانوں پر نیند، آرام حرام کردیئے اور انہیں گھر بار چھوڑ کر جہاد کے میدانوں میں نکلنے پر مجبور کردیا، اس بیان کی دس لاکھ سے زائد کیسٹیں اس زمانے میں فروخت ہوئیں جب آپ ہندوستان کے زندانوں میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کررہے تھے، راقم

الحروف نے اس زمانے میں افغانستان اور کشمیر کے محاذوں اور تربیتی مراکز میں آنے والے نوجوانوں میں ۹۰ فیصد سے زائد تعداد ان کی پائی جو یہ بیان سن کر اپنے گھروں میں نہ رہ سکے اور دیوانہ وار لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہونے کیلئے میدانوں کی طرف نکل آئے۔ ا

رب العزت نے چونکہ امیر محترم کو دعوت جہاد اور تحریض علی القتال کیلئے منتخب فرما لیا اس لئے دورانِ اسارت بھی ایسے محیر العقول غیبی اسباب مہیا فرما دیئے جن کی بدولت یہ مشن جیل کی سلاخوں اور اونچی اونچی دیواروں کے پیچھے سے بھی پورا ہوتا رہا۔ اس دوران کئی زبردست کتب حضرت الامیر نے تصنیف فرمائیں۔ خصوصاً جہاد کے فضائل کا مکمل انسائیکلو پیڈیا ''فضائل جہاد'' کے عنوان سے آپ کے قلم سے نکلا جس کی آج بھی پاکستان اور دنیا کے کئی ممالک کی ہزاروں مساجد میں روزانہ تعلیم ہوتی ہے۔ یہ ضخیم کتاب حضرت نے صرف ۳۵ ایام میں تالیف فرمائی، اس کے علاوہ نظریہ جہاد کو اور جہادی زندگی کے مکمل آداب، احکام اور ضروریات جاننے کیلئے ایک بے نظیر کتاب ''زاد مجاہد'' بھی آپ نے جیل میں ہی تصنیف فرمائی، یہ کتاب ہر مجاہد کیلئے زندگی کے ہر موڑ پر ایک بہترین را اور نصاب کی حیثیت رکھتی ہے، نظریہ ساز ''دروس جہاد'' بھی اسی گھٹن کے ماحول سے ہی تازہ ہوا کہ ایک جھونکے کی طرح نمودار ہوئی جس کے ایک درس نے ایک عظیم تحریک کو جنم دیا اور وہ مختصر سی تحریک ہندوستان کی تاریخی رسوائی کا سبب بنی۔ اسی طرح جیل سے ہی آپ کے ہفتہ وار کالم کا بھی آغاز ہوا جس نے مایوسی میں گھرے مسلمانوں کو رب کی طاقت، رب کی نصرت اور رب کی رحمت کا عملی نمونہ دکھایا۔

ہندوستان سے رہائی کے بعد آپ نے گھر تشریف لے جانے سے پہلے خطاب کے ذریعے ہی تحریض علی القتال کے اس کام کا وہیں سے آغاز فرما دیا جہاں سے اس کا وقتی ا نقطاع ہوا تھا۔ پھر ملک بھر میں آپ کی پرجوش آواز اور دل سوز انداز میں جہاد کے زمزمے گونجنے لگے، ہر طرف سبیلنا سبیلنا الجہاد الجہاد کا نعرہ بلند ہوا اور ملک میں وہ دور زندہ ہو گیا کہ ہر مسجد، ہر پارک، دعوت جہاد کا مرکز بن گیا۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا، جب حکومت وقت نے ملک امریکہ کو پٹے پر دے دیا، ہر بات میں اس کی غیر مشروط اطاعت کو شعار بنا لیا

اور خصوصی طور پر دعوت جہاد کو ہدف بنا کر مجاہدین پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کا آغاز کر دیا تو اس سلسلے میں پھر کچھ انقطاع آ گیا۔ مسلمانوں پر ویسے ہی مایوسی جلد طاری ہو جاتی ہے اس وقت بھی انہوں نے اپنے ذہنوں میں یہ باور کر لیا کہ مجاہدین کو ختم کر دیا گیا ہے، امریکہ اور اس کے حواریوں کی طاقت اور جبر دعوت جہاد کے کام پر غالب آ گئے ہیں اور اب شاید یہ سلسلہ کبھی شروع نہ ہو سکے ایسے مایوسی، ناامیدی اور گھٹن کے متعفن ماحول میں تازہ ہوا کے خوشبودار جھونکے جیسی بالکل سچی دو خبریں ان مسلمان بھائیوں کی خدمت میں پیش ہیں۔

(۱) پوری دنیا کا کفر اسلام کے جس شعبے اور قرآن کے جس حصے کو مٹانے کے درپے ہے یعنی جہاد اسے قطعی دلائل کے ساتھ واضح کرنے اور امت کے ہر فرد تک پہنچانے کے جس مشن کا آغاز حضرت امیر المجاہدین نے کیا ہے اس نے ا کی توفیق سے ایک اور سنگ میل عبور کر لیا ہے۔ بحمدا تعالیٰ آیات جہاد کی اولین مستقل تفسیر ''فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد'' کی جلد ثانی مکمل ہو گئی ہے اور عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی، یہ جلد سورۂ انفال مکمل اور نصف سورۃ توبہ کے جہادی معارف پر مشتمل ہے۔

(۲) کاروان عزیمت کی تین ماہ پر مشتمل دعوتِ جہاد مہم مکمل ہو گئی ہے۔ اس مہم کے دوران ان سربکف کارکنوں نے گھر گھر جا کر نظریۂ جہاد مسلمانوں تک پہنچانے کی کی، اس سلسلے میں امیر المجاہدین کے تین بیانات اور ہفت روزہ القلم کے ''جہاد فی سبیل ا'' نمبر کو بات پہنچانے کا ذریعہ بنایا گیا۔

بابری مسجد (کراچی) پیغام شہداء (قصور) اور جہاد دہشتگردی کب بنتا ہے (حیدر آباد) کے عنوان سے مزین ان خطبات کی ۷۵۰۰۰ (پچھتر ہزار) کیسٹیں تیار کی % اور ہفت روزہ القلم کی اشاعت خصوصی کی ۱۰۵۰۰۰ (ایک لاکھ پانچ ہزار) کاپیاں تیار کی % اور پھر ان کے ذریعے ہر مسلمان تک صحیح اسلامی قرآنی نظریۂ جہاد پہنچانے کی کاوش کی گئی۔

وہ مسلمان جو یہ سمجھ ! تھے کہ امریکی تسلط اور پرویزی استبداد دعوت جہاد کا قرآنی مشن

روکنے میں کامیاب ہوگئے وہ آنکھیں کھولیں اور اپنے ماحول میں پھرتے ان سرفروشوں کو دیکھیں جوان تمام سختیوں کو پرکاہ کی حیثیت نہ دیتے ہوئے دعوت جہاد کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور نوجوانوں کو عظمت اور عزت والے راستے کی نشاندہی کررہے ہیں۔حکمرانوں کی دھمکیاں اور گیدڑ بھبھکیاں بھول کر کانوں میں رس گھولتی امیر المجاہدین کی آواز سنیں جو آج بھی اسی طرح ملک بھر میں گھر گھر گونج رہی ہے۔اس مہم کے صرف تین ماہ کے عرصہ میں امیر المجاہدین کے بیانات کی ۵۷۰۰۰ (ستاون ہزار) کیسٹیں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئیں۔کیا حکمران اپنے دعووں کے مطابق اس آواز کو روک سکے جو آج بھی کفر کے ایوانوں میں زلزلے برپا کررہی ہے۔

یہ نصرت ہے اس رب کریم کی جس نے مکہ میں ۱۰۰ تلواروں کی دھاروں کے عین نیچے سے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو محفوظ راستہ فراہم کیا اور تلواروں والے دیکھ نہ پائے۔ یہ نصرت ہے اس رب کریم کی جس نے مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں اسلام کی حفاظت فرمائی جب وہ بستی چاروں طرف سے خونخوار کافروں میں گھری ہوئی تھی۔وہ رب کریم آج بھی ہر طرف کفار اور منافقین میں گھرے ہوئے اپنے ان بندوں کی حفاظت فرمارہا ہے جو قرآن سے دعوت جہاد پھیلانے کا کام کررہے ہیں۔اور یہ برکت ہے ''بیعت علی الجہاد'' اور ''جماعت'' کے خوبصورت سلسلے میں بندھ کر کام کرنے کی،جس نے ان نوجوانوں کو موت اور کافروں کی طاقت کے خوف سے بے نیاز کردیا ہے۔انہوں نے بیعت کر کے اپنے امیر کے حکم پر دعوت جہاد کا جھنڈا سنبھال لیا ہے اور نتائج سے بے نیاز بڑھتے چلے جارہے ہیں، جس بیعت علی الجہاد نے حدیبیہ کے دن مشرکین مکہ کے ناپاک عزائم پر بند باندھ دیا تھا آج اسی بیعت نے منافقین کے عزائم توڑ دیئے ہیں۔جی ہاں! بیعت کرنے والے بدلے ہیں، بیعت پر اپنی نصرت اور خصوصی معیت کا وعدہ کرنے والا رب نہیں۔

آیئے! آپ بھی ان برکات سے محروم نہ رہئے، بیعت علی الجہاد کیجئے اور دعوت جہاد کا علم تھام لیجئے،دنیا کی کوئی طاقت نہ آپ کو خوفزدہ کرسکے گی اور نہ تحریض کے کام کو روک سکے گی۔

☆☆☆

انفاق فی سبیل ا

''انفاق فی سبیل ا ''

اسلام کا وہ حکم جس کی فضیلت پر درجنوں آیات اور سینکڑوں احادیث وارد ہیں.....ہمارے اسلاف کی تاریخ ''انفاق'' کے عجیب وغریب واقعات سے پُر ہے.....رمضان المبارک کے مقدس مہینے کی آمد کے ساتھ ''انفاق فی سبیل ا '' کی ترغیب.....فی سبیل ا کا اولین مصداق جہاد فی سبیل ا اور انفاق کے فضائل.....

(شمارہ:164)

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد
ھدھد خوش خبراز شہر سبا باز آمد

ہوٹر بجنے کی آواز ہمیشہ دل کو رنجیدہ کرتی ہے کہ کوئی برائی پیش آئی ہے آج مغرب کے بعد بجنے والا ہوٹر تو گویا ''ہد ہد خوش خبر'' تھا۔ جتنا بج رہا تھا دل خوش ہو رہا تھا۔ مبارک ہو رحمتوں، مغفرتوں، برکتوں اور سعادتوں والا مہینہ آ گیا۔

مبارک ہو، بدر اور فتح مکہ والا مہینہ آ گیا۔

جمعہ کی نماز قضاء ہو رہی تھی ہم ایک ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہو گئے جس کے امام صاحب ''جہاد'' کے بارے میں تاویلات کرنے میں مشہور ہیں۔ ان کا یہ بھی فرمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کافروں سے لڑنا اور انہیں مارنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ وہ یہ بھی

کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کبھی کافروں سے لڑنے کیلئے ازخود نہیں نکلے۔ وقت کی تنگی نے ہمیں آج ان کی اقتداء کے لئے لا بٹھایا۔ وہ رمضان میں نبی کریم ﷺ کا اعمال میں خوب مشقت فرمانا بیان کررہے تھے پھر انہوں نے کہا کہ دیگر اعمال کی طرح اس مہینے میں ا کے راستے میں نکلنے کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ اس مبارک مہینے میں ا کے راستے میں نکلا کرتے تھے مثلاً آپ ﷺ بدر میں نکلے، فتح مکہ کیلئے نکلے اور بھی کئی مثالیں ہیں۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔ بدر اور فتح مکہ رمضان کے ساتھ اس طرح لازم وملزوم ہیں کہ رمضان کے ساتھ ان کا ذکر کرنا ہی پڑتا ہے خواہ دل مانے یا نہیں، خواہ حق بیان کرنے کے لئے ہو یا تاویل کرنے کے لئے۔

رمضان المبارک میں جہاں مسلمان عموماً نیک کاموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہیں ایک خاص عمل جس کی ادائیگی رمضان میں زیادہ ہوتی ہے زکوۃ اور انفاق فی سبیل ا کا عمل ہے۔ انفاق فی سبیل ا ، ا تعالیٰ کے محبوب اعمال میں سے ایک ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی ترغیب اور فضائل پر درجنوں آیات اور سینکڑوں صحیح احادیث وارد ہیں۔ انسان چونکہ طبعًا مال پر حریص ہے اور اس کی میں بھی گرفتار رہتا ہے اس لئے ا تعالیٰ نے اسے اس قدرے مشکل عمل پر ابھارنے کیلئے عجیب اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ یہ مال اس سے بطور قرض مانگتے ہیں اور پھر قرض کی ادائیگی بھی برابری کی سطح پر نہیں بلکہ بڑھا کر کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ انسان اپنے مال کو بڑھانے کے لئے دنیا میں یہی صورت حرام طریقے پر اختیار کرتا ہے اور سود اور ظلم کی برائی میں گرفتار ہوتا ہے ا تعالیٰ نے اسے ''اسلامی بینکنگ'' دی کہ تم اگر چاہو کہ تمہارا مال بڑھتا رہے اور اضعافاً مضاعفۃ اس میں اضافہ ہوتا رہے تو تم اسے ا کے راستے میں خرچ کردو۔ اس طرح یہ مال کبھی ضائع نہیں ہوگا اور تم آسودگی کے ساتھ زندگی گزار سکو گے۔

دوسرا حسین اسلوب یہ اختیار فرمایا کہ ''انفاق فی سبیل ا '' کو ایک کامیاب تجارت قرار دیا۔ انسان اپنا مال محفوظ رکھنے اور اس میں بڑھوتری کے لئے جو ذرائع استعمال کرتا ہے ان میں بہترین ذریعہ ''تجارت'' ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی ایسی تجارت میں مال لگا دے

جہاں ضائع ہونے کی اندیشہ بھی نہ ہو، نقصان کا احتمال بھی کم ہو اور منافع کی شرح زیادہ ہو۔

اس کے پیش نظر صرف دنیا کی چند روزہ زندگی ہوتی ہے کہ یہ کس طرح راحت وسکون سے گزر جائے جبکہ وہ اس زندگی کو فراموش کر دیتا ہے جو اس کا اصل مستقبل ہے اور ہے بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اس کا سکون اصل سکون اور اس کی کامیاب اصل کامیابی ہے۔ ا تعالیٰ نے اسے بتایا کہ تم اگر اس مال کو ا کے راستے میں ''جہاد'' میں خرچ کر دو گے تو یہ تمہاری آخرت کی کامیابی کا ضامن بن جائیگا۔ دیکھئے سورۃ الصّف۔ اور یہ تجارت ایسی ہے جس میں نقصان کا احتمال سرے سے ہے ہی نہیں کیونکہ معاملہ ا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

یوں تو ''انفاق فی سبیل ا'' کا مصداق عام لیا جاتا ہے کہ دین کے کسی بھی کام پر مال خرچ کرنا انفاق فی سبیل ا ہے یہ بات مصدقہ اور تسلیم شدہ ہے کہ اس باب میں وارد ہونے والی آیات اور احادیث کا اولین مصداق ''جہاد فی سبیل ا'' یعنی ا کے راستے میں لڑائی پر مال خرچ کرنا ہے۔ قرآن کریم میں مال خرچ کرنے کا حکم یا تو جان خرچ کرنے کے ساتھ مذکور ہے جو ظاہر ہے قتال سے ہی متعلق ہے، دیگر آیات جن میں مطلق انفاق کا حکم ہے ان کی تفسیر معتبر تفاسیر میں انفاق فی الجہاد سے کی گئی ہے۔

تفصیل کے لئے فتح الجوّاد کی مطبوعہ دونوں جلدوں میں ان آیات کے ذیل میں ملاحظہ فرمالیں اور جو حضرات عربی جانتے ہوں وہ تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، ا * المحیط اور قرطبی وغیرہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح حدیث کی کتب میں ''انفاق فی سبیل ا'' کی ترغیب یا فضائل پر مشتمل احادیث کو کتاب الجہاد، کتاب السیر اور کتاب المغازی میں ذکر کیا جاتا ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک ''انفاق فی سبیل ا'' کا اولین اور حقیقی مصداق ''انفاق فی القتال'' ہے۔

رئیس المحدثین شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''فتح الباری'' میں اسی تعامل کے پیش نظر لکھا ہے کہ لفظ ''فی سبیل ا'' کا اولین اور فوری ذہن میں آنے والا معنی ''جہاد فی سبیل ا'' ہے۔ (فتح الباری ج ۶ صفحہ ۲۹) اور یہ اصول

اہل لغت کے ہاں طے شدہ ہے کہ لفظ کے حقیقی معنی وہی ہوتے ہیں جو فوری ذہن میں آجائیں۔''التبادر امارة الحقیقة''

اسی طرح صحابہ کرام ؓ کے جو واقعات انفاق کے باب میں مشہور ہیں وہ زیادہ جہاد کے موقعوں پر ہی رونما ہوئے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا اپنا تمام مال راہ خدا میں قربان کرنا، حضرت عمر فارق ؓ کا نصف مال دینا، حضرت عثمان غنی ؓ کا ایک ہزار دینار قدموں میں نچھاور کر کے جنت و رضاء مندی کی بشارتیں پانا اور آئندہ سرزد ہونے والی لغزشوں کی پیشگی معافی کا پروانہ حاصل کرنا اور اس طرح کے دیگر واقعات۔ اسی طرح ان مفلس صحابہ کرام ؓ کی عظیم ''قربانی جو انفاق کا ثواب حاصل کرنے کے لئے دن بھر مزدوری کرتے اور اس کی اجرت میں سے بچوں کی روٹی کا انتظام کر کے باقی صدقہ کر دیتے یہ تمام واقعات غزوۂ تبوک کے موقع پر پیش آئے جب نبی کریم ﷺ نے اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے مسلمانوں سے مال مانگا اور خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ ذیل میں ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں جن میں ''جہاد'' میں مال خرچ کرنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

(۱)سات سو گنا اجر

حضرت ابومسعود انصاری ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص لگام والی ایک اونٹنی لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ میں ا کے راستے میں دے رہا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تیرے لئے اس کے بدلے میں قیامت کے دن سات سو لگام دار اونٹنیاں ہوں گی (صحیح مسلم)۔

حضرت علی، ابوالدرداء، ابوہریرہ، ابوامامہ الباہلی، عبدا بن عمر، جابر بن عبدا ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے ا کے راستے میں جہاد کے لئے مال بھیجا اور خود گھر بیٹھا رہا اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو کا اجر ہے (ابن ماجہ، ابن حبان)۔

واضح رہے کہ یہ ثواب اس شخص کے لئے ہے جو صرف مال خرچ کرے خود جہاد پر نہ جائے جبکہ وہ شخص جو خود بھی نکلے اور مال بھی خرچ کرے اس کا اجر ایک کے بدلے میں سات

لاکھ ہے جیسا کہ ابن ماجہ اور بیہقی کی دیگر روایات میں واضح ہے۔

(۲) جہاد کا اجر

زید بن خالد جہنی ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ا کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری و مسلم)

زید بن خالد جہنی ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے روزہ دار کو افطار کرایا یا مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا یا اس کے گھر کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اسے روزہ دار اور مجاہد کا اجر ملے گا جبکہ ان کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ان دونوں احادیث میں مجاہدین اور شہداء کے گھرانوں کی کفالت کی فضیلت بھی خصوصیت سے معلوم ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ خود شہداء کے گھرانوں کا خصوصیت سے خیال رکھا کرتے تھے۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں اپنے گھروں کے علاوہ صرف حضرت ام سلیم ؓ کے گھر جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے ان پر رحم آتا ہے ان کے بھائی میرے ساتھ قتل ہوئے۔ (بخاری)

(۳) افضل صدقہ

حضرت ثوبان ؓ فرماتے ہیں کہ خرچ ہونے دیناروں میں افضل دینار وہ ہے جو کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ ہے جو کوئی (مجاہد) اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی ا کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عدی بن حاتم ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول ا ﷺ سے پوچھا! افضل صدقہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ا کے راستے کے مجاہد کو خادم مہیا کر دینا (یعنی خدمت کے لئے غلام خرید کر دے دینا) یا اسے سایہ مہیا کر دینا یا جوان جانور سواری کے لئے لے دینا۔ (ترمذی)

(۴)عرش کا سایہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجاہد کو سایہ فراہم کیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سایہ دیں گے اور جس نے مجاہد کو اتنا سامان دے دیا جس سے اس کی ضروریات پوری ہو 100% اس کے لئے غازی کا اجر ہے۔ (المستدرک)

حضرت سہلؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے غازی کی اعانت کی یا مقروض کی اعانت کی قرض ادا کرنے میں یا غلام کی اعانت کی آزاد کرانے میں اللہ تعالیٰ اسے اس دن اپنے عرش کا سایہ عطاء فرمائیں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (المستدرک)

(۵)جوڑا خرچ کرنے کی فضیلت

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں اپنے مال سے (کسی بھی چیز کا) جوڑا خرچ کیا جنت کے فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ جوڑا خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دو گھوڑے یا دو اونٹ (اسی طرح اور چیزوں میں سے بھی دو دو مثلاً دو گائے، دو کپڑے وغیرہ)۔ (نسائی، مستدرک)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے دربان ہر دروازے سے پکاریں گے اے فلاں ادھر آؤ۔ (بخاری)

یعنی اسے جنت کے ہر دروازے سے داخلے کی دعوت دی جائے گی۔

(۶)جہاد میں خرچ نہ کرنے کا وبال

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے خود بھی جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان فراہم کیا نہ مجاہد کے گھر کی اچھائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوجحیفہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اپنے مسلمان بھائی کی اعانت کے لئے چلنے سے رکتا ہے تو اسی قدر اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے لئے اسے چلنا

پڑتا ہے، کوئی بندہ ا کے راستے میں مال خرچ کرنے سے رکتا ہے تو اس سے کئی گنا زیادہ گناہوں میں خرچ کرتا ہے۔ (المعجم الکبیر)

یعنی اس کا مال بچے گا نہیں بلکہ اس پر یہ عذاب مسلط ہوگا کہ یہ مال برائیوں پر خرچ ہو کر آخرت کا وبال بنے گا۔

(۷) سب سے بہتر شخص

حسن بصری ؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو ''خیر الناس'' (لوگوں میں بہترین شخص) کہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں نہ بتاؤں کہ خیر الناس کون ہے؟ خیر الناس وہ شخص ہے جو مسلمانوں اور کافروں کے بیچ میں (سرحد پر) رہتا ہو، اس کے پاس اونٹوں اور بکریوں کا غلہ ہو، وہ اسے شہر میں لاکر بیچ دے اور قیمت ا کے راستے میں صدقہ کردے۔ (ابن ابی شیبہ)

ا کے راستے میں برسرپیکار مجاہدین کی اعانت، نصرت اور ان کے گھر کی کفالت کے لئے فضائل کی حدیثیں تو بے شمار ہیں، مختصر مضمون میں چند ایک ذکر کردی % ۔ آج بھی ہمارے ارد گرد ہر طرف جہاد کے میدان سجے ہیں۔ کشمیر کے عوام اور مجاہدین سخت ترین حالات اور شدید تنگی کے عالم میں دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں، افغانستان میں مجاہدین کفر کے متحدہ لشکروں کے خلاف میدان میں ہیں۔ ان سب کو اسباب فراہم کرنا اور ان کے ہاتھ مضبوط کرنا ہماری ذمہ داری ہے، اس طرح ہم انفاق کا اجر بھی پائیں اور ان کے جہاد کے اجر میں بھی شریک ہوں۔ اسی طرح شہداء، اسیران اور غازیوں کے ہزاروں گھرانوں کی کفالت بھی ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے، جس سے سبکدوش ہونے کا طریقہ یہی ہے کہ جو لوگ اس کام کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں انہیں اسباب فراہم کئے جائیں تاکہ وہ اس ذریعے سے مستحقین تک پہنچ سکیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ اس کام کے لئے خصوصی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں ہر عمل کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور پھر عمل بھی ایسا جس کا ثواب عام حالات میں بھی گنتی سے باہر ہے۔

اب کون حرمان نصیب ہوگا جو اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں غفلت برتے گا۔

☆☆☆

سیاست یا جہاد

آپ اگر خدانخواستہ سیاستدان ہیں تو.....

ہم آپ سے صرف تعزیت ہی کر سکتے ہیں۔

اگر کھلاڑی ہیں تو.....

ہم آپ کی ہدایت کے لئے دعاء گو ہیں۔

اور اگر مجاہد فی سبیل ا یا دین کے کسی کام میں لگے ہوئے ہیں تو.....

ہم آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

آپ نے یقیناً عزت والی زندگی پالی ہے،

اب اس کی قدر کریں اور حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔

(شمارہ:188)

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا

کئے جاؤ مے خوارو کام اپنا اپنا

کام تقسیم ہو چکے ہیں، ہر ایک اپنے حصے پر غور کرے، برا ملا ہے تو چھوڑ دے اور اچھا مل گیا تو شکر کرے اور سب سے بہتر شکر یہ ہے کہ تن، من، دھن اسی میں کھپا دے۔

اہل سیاست آج کل سب سے زیادہ خبروں میں ہیں۔ اگر آپ اخبار پڑھتے ہیں تو خود کو تھوڑی دیر سیاستدان تصور کیجئے، جس قدر ذلت، رسوائی اور خواری کا سامنا اس $ کو ہے

اسے دیکھیں اور دل پر ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھیں کہ وہ آپ کے سیاستدان نہ ہونے پر احساسِ محرومی کا شکار ہے یا احساسِ شکر کا؟ یقیناً جب تک آپ اپنے ضمیر کو قتل کر دینے کا فیصلہ نہ کرلیں آپ سیاستدان بننے کی ہمت نہ کریں گے۔ ایک اخبار یا چینل کا معمولی سا رپورٹر آپ سے جو چاہے پوچھ لے، آپ کو جو چاہے کہہ دے اور آپ کی بات جس طرح چاہے نقل کر دے۔ برساتی مینڈکوں کی طرح چینلوں کی برسات میں اچانک ہر طرف سے نکل آنے والے اینکرز آپ کی ذاتی، سماجی، سیاسی زندگی کے بارے میں وکیلوں اور منصفوں کی طرح بلکہ اکثر اوقات پولیس والوں کی طرح آپ سے انٹروگیشن کرتا رہے اور آپ باوجود منصب ومقام کے اس کے رویے کو برداشت کرنے اور ہر بات پر تمام دانت نکال کر جواب دینے پر مجبور ہوں۔ اپنے بولے گئے جھوٹ آپ کو زور لگا کر سچ ثابت کرنے پڑیں اور توڑے گئے وعدوں کا جواز پیش کرتے ہوئے ماتھے پر آیا پسینہ بھی آپ نہ پونچھ سکتے ہوں۔ اس سے زیادہ رسوائی والا شوق اور پیشہ اور کونسا ہوگا؟ اور پھر سب سے بڑا عذاب اس کارِ ذلت کا یہ کہ مسلسل جھوٹ بولنا پڑتا ہے اور اپنے آپ کو مسلسل جھٹلانا بھی پڑتا ہے مگر یہ لازم ہے کہ اس عمل کے دوران چہرہ نارمل رہے اور ماتھے پر شکن نہ آنے پائے۔ مثلاً آپ سوچئے کہ جب آپ زور زور سے ہاتھ ہلا کر پنجاب میں لگے گورنر راج کے خلاف تقریر کر رہے ہوں اور کوئی آپ کو یاد دلا دے کہ جناب یہ کام ماضی میں سندھ میں بھی کیا گیا تھا اور شاید کرنے والے آپ ہی تھے تو یقیناً آپ مشکل میں پڑ جائیں گے اب آپ کی ڈیوٹی یہ ہے کہ آپ ہرگز شرمندہ یا لاجواب نہ ہوں بلکہ اسی جوش سے ہاتھ ہلاتے رہیں اور دونوں گورنر راجوں کے درمیان فرق ثابت کریں۔ اسی طرح جب پی سی او سے ٹکرا جائیں تو بھی جھوٹ کے ذریعے اپنا مؤقف سچ ثابت کریں اور اس بات کی فکر نہ کریں کہ سامنے والے کے چہرے پر آپ کے دلائل نے طنزیہ مسکراہٹ بکھیر دی ہے اور حد تو یہ ہے کہ اگر آپ بابر اعوان ہیں، کوٹ سوٹ لگا کر درسِ قرآن دیتے ہیں اور اس میں ''وَلَاتَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا'' کی دلنواز تشریح بڑے پرجوش انداز میں بیان کرتے ہیں کہ وکیل کا سب سے اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ

خائنوں کی طرفداری اور وکالت نہ کرے تو آپ کو سامنے ! لوگوں کی اس بات پر بے ساختہ ہنسی نظرانداز کر دینی چاہیے کہ آصف زرداری کے وکیل رہ چکے ہیں اور آج اسی کا پھل وزارت کی شکل میں پا رہے ہیں۔ اسی طرح جب آپ کے سیاسی قائدین کی وعدہ خلافیاں، کہہ مکرنیاں اور بدعنوانیاں یاد دلائی جائیں تو پریشان ہونے، شرمندگی دکھانے اور معذرت کرنے سے آپ سیاستدان نہیں رہیں گے ایسے موقع پر آپکی ذمہ داری ہے کہ آپ یہ سب کچھ قومی مفاد کے عین مطابق اور بالکل درست ثابت کریں۔ اس سیاست میں تو بعض مرتبہ اتنا بھی گرنا پڑ جاتا ہے کہ آپ اپنے لال، سبز یا کسی بھی رنگ کے پاسپورٹ کی حفاظت کے لئے آقا مدنی ﷺ کی توہین کے خلاف نہ صرف یہ کہ احتجاج نہ کریں بلکہ کرنے والوں کو بھی روشن خیالی، برداشت اور صبر کی تلقین کریں اور اگر محترمہ بے نظیر بھٹو کی تصویر کی توہین ہو جائے تو ریلی نکال کر شاباش اور انعام حاصل کریں۔ بیرونی آقاؤں کی طرف سے حکم آجائے تو مسلمان رہتے ہوئے شریعت مخالف جلوس نکالیں اور اپنے سٹیج سے مجاہدین پر تبرا کریں اور اگر خود یہ خدمت سرانجام دیتے ہوئے ڈر لگے، ٹانگیں کانپنے لگیں اور کان میں دھماکے کی آواز سنائی دے تو ''مدینۃ الاولیاء'' کے امپورٹڈ مجاور اس خدمت کے لئے دستیاب ہیں، انہیں اسٹیج پر کھڑا کر دیجئے وہ مجاہدین پر اچھا بھونک لیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سیاست تو اب دنیا آخرت کے خسارے کا سودا بن گیا ہے، نہ دنیا میں عزت نہ آخرت میں امان اب اس ماحول میں اگر آپ سیاستدان ہیں تو ہماری طرف سے تعزیت قبول کیجئے اور جلد کوئی اچھا پیشہ اختیار کرنے کی فکر کیجئے۔

خبروں میں رہنے کے لئے دوسرا سب سے بہتر پیشہ کھلاڑی ہونا ہے اس پیشے میں پیسہ بھی بہت ہے اور گلیمر بھی ذلت بھی اتنی ہے کہ نہ پوچھیں۔ آپ اخباروں میں پڑھتے ہی رہتے ہوں گے، خصوصاً پاکستان کے عوام اور میڈیا کا رویہ تو ان بیچاروں کے ساتھ انتہائی ''مناسب'' ہے۔ ایک میچ میں ناکام ہونے دیں پھر دیکھیں ہر طرف سے جوتوں کے ہار اور پھٹکار، اس لئے کھلاڑیوں کو بھی ہمارا مشورہ ہے کہ کوئی ڈھنگ کا کام کریں۔

اب دیکھئے دنیا میں عزت والے کام کون سے ہیں۔

مثلاً آپ دینی علوم کے طالب علم ہیں اور کسی مدرسے میں رہائش پذیر ہیں۔آپ کی صبح اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہوتی ہے۔سارا دن قرآن وحدیث کی باتیں سنتے ہیں، پڑھتے ہیں، دینی علوم کا مذاکرہ کرتے ہیں،عزت کے ساتھ دسترخوان پر لگی تازہ روٹی کھاتے ہیں، نہ آٹے کے بحران کی فکر ہے نہ مرغی مہنگی ہونے کی، نہ گالیوں کی آواز سنتے ہیں نہ کتا کتا ہائے ہائے کے نعرے۔رات اللہ تعالیٰ کا شکر کرکے مسجد کے ماحول میں سو جاتے ہیں، جاگنا بھی عبادت،سونا بھی عبادت، نہ صحافیوں کا سامنا نہ اینکروں کا۔نہ باتیں بدلنے کی فکر نہ جھوٹ بولنے کی۔سبحان اللہ کتنی حسین زندگی ہے،سوچئے! جسے یہ زندگی مل جائے وہ اسے کبھی چھوڑنے کی فکر کرے گا؟؟؟

اور سب سے بڑھ کر دیکھئے عزت والی زندگی کس کی ہے؟

یقیناً مجاہد کی۔مکمل آزادی اور خودمختاری والی زندگی،مکمل حکمرانی والی زندگی،مکمل بندگی والی زندگی، نہ کسی حکمران کا خوف نہ کسی کے آگے شرمندگی۔صحافی ایک جھلک دیکھنے کے لئے لوگوں کو رشوت کی آفر کرتے پھرتے ہیں کہ کسی طرح ملا دو، انٹرویو کرادو،حکمران مذاکرات اور معاہدے کرنے کے لئے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور عامۃ المسلمین ہاتھ چومنے اور زیارت کرنے کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔دنیا میں مکمل عزت اور آخرت کے وہ اونچے اونچے مقامات جن کا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے کہ قیامت میں سب لوگ رشک کریں گے اور ان مقامات کی تمنا کریں گے۔اب اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ کے حصے میں یہ عظیم کام آگیا ہے تو ہماری طرف سے مبارکباد قبول کیجئے اور صرف دو مشورے۔

۱۔اس کام کی قدر کیجئے اور اپنے اندر اتنا عزم اور ہمت پیدا کیجئے جو آپ کو اسی راستے پر قائم رکھے آپ یقیناً اس عزت سے محروم نہ ہونا چاہیں گے۔

۲۔ان لوگوں کے خلاف جہاد کیجئے جن سے لڑنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور قرآن وحدیث میں ان سے لڑنے کے اتنے دلائل موجود ہیں جن کے ذریعے آپ شرمندہ ہوئے

بغیر ہر معترض کا منہ بند کر سکتے ہیں۔ ایسے دشمن نہ بنائیں جن سے لڑنے کے دلائل آپ کو خود گھڑنا پڑیں اور جذباتی انداز میں لوگوں کو وہ دلائل سنا کر کل جب آپ ان ''دشمنوں'' کے ساتھ تحائف کے تبادلے اور معانقے کر رہے ہوں تو آپ کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ ایسا ہوا تو آپ کے جہاد اور مروجہ سیاست میں فرق نہیں رہے گا اور ذلت مقدر بنے گی۔ ایسا کوئی کام کرنے سے بہتر ہوگا کہ آپ پھر سیاست ہی کر لیں۔ ہم آپ کے لئے دعاء کریں گے۔

☆☆☆

علماء دیوبند اور جہاد

کاروان عزیمت کا ذیلی شعبہ ''المرابطون'' جو طلبہ کرام کی فکری ونظریاتی تربیت کی کرتا ہے۔

''بزم یوسفی'' کے عنوان سے ہر سال ملک بھر میں تقریری مقابلے کرواتا ہے۔

اس سال سالانہ مقابلے کا موضوع تھا ''علماء دیوبند اور جہاد''

علماء دیوبند کی جہاد سے نسبت ناقابل انکار ہے، ان کی علمی، روحانی نسبتیں جہاد سے متعلق

ہیں۔ علماء دیوبند عملی مجاہد تھے اور ''جہاد'' کی میں مشغول رہے۔

تاریخ کے جھروکوں سے چند حسین تصویریں.....

شمارہ نمبر (242)

المرابطون کی ''بزم یوسفی'' آج کل سرگرم عمل ہے اور پورے ملک میں اس کے زیر ا م پرجوش پروگرام چل رہے ہیں۔ پہلے سالانہ طلبہ اجتماع جس نے ماشاءا پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے اور اب پورے پنجاب میں تقریری مقابلے۔ ڈویژنل سطح کے تمام مقابلے اختتام پذیر ہوئے ان میں سے بعض کی کارگزاری آپ نے القلم کے صفحات پر پڑھ لی ہو گی، سالانہ طلبہ اجتماع کی مفصل رپورٹ بھی القلم کے صفحات کی زینت بن چکی ہے۔ اب یہ

تمام پروگرام آخری مرحلے میں ہیں اور اس سلسلے کی آخری تقریب مرکز عثمانؓ وعلیؓ بہاولپور میں ہونے والا صوبائی تقریری مقابلہ ہوگا انشاءا

بزم یوسفی شہید اسلام سلطان القلم حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید قدس سرہ کی طرف منسوب ہے۔اس بزم کا قیام امیر المجاہدین حضرت اقدس مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا کے حکم سے عمل میں آیا اور اس کا مقصد طلبۂ علم کی تحریری وتقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور انہیں اس قابل بنانا مقرر کیا گیا کہ جب وہ عملی زندگی میں قدم رکھیں تو ہر گلی پھیلے ہوئے علمی وعملی فتنوں کا مقابلہ کرسکیں۔

اب تک ہونے والے تقریری مقابلوں کا مشترکہ عنوان ''صحابہ کرامؓ اور جہاد'' رکھا گیا، پورے پنجاب میں اسی عنوان کے تحت خوب زوردار بیانات ہوئے طلبہ کرام نے صحابہ کرامؓ کی زندگی کے اس اہم ترین اور واضح ترین پہلو کو خوب اچھے انداز میں اجاگر کیا۔ حضرات صحابہ کرامؓ اور جہاد آپس میں لازم وملزوم ہیں۔صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ہر صحابی کے تعارف میں ''مجاہد'' کا لفظ ضرور مل جائے گا اور بعض حضرات تو ایسے تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد وحید ہی جہاد فی سبیل ا کو بنا رکھا تھا۔حواری رسول ﷺ حضرت زبیر بن عوامؓ کے بارے میں آتا ہے کہ سوائے قتال کے اور کوئی کام نہ کیا کرتے حتیٰ کہ جہاد سے واپس آکر اپنے گھوڑے کے لئے جَو دلنے کا مشکل کام بھی اپنی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے سپرد فرما رکھا تھا جس کی انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت بھی کی۔حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل جہاد ایک طرف تو ہمارے لئے جہاد کی فرضیت، اہمیت اور اونچے مقام کو کا ذریعہ ہے دوسری طرف ان کے فدائی واقعات اور اسلام کے لئے قربانی کی حیرت انگیز مثالیں دلوں میں جذبۂ جہاد ابھارنے اور بزدلی، کم ہمتی اور بے حوصلگی کی زنجیریں توڑنے کا باعث ہیں۔ان کی جہاد میں سبقت لے جانے کی کوشش اور دوسروں سے زیادہ قربانی پیش کرنے کا جذبہ آج بھی دلوں میں فدائیانہ جذبات ابھارتے ہیں اور دیوانہ وار میدان جہاد میں نکلنے کا حوصلہ بخشتے ہیں۔بہرحال یہ ایک

ایسا موضوع تھا جو یقیناً دلوں میں جذبۂ جہاد کو جگانے اور نظریۂ جہاد کی پختگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ بعض طلبہ نے خصوصی کی اور ایسی تقاریر کیں جنہوں نے سامعین کی آنکھوں کے بند کھول دیئے اور بعض مواقع پر مجمع جذبات سے بے قابو نظر آیا۔ جن طلبہ نے امتیازی پوزیشن حاصل کی اب ان کے مابین مقابلہ ہونا ہے اور جس وقت آپ یہ سطور ملاحظہ کر رہے ہوں گے انشاء ا وہ مقابلہ بھی وقوع پذیر ہو چکا ہوگا۔ اس مقابلے کا موضوع ہے ''علماء دیوبند اور جہاد''

مدرسہ دیوبند اور اس کے اکابر کی تاریخ میں بھی ''جہاد'' ایک لازمی عنصر کے طور پر موجود ہے۔ دیوبند کا فکری اور تدریسی سلسلہ حضرت شاہ ولی ا قدس سرہ سے متصل ہے جو اس خطے میں ''احیاء جہاد'' کے پہلے داعی تھے۔ ان کے صاحبزادے اور جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے اس سلسلے کو پروان چڑھایا، اپنے تلامذہ اور مسترشدین میں جذبۂ جہاد پیدا کیا، خفیہ انداز میں جماعت سازی کی، ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتوی جاری کر کے جہاد کی راہ ہموار کی، اپنے مرید باصفا سید احمد شہید ؒ اور مایہ ناز شاگردان حضرت شاہ اسماعیل شہید ؒ، حضرت مولانا عبدالحی ؒ، حضرت مولانا محمد یوسف ؒ وغیرہ کی مکمل سرپرستی فرمائی اور ہندوستان میں وہ تحریک جہاد برپا کی جس کا نام رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ دہلی سے بالاکوٹ کا طویل راستہ اس تحریک کے نقوش پا اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور یہ پورا راستہ اس کاروانِ ایمان وعزیمت کے اقدام مبارک کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔

امیر المؤمنین سید احمد شہید ؒ اور شاہ اسماعیل شہید ؒ جماعت دیوبند کے مسلّمہ اکابرین میں سے ہیں، علماء دیوبند کا علمی سلسلہ تو اسی خاندان سے آیا ہی ہے سلسلۂ طریقت بھی اس جماعت سے آیا۔ اکابر دیوبند میں سے اکثر حضرات کا سلسلہ طریقت حضرت حاجی امداد ا مہاجر مکی قدس سرہ سے متعلق ہے۔ حضرت حاجی صاحب ؒ خلیفہ ہیں میانجی نور محمد جھنجھانوی ؒ کے جو قافلہ سید احمد شہید ؒ میں شامل ہونے کے لئے سرحد تشریف لائے تھے مگر انہیں کچھ امور کی انجام دہی کیلئے واپس بھیج دیا گیا تھا۔ میانجی نور محمد ؒ خلیفہ ہیں حاجی عبدالرحیم ولایتی ؒ کے جو اس قافلے کے رکنِ رکین تھے اور اسی جہادی مہم میں انہوں نے

جام شہادت نوش فرمایا۔ یوں حضرت حاجی امداد صاحب مہاجر مکی سے اوپر کے دونوں بزرگ تحریک جہاد کے ارکان تھے اور پھر خود حضرت حاجی صاحب جو اکابر علماء دیوبند کے بلاواسطہ پیر تھے نہ صرف مجاہد تھے بلکہ امیر جہاد تھے۔ شاملی کا جہادی معرکہ جو ۱۸۵۷ھ کی جنگ آزادی کی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے حضرت حاجی امداد مہاجر مکی کی سرکردگی میں لڑا گیا۔ ان کے امیر بنائے جانے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ خانقاہ تھانہ بھون جو اس زمانے میں ''دکّان معرفت'' کے لقب سے موسوم تھی تین بزرگوں کی آماجگاہ تھی۔ حضرت حاجی صاحب، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید اور حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی۔ اوّل الذکر دونوں بزرگوں کا اتفاق تھا کہ علم جہاد بلند کرنا چاہئے مگر شیخ تھانوی کو اختلاف تھا۔ وہ چونکہ عالم تھے اس لئے ان سے اس سلسلے میں بحث کرنے تشریف لے گئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔ بات چیت کچھ یوں ہوئی۔ شیخ محمد صاحب سائل تھے اور یہ حضرات ۔

سوال: جہاد کے لئے امیر ہونا چاہئے ہمارے پاس امیر نہیں؟

جواب: امیر مقرر کرنا تو اپنے اختیار کی بات ہے، حضرت حاجی صاحب ہم سب کے بڑے ہیں ابھی ان کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد کر کے انہیں امیر بنالیا جائے۔

سوال: جہاد ا عت سے ہوتا ہے جبکہ ہم میں ا عت نہیں؟

جواب: کیا اصحاب بدر جتنی بھی نہیں؟

بس معاملہ ختم ہو گیا۔ بیعت ہوئی، حاجی صاحب امیر بنائے گئے اور جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب امیر، حضرت نانوتوی امیر لشکر، حضرت گنگوہی قاضی لشکر اور توپخانے کے انچارج۔ شاملی کے میدان میں معرکہ لڑا گیا اور مسلمانوں نے فتح حاصل کی مگر اردگرد کے علاقوں میں اسلامی لشکر جم کر نہ لڑ سکے، غداروں کا کھیل کامیاب رہا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اپنے منطقی نتائج حاصل نہ کر سکی اور یوں شاملی کے اس جہاد کے ثمرات بھی اہل ہندوستان کو نہ مل سکے مگر تاریخ میں ایک عظیم باب

کا اضافہ ہوگیا۔ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ امیر نہ ہونے کا عذر محض عذرِ لنگ اور فضول بہانہ ہے، ا عت محض اتنی ضروری ہے جتنی اصحابِ بدر کے پاس تھی اور جہاد سب پر فرض ہے خواہ کوئی صوفی ہو، پیر ہو، عالم ہو یا علامہ۔ شاملی کی جہادی تحریک امت مسلمہ کو یہ اسباق دے کر ختم ہوگئی۔

سید احمد شہید ؒ دہلی سے لکھنؤ جاتے ہوئے دیوبند سے گزرے تھے، جہاں مدرسہ قائم ہے اسی جگہ رکے اور فرمایا: ''یہاں سے علم کی خوشبو آتی ہے'' یہ دارا , م دیوبند کے قیام کی روحانی بشارت تھی جو امیر المؤمنین، امیر جہاد کی زبان سے ادا ہوئی۔ مدرسہ قائم کرنے کا خیال حضرت مولانا قاسم نانوتوی ؒ کو آیا جو خود نہ صرف مجاہد بلکہ امیر جہاد تھے۔ یقین نہ آئے تو ان کی وفات کے موقع پر زندگی بھر کے رفیق اور محرمِ راز حضرت گنگوہی ؒ کے الفاظ ملاحظہ کر لئے جائیں:

''آہ آج امیر جہاد چل بسا جو خود بھی - اور ہمارے بھی سر کٹواتا اب تو امید نہ رہی'' (علماء ہند کا شاندار ماضی، ج ۵)

قاسم ؒ کے حق میں رشید ؒ سے بڑھ کر کسی کی گواہی معتبر نہیں۔ اور سنیئے! حضرت حاجی صاحب ؒ کو جب مدرسہ کے قیام کی اطلاع دی گئی تو کیا فرمایا:

''جناب فرماتے ہیں کہ ہم نے مدرسہ قائم کیا، یہ جو اتنی پیشانیاں رب کے حضور کے حضور سجدہ ریز رہیں وہ کیا تھا؟''

یعنی مدرسہ کے قیام میں اپنی مساعی کا ذکر فرمایا۔ دیوبند کا مدرسہ جہاد سے کتنی نسبت رکھتا ہے یہیں سمجھ لیا جائے۔ اس کی بشارت دینے والے مجاہد، اس کے قیام کے لئے عرصہ دراز تک دعائیں کرنے والے مجاہد، بانی مدرسہ مجاہد اور یہ تینوں حضرات امیر جہاد نہ کہ صرف مجاہد، دیگر بانیان میں حضرت گنگوہی ؒ عملی مجاہد۔

آیئے! آپ کو تصویر دکھائیں کہ بانی دیوبند حضرت قاسم نانوتوی ؒ کیسے مجاہد تھے؟

ان کا علمی مقام تو دنیا بھر پر آشکارہ ہے، وہ شخص جس کے علوم کو والے بھی خال خال ہوئے، جن کے علوم کے آگے غیر مسلموں نے بھی سرخم کیا اور تسلیم کیا کہ ان کا مقابلہ ممکن نہیں، ان حضرت نانوتوی ؒ کی جہاد میں مہارت ملاحظہ کیجئے:

مولانا محمد منیر صاحب ؒ جو اس جنگ میں شریک تھے فرماتے تھے کہ ''اس ہنگامہ محشر خیز میں حضرت مولانا نانوتوی ؒ میدان جنگ کے ایک کنارے پر دم لینے کیلئے کھڑے تھے کہ (انگریز فوج) کا ایک سپاہی جو صورتاً سکھ (معلوم) ہوتا تھا اور ڈیل ڈول میں اتنا طویل وعریض تھا کہ حضرت نانوتوی ؒ کے جثہ کے آدمی اس جیسے تن وتوش رکھنے والے سے چار بن سکتے تھے۔ انگریزی فوج کے اس سپاہی نے حضرت نانوتوی ؒ کو کنارے میدان کے کھڑا پا کر دور سے تاکا اور غصہ میں لپک کر اس طرف آیا اور حضرت نانوتوی ؒ کو ڈانٹا کہ تم نے بہت سر ابھارا ہے اب آ! میری ضرب کا جواب دے۔ اس کے ساتھ ہی تلوار جو اس کے ہاتھ میں تھی بلند کرتے ہوئے چلایا کہ یہ تیغہ تیرے موت کا پیغام ہے۔ حضرت قاسم نانوتوی ؒ نے اسی فوجی گر سے فرمایا باتیں کیا بنا رہا ہے اپنے پیچھے کی خبر لے اس نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا اس کا مڑنا تھا کہ حضرت بجلی کی طرح تڑپے، مڑنے کے بعد آپ کی طرف رخ کرنے کا بھی موقعہ اسے نہ ملا کہ جنیو کا ہاتھ اس کے داہنے کندھے پر مارا، وار اتنی قوت سے کیا گیا تھا کہ تلوار دائیں مونڈھے کو کاٹ کر گزرتی ہوئی بائیں پیر پر آ کر رکی''۔ (سوانح قاسمی)

یہ تو مدرسہ دیوبند کے اکابر وبانیان کا جہادی کردار تھا، اب آگے اس نسبت کا انتقال دیکھئے!۔

دیوبند کے پہلے طالب علم ''محمود'' تھے جو بعد میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہ کہلائے، اپنے زمانے کے سب سے بڑے شیخ الحدیث، سب سے اعلیٰ پائے کے مفسر، سب سے بڑے باغی، سب سے بڑے مجاہد اور امیر جہاد، جنہوں نے تحریک جہاد کو اتنا منظم کیا کہ انگریز جیسے شاطر کو دانتوں پر پسینہ آ گیا اور اتنا پھیلایا کہ پورا ہندوستان تا حد افغانستان اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ میدان سیاست سے معرکۂ کارزار تک ہر جگہ انہوں نے

انگریز کو ٹکر دی اور اتنی دی کہ اسے بالآخر نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر سے اپنا بوریہ بستر گول کر کے نکلنا پڑا۔ حضرت شیخ الہند ؒ حضرت نانوتوی ؒ کے خاص الخاص شاگرد، خاص الخاص خادم اور محرم راز تھے۔ وہ جہاں حضرت نانوتوی ؒ کی مسند علم کے وارث تھے وہیں مسند جہاد کی وراثت بھی انہی کے حصے میں آئی۔ انہوں نے ہندوستان کے بڑے بڑے روحانی مراکز کو جہادی مراکز میں بدل دیا، امروٹ شریف کی گدی، دین پور شریف کی خانقاہ عالیہ، لاہور، صوبہ سرحد میں سلسلہ قادریہ کی معروف روحانی گدی جس کے صدر نشین اس زمانے میں حضرت مولانا ولی احمد المعروف سنڈاکئے باباجی تھے، یہ تمام روحانی مراکز اندرون خانہ جہادی مراکز بن چکے تھے۔ یہاں ا ا کی عاشقانہ ضربوں کے ساتھ نظریہ جہاد کا سبق پڑھایا جاتا تھا اور قربانی کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ انگریز کے خلاف جہاد کے لئے اسلحہ جمع کیا جاتا، مجاہدین تک خفیہ پیغامات اور اموال پہنچائے جاتے، انگریز کے باغیوں اور مطلوب افراد کو پناہ دی جاتی۔ اس پوری تحریک کے حیرت انگیز واقعات تاریخ کا حصہ ہیں اور بزرگوں کی سوانح میں درج ہیں۔

حضرت شیخ الہند ؒ کا روحانی سلسلہ یوں تو براہ راست حضرت حاجی امداد ا مہاجر مکی ؒ سے تھا مگر خلافت انہوں نے حضرت گنگوہی قدس سرہ سے حاصل کی اور انہی کا سلسلہ چلایا۔ حضرت گنگوہی ؒ کے تین خلفاء زیادہ معروف ہوئے، حضرت شیخ الہند ؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری ؒ۔

ان تینوں حضرات کا تحریک جہاد سے گہرا تعلق تھا۔ حضرت شیخ الہند ؒ کا تو اظہر من الشّمس ہے، حضرت سہارنپوری ؒ بھی شیخ الہند ؒ کی اس تحریک کا حصہ تھے اور اسی کی پاداش میں حرمین شریفین میں گرفتار ہوئے جبکہ حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری ؒ تو حضرت شیخ الہند ؒ کے زمانۂ اسارت میں ہندوستان میں ان کے نائب تھے اور تمام امور کی نگرانی ان کے ذمہ رہی اور وہ تاحیات ان کو نبھاتے رہے۔

حضرت شیخ الہند ؒ نے اپنے شاگردوں کی اس نہج پر تربیت فرمائی جس طرح

حضرت نانوتوی ؒ نے ان کی تربیت کی، شیخ الہند ؒ کے سلسلے میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ، حضرت مولانا عزیر گل ؒ، حضرت مولانا عبیدا سندھی ؒ وغیرہ حضرات ہوئے جن کے جہادی اور تحریکی کارناموں کی گونج آج تک سنی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ہزاروں علماء وعوام میں نظریۂ جہاد کا احیاء حضرت شیخ الہند ؒ کا زریں کارنامہ تھا۔حضرت شیخ الہند ؒ سے زیادہ نہ دارا , م کے قیام کے مقاصد کو والا کوئی ہوسکتا ہے نہ ہی اپنے استاذ محترم اور مربی کے لگائے اس گلشن کا ان سے زیادہ کوئی خیر خواہ۔اس لئے حضرت شیخ الہندؒ کا دیوبند کو مرکز بنا کر اس تحریک کی سرپرستی کرنا اور اس میں عملی شرکت فرمانا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ دارا , م اور جہاد کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور نظریۂ جہاد کا فروغ ،تحریکات جہاد کا احیاء دارا , م کے قیام کے مقاصد میں شامل تھا اور شیخ الہند ؒ کے ملفوظات میں اس بات کا برملا اظہار بھی جا بجا ملتا ہے۔

آج کے زمانے میں کئی لوگوں کی کوشش ہے کہ باور کرادیا جائے کہ دیوبند اور جہاد کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور حضرات اکابر کے یہ جہادی کارنامے وقتی حالات کی مجبوریاں تھیں مگر ہمارے اکابر علماء دیوبند کا قول وعمل اس تأثر کی مکمل نفی کرتا ہے۔ایسے میں یہ اقدام خوش آئند ہے کہ مدارس میں اس موضوع پر بات کی جائے اور اس روشن باب کو اجاگر کیا جائے۔آخر میں ہم حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے معروف زمانہ خطبہ صدارت (علی گڑھ) کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ علماء دیوبند کے سرخیل حضرت شیخ الہند ؒ علماء کرام کا کیا طرز عمل دیکھنا چاہئے تھے اور ان کے خیال میں زمانے کی باگ ڈور سنبھالنے والے ''ورثۃ الانبیاء'' کو نظریاتی وعملی طور پر کیسا ہونا چاہئے اور عصری اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کا انداز فکر وعمل کیا ہونا چاہیے۔

''میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گم شدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر کی روشنی جھلک رہی ہے جب ان سے کہا

جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف و ہراس مسلط ہو جاتا ہے، خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا۔

اے نونہالان وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار (جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں) مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں ''دیوبند اور علی گڑھ'' کا رشتہ جوڑا۔

آپ میں سے بعض حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفری کا فتویٰ نہیں دیا۔ ہاں یہ بے شک کہا گیا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے، جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کیلئے جاہل رہنا ہی اچھا ہے۔

ہماری قوم کے سربرآوردہ لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کی درس گاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اگر طلبہ اپنے مذہب کے اصول وفروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کردیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنی قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجے پر ہو جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درس گاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے۔ اس لئے اعلان کیا گیا ہے کہ ایسی آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ ہو اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی خصائل اور قومی محسوسات پر مبنی ہو''۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی، ج ۵)

☆☆☆

کچھ ہفتے قبل اس مضمون میں ہم نے اکابر علماء دیوبند کے جہاد سے مضبوط و مستحکم تعلق

اور عملی شرکت کے چند واقعات نقل کئے تھے۔ کئی لوگوں کی آراء موصول ہوئیں اور انہوں نے بتایا کہ یہ باتیں پہلی بار ان کے علم میں آئیں۔ ایک صاحب نے بذریعہ ایل میل بتایا کہ جن اکابر کے واقعات لکھے گئے ان میں سے بعض کی سوانح ان کی نظر سے گزری ہیں اور ان کے بارے میں کئی مقالات بھی پڑھے ہیں مگر یہ واقعات نظر سے نہ گزرے تھے۔ انہوں نے اس مضمون پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور خواہش کی کہ اکابر کے اس طرح کے اور واقعات بھی لکھے جائیں تاکہ ہمیں علم ہو سکے کہ ہمارے وہ اکابر جن کی نسبت ہمارے لئے مایۂ افتخار ہے ان کا جہاد کے بارے میں کیا طرز عمل تھا۔

ان صاحب کو جواب ای میل کے ذریعے ہی عرض کر دیا ممکن ہے دیگر قارئین کے ذہن میں بھی یہ اشکال ہو اس لئے یہاں بھی کچھ وضاحت عرض کر دی جائے۔

ہمارے اکابر کی سوانح دو قسم کی ہیں۔ (۱) جو ان کی رحلت کے بعد انگریز کے دور اقتدار میں لکھی گئی۔

(۲) وہ سوانح جو انگریز کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد تحریر کی گئی۔

اول الذکر کتب میں ان اکابر کے جہادی واقعات درج نہ ہونے کی وجہ انگریز کا جبر اور ظالمانہ قوانین تھے۔ انگریز کے دور اقتدار میں ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کو غدر کہا جاتا تھا اس کی تعریف و توصیف لکھنا یا اس کے شرکاء کے حق میں کوئی کلمہ لکھنا قابل تعزیر جرم تھا۔ ایسے میں جب ان بعض اکابر کی سوانح لکھی گئی تو ان میں یہ حالات قلم زد کر دیئے گئے۔ بعد میں آنے والے حضرات نے البتہ ان واقعات کو الگ سے تحریر کر دیا۔ شاملی کے قاضیٔ لشکر اور توپخانے کے انچارج حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی سوانح تذکرۃ الرشید اس وجہ سے ان واقعات سے خالی ہے۔ اسی طرح بعض وہ اکابر جن کی سوانح مستقل نہیں لکھی گئی صرف ان کے بعض واقعات دیگر اکابر کی مرویات میں یا سوانح میں ملتے ہیں ان کے واقعات بھی منظر عام پر نہیں آئے۔ البتہ جن اکابر کی سوانح انگریز کے اقتدار کے ختم ہونے کے بعد تحریر کی گئی ان میں جہادی واقعات بکثرت مل جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت نانوتوی قدس سرہ کی سوانح جو

مولانا سید مناظر احسن گیلانی ؒ نے سوانح قاسمی کے نام سے جمع فرمائی اس میں یہ واقعات تفصیل سے موجود ہیں۔اسی طرح ان اکابر کے جہاد کی تفصیلات جاننے کے لئے شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ کی خودنوشت سوانح ''نقش حیات'' حضرت مولانا سید محمد میاں س کی کتاب ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' کی جلد چہارم اور پنجم کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

آج بھی ہم اسی روشن سلسلے کو جاری رکھتے ہیں اور اس تحریک میں شامل چند دیگر اکابرین کے واقعات کے تذکرہ سے اپنے ایمان ونظریات کو روشنی پہنچاتے ہیں۔

ہمارے اکابر میں ایک بڑا نام حضرت مولانا رحمت ا کیرانوی قدس سرہ کا ہے۔اس حوالے سے تو ان کی شہرت زبان زد عام ہے کہ حضرت کے قلم سے عیسائیت کے بارے میں ایک ایسی کتاب منصۂ شہود پر آئی جس نے قیامت تک دنیائے صلیبیت کو لاجواب کر دیا ہے۔''اظہار الحق'' نامی اس کتاب کا دنیا کی ہر قابل ذکر زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے اور باوجود ہزار کوشش کے کوئی صلیبی آج تک اس کا جواب شافی نہیں لکھ سکا اور نہ لکھ سکے گا کیونکہ باطل کبھی حق پر غالب نہیں آ سکتا۔اسی طرح حضرت کی دوسری وجہ شہرت مکہ مکرمہ میں قائم فرمودہ مدرسہ صولتیہ ہے جو آج تک عالم عرب میں علم کی روشنی پھیلا رہا ہے۔حضرت مولانا رحمت ا کیرانوی قدس سرہ بھی سید الطائفۃ حضرت حاجی امداد ا مہاجر مکی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے اور جس وقت شاملی کے میدان میں حاجی صاحب اسلامی لشکر کی قیادت فرما رہے تھے مولانا رحمت ا اپنے وطن کیرانہ میں مجاہدین کی جماعت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے اور ان کے نام سے احکامات صادر کئے جاتے تھے۔حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ؒ نے اپنی فاضلانہ تصنیف میں حضرت کے پڑپوتے کی روایت سے ان کی جہاد میں عملی شرکت کا واقعہ یوں نقل کیا ہے:

ضلع مظفر نگر کے پرگنہ شاملی میں زمین دارہ شیوخ اور گوجروں کے ہاتھ میں تھا جن میں دین داری کے ساتھ جوش بھی تھا۔چنانچہ تھانہ بھون اور کیرانہ کا ایک محاذ قائم کیا گیا اور مجاہدین کی جماعت مدافعت اور مقابلہ کرتی رہی۔شاملی کی تحصیل پر حملہ کیا گیا اور پرگنہ کے چاروں

طرف اس مجاہدانہ تحریک کا اثر عام ہوگیا۔

تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ اور مولوی عبدالحکیم صاحب ؒ تھانوی مع رفقاء (ان رفقاء میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب ؒ، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ؒ اور جناب حافظ ضامن صاحب شہید کے اسماء گرامی خاص طور پر یاد رکھے جائیں) اور نواح کیرانہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ گورہ فوج کا مقابلہ کر رہے تھے۔ مجاہدین کیرانہ میں چونکہ مسلمان گوجر زیادہ تھے اس لئے ان کی قیادت چودھری عظیم الدین ؒ، حضرت مولانا ؒ کے ساتھ کر رہے تھے (انقلاب کے بعد چوہدری صاحب مذکور حضرت مولانا ؒ کے پاس مکہ معظّمہ چلے گئے تھے، اور وہیں ان کا انتقال ہوا) اس زمانہ میں عصر کی نماز کے بعد مجاہدین کی تنظیم اور تربیت کے لئے کیرانہ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجایا جاتا تھا جس کی آواز سن کر لوگ جمع ہو جاتے تھے اور اعلان ہوتا تھا:

''ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا''

اس جملہ کے بعد جو کچھ کہنا ہوتا تھا، عوام کو سنایا جاتا تھا۔ اس پرانی آواز کو سننے والوں میں سے اب کوئی نہیں رہا۔ مگر جنہوں نے اپنے بزرگوں سے اس کی صدائے بازگشت سنی ہے، وہ اب بھی موجود ہیں۔ کیرانہ کے محاذ پر بظاہر شکست کا امکان نہ تھا۔ مگر بعض ابنائے وطن کی زمانہ سازی اور مخبروں کی سازش نے حالات کا رخ بدل دیا۔ کیرانہ میں گورہ فوج اور توپ خانہ داخلہ ہوا۔ محلّہ دربار کے دروازہ کے سامنے توپخانہ نصب کیا گیا اور گورہ فوج نے دربار کا محاصرہ کرلیا۔ ہر گھر کی تلاشی لی گئی۔ عورتوں بچوں اور ہر شخص کو فرداً فرداً دربار سے باہر نکالا گیا۔ اس لئے کہ کسی مخبر نے اطلاع دی تھی کہ مولانا دربار میں روپوش ہیں۔ کیرانہ کے قریب پنجیٹھ مسلمان گوجروں کا ایک گاؤں ہے وہاں مولانا اپنی باقی ماندہ جماعت کے ساتھ پہنچے۔ خود پنجیٹھ کے لوگ بھی مجاہدین میں شریک تھے۔ اسی دوران میں گورہ فوج کے ایک گھوڑا سوار دستہ نے پنجیٹھ کا رخ کیا۔ کیرانہ اور تمام قرب وجوار کے حالات کی اطلاع مولانا کو ملتی رہتی تھی۔ چنانچہ پنجیٹھ کے مکھیا کو جب فوج کی آمد کا حال معلوم ہوا تو اس نے فوراً

جماعت کو منتشر کر دیا اور مولانا سے خواہش کی کہ ''کھرپا'' لے کر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں، چنانچہ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ گورہ فوج اسی کھیت کی پگڈنڈی سے گزری جہاں میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگ رہی تھیں اور میں فوج کو اپنے پاس سے گزرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ فوج نے گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ مکھیا کو گرفتار کر لیا گیا۔ پورے گاؤں کی تلاشی لی گئی مگر مولانا کا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ مجبوراً فوجی دستہ کیرانہ واپس ہو گیا۔ حالات پر قابو پا لیا گیا اور حضرت مولانا کے خلاف فوجداری مقدمہ چلایا گیا۔ وارنٹ جاری ہوا۔ آپ کو مفرور باغی قرار دیا گیا اور گرفتاری کے لئے ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان ہوا۔

حضرت مولانا اپنا نام مصلح الدین بدل کر پیدل دہلی روانہ ہوئے۔ آپ کے لئے یہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ ایمانی عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ جے پور اور جودھ پور کے مہیب ریگستانی جنگلوں کو پاپیادہ عبور کرتے ہوئے بندرگاہ سورت پہنچے، اس زمانہ میں سورت بندرگاہ سے بھی جہاز کا سفر آسان نہ تھا۔ بادبانی جہاز سال بھر میں صرف ایک مرتبہ ہوا کی موافقت کے زمانہ میں سورت سے روانہ ہوتا، اور اسی طرح جدہ سے آتا تھا اور ایک خط کا محصول چار روپے (للعہ) تھا۔ جو لوگ ہجرت کے ارادہ سے ترک وطن کرتے، وہ ساتھ ہی دنیاوی تعلقات اور باہمی علائق کو زندگی ہی میں ختم کر دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا کی روانگی اور فوجداری مقدمہ کے بعد آپ کی اور آپ کے خاندان کی جائیداد ضبط ہو کر نیلام ہوئی۔ خاص طور پر پانی پت میں (جو کہ مولانا کا سابقہ وطن اور ان کے جدِّ امجد حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء کی جائے مزار ہے) مخبر کمال الدین کی شناخت پر جو جائیداد قرق کر کے نیلام کی گئی۔

طویل سفر کے آلام و مصائب برداشت کرتے ہوئے مولانا مکہ معظّمہ جا پہنچے۔ اس کے بعد وہاں کس طرح اس مجاہدِ حق نے دینی اور علمی کارنامے انجام دیئے، اور کس طرح عیسائی جماعتوں سے فاتحانہ مقابلہ کیا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۰۸ تا ۳۱۰)

دیوبند کے بعد ہمارے اکابر کی جماعت کا تعلق جس مدرسہ سے سب سے زیادہ رہا وہ مظاہر علوم سہارنپور ہے۔ ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ، حضرت مولانا یحییٰ کاندھلوی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہم ا کا تعلق اسی مدرسہ سے تھا۔ اس جامعہ کے بانی حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی قدس سرہ بھی معرکۂ شاملی کے سپاہیوں میں شامل تھے اور جنگ ختم ہونے کے بعد کافی طویل عرصہ اس امید پر روپوش رہے کہ کہیں سے تحریک جہاد اٹھے تو پھر اس میں شمولیت اختیار فرمائیں۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی بانیٔ دیوبند نورا مرقدہ کے ہم عصر، ہم قبیلہ اور ہم درس بزرگ کا یہ عمل ان لوگوں کے لئے کافی وشافی جواب ہے جو بانی دیوبند کے ایک ارشاد کو بنیاد بنا کر تین دن سے زائد روپوشی پر اعتراض کرتے ہیں۔ پچھلی سطور میں آپ نے حضرت مولانا رحمت ا کیرانویؒ کا یہ عمل پڑھ لیا کہ وہ تحریک کے بعد سے مکہ معظّمہ پہنچنے تک مسلسل روپوش رہے اور اب بانی مظاہر علوم کا طرز عمل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی ؒ خلف حافظ لطف علی صاحب رحمۃ ا علیہ ساکن نانوتہ اپنے والد ماجد سے قرآن شریف حفظ کیا۔ مولانا مملوک علی صاحب، مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی خلف الرشید حضرت شاہ ابوسعید صاحب وغیرہم سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ بخاری شریف حضرت شاہ مولانا اسحاق صاحب ؒ سے پڑھی، اول اجمیر کالج میں پھر آگرہ میں ملازم رہے۔ پھر ملازمت ترک کردی۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک میں شریک ہوئے۔ بڑی جرأت وہمت سے جہاد شاملی میں حصہ لیا۔ پیر میں گولی لگی۔ علاج معالجہ کے بعد بھی اس کا نشان باقی رہا۔ تحریک ختم ہوئی تو کسی آنے والی تحریک کیلئے عرصہ تک اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ روپوشی کی زندگی بسر کی۔ دارو گیر کا دور ختم ہوا تو دارا , م کے نمونہ پر سہارن پور میں مدرسہ ''مظاہر علوم کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں اداروں کے قیام میں صرف چھ ماہ کا فصل ہے۔ آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ ا علیہ سے پانچ سال بڑے تھے۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۶ء) کی شب میں آٹھ بجے آپ نے

انتقال فرمایا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۰۴ تا ۳۰۵)

حضرت مولانا مظہر نانوتوی ؒ اس میدان کارزار میں اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد منیر نانوتوی ؒ کو بھی ساتھ لے کر شریک ہوئے۔ یہ مولانا محمد منیر نانوتوی دارا , م دیوبند کے مہتمم رابع تھے۔ دو سال تک دارا , م کی بطور مہتمم خدمات سرانجام دینے والے یہ بزرگ اپنے برادر بزرگ کے حکم پر شاملی کے جہاد میں شریک ہوئے اور مردانہ وار لڑے۔ تاریخ کی یہ گواہی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ۱۲۴۷ھ میں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ دہلی کے انہیں اساتذہ کے سامنے جن کا ذکر خیر بار بار آچکا ہے، زانوئے تلمذ طے کیا۔ تحریک میں سرگرم شرکت کے بعد جہاد شاملی میں مردانہ وار حصہ لیا۔ آپ کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے بہت زیادہ تعلق خاطر تھا۔ کسی وقت بھی ان سے جدائی گوارا نہیں تھی۔ امیر جہاد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس یگانگت اور تعلق قلبی کا لحاظ فرمایا۔ چنانچہ جو خدمت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے سپرد فرمائی، اس میں آپ کو بھی شریک فرما دیا۔ مزید براں تاکید فرما دی کہ مولانا محمد قاسم کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں کیونکہ انہیں خود اپنی جان کا خیال نہیں تھا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۰۶)

تحریک جہاد کے بعد اس مقدس جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ مرکز اسلام مکہ مکرمہ میں مقیم ہوا جس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب، وغیرہم شامل تھے اور دوسری جماعت کو ہندوستان میں چھوڑا گیا۔ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ؒ کے الفاظ میں ''انقلاب ۱۸۵۷ء سے تقریباً ۱۶ سال پہلے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب ؒ نے ہندوستانی تحریک کا مرکز مکہ معظّمہ منتقل کر دیا تھا، اور دہلی میں ایک نمائندہ بورڈ بنا دیا تھا جس کی صدارت پہلے مولانا مملوک العلی صاحب کے سپرد تھی اور پھر یہی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ جو ۱۸۵۷ء میں علاقہ تھانہ بھون کے امیر قرار دیئے گئے۔ اس بورڈ کے صدر بنا دیئے گئے۔

تحریک ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد حضرت حاجی امدادا صاحب نے اسی مرکز کا رخ فرمایا، اور غیر معمولی مشکلات اور پریشانیاں برداشت کر کے مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر آخر تک ہندوستانی تحریک کی قیادت فرماتے رہے۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب محدّث دہلوی جو دہلی کے حلقہ درس میں حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب کے جانشیں تھے۔ اور مولانا رحمت ا صاحب جن کا ذکر خیر شمس العلماء ذکاءا خاں صاحب کی تحریر کے سلسلہ میں پہلے گزر چکا ہے، یہ دونوں بزرگ بھی مکہ معظّمہ ہی تشریف لے گئے اور وہاں جو عظیم الشان خدمات انجام دیں، ان کے نشانات اور باقیات صالحات آج تک مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حضرت مولانا محمد منیر صاحب اور ان کے برادر محترم مولانا محمد مظہر صاحب کو ہندوستان چھوڑا گیا، اور ابھی شہیدوں کا خون خشک ہونے نہیں پایا تھا کہ ان بزرگوں نے تحریک کی نشاۃ ثانیہ کے لئے دارا , م دیوبند، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، مظاہرا , م سہارن پور وغیرہ کے حلقے قائم کر دیئے، جنہوں نے سیاسیات سے علیحدگی کا اعلان کیا.....مگر دین و مذہب (جس کی تعلیم کو نصب العین بنایا تھا) اس کی ہمہ گیر تفسیر میں ان بزرگوں کے عقیدے کے مطابق وطنی سیاست اور جدوجہد آزادی ایک فرض کی حیثیت رکھتی تھی''۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۲۸۶)

حضرت مولانا عبیدا سندھی ؒ ان اکابر کی جدوجہد کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

مولانا محمد اسحاق اور ان کے بعد امیر حاجی امدادا کو مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر اپنی تحریک جاری رکھنے میں جس قدر مشکلات پیش آئی ہیں۔ ان پر غالب آنا ان کے جزم اور حلم کی روشن دلیل ہے اور ہم اسے امام عبدالعزیز کی تربیت مسلسلہ کی برکات میں شمار کرتے ہیں۔ اگر یہ حضرات امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ نہ ہوتے تو کبھی اپنا کام جاری نہ رکھ سکتے تھے۔ اگر ہم مکہ معظّمہ میں اس قسم کی زندگی کا خود تجربہ نہ کرتے اور حضرت مولانا شیخ الہند کے واقعات ہمارے سامنے نہ ہوتے تو ہم ان اکابر کی کی قدر نہ کر سکتے تھے۔ (سیاسی تحریک ص ۲۰۳ وص ۲۰۴)

دل من داند و من دانم و داند دلِ من''۔

غرضیکہ ہمارے اکابر جن حالات میں رہے اور جہاں بھی رہے ان کا مطمح نظر جہاد اور استخلاص وطن کی تحریک کو منظم کرنا، ہر انداز میں اسے جاری رکھنا اور اس کے امور کی انجام دہی رہا۔ جس پر تاریخ کی یہ تمام گواہیاں ناقابل تردید ہیں۔ ا رب العزت ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلائیں۔ آمین یارب العالمین

ہمارے اکابر دیوبند میں ایک بڑا نام ''حضرت اقدس حافظ محمد ضامن شہید ؒ'' کا ہے جو حضرت صاحب ؒ حاجی امداد ا مہاجر مکی قدس سرہ کے پیر بھائی اور خانقاہ تھانہ بھون کی رونق جن تین بزرگوں کے دم سے قائم تھی ان میں پہلا مقام حضرت حافظ ضامن شہید ؒ کا تھا کیونکہ آپ حضرت میانجی نور محمد جھنجھانوی ؒ کے پہلے خلیفہ تھے۔ اکابر علماء دیوبند میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کا حضرت حافظ صاحب ؒ سے اور بے تکلفی کا گہرا رشتہ تھا۔ حضرت حافظ صاحب ؒ بھی مجاہدین شاملی میں شامل تھے اور اپنے اس معرکے میں مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس زمانے کے وقائع نگار وں نے لکھا ہے کہ حضرت حافظ صاحب ؒ جام شہادت کے متوالے تھے۔ جب جہاد کا اعلان ہوا اور حاجی امداد ا مہاجر مکی ؒ کو امیر منتخب کر لیا گیا تو ان پر ایک کیفیت وارفتگی کی طاری ہوگئی، ہر طرف دعوت جہاد کے خطوط روانہ فرمائے، اپنا ساز و سامان برابر کیا، معرکے کے دن غسل فرما کر نیا لباس زیب تن فرمایا حتی کہ جوتے کا جوڑا بھی تبدیل کر لیا، ایک سپاہیانہ شان سے میدان میں اترے اور اپنے محبوب دوست حضرت گنگوہی ؒ کے زانو پر سر رکھے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ تفصیلی واقعہ تذکرہ حضرت حافظ محمد ضامن شہید ؒ میں مولانا امداد صابری نے یوں درج کیا ہے۔

جہاد کی تیاری

۱۸۵۷ء کا زمانہ ہندوستانیوں کے لئے انتہائی خطرناک تھا، مغل شہزادے اور بادشاہ عیاشیوں میں منہمک تھے، ان کو آپس کی لڑائی سے فرصت نہیں تھی، انگریز ملک میں جہاں

نفرت کی فضاء پیدا کر رہے تھے وہاں ہندوستانیوں کے مذہب اور دھرم کے بدلنے پر تلے ہوئے تھے، پادری لوگ ہی نہیں حکام بھی اور تمام یورپ چاہتا تھا کہ ہندوستان کے تمام لوگوں کو عیسائی بنالیا جائے تاکہ ہمیشہ کی بغاوت سے نجات مل جائے چنانچہ ایسے پروگراموں پر دھڑلے سے عمل ہو رہا تھا۔ لارڈ ولزلے نے محمود غزنوی کے مظالم کے ترانے گانے شروع کر دیے تھے اور مصنوعی دروازے بنائے گئے تھے جس کا جلوس نکالا جاتا تھا کہ ان دروازوں کو ہم (انگریز) غزنی سے دوبارہ لگانے کے لئے ہندوستان لے آئے ہیں، یہ سومنات کے دروازے ہیں اس پرآشوب زمانے میں حضرت حاجی صاحب ؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا عبدالغنی ؒ ور مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ شریکِ کار تھے، آپ نے ان حضرات کے ہمراہ بقول حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ، مولانا شیخ محمد ؒ سے جہاد حریت کے سلسلہ میں تبادلہ خیال کیا، حضرت مولانا شیخ محمد صاحب ؒ نے بے سروسامانی کا ذکر فرما کر جہاد سے اختلاف کیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ؒ نے فرمایا کہ ہم اصحابِ بدر سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ حضرت حاجی امداد صاحب ؒ نے طرفین کی گفتگو سننے کے بعد فرمایا کہ الحمد انشراح ہوگیا ہے اور جہاد کی تیاری شروع کر دی جائے۔ حضرت حاجی امداد صاحب ؒ نے امارت قبول فرمائی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ سپہ سالار اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ قاضی مقرر ہوئے۔ اس طرح تھانہ بھون دارالسلام بنایا گیا۔ حضرت حاجی صاحب ؒ نے ان جانبازوں کو ساتھ لے کر تمام ملک میں دورہ کیا، اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کو صاف صاف الفاظ میں انگریزوں کی مخالفت کرنے کی تلقین فرمائی اور عوام کو بتایا کہ انگریزوں کی حکومت ختم کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ہے۔ انہوں نے دہلی کے مدرسہ کے طالب علم اور بگڑے ہوئے سرمایہ داروں سے بھی وقتی طور پر کام لیا۔ فتوؤں اور علماء کے احکامات سے ملک کے کونے کونے میں آگ لگائی، اپنی اپنی جگہ ہر شخص زبردست حیثیت کا مالک تھا۔ عوام بیدار ہوئے، علماء کے پرانے شاگردوں نے دل کھول کر حصہ لیا، نتیجہ ظاہر تھا، انگریز بھی طاقت میں دیوانہ

اور نیا شکاری تھا۔ جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا۔ ہزاروں مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ ہتھیار بے ہتھیار سب مرد میدان بن گئے، بدن پر کپڑے بھی درست نہیں تھے مگر بغل میں تلوار یا کمر میں یا کندھے پر ٹوپی دار بندوق ضرور تھی، محمد شریف نامور مصور دہلی اپنے سارے گھر کا اسباب اور بیوی کے زیور خیرات کر کے جہاد میں شریک ہوئے اور پھر زندہ سلامت نہ آئے لاتعداد نوجوانوں نے حصہ لیا، حضرت حاجی صاحب ؒ اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب ؒ اور ان کے ساتھی تحریروں اور تقریروں تک محدود نہیں رہے بلکہ شاملی کے جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا۔ حضرت حافظ صاحب ؒ اس معرکہ میں شرکت کیلئے پہلے سے تیاری فرما رہے تھے جس کا ذکر حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب نے اپنی تالیف ''مونس مہجوراں'' میں فرمایا ہے۔ آپ نے ایک خط حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب کو اپنی شہادت سے ایک ہفتہ پہلے ملاقات کے لئے لکھا تھا جس میں غالباً آپ نے اپنا پورا پروگرام حکیم صاحب کو بتا دیا ہوگا جس کا اظہار اس خط میں بھی ہوتا ہے:

برادرِ دینی حکیم محمد ضیاء الدین، السلام علیکم

واضح ہو کہ تمہاری تحریر کے مطابق میرا دل متمنی ملاقات ہے لازم کہ بفور مطالعہ اس خط کے اپنے تئیں یہاں پہنچو، ایسا نہ ہو کہ کہیں توقف میں حسرت ملاقات دل میں رہ جائے۔ عاقل کو اشارہ کافی ہے باقی حال بروقت ملاقات بیان کیا جائے گا والسلام۔ اس تحریر سے ہی ثابت ہے کہ آپ کو اپنی شہادت کا حال معلوم ہو گیا تھا اور بعض باتیں بمقتضائے وقت لکھنا مناسب نہیں۔ لاچار قلم انداز کی %۔

حافظ صاحب ؒ کی شہادت

حافظ صاحب کی شہادت کی تیاری کا ذکر حکیم صاحب نے دوسری جگہ بھی فرمایا ہے۔

ایام جہاد جس سال میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ ا علیہ شہید ہوئے، یوں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو حوریں پیالے لئے ہوئے مکانوں کی منڈیروں پر کھڑی ہیں جس کا جی چاہے

لے لے اور برخلاف اور دنوں کے ان ایام میں حضرت پیرومرشد ؒ ولولہ محبتِ الٰہی میں ایسے مست اور مخمور ہوئے تھے کہ اکثر ذکرِ شہادت برزبان تھا اور بہت سی باتیں اسرار کی کہہ اٹھتے تھے، ستر حال کا چنداں لحاظ نہ رہتا تھا اور جو کوئی بیعت ہونا چاہتا تھا برخلاف عادت بلا تامل بیعت کر لیتے تھے اور جس وقت ارادہ معرکہ کیا، غسل فرما کر لباس نیا زیب تن شریف فرمایا اور یہ لباس بہت روز بیشتر رکھ چھوڑا تھا حالانکہ اس کے بعد کے کپڑے بنائے ہوئے استعمال فرمائے اور وہ لباس اس دن کام آیا اور نعلین شریف کچھ بوسیدہ نہ تھی مگر وہ بھی نئی منگا کر زیب پا فرمائی، اور یہاں تک سامان لباس وغیرہ کا ا م کیا تھا کہ خوشبو ملی، سرمہ لگایا، دستار پیچدار سپاہیانہ وضع شمشیر لے کر شربتِ دیدار کی تمنا میں علم خواں بنا کر مردانہ اور مشتاقانہ برسرِ معرکہ جاں بحق تسلیم فرمائی جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

تو در کو تیو عاشقان چناں جان بدہند
کہ آں جان ملک الموت نگنجد ہرگز

اور جس وقت نعش مبارک لینے آئے تھے، جسم شریف سے عطر حسن اور گل کی خوشبو آتی تھی، اس نالائق کا دماغ بھی اس وقت اس خوشبو سے مشرف اور معطر ہوا اور جناب حاجی (امدادا صاحب ؒ) نے بھی اس وقت تصدیق فرمائی، افسوس وہ نورِ جسم اور جسمِ معطّر یوں سبک سیر ہوا، اور میں یہاں پاگل رہا۔ (تذکرہ حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ ص ۶۴/۶۱)

حافظ صاحب ؒ نے مولانا گنگوہی ؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ بوقت شہادت میرے پاس رہنا۔ چنانچہ مولانا گنگوہی ؒ آپ کو گولی لگنے کے بعد قریب کی مسجد میں لے گئے اور اپنے زانو پر حافظ صاحب ؒ کا سر رکھا اسی عالم میں اپنے ا سے جا ملے۔

اب آتے ہیں علماء دیوبند کے اگلے $ کی طرف یعنی وہ جماعت جس کی ساخت و پرداخت حضرت شیخ الہند ؒ کے ہاتھوں ہوئی۔ اس جماعت میں بھی اکثر وہ لوگ ہوئے جنہوں نے انگریز کے خلاف میدان میں آ کر تحریک میں حصہ لیا اور اپنی جان و مال، عزت و منصب کی پروا کئے بغیر ان تحریکات کا علَم تھاما اور ان کے مقاصد حاصل کئے۔ ان جماعت

میں ایک نمایاں ترین نام شیخ العرب العجم حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا ہے۔ جانشین شیخ الہند ؒ کا لقب تو کئی لوگوں کو دیا گیا مگر جس طرح حضرت مدنی قدس سرہ پر جچا ایسا کہیں اور نہ جچا۔ حضرت مدنی ؒ نے جیسی زندگی اختیار کی اور جو طرز عمل اپنایا خلق خدا نے خود ہی آپ کو یہ خطاب دے دیا۔ حضرت شیخ الہند ؒ کی نیابت آسان کام نہ تھا مگر ان کے لیے کیا مشکل جو کفن بغل میں رکھتے ہوں اور عدالت میں لہرانا جانتے ہوں۔ حضرت مدنی قدس سرہ سراپا جہاد اور عزم جہاد تھے اس لیے آج بھی جب ان کا نام آتا ہے قدرتی طور پر خون جوش مارنے لگتا ہے اور عزائم جوان ہونے لگتے ہیں۔ شوق شہادت کی لو تیز ہونے لگتی ہے اور دنیا کی اور زندہ رہنے کا شوق دم توڑتے محسوس ہوتے ہیں۔ حضرت مدنی قدس سرہ خود ہمہ وقت جہاد کی تیاری میں رہتے تھے اور اپنے اکابر کے طریقے کے مطابق جسمانی مشقت اور ورزش آپ کا دائمی معمول تھا اور آپ سفر و حضر میں اپنے دیگر معمولات کی طرح اس کی بھی پابندی فرماتے۔ دارا , م دیوبند کے طلبہ کی جہادی تربیت کے لئے آپ نے ہندوستان میں تلوار اور بنوٹ کے معروف استاذ عبدالرشید کا دارا , م میں تقرر کرایا اور طلبہ کو ان فنونِ حرب کی طرف متوجہ فرمایا۔ ہمارے ملک پاکستان میں کئی بزرگ علماء کرام زمانہ قریب تک ایسے موجود رہے جنہوں نے اس زمانے میں دارا , م سے ان فنون کو سیکھا اور مہارت حاصل کی۔

حضرت شیخ الہند ؒ کے تربیت یافتہ ایک اور عظیم محدث حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ کا نام بھی کسی سے مخفی نہیں ہوگا۔ ان کے علمی تبحر اور مثالی حافظے کے واقعات زبان زد عام ہیں، حضرت تھانوی ؒ جیسے عارف با عالم ربانی نے انہیں اپنے زمانے میں اسلام کی حقانیت کی ایک نشانی قرار دیا۔ عرصۂ دراز تک دیوبند کے منصب صدارت تدریس پر فائز رہے اور سینکڑوں علماء ربانیین کی تربیت فرمائی۔ تحریک ختم نبوت اور مرزائیت کے خلاف جدوجہد آپ کا فیضان نظر اور صدقہ جاریہ ہے۔ حضرت کشمیریؒ کے شاگرد خاص حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی ؒ نے اپنی یادداشتوں میں ان کی ایک

خاص بات کا تذکرہ کیا ہے۔

''بسا اوقات فقیر ان الفاظ کو سنا کرتا تھا۔ فرماتے کہ مجھے کچھ نہیں چاہیئے صرف دو پیالیاں کشمیری چائے کی' دو بسکٹ ایک نیزہ، ایک گھوڑا، مطلب مولانا کا یہ ہوتا تھا کہ اصلی زندگی ایک مومن مسلم کی یہ ہے کہ میدان جہاد میں اپنا وقت صرف کرے، ان کے دل کی یہی حسرت حقیقی حسرت تھی، اس کے مقابلے میں درس وتدریس، تعلیم وتعلم کے جذبات کی ان کی نظروں میں کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔'' (احاطہ دارا , م میں بیتے ہوئے دن)

یہ فیض پھر یہیں تک محدود نہیں رہا بلکہ ہر زمانے میں علم جہاد ان حضرات کے تربیت یافتگان کے ہاتھ میں ہی رہا اور ہر تحریک انہی کے عزم وہمت سے پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ہمارے قریبی زمانے میں حال ہی میں اس دنیائے ثانی سے کوچ فرمانے والے ترجمان مسلک دیوبند حضرت امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر ؒ کا خودنوشت واقعہ بھی اس حوالے سے سبق آموز ہے۔ امام اہلسنت ؒ ابتدائی عمر سے ہی جذبۂ جہاد سے سرشار تھے ملاحظہ فرمائیے ان کا اپنا تحریر فرمودہ واقعہ۔

''مسجد کے آس پاس کوئی گھر نہ تھا، کبھی کوئی نمازی آجاتا اور کبھی نہ آتا، راقم اکیلا ہی اذان کہہ کر نماز پڑھ ## اور رات کو مسجد میں سو جاتا، کبھی تو اکیلا سو جاتا اور کبھی خلیل کا کا گوجر مرحوم راقم کا ساتھی ہوتا۔ جو کھانا وہ لوگ دے دیتے وہ کھا ## دن کو بندوق لے کر شکار کرتا چکور وہاں بکثرت ہوتے تھے مکئی کی فصل پر راقم کو چھ پیمانے مکئی امامت کے معاوضے میں ملی، کچھ پیمانے دے کر شوق جہاد میں تلوار خریدی، بندوق پہلے ہی سے موجود تھی۔ ان دنوں آزاد قبائل کے مجاہدین انگریز کے خلاف لڑتے تھے جن کی قیادت مشہور مجاہد حضرت مولانا ا داد خان صاحب دامت برکاتہم کرتے تھے (موصوف راقم کی کتابیں پڑھ کر اور ان سے بے حد متاثر ہو کر گکھڑ برائے ملاقات تشریف لائے تھے اور چند دن قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے) لمبی سے تقریباً دو میل کی مسافت پر آزاد قبائل کا علاقہ شروع ہوتا تھا جہازوں کی بمباری کے علاوہ توپوں مشین گنوں حتی کہ رات کے وقت رائفلوں کی آواز ہم

بخوبی سنتے تھے۔ مولانا موصوف بمع اپنے چند ساتھیوں کے انگریز نے گرفتار کر لیے جو کافی عرصہ کے بعد بے حد مصائب اٹھا کر رہا ہوئے۔ وہ تلوار اور بندوق لمبی میں تھی اب معلوم نہیں ہو کس صاحب کے تصرف میں ہیں والعلم عندا تعالیٰ''

ان تمام معروضات کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ ''جہاد'' ہمیشہ سے علماء دیوبند کا بنیادی عمل رہا ہے۔ ہمارے اکابر الحمد جامعیت کی صفت سے مالا مال تھے، علمی رسوخ میں یکتا تھے، تصوف و روحانیت کے بادشاہ تھے، حدیث کے ائمہ تھے، فقہ میں یگانہ تھے، دعوت و تبلیغ میں سرگرم تھے، وعظ و نصیحت بھی کرتے تھے مدارس اور خانقاہیں ان کے دم سے آباد تھیں، غرضیکہ ان کی خدمات دین کے تمام شعبوں کو محیط تھیں۔ جہاد بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور اسلامی احکام میں ایک محکم فریضہ ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہمارے اکابر نے اس سے غفلت کی ہو یا اسے ترک کیا ہو، ہر زمانے میں جس طرح علماء دیوبند کی خدمات دین کے دیگر شعبوں میں نمایاں رہیں اسی طرح میدان جہاد میں بھی وہ آگے آگے نظر آئے۔ ان واقعات سے جو نقل کیے گئے اتنا تو کھل کر واضح ہو گیا کہ ہمارے اکابر جہاد کی تیاری کو ہر حال میں لازم سمجھتے تھے، شوق جہاد اور شوق شہادت میں مست رہتے تھے، جس کام میں بھی مشغول ہوتے زیادہ اوقات اگر چہ اس میں صرف فرماتے مگر کسی طور پر بھی جہاد کی تیاری سے غافل نہ رہتے۔ گویا ان کی حالت حدیث شریف میں بیان شدہ اس مومن جیسی تھی جس کے کان ہر وقت اعلان جہاد کی طرف لگے رہتے ہیں اور وہ ہمہ وقت جان کی بازی لگانے کے لئے میدان میں نکلنے کو تیار رہتا ہے۔ یہ حالت ہمارے اکابر پر کبھی نہ آئی کہ جہاد سے دستبردار ہوتے یا برأت کا اعلان کرتے۔ تاویلات کرتے یا علمی و روحانی معارف کے زور پر اس کا مرتبہ گھٹاتے اگر چہ وہ کئی بار ان سے زیادہ سخت حالات سے گزرے جن کا ہمیں سامنا ہے اور ہم یہ سب کر گزرے ہیں۔ ہم اپنے ان اکابر کا نام صبح شام لیتے ہیں۔ فخریہ انداز میں ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، مضامین اور خطبات میں ان کے کارنامے بھی خوب بیان کرتے ہیں اور آخر میں زوردار انداز میں جریر کا شعر پڑھنا تو کبھی نہیں بھولتے:۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

مگر ان کی زندگیوں کے اس اہم ،ضروری اور سبق آموز باب کو نہ اپنانے کی کوشش کرتے ہیں نہ بیان کرتے ہیں ۔کیا یہ روشن مثالیں کسی اور کے لیے ہیں؟ بلکہ اب تو ہم میں ایسے لوگ پیدا ہونے لگے جو اکابر کے ان واقعات کا انکار اور ان کی غلط تاویلات کرنے پر اتر آئے ہیں ۔ ہمارے اکابر کی زندگیاں جہاد سے پر ہیں ۔ہم اس باب میں جو کچھ لکھ پائے وہ بہت کم ہے اگر اتنا ہی ہماری ہدایت کا ذریعہ بن جائے اور ہماری زندگیوں کو ان پاکباز بزرگوں کے طریقے سے رنگ دے تو بہت کافی ہے۔

☆☆☆

خون کبھی مرتا نہیں

غزہ سربلند ہے.....

اپنے خون سے، اپنے جوانوں، بچوں، بوڑھوں، عورتوں کے لاشوں

اور

تباہ حال عمارتوں اور مکانوں سے زندگی پا رہے غزہ کو سلام

خون کبھی مرتا نہیں،

غزہ خون دے رہا ہے اس لئے زندہ رہے گا

جبکہ

خون بچانے والے زندہ رہتے ہوئے بھی مر گئے۔

(شمارہ:179)

سلام اے غزّہ..... ابطالِ اسلام کے قدموں سے گونج رہے..... اور جہاد، عزت، حریت اور شہادت کی خوشبو سے مہک رہے..... غزّہ! تجھے سلام..... غزّہ اس بات پر راضی نہیں کہ خاموشی سے ذلت ناک معاہدوں پر دستخط کر دے..... نہ اس بات پر..... کہ پنا جہادی علَم اور اپنے شہداء کا خون کافروں کے قدموں پر رکھ دیا اس لئے..... وحشی درندے ہر جانب سے اس پر ٹوٹ پڑے ہیں..... تاکہ عزت کے اس قلعے کو ڈھا دیں..... صورتحال کی وضاحت کے لئے لفظوں کی حاجت نہیں..... بہتا ہوا خون، کٹے پھٹے اعضاء، روتے چلاتے بچے اور بکھری ہوئی لاشیں ساری داستان سنا رہی ہیں..... سلام اے غزّہ..... شاید تجھے اس کام کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے کہ تو ہمیں عزت، غیرت اور حریت کا مطلب سمجھاتا رہے دھوئیں اور خون میں ڈوب کر..... اپنے جوانوں کی لاشوں سے اٹ

کر..... اور ہاں اے غزّہ..... تیرے لئے یہ سب کچھ موت نہیں..... تو زندہ ہے اور زندہ رہے گا..... کیونکہ..... خون مرتا نہیں..... موت تو ان کے لئے ہے..... جنہوں نے اپنی عزت اور غیرت بیچ دی..... جبکہ تو اے غزّہ! معزز اور غیرت مند ہے..... موت ان کے لئے ہے..... جنہوں نے اپنی تاریخ اور اپنے آباء کا نام مٹا ڈالا..... اور اپنے دل و دماغ اور سروں کو کفر کی طاعت میں جھکا دیا..... جبکہ تیرے جوان تو آج بھی تاریخ دہرا رہے ہیں اور..... آئندہ کے لئے تاریخ کا حصہ بن رہے ہیں..... موت تو ان کے لئے ہے..... جنکی آوازیں، ذلت اور کمزوری کی وجہ سے حلق سے باہر نہیں آسکتیں..... جبکہ تُو آج بھی تکبیر کے نعروں سے گونج رہا ہے..... دشمنوں کے دلوں میں شگاف ڈال دینے والی تکبیروں سے..... موت ان کے لئے ہے..... جو اجلاسوں میں تیرا در در روتے ہیں اور پھر تیرے قاتلوں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر رقص کرتے ہیں..... موت ان کے لئے ہے..... جو طاغوت کے بتوں کی پوجا کو مایۂ افتخار سمجھتے ہیں..... کبھی یہودی بچھڑا اور کبھی امریکی صدر..... جبکہ تو رب العالمین کے سوا کسی کو نہ پوجنے کی قیمت چکا رہا ہے..... موت ان کے لئے ہے جن کے خزانے مال اور چھاؤنیاں اسلحے سے پُر ہیں..... جبکہ اسلام کی عزت کے رکھوالے تیرے بچے اور جوان..... پتھروں سے لڑ رہے ہیں..... وہ موت جو ہر آن اسرائیلی طیاروں، ٹینکوں، توپوں کی گھن گرج میں برس رہی ہے وہ تیری موت نہیں..... وہ تو تیرے علاوہ ہم سب کی موت ہے..... وہ موت جو ہم تجھ سے دور ابلاغی ذرائع سے دیکھ اور سن رہے ہیں وہ تیری موت نہیں..... ہم سب کی موت ہے..... تو زندہ ہے..... زندہ رہے گا اس لئے کہ..... خون کبھی مرتا نہیں..... خدا کی قسم کبھی مرتا نہیں..... نہ زمین اسے چھپا سکتی ہے اور نہ ہی تاریخ اسے مٹا سکتی ہے..... یہ مقدس خون کیسے مر سکتا ہے؟ یہ تو عزت اور غیرت والے جوان پیدا کرتا ہے..... یہ تو عزت اور حریت والی فصلیں اگاتا ہے..... یہ تو ا مت کے پہاڑ وجود میں لاتا ہے..... اونچے پہاڑ..... جن کی بلندی ہر ایک کو پست کر دیتی ہے..... اے غزّہ تجھے سلام..... ہر ایک چیز پر موت آگئی..... اور زندگی نے رہنے کی

لئے تیری گلیوں کا انتخاب کرلیا..... وہ زندگی..... جو رب العالمین کے پڑوس میں لے جاتی ہے..... واہ کیا خوبصورت زندگی ہے..... دنیا کے پڑوس اور رب العالمین کے پڑوس میں کیا نسبت ہے؟ تیرے جوان، تیرے بچے..... عرش کے مہمان بن رہے ہیں..... اور..... تیرے بوڑھوں..... تیرے مظلوموں کی آہیں، سسکیاں اور نالے بھی..... وہیں پہنچ رہے ہیں..... تجھے مبارک ہو..... تو ہی زندہ ہے..... سوائے غزّہ! تو غم نہ کر..... غم ہم کریں کہ ہمارے شہروں میں..... سوائے بزدلی اور خوف کے کچھ پیدا نہیں ہوتا..... جبکہ تیرے ہر گھر سے شجاعت کے چراغ نکل رہے ہیں..... غم ہم کریں کہ ہمارے اردگرد مکھیوں اور مچھروں جیسی حقیر مخلوق کا ہجوم ہے..... اور تیری گلیاں..... شیروں سے بھری ہیں..... غم ہم کریں کہ تاریخ ہمیں غلام اور بے حمیت لکھنے جارہی ہے..... جبکہ تیرا نام اس تاریخ میں..... حریت کا استعارہ بن رہا ہے..... تو غم نہ کر کہ تو ہم سے زیادہ آزاد ہے..... تیرے جوانوں کے سر اونچے اور..... کندھے تنے ہوئے ہیں..... جبکہ ہم ہر طرف سے محصور ہیں..... مجبوریوں اور کمزوریوں کے حصار میں..... تو غم نہ کر کہ تیری زمین تو..... شہداء کے معطر خون سے مہک رہی ہے..... غم ہم کریں کہ ہماری زمینوں میں..... شراب اور غداری کی باس رچی ہے..... تو غم نہ کر کہ تیرے نالے تو آسمانوں تک پہنچ رہے ہیں..... فرشتے انہیں لینے کے لئے لپک رہے ہیں..... جبکہ ہماری آوازیں تو سینے میں ہی بند رہ گئی ہیں..... بے عملی کیوجہ سے..... تو غم نہ کر کہ تیری زمین تو آج بھی..... عمرؓ، ابوعبیدہؓ، خالدؓ، صلاح الدین ؒ اور نور الدین ؒ کے جانبازوں سے..... آباد ہے جبکہ ہمارے ویرانوں پر..... حسنی، ابومازن اور دحلان جیسے الوؤں کا ڈیرہ ہے..... تو اپنے بچوں اور زیتون کے خوبصورت باغوں کا غم نہ کر..... تیرے بچوں کے پتھر اور جوانوں کی گولیاں..... اسلام کی عظمت کے آسمان پر ستاروں کی طرح..... جگمگا رہے ہیں..... میں امت کو یہ نہیں کہتا کہ..... وہ تیرے غم میں روئے..... اور..... تیرے ساتھ ہمدردی کرے..... اے غزّہ! تجھے شہداء کا خون مبارک ہو..... جو اسلام کی عظمت کے لشکر پیدا کررہا ہے..... تجھے گرے ہوئے گھر مبارک ہوں

جو.....عزت کے مینار تعمیر کر رہے ہیں..... تجھے جگہ جگہ لگی آگ مبارک ہو.....جو.....عار و ذلت کا ہر نشان تیرے چہرے سے مٹا رہی ہے..... تجھے شہداء مبارک ہوں.....ا کے پڑوس میں تیرے مہمان.....اور ہاں! تجھے زندگی مبارک ہو کیونکہ خون کبھی مرتا نہیں

☆☆☆

ہلال رمضان.....مرحبا!.....

ہلال رمضان مرحبا!

ایک مہکتی ہوئی تحریر

رمضان کا استقبال ایک نئے انداز سے.....

(شمارہ:213)

سلام اے رمضان!.....مرحبا!..... اجڑے ہوئے غزہ کی گلیوں پر.....بکھرے ہوئے مکانات کے ملبے پر.....سسکیوں، آہوں اور آنسوؤں میں ڈوبے غزہ پر.....طلوع ہونے والے ہلالِ رمضان مرحبا!..... جہاں ہر گھر میں غموں کا ڈیرہ ہے.....روتی ماؤں..... غمزدہ بہنوں..... بچوں..... اور..... سسکتے سہاگوں..... پر طلوع ہونے والے ہلالِ رمضان.....مرحبا!..... یہ ام محمد کا گھر.....رمضان کے بڑے دسترخوان اور باجماعت تراویح والا..... بیت ام محمد.....اب نہ یہاں خوان ہے نہ مصلّی مکین شہید ہوئے..... پڑوس ہجرت کر گئے.....کھلکھلاتے چہچہاتے بچے ملبے تلے دب گئے.....زیتون بھی نہیں.....کیونکہ وہ جل گئے..... حلاوہ بھی نہیں اور نہ .....کھجوریں..... ایک نیم سالم کمرہ ہے اور.....اس میں..... روتی ہوئی اکیلی امّ محمد..... گیارہ بیٹوں کی ماں.....درجنوں پوتوں کی دادی..... تنہا.....اکیلی.....اداس امّ محمد پر طلوع ہونے والے ہلالِ رمضان.....مرحبا!.....تو نے سالم ابوشاب کا گھر بھی دیکھا ہے؟؟ وہ 19 سال سے اسیر ہے.....اور تین بیٹے راہِ خدا کے شہید..... اسیر کی بیوی اور.....شہیدوں کی ماں..... امّ عائد پر طلوع ہونے والے ہلالِ رمضان مرحبا!..... یہ صرف غزہ کی کہانی نہیں..... بلکہ..... پوری امت کی داستان ہے..... اجڑے گھر.....ویران محلے.....خوف کا راج.....گولیاں.....گولے.....بمباریاں شہیدوں

کی مائیں..... اسیروں کی بیویاں..... یتیم بچے اور بیوائیں..... ان سب پر طلوع ہونے والے ہلالِ رمضان! مرحبا!..... یہ شکوہ نہیں..... نہ ہی نوحہ ہے..... یہ تو فخر ہے اور شکر..... گھر گرے ہیں تو اسلام کیلئے..... لوگ شہید ہوئے ہیں تو ایمان پر..... اسیر ہیں تو دین کے جرم میں..... اسلام اونچا رہے تو یہ سب قربانیاں تکلیفیں اور..... درد گوارا ہیں..... قبول ہیں ان عزائم پر طلوع ہونے والے ہلالِ رمضان!..... مرحبا!..... ماؤں کے آنسو تو نکل ہی پڑتے ہیں بیواؤں کی آہیں تو بے قابو ہو ہی جاتی ہیں..... یتیم بچے تو رو ہی پڑتے ہیں..... مگر اے ہلالِ رمضان!..... غزہ سے فلوجہ تک..... خان یونس سے ہلمند تک..... سرینگر سے کابل تک..... تو اسلام کے علَم کو گرا ہوا نہیں دیکھے گا..... تو کافروں کو جشنِ فتح مناتا ہوا نہیں پائے گا..... تو ماؤں کے عزائم ٹوٹتے..... بہنوں کے جذبے سرد ہوتے..... نہیں دیکھے گا..... تو سہاگنوں کو اپنے سہاگ..... میدان کی طرف قربانی کیلئے بھیجنے سے گریزاں..... نہ پائے گا..... تو لشکروں کو نکلتا دیکھے گا..... سخت یلغاریں دیکھے گا..... فدائی حملے دیکھے گا جو..... پرخچے اڑا دینے والے ہوں گے..... سو..... غزہ..... فلوجہ..... افغانستان اور کشمیر..... کی ان..... بلند ہمت ماؤں..... باعزیمت بیٹیوں اور..... قربانیوں والی بیویوں..... پر طلوع ہونے والے ہلالِ رمضان..... مرحبا!..... مرحبا!.....

☆☆☆

3

بدریات

یوم بدر.....ایک ایسا دن جو قیامت تک اہل ایمان کو جہاد تا رہے گا
اور مشرکوں کے خرمن پر آگ برسا تا رہے گا۔
ہر سال اس دن کی یاد کچھ نئے سبق لے کر آتی ہے جو دل سے بے ساختہ اٹھ کر
نوک قلم پر آجاتے ہیں۔
آیئے! بدر سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں۔

یوم البدر..... بدر الیوم

بدر کا دن.....

یوم الفرقان.....حق کی عظیم فتح اور باطل کی ذلت آمیز شکست کا دن.....

فرشتوں کے نزول اور نصرت کے ظہور کا دن.....

اور

''بدر'' ختم نہیں ہوا.....

آج بھی اس کا میدان سجا ہے اور نظارہ قائم ہے بشرطیکہ کوئی آنکھ کھول کر دیکھے.....

آیئے! ہم آپکو دکھاتے ہیں کہ دورِ حاضر کے ''مقتدینِ اہل بدر'' کون ہیں.....

(شمارہ:18)

یوم الفرقان آ رہا ہے، وہ دن جب حق اور باطل کے درمیان کھلا اور واضح فیصلہ ہو گیا، جب قلت نے کثرت پر فتح پائی، جب بے سروسامانی کثیر سامان حرب پر غالب آئی، جب نہتوں نے کیل کانٹے سے لیس لشکر کو پچھاڑ دیا۔ اسلام کا پہلا فدائی حملہ جس میں پوری کی پوری امت کود پڑی۔ میں نے فدائی حملہ کہا، آپ کو اعتراض نہ ہو، فدائی حملوں کو جاپانیوں کی نقالی اور سیاسی وار کہنے والے دانش خوروں کی پیشانی پر بل نہ پڑیں، جی ہاں! فدائی حملہ جاپانیوں کی نہیں ''فرقانیوں'' کی پیروی ہے، اپنے سے تین گنا دشمن سے ٹکرا جانا، چھڑیاں لے کر تلواروں سے بھڑ جانا، بے سپر نیزوں اور بھالوں کے درمیان کود پڑنا۔ فدائی حملہ اسی کو کہتے ہیں اور یہی اس دن ہوا تھا۔

وہ دن آ رہا ہے جب ہمارے آقا مدنی ا ابوسفیان کے تجارتی قافلے کا مال چھیننے کے لئے اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینے سے نکلے تھے۔ دریدہ دہن کافر کہتے ہیں کہ نبی کی شان

نہیں کہ مال کی خاطر نکلے، کیسا نبی ہے تمہارا جو تاجروں کو لوٹنے نکل کھڑا ہوا (نعوذ با) کم عقل مسلمان ان کی باتوں میں آ کر انکار کرنے لگ گئے کہ واقعی ہمارے نبی تو رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ تو خلق عظیم والے ہیں آپ ایسا کیونکر کر سکتے ہیں؟ سنیئے! تاریخ کو ان لا / ں اور فتنہ پردازوں کے کہنے پر جھٹلایا نہیں جا سکتا، ہمارے آقا ﷺ مال چھیننے ہی نکلے تھے۔ جو مال اسلام کو، ا کے سچے دین کو مٹانے کی نیت سے کمایا گیا، اسے چھیننا عین اخلاق ہے۔ کفر کی ہر وہ طاقت جو مسلمانوں کو دین سے ہٹانے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کا سبب بن سکے اسے توڑ دینا عین ایمان ہے۔ ا کا حکم ہے جسے مٹایا یا دبایا نہیں جا سکتا کہ کفر کی ایسی شوکت و قوت برباد کر دو خواہ مال چھین کر خواہ جان چھین کر۔ آقا مدنی ﷺ نکلے تھے تاکہ یہ مال چھین کر کفر کو کمزور کریں **تودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم** (الانفال) تم پسند کرتے تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہیں مل جائے ا کے پاس کچھ اور فیصلہ ہو چکا تھا۔ کفر آج کمزور ہوگا، اسے ہزیمت کا مزہ چکھنا پڑے گا، اس کا فخر و غرور خاک میں ملے گا مال دے کر نہیں جان دے کر۔ گردنیں کٹا کر، خاک و خون میں تڑپ کر، قلیب بدر کو اپنے بڑے بڑے سرداروں کی بدبودار لاشوں سے بھر کر۔

و یرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ (الانفال)

ا نے ارادہ کر لیا کہ حق کی حقانیت کھول کر دکھا دے

و یقطع دابر الکافرین (الانفال)

اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

اور وہی ہوا جو ا نے چاہا۔

ابوسفیان کا قافلہ بچ گیا اور اس کی حفاظت کے لئے آنے والا لشکر جرار بدر میں پہنچ کر پھنس گیا۔ ا کا حکم آ گیا ان سے لڑو، آقا ﷺ نے اپنے جانثاروں کی رائے معلوم کی، مہاجرین کھڑے ہوئے، یا رسول ا ﷺ ہمارا تو جینا مرنا آپ کے ساتھ ہے، آپ کے ساتھ اپنا گھر بار، رشتہ دار، مال و دولت سب کچھ چھوڑ آئے یہاں سے بھی واپس نہ ہٹیں

گے۔آپ کے حکم پر اپنی جانیں لٹا دیں گے۔

انصار کی رائے کا انتظار تھا، خیال تھا کہ چونکہ ان کے ساتھ اقدامی لڑائی میں ساتھ دینے کا معاہدہ نہیں تھا، ممکن ہے متردد ہوں، جس کام کا معاہدہ تھا وہ تو اتنے احسن انداز میں کر دکھایا کہ آسمانوں سے ان کے لئے بشارتیں نازل ہو% ، جو بات میثاق میں شامل نہیں تھی دیکھیے اس پر ان کا معاملہ کیا ہو؟ یہاں تو بات معاہدوں سے کہیں آگے بڑھ چکی ۔انصار کے سردار سعد بن معاذ ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا ''یارسول ا ﷺ آپ شاید ہماری رائے کے انتظار میں ہیں اور آپ کو یہ خیال ہوگا کہ چونکہ ہم معاہدے کی رو سے آپ کے ساتھ اقدامی جنگوں میں شرکت کے پابند نہیں اس لئے ہٹ جائیں گے۔خدا کی قسم! آپ ہمیں دریاؤں، پہاڑوں، وادیوں میں کود جانے کا حکم دیں ہم نہیں رکیں گے۔ہم لڑنے والی قوم ہیں اور ہماری دعا ہے کہ جنگ ہوتا کہ آپ ہماری بہادری کے جوہر دیکھیں۔

جنگ لڑائی اور قتال کی باتوں کو دہشت گردی کہنے والو! جہادی تقریروں پر پابندیاں لگانے والو! سعد ؓ کی اس تقریر سے ہمارے آقا ﷺ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا اور اس کی چمک میں اضافہ ہوگیا تھا، ہاں ن ضرور پریشان اور چیں بہ جبیں ہوا ہوگا اور تمہیں اس کا اتباع مبارک ہو.....

لشکر آنے سامنے آ گئے، شمار دیکھیے، ایک طرف 950 مسلح افراد، پچاس غلام ان کی خدمت پر مامور، سات سو اونٹ، سو گھوڑے، نیزے، بھالے زرہیں اور دیگر ساز و سامان اس کے علاوہ، شراب کے بھرے ہوئے مٹکے، جشن منانے کے لئے ناچنے گانے والی طوائفیں .....دوسری طرف 70 (ستر) اونٹ، دو گھوڑے، آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، تین سو تیرہ مجاہد ا کے نبی ﷺ سجدے میں گرے اپنے رب کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں یا آج تیرے نام لیوا سارے کے سارے اس میدان میں ہیں، تیرے آسرے اور بھروسے پر سر بکفن آ گئے ہیں۔یا اپنے وعدے سچے فرما، اگر یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو تیرا نام لینے والا اس دنیا میں کوئی نہ رہے گا۔

بدر کے دن تین گنا مشرکوں کے مقابل مومن ا پر بھروسہ کر کے نکل آئے تھے۔ا کو یہ ادا پسند آ گئی اس کا تسلسل آج بھی چل رہا ہے۔ کشمیر میں آٹھ لاکھ ہندو فوج کے مقابل چند بھر مجاہد برسر پیکار ہیں کیا یہ آج کا بدر نہیں؟

احزاب یعنی متحدہ لشکر خندق کے دن اسلام کو مٹانے مدینہ چڑھ دوڑے تھے۔ کیا آج سے چار سال قبل قندھار پر ایسا ہی نہیں ہوا؟

احد میں کچھ شکست ہوئی تھی تا کہ مخلص اور منافق کا امتیاز ہو جائے کیا یہ مرحلہ آج درپیش نہیں؟

مسلمان اس شکست کے اثرات سے سنبھلے فوراً جہاد میں مشغول ہو گئے اور زخمی حالت میں حمراء الاسد کی طرف نکل پڑے، کیا آج دنیا بھر میں یہ صورتحال آپ نہیں دیکھ رہے؟

موتہ میں تین ہزار مسلمان صلیبیوں کے دو لاکھ لشکر سے ٹکرائے، کیا آج عراق کی صلیبی جنگ اسی کا تسلسل نہیں؟

جو کچھ ہو رہا ہے سب کچھ پہلے سے چلا آ رہا ہے اور اسی مبارک مہینے میں فتح مکہ جیسی عظیم الشان کامیابی بھی تو مسلمانوں کے حصے میں آئی تھی، اس کا تسلسل بھی عنقریب شروع ہونے والا ہے۔

مسلمانوں کے لشکر میں چند چھوٹے بچے آ گئے ہیں ا کے نبی ﷺ نے واپس فرمانا چاہا کئی ایک کے اعلیٰ جذبات کو دیکھ کر انہیں قتال میں شرکت کی اجازت دے دی۔ دانش خور آج اعتراض کرتے ہیں کہ جہادی تنظیموں والے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ورغلا کر محاذ پر بھجواتے اور ان معصوموں کو وہاں مرواتے ہیں۔ یہ ہمارے آقا ﷺ کی سنت ہے۔ جن بچوں کے جذبات سچے تھے انہیں محاذ پر بھیجا گیا اور ان میں سے کئی شہید بھی ہوئے۔ اگر آج کوئی چودہ سالہ یونس اور سولہ سالہ حمزہ خلیل کشمیر میں جا کر لڑتا ہے اور اپنی جان قربان کرتا ہے تو یہ بھی اسی بدر کا تسلسل ہے جس میں معاذ اور معوذ رضی ا عنہما نکلے تھے۔

ا کے نبی ﷺ نے رو رو کر اپنے رب سے نصرت مانگی، دعا قبول ہوئی، نوریوں کو حکم

ملا کہ، زمین پر جاؤ اور میرے بندوں کی مدد کرو، فرشتوں نے نیچے دیکھا، مجاہدین صف بستہ کھڑے ہیں، کتنے پیارے لگ رہے ہیں، ان میں زبیر ؓ زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تو بہت ہی ممتاز لگ رہے ہیں۔ عرض کیا یا اللہ ہمیں زبیر ؓ جیسے عمامے عطا ہوں۔ پھر دیکھا حضرت مقداد ؓ ابلق گھوڑے پر بڑی شان سے سوار ہیں، یہ بھی بہت اچھے لگے تو اللہ سے ان جیسے گھوڑے مانگ لئے۔

میراثیوں، اداکار کہلانے والے بھانڈوں اور ہیرو کہلانے والے بہروپیوں کی نقالی میں فخر محسوس کرنے والے مسلمان نوجوانو! آسمان کے فرشتوں نے اللہ سے مجاہد کی شباہت اور حلیہ مانگا تھا تم بھی ان کی نقالی کرو، فخر اور عزت تو اصل اس میں ہے۔

فرشتوں کے لشکر تیار کھڑے ہیں، ایک ہزار، تین ہزار، پانچ ہزار، آسمان سے اترنا شروع ہوئے، ابن ابوجہل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا تھا اور جنگ پر ابھار کر اپنی مدد اور تعاون کا وعدہ کر رہا تھا، فرشتے آتے دیکھے تو ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے آج اتحادی ایک ایک کر کے امریکہ سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ رہے ہیں۔

اب مسلمان کافروں کو کاٹنے کیلئے بے چین کھڑے ہیں کیونکہ وہ باوجود اپنی کثرت کے انہیں کم نظر آ رہے ہیں جبکہ کافروں کی جمعیت میں پھوٹ پڑی ہے اور کئی بڑے بڑے لوگ لڑنے کو تیار نہیں ہو رہے کیونکہ انہیں مسلمانوں کی طاقت بہت بڑی دکھائی دے رہی ہے۔ دل رعب سے معمور ہیں اور بدن پر لرزہ طاری ہے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ مسلمان کتنے ہیں کوئی ٹھیک نہیں بتا پا رہا۔ بس یہی کہہ رہے ہیں پہلے تو کم تھے اب نہ جانے کیسے زیادہ ہو گئے۔ سورۃ انفال پڑھ کر دیکھیے قرآن کتنے مزے سے ان کی یہ کیفیت بیان کرتا ہے، آج بھی بدر کی یہ کیفیت زندہ ہے۔ کافروں کی طاقت پر نظر جاتی ہے دل گھبرا جاتے ہیں پھر بھی مسلمان اللہ کی نصرت پر بھروسہ کر کے میدان میں اتر آتے ہیں تو کافر کمزور نظر آنے لگتے ہیں۔ مسلمان کم اور کمزور دکھائی دیتے ہیں کافر تکبر سے بھرے ہوئے، نیست و نابود کر دینے کے عزائم لے کر جنگ کرنے آ جاتے ہیں پھر ایسا چکر آتا ہے کہ علم نہیں ہو رہا

ہوتا کہ مدمقابل کتنے ہیں اور وار کہاں سے آیا؟ کسی ہندو سے پوچھ کر تو دیکھیے، کشمیر میں برسرپیکار مجاہد کتنے ہیں؟

لشکروں کا ٹکراؤ شروع ہوا کفر کی طرف سے سردار آرہے ہیں۔ مسلمان جا کر انہیں قتل کر رہے ہیں، سرداروں کے قتل سے قوم کی ہمت پست ہوتی ہے اور کمر ٹوٹ جاتی ہے، آج بھی بدر کے وارثوں کو اس قرآنی حکم **فقاتلوا ائمة الكفر** (کفر کے سرداروں کو قتل کرو) پر عمل کرنے کی منظّم ترتیب بنانے کی ضرورت ہے۔

کافروں کے لشکر میں ایک شخص ہے جو ہمارے آقا ﷺ کے فرمان کے مطابق اس امت کا فرعون ہے، فرعون موسیٰ سے بھی سخت اور بڑا دشمن خدا، بڑے تکبر میں مست ہے اپنی حقانیت کا بھی اتنا یقین ہے کہ ا سے دعا کر کے آیا ہے یا ! ہم میں سے جو غلط ہوا سے تباہ کر، فتح مندی کا بھی کامل اطمینان ہے اس لئے جشن منانے کا سامان ساتھ لایا ہے.....ادھر اسلامی لشکر میں ایک صحابی ہیں جو عاجزی تواضع میں بے مثل ہیں، ایک مرتبہ آقا ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ تم میں سے وہ آدمی آجائے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر نہ ہو تو وہی اٹھ کر ہمراہ چل دیئے تھے۔ فقیہ امت حضرت عبدا بن مسعود رضی ا عنہ.....ا کی شان دیکھئے، فرعون امت زخموں سے چور، خاک وخون میں لت پت میدان میں پڑا ہے، بچے زخمی کر گئے ہیں اس سر پر غرور کو تن سے جدا کرنے کی سعادت ا نے ان کے حصے میں لکھ رکھی تھی جنہوں نے اپنی ''میں'' اور ''انا'' کو اس کی خاطر مٹا دیا تھا، ا نے عاجز بندے کو اس فرعون کے سینے پر بٹھایا اور انجام بد تک پہنچایا۔

آیئے! بدر کا یہ حسین منظر بھی آپ کو دکھاؤں۔ ایک فرعون بش نام کا بڑے جاہ وجلال اور ساز وسامان کے ساتھ جنگ کے میدان میں کودا ہے اس دعوے کے ساتھ کہ وہ حق پر ہے اور ا کے حکم سے یہ سب کر رہا ہے، اسے بھی اپنی فتح کا یقین ہے اور وہ اس کا اعلان بھی کر چکا ہے۔ اس کے مقابل کون لوگ ہیں.....؟

ایک ملاّ .....جس نے شاہی میں فقیری کا فاروقی نمونہ صدیوں بعد دنیا میں زندہ کیا،

حکومت اور امارت جس کا لباس، طرز کلام، رہن سہن، کھانا پینا، تبدیل نہ کر سکی۔ چادر لے کر آیا، اس پر بیٹھ کر حکومت کی، وہی کندھے پر رکھ کر چلا گیا۔

ایک عرب مہاجر..... ہر کسی سے نرمی، اور عاجزی سے ملنے والا، مہمان نوازی اور حسن خلق میں صحابہ کرام ؓ کا نمونہ، ذاتی جہازوں سے اتر کر گھوڑوں کی سواری اور پہاڑوں کی زندگی اختیار کرنے والا، پرتعیش زندگی تج کر روکھی سوکھی کھانے والا.....

ایک غریب سکول ماسٹر کا فقیر منش مولوی بیٹا.....حلقہ یاراں میں بریشم، رزم باطل میں فولاد، زاہد، تارک الدنیا، شب زندہ دار ولی۔

اور ان جیسے کئی فقیر درویش آج اس فرعون کے سینے پر سوار ہیں، تڑپ رہا ہے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مصداق بنا ہوا ہے۔ اب کہتا ہے کہ مجھے ا کا حکم نہیں تھا۔ میں نے جو کیا اپنی مرضی سے کیا، میری جان چھوڑ دو اب کہاں؟ جن لوگوں نے فرعون کو پکڑ کر جکڑ لیا ہے وہ بھی تو اپنے رب کے حکم کے پابند ہیں جس نے فرمایا کہ انہیں نشانِ عبرت بنا دیا کرو.....

بدر میں مشرکین قتل ہوئے، ستر لاشیں تھیں بھاگنے والے ایک بھی ساتھ نہ لے گئے، کتوں کی طرح قلیب بدر میں ڈال دی % اور وحشی جانوروں نے اپنا پیٹ ان کے مردار گوشت سے بھر لیا۔ مسلمان چودہ شہید ہوئے اعزاز و اکرام کے ساتھ جنازہ پڑھ کر دفنائے گئے۔ آج اگر سنتے ہیں کہ امریکی فوجیوں کی لاشیں دجلہ و فرات کی مچھلیاں کھاتی ہیں، اگر آپ ایسی کوئی تصویر دیکھتے ہیں کہ بحری بیڑے سے تابوت سمندر برد کئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف آپ کو ایک مہمان مجاہد شہید کے جنازے میں لاکھوں کا جذباتی مجمع نظر آ جاتا ہے تو حیران نہ ہوں، یہ بھی بدر کا تسلسل ہے۔

کافر ستر قیدی بھی چھوڑ گئے، جو کہتے تھے ہم لڑنا نہ چاہتے تھے، ابوجہل زبردستی لے آیا، کسی کو عار دلا کر، کسی کو دھمکیاں دے کر۔ عراقی مجاہدین کے ہاتھ چڑھنے والے امریکی فوجی بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمیں دھوکہ دے کر یہاں لایا گیا اور اپنے فرعون کو گالیاں دیتے ہیں، یہ بدر نہیں تو کیا ہے؟

بدر میں فرشتے آئے انہوں نے کافروں کو قتل کیا۔ ایسی لاشیں ملیں جن پر کوئی زخم نہ تھا، آقا ﷺ نے فرمایا انہیں فرشتوں نے قتل کیا ہے۔ آج بھی ہر میدان جنگ میں ایسی لاشیں ملتی ہیں، خوش قسمت لوگ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنے ایمانوں کو زندہ کرتے ہیں۔ آیئے! اگر آپ کو بھی بدر کا یہ پیارا منظر دیکھنے کا شوق ہے یا محض تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو بدر کے میدان میں آیئے، فرشتوں کو اترتا اور مجاہدین کی نصرت کرتا دیکھیئے، صحابہ کرام جیسے جذبے دیکھئے، شہادت کے متوالوں، حوروں کے دیوانوں اور جنت کے متلاشی لوگوں کی زیارت کیجئے۔

یوم البدرا کی نشانی ہے، یہ نشانی قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ جو کچھ یوم البدر میں ہوا تھا، بدرالیوم (آج کے بدر) میں بھی ویسا ہی کچھ ہو رہا ہے۔ ایمان والوں نے اس وقت بھی تسلیم کیا اور آج بھی کرتے ہیں منافقین اس دن بھی شک میں تھے اور قیامت تک رہیں گے۔ رمضان ۲ھ کا سورج جن واقعات کو دیکھ کر غروب ہوا تھا رمضان ۱۴۲۶ھ کا سورج بھی ان جیسے واقعات کا شاہد ہے اور قیامت تک آنے والا ہر رمضان بدر دیکھ کر ہی جائے گا۔ جہاد قیامت تک جاری رہے گا یہ ہمارے سچے آقا ﷺ کا فرمان ہے جو غلط نہیں ہوسکتا۔ **ولو کرہ الکافرون**

☆☆☆

فرقان

''بدر'' یوم الفرقان.....

حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن دن.....

وہ دن جو قیامت تک جہاد تا رہے گا اور چھوٹے لشکروں کو

بڑی فوجوں سے ٹکرانے کا حوصلہ بخشتا رہے گا.....

۱۷ رمضان المبارک ''یوم بدر'' یوم الفرقان کا پیغام.....

کہ جہاد سے جڑنے والی ہر چیز کو ''فرقان'' یعنی امتیازی شان حاصل ہو جاتی ہے.....

(شمارہ:166)

انہیں یہ گمان تھا کہ وہ حق پر ہیں، حالانکہ وہ بہت سی نشانیاں دیکھ چکے تھے جن سے ان پر واضح ہو گیا تھا کہ وہ حق پر نہیں بلکہ باطل پر ہیں۔ ضد کا کوئی علاج نہیں سوائے ڈنڈے کے۔ ایک بات وہ بہت بڑھ چڑھ کر کہا کرتے تھے کہ ہم حق پر نہ ہوتے تو ہم غالب نہ ہوتے، ہم پر آسمان سے عذاب آ گیا ہوتا اور ہم بیت ا کی تولیت اور حج کی خدمت سے محروم کر دیئے گئے ہوتے۔ اگر یہ مسلمان حق پر ہیں تو ان پر ا کی نصرت اور ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟

اور پھر فیصلہ کر لیا گیا کہ کافروں کی یہ غلط فہمی بھی دور کر دی جائے، انہیں ایسے وقت میں میدان میں لا کھڑا کیا گیا جب وہ لڑنے نہیں صرف اپنے قافلے کا دفاع کرنے آئے تھے مسلمانوں کی کمزور حالت دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ آج مسلمان کم ہیں، خالی ہاتھ ہیں، بے سروسامان ہیں، میدان کے دشوار گزار اور بے آب حصے میں ہیں جس میں نقل

وحرکت ہی مشکل ہے۔ اعداد وشمار یہی بتاتے ہیں کہ آج اگر جنگ کرلی جائے تو ہمیں ''کمپلیٹ وکٹری'' مل جائے گی اور اسلام کا نام ونشان دنیا سے ہی مٹ جائے گا۔ ابوجہل کے دل میں یہ خیال آیا، باقی قوم آج لڑنا نہیں چاہتی تھی پھر اس کی ضد کی وجہ سے سب کی نیت بن گئی۔ کیوں؟ لیقضی اللہ امراً کان مفعولا.....

مسلمان بھی لڑنے نہیں آئے تھے، ابوسفیان کا قافلہ پکڑنے آئے تھے، مگر وہ تو نکل گیا تھا، اب کیا کیا جائے؟ واپسی یا ابوجہل کے لشکر سے مقابلہ؟؟ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، معیت اور امداد کے وعدے آچکے تھے، ان کے ظہور کے موقع کا انتظار تھا۔ آپ کے قلب اطہر میں خیال آیا کیوں نہ آج یہ سب ہوجائے۔ مسلمان اگر تیاری کے ساتھ میدان میں ہوں گے نصرت تو تب بھی اترے گی، طاقت کے ساتھ صف آراء ہوں گے امداد تو تب بھی آئے گی اس وقت نظر کچھ اپنے اسباب اور اپنی طاقت کی طرف بھی جاسکتی ہے محض نصرت اور معیت کی طرف نہ جائے گی، کیوں نہ آج جنگ ہوجائے اور مسلمانوں پر ''حجت'' قائم ہوجائے کہ اسلام کی عزت، مسلمانوں کی فتح، کفر کی شکست اور کافروں کی ذلت کا سبب صرف اور صرف اللہ کی نصرت ہے۔ نہ اسباب، نہ طاقت اور نہ تعداد۔ کیوں نہ آج کافروں پر ''حجت'' قائم ہوجائے کہ وہ حق پر نہیں اور نہ ہوسکتے ہیں۔ وہ دیکھ لیں کہ ان کے جھوٹے خدا ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتے، وہ بت ہوں خواہ ٹیکنالوجی۔ وہ دیکھ لیں کہ مسلمان سچے ہیں، حق پر ہیں۔ اس لیے کم تعداد میں بھی غالب آتے ہیں۔ کمزوری میں بھی فتح مند ہوتے ہیں۔ بے سروسامانی میں بھی کامیاب ہوتے ہیں۔ تاکہ آج کے بعد وہ خود کو حق پر نہ کہہ سکیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آقا مدنی ﷺ کے مزاج شناس تھے، انہوں نے بھی لڑنے کی نیت کرلی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جاں نثاری ظاہر کی، مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے تو ایسی بات کی جس سے آقا کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں بنی اسرائیل کی طرح یہ کہتے ہوئے نہ پائیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جاکر لڑو

ہم یہاں ! ہیں، بلکہ ہم تو آپ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر جانب سے لڑیں گے، عبدا بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ کا چہرہ اقدس چمک اٹھا۔ انصار کی باری آئی، ان کے سردار سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول ا صلی ا علیہ وسلم اگر آپ ہمیں اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دینے کا حکم کریں تو ہم اس سے بھی دریغ نہ کریں اگر آپ حکم فرمائیں تو ہم عرب کے آخری کنارے تک انہیں دوڑا کر لے جائیں۔

دیکھو! بدر حجت ہے، قیامت تک کے لیے حجت ہے، اس لیے آج بھی ایمان والے کافروں کے بڑے لشکروں اور بے پناہ طاقت سے مرعوب نہیں ہوتے بلکہ کوئی مقدادؓ جیسی بات کرتا ہے کوئی سعد بن عبادہؓ جیسی۔ اگر بدر کی یہ حجت موجود نہ ہوتی کمزور کبھی طاقتور کے مقابل کھڑے ہو سکتے؟ کبھی کوئی چھوٹا لشکر کثیر تعداد سے بھڑ جانے کی ہمت کر سکتا؟ بدر کی یہی حجت ہی تھی جس نے مسلمانوں کو روم فارس سے لڑایا اور آج روس، امریکہ اور نیٹو کے خلاف ڈٹ جانے کا درس دیتی ہے۔ جن کے لیے بدر اس وقت حجت نہیں تھا وہ تب بھی حساب کتاب کرتے اور بہانے جوڑتے رہ گئے اور آج بھی اسی میں مشغول ہیں، حجت مان لینے والے تب بھی میدان میں نکل آئے آج بھی میدان میں ہیں۔

جنگ ہوئی۔ طاقت والوں کے ساتھ کیا ہوا؟ انہیں اچانک کمزور اور نہتے اپنے سے دگنے نظر آنے لگے۔ ''حجت'' قائم ہوگئی کہ تم تو میدان میں آ کر اپنے فطری حواس بھی قابو میں درست نہیں رکھ سکتے، ا تعالیٰ جب چاہیں گے تمہیں اس حالت سے دوچار کر دیں گے، تمہارے پاس اس کا کوئی توڑ ہے تو بتاؤ؟ بدر حجت نہ ہوتا تو یہ معاملہ وہیں ختم ہو جاتا شیخ عبدا عزام ؒ کی ''آیات الرحمٰن فی جہاد الافغان'' پڑھ کر دیکھ لیں۔ روسی فوجی گرفتار ہونے کے بعد مجاہدین کو بتاتے کہ تم اتنے زیادہ تھے اس لیے ہم مقابلے کی ہمت نہ کر سکے اور مجاہدین ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بدر کو یاد کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم اتنے نہ تھے کم تھے۔ ۱۹۹۹ء کے آخری دنوں میں ایک طیارہ اغواء ہوا تھا۔ دنیا بھر میں کئی دن دھوم رہی۔

کام ہوگیا، تحقیقات مکمل ہوگئی کہ اغواء کار پانچ تھے، ان کے پاس پسٹل اور گرینیڈ تھے۔ یورپ کا ایک مسافر اپنے ملک میں جا کر یہ بیان دیتا ہے کہ ہائی جیکر پانچ نہیں چھ تھے اور ان میں سے ایک کے پاس کلاشنکوف تھی وہ ہر وقت تن کر ہمارے سروں پر کھڑا رہتا تھا۔ یہ چھٹا ہائی جیکر جو اس انگریز کے حواس پر چھایا رہا کون تھا؟

یقیناً وہی جن کے ایڑ لگانے اور کوڑے لگانے کی آوازیں بدر والوں نے سنی تھیں ''اقبل یا حیزوم''۔ افغانستان کے کوہسار ہوں، کشمیر کے مرغزار ہوں، عراق کے ریگزار یا مسجد اقصیٰ کے مینار، بدر والی آوازیں بھی آج تک آتی ہیں اور کافروں کی آنکھیں بھی آج تک دھوکہ کھاتی ہیں بدر کو حجت مان کر ان مقامات کی طرف آ کر تو دیکھیں، سب نظر آئے گا، سب سنائی دے گا۔

بدر کو حجت قرآن نے خود کہا، ایمان والوں کے لیے بھی اور کافروں کے لیے بھی، **لیھلك من ھلك عن بینة ویحییٰ من حیی عن بینة** جو ایمان پر رہے حجت کے قیام کے ساتھ رہے اور جو کفر پر رہے وہ بھی۔

ابوجہل مکہ سے نکلتے وقت عذاب مانگ کر آیا تھا اور کافروں پر عذاب آنا کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ کا دستور ہے۔ ہر قوم کے کافروں پر عذاب آیا۔ ابوجہل اور اس کی قوم پر بھی آیا باندازِ دیگر۔ پہلے کبھی ہوا، کبھی پانی، کبھی زلزلہ، کبھی پتھر اب قیامت تک ابوجہل جیسوں کے لیے عذاب ''بدر'' کی شکل میں آیا کرے گا۔ پہلے معاذ ومعوذ کی تلوار خاک وخون میں تڑپائے گی اور پھر بدر کا گندہ کنواں آماجگاہ بنے گا۔ آخرت کا عذاب اس کے سوا ہے۔ آج بھی ان سب کے لیے یہی عذاب جاری ہے روزانہ اخبارات میں تصویریں شائع ہوتی ہیں۔ جلی کٹی، ٹکڑوں میں بکھری لاشیں اور سرنگوں ہوتے ہوئے جھنڈے۔

بدر میں جو عذاب آیا تھا اس کی خبر پہلے دے دی گئی تھی، بخاری شریف کی روایت ہے۔ حضرت عبدا بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ ''**یوم نبطش البطشة الکبری**'' (جس دن ہم ان کافروں کو بڑی پکڑ میں پکڑیں گے) سے مراد بدر کا دن ہے۔ اس دن کافر بڑی پکڑ میں آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو جو ستایا تھا اس کا بدلہ ان سے لے لیا گیا۔

کافروں پر اب بھی رب کی سخت پکڑ جاری ہے اور ''بدر'' کے انداز میں جاری ہے۔

بدر کا دن ''یوم الفرقان'' ہے۔ فرقان کے ایک معنیٰ امتیازی شان کے آتے ہیں، جہاد امتیازی شان والا عمل ہے۔ جو اس عمل کو اپنا لے اسے بھی امتیازی شان مل جاتی ہے بلکہ جس چیز کی بھی نسبت اس کی طرف ہو جائے اسے یہ شان مل جاتی ہے۔ گھوڑا ایک عام سا جانور ہے مجاہد کا ہو جائے تو قیمتی ہو جاتا ہے، اس کی ٹاپوں کی قسمیں قرآن کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اس کی لید پیشاب حتی کہ زمین پر لگنے والے قدم میزان حسنات کا بوجھ بن جاتے ہیں۔ ایک عام سا انسان جہاد کے ساتھ جڑ جائے تو اسے بھی فرقان مل جاتا ہے، قرآن کا وعدہ ہے۔ اسی طرح جو دن جہاد والا ہو اسے بھی امتیازی شان ملتی ہے۔ بدر کا دن جہاد والا دن ہے، فتح والا دن ہے، نصرت والا دن ہے، فرشتوں کے نزول والا دن ہے، اسلام کی عزت اور کافروں کی رسوائی والا دن ہے، اسے بہت امتیازات حاصل ہیں اور سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ یہ ''حجت'' ہے، جب بھی آتا ہے ہمیں جہاد کی حجت ملتی ہے۔ نصرت اور فتح کی حجت ملتی ہے۔ بدر ہر سال آتا ہے اور آتا رہے گا اور ایمان والے اس سے حجت حاصل کر کے اس کی یاد زندہ کرتے رہیں گے۔

☆☆☆

فتح مبین

۲۲ رمضان المبارک کا دن ''یوم الفتح المبین''

جس دن اسلام کے پانچ شیروں نے

دنیا کی

سب سے بڑی جمہوریت کو اس کی ایٹمی طاقت سمیت قدموں میں جھکا لیا.....

امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کی رہائی

اور

ہندوستان کی بدترین شکست کا دن.....

اس دن کی یاد میں چند سطور جو ہمیں ہمیشہ فتح اور نصرت کے معنیٰ سمجھاتا رہے گا

(شمارہ:167)

رمضان المبارک میں کئی یادگار دن ہیں۔ یوم فتحِ مکہ، یوم البدر، جن کی یاد دل و دماغ میں بجلیاں دوڑا رہی ہے۔ وہ دن جن میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا اور کافروں کی رسوائی ہوئی۔ ان دنوں میں اللہ کے دشمنوں کے سر جھکے اور اہل ایمان کے قلوب کو شفاء ملی۔ یہ دن ہر سال آتے ہیں امتِ مسلمہ کو یہی سبق یاد دلانے کے لئے کہ کفر کی ذلت اور اسلامی مقبوضات کی آزادی صرف اسی عمل کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتی ہے جو بدر کے دن ہوا تھا اور فتح مکہ کے دن ہوا تھا۔ ہمارے اس زمانے کے لئے رمضان میں ایک خاص دن اور بھی ہے جس کی یاد میں بڑے اسباق ہیں۔ وہ دن ہے ۲۲ رمضان المبارک کا دن۔

جی ہاں! یہ ''یومِ فتح مبین'' یہ دن کافروں کو یاد آتا ہے تو انہیں سبق ملتا ہے کہ مسلمان اگر صرف پانچ ہی ہوں تو بھی ایٹمی طاقتوں پر بھاری پڑ سکتے ہیں۔ اگر مجاہدین میں امت ہو تو انہیں مقاصد کی تکمیل سے نہیں روکا جا سکتا۔ اگر جذبات سچے ہوں تو جیلیں بند نہیں رکھی

جاسکتی۔عزم مصمم ہوتو انہیں ڈرایا دھمکایا نہیں جاسکتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی راہِ جہاد میں سچے معاون بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی انکا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

یہ دن مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ بھرافراد کو بڑی بڑی طاقتوں پر غالب کرنے کے ا تعالیٰ کے وعدے اب بھی پورے ہوتے ہیں۔بدر جیسی نصرت اب بھی اترتی ہے، فتح مکہ جیسی فتوحات اب بھی نصیب ہوتی ہیں۔کافروں پر اسلام کی حقانیت اور اس کا غلبہ اب بھی ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ مسلمان مسلمان بن جائیں، اپنے دلوں کو کفر کی اور کفر کی طاقت کے خوف سے بالکل پاک کرلیں۔رب سے ملاقات کا سودا سر میں سما کر شہادت کے میدانوں میں نکل آئیں اور اپنے ا کی طاقت پر بھروسہ کرکے بے خطر کافروں سے ٹکرا جائیں۔

وہ منظر کون بھلا سکتا ہے جب ساری دنیا ایک نئی صدی کے استقبال کے لیے جشن منانے اور طاقت کا مظاہرہ کرنے کی تیاری میں تھی اور ہندوستان پوری سرمستی کے ساتھ اس کوشش میں لگا تھا کہ وہ اس موقع پر دنیا کو دکھائے کہ وہ دنیا کی ایک ابھرتی ہوئی عسکری اور معاشی طاقت ہے۔وہ منی سپر پاور کا امیج دنیا پر ثابت کرنے کے لیے پاگل ہوا جارہا تھا۔

ہوا کیا۔اس دن سے صرف آٹھ ایام پہلے ہندوستان کی گردن مجاہدین کے شکنجے میں آ گئی اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ہندوستان اس صدی میں ایک زخم خوردہ کتے کی طرح زخم چاٹتا اور کراہتا ہوا داخل ہوا۔وہ ایک سپر پاور کے طور پر نہیں شکست خوردہ ملک کے طور پر اس صدی میں داخل ہوا۔اس کی عسکری اور معاشی طاقت منہ چڑاتی رہ گئی اور قوم جشن منانے کی بجائے سوگ منانے پر مجبور ہوئی اور اس کے ماتھے پر کوئی تاج نہیں شکست کا داغ سجا تھا۔

وہ دن بھلایا نہیں جاسکتا۔اس دن نے ثابت کردیا کہ یہ صدی فتوحاتِ اسلام کی صدی ہے۔مجاہدین اس میں فاتحانہ خوشی سے فائرنگ کرتے، جشن فتح مناتے، شجدہ شکر بجا لاتے داخل ہوئے جبکہ کافر..... یہ دن ہر سال ہمیں یاد دلانے آتا ہے کہ ہم اس کے پیغام کو نہ بھولیں۔غلبۂ اسلام کی تیز کریں اور اپنی صفوں کو مضبوط کریں پھر ایسی مزید فتوحات انشاءا دور نہیں۔

ہوا کے دوش پر سوار ایک عقیدت بھرا سلام چند آنسو اور دلی دعائیں ان گمنام فاتحین کے نام جو اس دور میں ا تعالیٰ کی نصرت کا نشان بن کر ابھرے۔

سلام امیر المجاہدین کے نام جنہیں اس دن منظر عام پر لا کر غلبہ اسلام کی کا جھنڈا دیا گیا اور ان کے لشکر اس صدی کو احیائے جہاد اور غلبہ اسلام کی صدی بنانے میں مصروف عمل ہیں۔

امت مسلمہ کو یوم فتح مبین مبارک!

اور ہاں! پیشگی عید مبارک بھی، کیونکہ اگلے ہفتے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

☆☆☆

یوم البدر

''بدر'' کا معرکہ محض ایک جنگ کی یادگار نہیں بلکہ

قرآن پاک کی رو سے ہمارے ایمان کا حصہ ہے.....

اگر بدر کے اسباق ہمیں حاصل رہے تو ہمارا ایمان محفوظ ورنہ خطرے میں پڑ جائے گا

''بدر'' کے ان اسباق کا خلاصہ جن کے سبب ایمان سلامت اور جہاد جاری رہتا ہے.....

''بدر'' کی ابتداء کا سبق.....''بدر'' کی انتہاء کا سبق

شمارہ نمبر (215)

ان کنتم امنتم باللہ	اگر تم ا تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔
وما انزلنا علی عبدنا	اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری۔
یوم الفرقان	فیصلے کے دن۔
یوم التقی الجمعان	جس دن دو لشکر آپس میں ٹکرائے۔

جس طرح ا تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اس چیز پر بھی جو یوم الفرقان بدر کے دن اتری۔ وہ چیز کیا تھی؟

فتح، نصرت، فرشتے، ا تعالیٰ کی کھلی امداد، دشمنوں کی رسوائی، اہل ایمان کی جیت۔ گویا ایمان پورا اسی وقت ہوگا جب اس میں بدر شامل ہو جائے گا اور رہی بات عمل کی، تو جب تک عمل میں بدر نہیں ہوگا نفاق پر موت کا خطرہ رہے گا۔

من مات ولم یغزو لم یحدث به نفسه مات علی شعبة من نفاق

''جو شخص مرا اس حال میں کہ نہ جہاد کیا اور نہ اس کا ارادہ تو نفاق کے ایک حصے پر مرے گا''

آج جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں ''یوم البدر'' ہے، بڑی عظمت، شان، بلندی اور مقام

والا دن۔ا تعالیٰ نے اسے ایک خاص نام سے نوازہ ہے۔''یوم الفرقان'' فیصلے کا دن، جس دن اسلام کی فتح اور کفر کی شکست کا فیصلہ صادر ہوا حق اور باطل کے درمیان امتیاز کا دن، جس دن کفار کی خواہش کے مطابق ان پر واضح کر دیا گیا کہ ا تعالیٰ کے نزدیک دین حق صرف اور صرف دین اسلام ہے۔ایک خاص امتیازی شان والا دن، جو قیامت تک اہل ایمان کو ایمان کامل، بڑے اسباق اور نصرت الٰہی پر یقین عطاء کرتا رہے گا اور کفار کو بدر کا وہ اندھیرا کنواں دکھاتا رہے گا جس میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ جیسے کفر کے ائمہ گھسیٹ کر مردہ کتوں کی طرح ڈال دیئے گئے تھے۔''فرقان'' ایک خاص شان ہے جو ملتی ہی جہاد سے ہے، مجاہد کو یہ فرقان ملتا ہے، بدر کو ملا، بلکہ جس چیز کا تعلق بھی جہاد سے ہو جاتا ہے اسے اپنے ہم جنسوں پر امتیاز نصیب ہو جاتا ہے، جہاد کے گھوڑے کو دیکھ لیجئے، جہاد اور مجاہد کے ساتھ تعلق قائم ہو جانے سے وہ سب گھوڑوں سے ممتاز ہو جاتا ہے اور اس کی لید، پیشاب تک میزان حسنات میں تُلتے ہیں۔ا اکبر کبیرا

بدر کا دن جہاد نے اور اس کا نتیجہ سمجھانے آتا ہے، بدر کی صبح ایک میدان میں دو لشکر کھڑے تھے، ایک طرف تین سو تیرہ دوسری طرف ایک ہزار، ایک جانب آٹھ تلواریں، دو گھوڑے چند نیزے اور تیر جبکہ دوسری جانب ہر شخص مکمل مسلح اور زائد ساز و سامان اٹھائے ہوئے پچاس غلام، ایک لشکر کی طرف زمین نرم اور گرم، چلنا بھی دشوار اور سواری دوڑانا بھی جبکہ دوسرے کو زمین کا وہ حصہ ملا جو ہموار اور سخت، پانی کا کنواں صرف ایک اور اس پر ایک لشکر قابض دوسرا پانی سے محروم، نہ پینے کو میسر نہ طہارت کو، ایک کے امیر قائد المجاہدین سید کائنات رحمۃ للعلمین سجدے میں گرے ہوئے رب کے سامنے گڑگڑا رہے ہیں اور اتنا رو رہے ہیں کہ ان کے رفیق صدیق ؓ کو رحم آرہا ہے اور دوسری طرف مشرکین کا قائد تکبر میں غرق، طاقت کے نشے میں چور جشن فتح کی تیاری کر رہا ہے۔ایک جماعت اذتستغیثون ربکم اپنے رب سے فریاد کناں اور ایک جماعت ناچنے والی عورتوں کے ٹھمکوں اور شراب کے مٹکوں کی منتظر۔

گویا بدر سمجھانے آتا ہے کہ جہاد اسی طرح ہوگا، تعداد میں اہل ایمان کم، اسباب میں اہل ایمان کمزور، ٹیکنالوجی میں پیچھے، اسلحہ ساز وسامان میں فرومایہ، زمینی حقائق بھی ان کے خلاف، اشیائے خوردونوش کی بھی ان کی طرف قلت، جبکہ کفر تعداد میں زیادہ، اسباب میں طاقتور، ٹیکنالوجی میں بہت آگے، اسلحہ ساز وسامان سے بھرپور، زمینی حقائق ان کے حق میں اور کھانا پینا وافر۔

کیفیات بھی ایسی ہی رہیں گی، اہل ایمان روتے فریاد کرتے نظر آئیں گے، اے ا ہم اتنے ہی ہو سکے، اتنا سامان ہی آپ کے حکم پر جمع کر سکے، اعدوا کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اتنے اسباب ہی مہیا کر سکے، ہم سب کچھ لے آئے،

سپر دم بتومایۂ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

آگے آپ جانیں آپ کا دشمن جانے، اگر چاہیں ہماری جانیں قبول کر کے ہمیں اپنا مہمان بنالیں اور چاہیں تو غلبہ عطا فرما کر اپنے دشمنوں کو رسوا فرمائیں۔ جبکہ مدمقابل اسی طرح تکبر میں چور، اس عزم میں سرشار کہ آج مٹا دیں گے، نام ونشان ہی ختم کر دیں گے، جشن فتح کا اعلان کئے ہوئے اور سامان جشن ساتھ لائے ہوئے اپنی طاقت پر نازاں اور تعداد پر فرحاں نظر آئیں گے۔ بدر سمجھانے جتلانے آتا ہے کہ جہاد اسی طرح ہوگا، تعداد برابر کرنے کی فکر کرنے والے، اسباب میں برابری کی فکر میں گھلنے والے، طاقت میں توازن قائم کرنے کی سعی میں لگنے والے بدر پر ایمان سے محروم ہیں، اگر انہوں بدر دیکھا ہوتا، سمجھا ہوتا پڑھا ہوتا تو ایسا نہ سوچتے، بدر تو ہر سال یہی یاد دلانے اور اس پر ایمان وعمل کا تقاضا کرنے آتا ہے۔ جو ایمان لے آتے ہیں وہ نہ ہندوستان کی منی سپر پاور کو کچھ سمجھتے ہیں نہ امریکہ جیسی سپر پاور کو پرکاہ کی حیثیت دینے پر تیار ہوتے ہیں۔ وہ نہ نیٹو کے متحدہ لشکر سے گھبراتے ہیں نہ اسرائیل کے ایٹم بموں اور تباہ کن ٹینکوں سے لرزتے ہیں۔ نہ ہائیڈروجن بم ان کے ایمان کو متزلزل کر سکتے ہیں نہ ڈیزی کٹر کے سامنے ان کے عزائم لڑکھڑاتے ہیں۔

کیونکہ بدر کا ایک اور سبق بھی ہے جو ہر وقت ان کی نظر کے سامنے رہتا ہے۔ وہ کیا؟؟

وہ سبق ہے بدر کے دن کی انتہاء۔ وہ یوم الفرقان جس کی ابتداء میں اہل ایمان رو رہے تھے اور کافر اکڑ رہے تھے اس کی انتہاء کا استحضار اہل ایمان کو دبنے نہیں دیتا۔ انتہاء میں تکبیر کے نعرے تھے، خوشی تھی، مسرت تھی، شکر فتح کے سجدے تھے، مال غنیمت تھا، جنت کے وعدے اور رب کریم کی مہمانی کی بشارتیں تھیں، دشمنوں کی خون آلود لاشیں اور بدر کا گندا اندھا کنواں، تکبر سے بھرے سرگردنوں سے جدا تھے، اسلام پر بھونکنے والی زبانیں خاموش، نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان پر اٹھنے والے ہاتھ بے جان اور اسلام کے خاتمے کے خواب دیکھنے والی آنکھیں بے نور۔ جو لوگ بدر کی ابتداء زندہ کرتے ہیں ایمان و یقین سے سرشار ہو کر انہیں اس کی انتہاء بھی ضرور نصیب ہوتی ہے، تاریخ سامنے ہے مطالعہ کر کے خود فیصلہ فرمائیں۔

بدر جست ہے، سبق ہی سبق ہے، بدر سمجھاتا ہے کہ جلد باز نہ بنو، فتوحات کا سلسلہ بدر سے شروع ہو جاتا ہے مگر نتیجے آتے آتے وقت بھی لگتا ہے اور نسلیں بھی گزر جاتی ہیں۔ مکہ کی فتح کا وعدہ تھا اور قریبی وعدہ تھا مگر بدر سے سفر شروع ہوا تو مکہ آتے آتے پورے چھ سال لگ گئے، روم و فارس کی فتح کا وعدہ تھا مگر درجنوں سالوں بعد ملی، یمن نے بھی زیر نگین آنا تھا مگر بہت وقت لگا، بدر یہ سمجھانے آتا ہے کہ تم بدر برپا کرتے رہو فرشتے اترتے رہیں گے جہاد چلتا رہے گا، درمیان میں کہیں احد آجائے گا جو اہل ایمان کی جماعت کو خالص کر دے گا ان کے دلوں کو پاک کر دے گا، منافقین کو تمہاری صفوں سے باہر نکال دے گا، تم میں سے شہداء بنالے گا۔ اور تمہاری ا مت کو جانچ لے گا کہ کون شکست خوردہ اور زخمی ہو کر بھی میدان کی طرف دوڑتا ہے واپس نہیں پلٹتا۔ کبھی احزاب آجائے گا کہ لشکر متحد ہو کر تمہارے ایمان کی آزمائش بن کر تمہارے سامنے آن کھڑے ہوں گے اور ایمان والوں کا امتحان ہوگا، کلیجے حلق میں آجائیں گے، پریشانی حد سے گزر جائے گی اور طرح طرح کے خیالات آنے لگیں گے۔ سفر اسی طرح چلتا رہے گا اور بالآخر اذا جاء نصر اللہ والفتح کا ظہور ہوگا اور قافلہ اپنی منزل سے ہمکنار ہوگا۔ بدر سے ان نتائج تک لمبا سفر ہے، درمیان میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں

اپنی جانوں سے گزر گئے ہیں اس بات سے بے پرواہ ہو کر نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں اور باقی لگے رہے یہاں تک کہ نتیجہ نکل آیا۔

بدر ہر سال یہ بھی سمجھانے آتا ہے کہ ائمۃ الکفر کو مارو، کفار کے سربراہوں کو مار کر انہیں کمزور کر دو، انہیں ایسی جگہوں پر جا کر مارو جہاں وہ خود کو بہت محفوظ سمجھ رہے ہوں تا کہ وہ مرعوب ہو جائیں۔ میں جس وقت یہ سطور لکھ رہا تھا کمپیوٹر کی سکرین پر اچانک یہ خبر نمودار ہوئی:

''کابل کے جنگی ائیر پورٹ پر فدائی حملہ''

نیٹو ہیڈ کوارٹر پر فدائی یلغار کے بعد یہ دوسری بڑی ذلت ہے جس سے مجاہدین نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو دوچار کیا ہے اور ان پر یہ واضح کر دیا ہے کہ تم کہیں بھی بیٹھو محفوظ نہیں، بدر پر ایمان رکھنے والوں نے بدر کا پیغام بدر کے کنویں کے مکین ابوجہل کی ذریت کو پیغام پہنچا دیا۔

یوم بدر ہر سال یہ دیکھنے آتا ہے کہ کون ہیں اس پر ایمان لا کر محاذ سجانے والے جن کی نصرت کے لئے فرشتے اتریں اور فتوحات ان کے قدم چومیں۔ اور الحمد بدر مایوس نہیں آج امت مسلمہ کی گود ایسے جانبازوں سے بھری ہوئی ہے اور روزانہ ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔

☆☆☆

4

نظریات

باطل نظریات کے طوفان میں صحیح اسلامی نظریئے کا اعلان

جی ہاں! وہ اصل نظریہ جو مدینہ منورہ سے رشتہ جوڑتا ہے

اور واشنگٹن جنیوا سے ناطہ توڑتا ہے۔

ہائی جیکنگ

پاکستان کے سابق صدر پرویز مشرف نے کہا.....

اسلام ہائی جیک نہیں ہونے دیں گے.....

اسلام کو ہائی جیک کون کر رہا ہے؟.....

پورے اسلام پر عمل کرنے والے لوگ؟

یا

اسلام کی مسلّمہ تشریحات بدلنے والے؟

فیصلہ آپ کیجئے!.....

(شمارہ:I-11)

ہائی جیکنگ کی تاریخ بہت پرانی ہے' انسانی تاریخ میں ایسے ان گنت واقعات درج ہیں کہ ہائی جیکنگ کر کے لوگ اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی ان کا مقدر بنی' طیاروں کی ہائی جیکنگ' بسوں کی ہائی جیکنگ' سکولوں اور کالجوں کی ہائی جیکنگ' بچوں کی ہائی جیکنگ' غرضیکہ ایسی مختلف النوع کارروائیوں کی بہت سی خبریں اور ان کے نتائج آپ نے بھی خبروں میں سنے اور اخباروں میں پڑھے ہوں گے۔ خاص طور پر ۱۲ اکتوبر 1999ء کو ہونے والی ہائی جیکنگ اور اس کے نتائج تو آپ اور ہم سب بڑے احسن طریقے سے بھگت رہے ہیں البتہ 13 مارچ 2005ء کو میں نے ہائی جیکنگ کی ایک عجیب خبر پڑھی ممکن ہے آپ نے بھی پڑھی ہو۔

''اسلام ہائی جیک ہو گیا''

واضح رہے یہ ''اسلام'' کسی صاحب کا نام نہیں بلکہ یہ خبرا رب العزت کے بھیجے ہوئے سچے دین اسلام کے بارے میں ہے اور آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ یہ خبر کسی غیر مؤقر ذریعے سے آئی ہے بلکہ یہ خبر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر مخدوم کی طرف سے قوم کو سنائی گئی۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہائی جیکرز کا بھی کچھ پتا نہیں اور مطالبات بھی تا حال نا معلوم ہیں بیان دینے والوں نے اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی کیونکہ وہ اپنے دوستوں سے کرکٹ میچ دیکھنے کی دعوت جبراً لینے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور تیاری میں مصروف ہیں۔ آیئے ہم اور آپ خود ہی غور کرنے کی زحمت کرتے ہیں آخر ہم بھی مسلمان ہیں اور اس حیثیت سے اسلام پر آنے والی ہر مصیبت اور آفت سے نمٹنے کی کوشش کرنا ہمارا بھی فرض ہے۔

اس وقت ہمارے ملک میں دو $ ہیں۔ پہلا طبقہ ان مسلمانوں کا ہے جو روشن خیال اور جدت پسندی کا علمبردار ہے۔ داڑھی بڑھانا' شلوار ٹخنے سے نیچی رکھنا اور خواتین کا چہرہ چھپانا.....ان کے نزدیک دقیانوسی باتیں ہیں۔ کمال اتاترک' میر جعفر' میر صادق' ابن علقمی اور طوسی جیسے لوگ ان کے آئیڈیل ہیں۔ قربانی پر جانوروں کو ذبح کرنا ایک وحشیانہ اقدام ہے اور اس پر ثواب کی نیت رکھنا انتہا پسندی ہے۔ نیکر پہن کر لڑکیوں کا دوڑ لگانا ان کے نزدیک روشن خیالی کی معراج ہے (جو نہ دیکھنا پسند کریں ان کیلئے مشورہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کرلیں) مسلمان بھائیوں کو پکڑ کر کفار کے حوالے کرنا معاہدوں کی پاسداری ہے اور قرآن میں عہد پورا کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اور اپنے بھائیوں کا خون بہانے کیلئے کولیشن فورسز کا حصہ بننا وحدت ملت کے لئے ضروری قدم ہے کیونکہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

''ملت'' کا اصل معنی اور مفہوم جاننے کیلئے لغت دیکھنے کی ضرورت نہیں بس بڑوں کی بات پر اعتبار کریں۔

اپنے قومی ہیروز کو سر عام بے عزت کرنا، میڈیا پر لاکر معافیاں منگوانا اور نظر بند رکھنا وسیع تر قومی مفاد ہے۔

جہاد کا معنی قتال نہیں بلکہ قلم کا جہاد، علم کا جہاد، منشیات کے خلاف جہاد، دقیانوسیت کے خلاف جہاد اور جہادیوں کے خلاف جہاد ''جہاد اکبر'' ہے۔

قرآن کی آیات میں تحریف وتبدیل کی کھلی اجازت ہے، نصاب تعلیم میں دینیات کا داخلہ قطعاً ممنوع ہے اور آغا خانیات کی ترویج جائز ہے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے جو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

دوسرے $ سے تعلق رکھنے والے لوگ وہ ہیں جو شدت پسند، بنیاد پرست، دہشت گرد اور جہادی کہلاتے ہیں۔

ان کا خیال یہ ہے کہ دنیا اوپر سے نیچے ہو جائے قرآن کے احکام میں سرمو تبدیلی نہیں آسکتی۔ ترقی جتنی بھی درکار ہو آقا مدنی ﷺ کے طریقے کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ قرآن میں تحریف وتبدیل کی کوئی گنجائش نہیں، جہاد یعنی قتال فی سبیل ا ،ا کا حکم ہے اسے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمان کا خون حرام ہے کسی حال میں حلال نہیں ہوسکتا، مسلمان کو نقصان پہنچانے اور اسے قید کرنے کے لئے کافر سے معاہدہ نہیں کیا جاسکتا، قادیانیوں اور دیگر ملحدوں اور مرتدوں سے دوستی نہیں ہوسکتی اور انہیں اسلام کا لبادہ اوڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، توہین رسالت اور حدود کے قوانین میں ترامیم ناقابل قبول ہیں، مجاہدین کی مالی اور اخلاقی حمایت ترک نہیں کی جاسکتی، مدارس کے نظام اور نصاب میں سرکاری دراندازی ناقابل برداشت ہے، کشمیر، فلسطین، عراق، افغانستان اور دنیا بھر میں کفر سے برسرپیکار مجاہدین اور مظلوم مسلمانوں کی جدوجہد کو بند کرنے کے کسی عمل میں شرکت گوارہ نہیں، کسی بھی مصلحت یا ضرورت کے پیش نظر اپنے ہیروز کی توہین غیرت کے منافی عمل ہے۔ یہ ہر حال میں اپنا تشخص، وقار، دینی غیرت وحمیت اور اپنی اسلامی تہذیب کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں خواہ اس کی قیمت اپنے لہو سے ہی دینی پڑے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ جو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

صاحب بیان کا خیال یہ ہے کہ دوسرا طبقہ ہائی جیکر ہے اور ان کا مقصد ہمیں واپس پتھر کے زمانے میں دھکیلنا اور دنیا میں ترقی کے مواقع سے محروم کرنا ہے۔

جبکہ اس $ کے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہائی جیکر وہ لوگ ہیں جو ہمیں ہائی جیکر سمجھ رہے ہیں اور ان کا مقصد اور مطالبہ ہم سے ہمارا دینی تشخص چھین کر ہمیں بے شناخت اور بے غیرت قوم بنانا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے ان دونوں میں سے سچا کون ہے۔

ہائی جیکر کوئی بھی ہو بری خبر بہر حال یہی ہے کہ اسلام ہائی جیک ہو چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت کشمیری ؒ کا فیض

ختم نبوت کا تحفظ اور مرزائیوں کا تعاقب

ہمارے جملہ اکابر کا مشترکہ میدان رہا

اور

انہوں نے عظیم قربانیاں دے کر ہر موقع پر ختم نبوت کا علم سربلند کیا.....

نئے پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کے اجراء میں کامیابی پر مبارکباد.....

(شمارہ:I-13)

یہ ہمارے سارے اکابر ؒ کا مشترکہ محاذ ہے! جس وقت اس فتنے نے زور پکڑا اا تعالیٰ نے اس وقت کے سب سے بڑے عالم ابن حجر ثانی خاتمۃ المحدثین حضرت العلامہ سید انور شاہ کشمیری ؒ کو اس کے خلاف کھڑا کیا۔ حضرت ایک جذب کی کیفیت میں اس کے مقابل آئے پھر دنیا نے دیکھا میدان تدریس کے شہسوار نے اس میدان میں بھی ہر مقابل کو پچھاڑ دیا۔ بہاولپور کا مشہور مقدمہ' حضرت کشمیری کی للکار اور قادیانیت کے کفر کا تاریخی فیصلہ صفحۂ تاریخ پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہوگیا۔ اس فتح نے بھی سالار کو غافل نہیں کیا بلکہ تاحیات ان کی جدوجہد جاری رہی اور اپنے مایہ ناز شاگردوں کو بھی ہمیشہ یہی وصیت کرتے رہے کہ اس فتنے کو پروان نہ چڑھنے دینا۔ آقا مدنی ﷺ کے ناموس اور نبوت کے تحفظ کیلئے جہاں میدان میں نکل کر جان بھی دینا پڑے تو دریغ نہ کرنا۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی' حضرت الشیخ مولانا محمد یوسف بنوری' حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اا شاہ بخاری ؒ اسی لشکر انوری کے سپاہی تھے جنہوں نے اپنی زندگیوں کا مقصد ہی اس مشن کی تکمیل کو بنالیا۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد مملکت اسلامیہ پاکستان وجود میں آئی۔ قادیانی مشن اپنی پوری شیطنت کے ساتھ اس

نوزائیدہ مملکت میں آوارد ہوئے تا کہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک کو کبھی بھی اسلامی نہ بننے دیا جائے۔ اسلامی حکومت قائم نہ ہونے دی جائے اور آقا مدنی ﷺ کی خاتمیت پر ڈاکہ ڈال کر مسلمانوں کے ایمان خراب کئے جائیں۔ قادیانیوں نے بڑی کی۔ ہر حربہ استعمال کر کے کلیدی عہدے حاصل کئے۔ سرکار دربار میں اونچے مناصب تک رسائی حاصل کی۔ قریب تھے کہ اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتے لکل فرعون موسی کے مصداق حضرت امیر شریعت سید عطاء اشاہ قدس سرہ' اس کے مقابل آ گئے۔ 1953ء کی مشہور تحریک چلی۔ حضرت شاہ جی ؒ اور ان کے عظیم رفقاء کار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ؒ' قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ اور اس وقت کے تمام بڑے علماء کرام اور مفتیان عظام نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ گویا اس وقت شاہ جی ؒ کی آواز صور اسرافیل کا کام کر رہی تھی اور پوری کی پوری قوم دیوانہ وار اس پر لبیک کہتی ہوئی گھروں سے نکل کھڑی ہوئی۔ دس ہزار سے زائد آدمی ناموس رسالت پر قربان ہو گئے۔ جیلوں کی وسیع بارکیں تنگی داماں کی شکایت کرتی نظر آئیں اور شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کو پابند کرنے کیلئے کیمپ جیلیں قائم کی % ۔ دھمکی' دھونس' لالچ ہر طرح کے حربے استعمال کر کے اس تحریک کو رکوانے کی کوشش کی گئی حضرت شاہ جی ؒ اور ان کے رفقاء کار کے عزم بالجزم کے سامنے یہ سارے حربے تار عنکبوت کی طرح بکھر گئے۔ حضرت شاہ جی ؒ کی اس زمانے کی ایک تقریر بندہ نے اپنے نانا مرحوم کے پاس محفوظ دیکھی۔ ملتان میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میری صحت کی خرابی کی بناء پر میری پیاری بیٹی نے مجھے کہا کہ ابا جی آپ تقریریں نہ کریں اور تحریکی جلسوں میں شرکت نہ کریں ورنہ صحت مزید بگڑ جائے گی۔ میں نے اسے کہا بیٹی کیا تو پسند کرتی ہے کہ تیرا باپ بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے' نہیں! بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میدان میں نکل کر اپنے نانا کے دین کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے میری موت آ جائے تا کہ ان شہیدوں کے آگے سرخرو ہوں جو میری تقریریں سن کر نکل آئے اور ناموس رسالت پر کٹ گئے۔

یہ تحریک اپنے ظاہری انجام کے اعتبار سے تو کامیاب نہ ہوسکی اہل اسلام نے قادیانیت کے سیلاب کے آگے اپنی لاشوں کا بند باندھ کران کی نی کارروائیاں روک دیں۔

1974ء میں ایک مرتبہ پھر حضرت العلامہ کشمیری ؒ کے ہی شاگرد رشید حضرت اقدس علامہ محمد یوسف بنوری ؒ میدان میں اترے اور ایسے اترے کہ پوری دنیا میں قادیانیوں کے چہرے اتر گئے اور ان پر چڑھے ہوئے نقاب بھی۔ حضرت بنوری ؒ کی انتھک اور جدوجہد کے نتیجے میں مسئلہ اسمبلی تک جا پہنچا۔ اسمبلی میں حضرت مفتی محمود صاحب ؒ جیسے مجاہد فی سبیل ا کی ترجمانی اہل اسلام کو میسر آئی اور پھر بھٹو جیسے حکمران کو شہداء کے خون اور اولیاء ا کی دعاؤں اور توجہات کے آگے جھک کر وہ تاریخی فیصلہ لکھنا پڑا جس کی وجہ سے پوری دنیائے قادیانیت میں صف ماتم بچھ گئی، حضرت بنوری ؒ جب فیصلے کے ایام میں کراچی سے اسلام آباد روانہ ہوئے تو اپنے رفقاء سے فرما کر گئے کہ یا تو اب قادیانیت کا فیصلہ ہوکر رہے گا یا پھر یوسف بنوری اپنی جان قربان کر کے رہے گا۔ میر کارواں کا یہی سچا جذبہ تھا جس کے آگے جھکنے کے سوا حکمرانوں کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

قادیانی جب پاکستان میں اقلیت قرار دے دیئے گئے تو انہوں نے باہر ممالک میں مقیم مسلمانوں کو ایمان کی دولت سے محروم کرنے کیلئے یورپ و افریقہ کو اپنی نی چالوں کی جولانگاہ بنالیا۔ نوکریوں اور اچھے مستقبل کا لالچ دے کر غریب اور مجبور مسلمانوں کو سیدھے راستے سے ہٹانے کا عمل سرگرمی سے شروع ہوا تو خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب دام ظلہم کی زیر قیادت علماء اہل حق وہاں بھی ان کے تعاقب میں جا پہنچے۔ شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ، مناظر اسلام مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ اور ان کے رفقاء سروں پر کفن باندھ کر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دنیا میں نکل کھڑے ہوئے اور قادیانیوں کو کہیں چین کا سانس نہ لینے دیا، ساری دنیا میں ختم نبوت مراکز قائم ہوئے، انٹرنیٹ اور جدید مواصلاتی ذرائع ابلاغ پر بھی قادیانی پروپیگنڈے کا توڑ کیا گیا اور مسلمان ممالک کے حکمرانوں سے مل کر انہیں بھی اس فتنے کے سد باب پر متوجہ کیا گیا۔ اہل حق کی ان مساعی سے کفر کے ایوانوں میں

سراسیمگی پھیل گئی اور انہوں نے سر جوڑ کر اپنی بقاء اور اس نی مشن کی تکمیل کے لئے نئی پلاننگ پر غور کیا۔ امریکی تھنک ٹینک کی 2000ء میں مرتبہ رپورٹ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ امریکی صدر کی قومی سلامتی کی مشیر کنڈولیزا رائس (موجودہ وزیر خارجہ) نے قادیانیت کی ترویج کے لئے ایک ارب ڈالر فنڈ مختص کرایا۔ نیا بہ مرتب کیا گیا طریقہ کار میں تبدیلی کی گئی۔ دہشت گردی کا راستہ اپنا کر ان لوگوں کو راستے سے ہٹانے کی حکمت عملی تیار کی گئی جو ہر قادیانی بے کو اپنی موثر آواز اور پختہ عزم کے ذریعے خاک میں ملا دیتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا یوسف لدھیانوی شہید ؒ کو راستے سے ہٹایا گیا کیونکہ حضرت اب مجاہدین کے سرپرست اعلیٰ بن چکے تھے اور ان کی ایک آواز پر لاکھوں مجاہدین قادیانیت کا بیج ہی صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے اقدام کر سکتے تھے۔ پھر امام المجاہدین حضرت مفتی نظام الدین شامزئی ؒ کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور آخری وار کے طور پر سراپا اخلاص خادم الاولیاء حضرت اقدس مفتی جمیل خان صاحب ؒ کو اسی درندگی سے شہید کیا گیا۔ یہ وہ حضرات تھے جو صرف علمی وفکری میدان میں ہی قادیانیت کے لئے خطرہ نہیں تھے بلکہ مجاہدین کی بھرپور سرپرستی کے سبب کفار ان سے دوسرے انداز میں بھی خطرہ محسوس کرتے تھے، ان حضرات کے دنیا سے چلے جانے کے بعد قادیانیوں نے میدان آسان اور ہموار دیکھ کر اپنے بے کی پہلی کڑی منظر عام پر لائی اور پاکستان میں جاری ہونے والے نئے مشین ریڈ ایبل پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کرالیا، بظاہر یہ بات معمولی سی نظر آتی ہے اہلِ حق کی دوربین نگاہوں نے اس کے پوشیدہ مضمرات کو بھانپ لیا کہ دراصل یہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر قادیانیوں کی حرمین شریفین تک رسائی کو ممکن بنانے کی ایک ناپاک کوشش تھی، حضرت کشمیری ؒ کی روحانی اولاد پھر بیدار ہوئی اور ایک بھرپور جدوجہد کے بعد الحمد اہلِ حق حکومت کو جھکانے میں کامیاب ہو گئے، اہلِ اسلام کو مبارک ہو کانے دجال مسیلمۂ پنجاب کی قبر میں ایک آگ اور لگ گئی، قادیانیت کے تابوت میں ایک کیل اور ٹھونک دیا گیا، حضرت کشمیری ؒ کی روح کو مبارک باد، حضرت شاہ جی ؒ، حضرت شہید اسلام لدھیانوی ؒ، حضرت چنیوٹی ؒ،

حضرت شامزئیؒ، حضرت مولانا جمیل خانؒ، حضرت بنوریؒ کی ارواح کو مبارک باد اور سلام پہنچے۔ حضرت خواجہ صاحب دام ظلہم اور ان کی جماعت کو سلام اور مبارک باد جنہوں نے اپنے اکابر کے طریقے پر چلتے ہوئے قادیانیوں کو ایک بار پھر دھول چٹائی، حضرت سعدی کو مبارک باد جنہوں نے اپنے خون کی سرخی سے مذہب کا خانہ بحال کرانے کا عزم کیا۔ دنیا کے ہر کونے میں برسرِ پیکار ان سرفروش مجاہدوں کو مبارک باد اور سلام جو اپنے عمل سے قادیانی ملعون کی جہاد ختم کرنے کی سازش کا تار و پود بکھیر رہے ہیں۔ ان تمام شہداء کی ارواح کو سلام جنہوں نے ناموس رسالت ﷺ اور آقائے مدنی ﷺ کے لائے ہوئے سچے دین کی حفاظت میں اپنی جانیں لٹا دیں۔ ہواؤں کے دوش پر سوار میرا اسلام صدیق اکبرؓ سے لے کر خواجہ خان محمد مدظلہٗ تک ہر اس قائد کو جس نے ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کی خاطر اپنی فوجوں کو جھوٹے نبیوں کے نی لشکروں سے لڑایا۔

☆☆☆☆☆

ابتداء پسندی

''انتہا پسند''''انتہاء پسندی'' کے الفاظ تو آپ نے بہت
سنے ہوں گے.....آیئے! ایک نیا لفظ سنیئے .....ابتداء
پسندی.....لبرل انتہاء پسندوں کے منہ پر ایک زوردار
طمانچہ.....(شمارہ:I-18)

میرا نام قدامت پسند ہے۔ میرے ایک دوست ہیں جناب جدت پسند صاحب ،انہوں نے آج کل میری ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آج کل ان کا پسندیدہ مشغلہ مجھے نت نئے ناموں سے نوازنا اور مجھے دنیا کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دے کر لوگوں کو میرے خلاف اکسانا ہے۔ میرا جو نام یہ سب سے زیادہ ذکر کرتے ہیں وہ ہے ''انتہا پسند'' اور ان کے نزدیک سب سے قابل نفرت و مذمت بھی یہی انتہا پسندی ہے۔ میرا ان کے خلاف دعویٰ یہ ہے کہ اس نام کے مجھ سے زیادہ مستحق وہ خود ہیں اور انتہا پسندی میرا نہیں بلکہ ان کا عمل ہے۔ میں نے اہل انصاف کی عدالتوں سے رجوع کرنے کی بہت کوشش کی تا کہ اس مقدمے کا فیصلہ کر سکیں کہیں شنوائی نہیں ہوئی۔ پھر بذریعہ ایک مشہور و معروف حکایت مجھے علم ہوا کہ ''انیاؤ پور'' کی عدالت میرے مقدمے کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ ''انیاؤ'' کا معنی ہے نا انصافی۔ آج میں اپنا مقدمہ اس عدالت میں پیش کر رہا ہوں ممکن ہے انصاف مل جائے۔ عدالت عالیہ کی کارروائی شروع ہے مجھے دعوت دی گئی ہے کہ میں ثابت کروں کہ انتہا پسند میں نہیں بلکہ میرے دوست جناب روشن خیال صاحب ہیں۔

قابل صد احترام منصفین حضرات!

میرے ان دوست نے اسلام کی نظریاتی سرحدوں پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ ''جہاد فی سبیل ا ''

اسلام کے محکم ترین فرائض میں سے ایک ہے انہوں نے اس کا انکار کر کے الحاد کی انتہاء کر دی ہے۔ سود حرام قطعی ہے مگر انہوں نے اس کی بندش کے قرآنی اور عدالتی حکم کو چیلنج کر کے اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ کیا یہ دیدہ دلیری کی انتہا نہیں؟ کیا میرے ان دوست نے اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر کافرانہ بود و باش اور ان کا لباس اپنا کر بے غیرتی کی انتہاء نہیں کی؟ کیا انہوں نے کافروں کا دست و بازو بن کر اپنے مسلمان بھائیوں کا خون بہا کر اور انہیں پابند سلاسل کافروں کے حوالے کر کے بے حمیتی کی انتہاء نہیں کر دی؟ کیا یہ بے شرمی کی انتہاء نہیں ہے کہ بسنت، نیو ایئر نائٹ اور ویلنٹائن ڈے جیسے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی تہواروں پر اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو بے پردہ دنیا بھر کے سامنے تماشا بنایا جائے؟ کیا کافروں کے مذہبی تہواروں میں انہی کا روپ اپنا کر شرکت کرنے کو دین سے بغاوت کی انتہاء نہیں کہا جائے گا؟

کیا کشمیر جیسے قومی اور ملی مسئلے پر بزدلانہ فیصلے قومی مؤقف سے انحراف کی انتہاء نہیں ہے؟ جب یہ سارے افعال میرے ان محترم کے ثابت و محقق ہیں تو انہیں انتہاء پسند کیوں نہیں کہا جاتا؟ میرے پاس ان کی انتہاء پسندی کے اور بھی بہت سے دلائل ہیں جو وقت کی کمی اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے میں ذکر نہیں کر رہا بس مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر انہی دلائل پر اکتفاء کرتا ہو۔

میرے ان دلائل کے بعد جج صاحب نے محترم جدت پسند کو دعوت دی کہ وہ کٹہرے میں آ کر اپنا مؤقف پیش کریں۔ اب آپ ان کی گفتگو سنئے۔

محترم جج صاحب!

آپ نے دقیانوس صاحب کے دلائل سنے جن میں انہوں نے مجھے ''انتہاء پسند'' ثابت کرنے کی کوشش کی۔ انہیں یہ ہمت اس لئے ہوئی کہ میں نے عرصہ دراز سے انہیں تو انتہاء پسند کا خطاب دے رکھا ہے اپنے لئے کوئی نام اختیار نہیں کیا۔ مجھے بے نام دیکھ کر انہوں نے یہ باور کیا کہ میں بیرنگ لفافہ ہوں اور یہ اپنا ٹکٹ اتار کر مجھ پر چسپاں کر دیں گے، میں آج اس بھری عدالت میں ان کی یہ غلط فہمی دور کر دیتا ہوں۔

یور آنر! انہیں میں انتہاء پسند اس لئے کہتا ہوں کہ میں خود ''ابتداء پسند'' ہوں۔ آپ نے یہ

اصطلاح پہلی بار سنی ہوگی اس لئے آپ حیران تو ہوں گے میں آپ کی حیرانی ابھی دور کر دیتا ہوں۔

آپ کو علم ہے کہ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اس کی ابتدائی حالت کو بچپن کہا جاتا ہے۔ بچے کو لباس کی کوئی فکر نہیں ہوتی، جو مل گیا، پہنا دیا گیا اس نے خوشی سے پہن لیا۔ نیکر ہو، پینٹ ہو یا اسکرٹ ہو حتیٰ کہ صرف پیمپر ہی کیوں نہ ہو۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ انسان آج بھی اپنی ابتدائی عمر کی طرح لباس کے معاملے میں بچہ رہے اور ہر قسم کی پابندی سے آزاد رہے۔ اس طرح بچے کو بھری مجلس میں ننگا ہونے سے کوئی عار نہیں آتی، ہماری آج بھی یہی دعوت ہے۔ بچہ حلال، حرام کے معاملے میں بے فکر ہوتا ہے، ہر گندی، اچھی چیز اٹھا کر کھا لیتا ہے ہم یہی کہتے ہیں کہ انسان ہر چیز کھائے۔ زندگی ہے ہی مزہ کرنے کے لئے حرام حلال کے چکر میں پڑ کر اپنا عیش مکدر نہ کرے۔

بچہ ایسی زبان میں باتیں کرتا ہے جو کسی کو سمجھ نہیں آتی۔ غالباً خود اس کو بھی ہم اس لئے پاپ میوزک پسند کرتے ہیں جو نہ گانے والے کو سمجھ میں آتا ہے نہ سننے والے کو۔ بچہ جب شور مچاتا ہے تو ماں باپ نہ سمجھتے ہوئے بھی خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ ماشاء اللہ بول رہا ہے اسی طرح ایک میراثی جب سٹیج پر کھڑا ہو کر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا ہے اور شور مچاتا ہے تو باقی سب سننے والے خوب خوشی مناتے ہیں اور نہ سمجھتے ہوئے بھی ناچتے ہیں۔

بچہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر اسلامی فرائض کا پابند نہیں ہوتا، اسی طرح ہمیں بھی ان فرائض سے آزاد رہنا ہی پسند ہے۔ ہاں جس طرح ماں باپ کبھی نمائشی طور پر بچے کو نماز پڑھا کر لوگوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی سال بسال خصوصی مواقع پر نماز پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

بچہ خود ہر کسی کو مارتا رہتا ہے جوابی مار بالکل برداشت نہیں کرتا۔ اسی طرح ہم بھی پسند کرتے ہیں کہ خطرات سے بچاؤ کے لئے پیشگی حملہ کرنے کی صورت میں آگے کوئی مزاحمت کر کے دہشت گردی کو فروغ نہ دے۔

بچہ تفریحات کا بہت شوقین ہوتا ہے۔ ہر تفریح کے موقع پر خوب سجایا سنوارہ جاتا ہے اور کھل کر ہلہ گلہ کرتا ہے، تفریحات کے موقع پر ہمارا طرز عمل بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بچہ آخرت

،حساب کتاب وغیرہ معاملات سے بالکل بے نیاز ہوتا ہے اوران باتوں کی طرف قطعاً دھیان نہیں کرتا، ہم بھی اسی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر داڑھی نہیں ہوتی، سر پر بال بھی کسی ترتیب کے پابند نہیں ہوتے، ہم چاہتے ہیں کہ انسان اپنی بقیہ زندگی بھی ان چیزوں کے بغیر گزار دے تو اس پر کوئی طعنہ زنی نہیں کی جانی چاہئے۔

ہاں اس بات کے جواب میں کوئی شدت پسند، انتہاء پسند بھائی دانتوں کی مثال دے کر ہمارے دانت کھٹے کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہم ابتداء پسند ہیں اتنے بھی نہیں۔ بچہ اپنے منہ سے نکلی ہوئی کسی بات کا جواب دہ نہیں ہوتا بعض اوقات کوئی انتہائی نامناسب بات بھی منہ سے نکال دے تو کوئی اسے مارتا یا ٹوکتا نہیں۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اظہار رائے کی آزادی کی آڑ میں ہر شخص کی زبان کو کل اختیارات دے دیئے جائیں۔ چاہے تو دینی معاملات میں کلام کرے، پسند کرے تو اسلامی قوانین کی دھجیاں اڑائے، جی میں آئے تو قرآن وحدیث پر اعتراضات کرے کسی کو چیں بہ چیں نہ ہونا چاہئے۔

یورآنر! میرے خیال میں ابتداء پسندی کے ثبوت کے لئے اتنے دلائل کافی ہیں اور مجھے امید ہے کہ میرے دوست کو تسلی ہوگئی ہوگی کہ میں ابتداء پسند ہوں انتہاء پسند نہیں۔

اور میرے دوست نے میری جو انتہاء پسندیاں بیان کی ہیں ان کا معنی بھی اگر غور کیا جائے تو میری یہی ابتداء پسندی ہے میں ابتداء پسند ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔ میرے دوست مسٹر قدامت پسند اگر اب بھی مطمئن نہیں اور جواب میں کوئی دلائل دینا چاہیں تو بڑے شوق سے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ بچوں کی ایک عادت ہوتی ہے کہ دلائل کی بناء پر وہ کسی کی بات نہیں مانتے اور میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ ہم بچے ہیں۔

جی مسٹر دقیانوس! عدالت عالیہ اس قضیے کا فیصلہ سنانے سے قبل آپ کو ایک موقع دیتی ہے۔ اگر آپ کوئی بات کہنا چاہتے ہیں تو کٹہرے میں تشریف لائیں!

جی ہاں جج صاحب!

میں ان دلائل کے بعد بھی اپنے سابقہ بیان کی روشنی میں اپنے دعوے پر قائم ہوں کہ

مسٹر جدت پسند کٹر انتہاء پسند ہیں۔ اپنے اس بیان میں میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ابتداء پسند میں ہوں نہ کہ میرے بھائی مسٹر جدت پسند۔

یور آنر! میں مسلمان ہوں، دینِ اسلام پر یقین کامل رکھتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ دین اسلام کی ابتداء کیا ہے؟ غارِ حرا میں محمد عربی ﷺ پر اترنے والی پہلی وحی اقراء باسم ربك الذی خلق

''پڑھئے! اپنے اس ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا۔''

رب نے پیدا کیا' اسے غلیظ پانی کے قطرے سے' پھر جما ہوا خون بنایا' پھر لوتھڑا بنایا' ان سب مراحل سے گزار کر احسن تقویم میں ڈھالا، ایک خوبصورت انسان کی شکل میں وجود بخشا' پھر حکم دیا' پڑھ۔ میں اس حکم کی تعمیل میں پڑھتا ہوں' پڑھ اپنے بزرگی والے ربّ کے نام سے' جس نے قلم کے ذریعے تجھے علم دیا۔

جج صاحب! میں قرآن پڑھتا ہوں' اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اپنے ربّ کی بزرگی مانتا ہوں اس لئے کسی اور کی عظمت نہیں مان سکتا۔ میرے ربّ نے قلم کی شان بیان کی ہے اور اسے ذریعۂ علم قرار دیا ہے، میں اس کی شان کا خیال رکھتا ہوں، اسے علم کی نشر واشاعت اور حق کی ترویج کے لئے استعمال کرتا ہوں' دنیا کمانے اور پیٹ کا جہنم بھرنے کیلئے اسے غلط استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتا۔

میرے رب نے مجھے وہ چیزیں بتائیں جو میں نہیں جانتا تھا۔ اس کی اس نعمت کے شکریہ کے طور پر میں اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔

میں اپنا اچھا برا نہیں جانتا' میرے ربّ نے جس چیز کو میرے لئے اچھا بتایا' اسے حرزِ جان بناتا ہوں جسے بُرا بتایا اس سے بچتا ہوں' یہ انتہاء پسندی نہیں میری ابتداء پسندی ہے۔

مجھے اسی ابتداء میں بتا دیا گیا کہ انسان ربّ کا نافرمان ہے کیونکہ ربّ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا ذاتی کمال جان کر اکڑ جاتا ہے' اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ ربّ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے ا کے بعض بندے تکبر اور حد سے زیادہ روشن خیالی کا شکار ہو کر

بندوں کو نماز سے روکنے لگتے ہیں اور برائیوں کی دعوت دیتے ہیں' تا کہ میں ان کے پھندے کا شکار نہ ہوں بلکہ ان سے بچوں' بعض تو اس قدر انتہاء پسند ہوتے ہیں کہ تکذیب تک کرنے لگ جاتے ہیں اور اعلانیہ ربّ کے احکامات سے روگردانی و بغاوت کرتے ہیں۔ کیا یہ نافرمان جانتے نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ میرے ربّ نے ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ اگر یہ شدت پسند اور انتہاء پسند باز نہ آئے تو ہم انہیں پیشانی کے بل گھسیٹیں گے' اور ان کے سر پر غرور کو خاک میں ملائیں گے۔ اس وقت امریکہ اور طاغوت کی طاقت کو سجدہ کرنے اور ان کی حمایت سے مومنین پر ظلم کے پہاڑ توڑنے اور میں، میں کے نعرے لگانے والوں کو کہیں گے کہ اپنے معاونین کو بلاؤ' امریکہ اور یورپ کو بلاؤ' بش اور بلیئر سے مدد مانگو' ایٹم بم' فوجیں اور ایجنسیاں حرکت میں لاؤ' ہم اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلائیں گے' پھر دیکھ لیں گے جیت کس کی ہوگی۔

آخر میں میرے ربّ نے پھر مجھے مخاطب کیا اور حکم فرمایا کہ بندے دنیا میں ان کی ظاہری قوت وشوکت سے مغلوب اور شور شرابے سے مرعوب ہو کر کہیں ان کے آگے سر تسلیم خم نہ کر لیں' ان کی اطاعت نہ کر لیں' ان کی جنگی قوت سے ڈر کر اپنے دین سے اور نظریات سے دستبردار نہ ہو جانا' بلکہ میرے دربار میں سربسجود ہو کر میرے قریب آ جانا' میں تیرا حامی و مددگار بن جاؤں گا۔ میں تیرا مولیٰ ہوں ان کافروں' منافقوں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

جج صاحب! یہ میری ابتداء ہے مجھے جو دین دیا گیا وہ یہیں سے شروع ہوا اور "الیوم اکملت لکم دینکم" کے اعلان پر مکمل و منتہی ہو گیا' میں اس پر عامل ہو' میرا یہ عمل ابتداء پسندی ہے' نہ کہ انتہاء پسندی۔

قارئین کرام! فیصلہ آپ کیجئے ہم دونوں میں سے ابتداء پسند کون ہے اور انتہاء پسندی کے لقب کا زیادہ مستحق کون؟ آخر آپ بھی تو اسی "انیائے پور" کے باسی ہیں۔

☆☆☆

پیغام

گانتانا موبے کے بدنام عقوبت خانے میں
قرآن پاک کی توہین کی جسارت کیوں کی گئی.....
ہندوستان میں آر ایس ایس کے جنونی ہندوؤں نے
سرعام قرآن پاک جلائے.....ایک ہی وقت میں دنیا
کے کئی گوشوں میں ''شرارتی مہم'' شروع ہونے پر اہل ایمان
کے نام قرآن کا پیغام.....(شمارہ:1)

بالآخر ان کی نظر وعقل اصل سبب اور جڑ تک پہنچ ہی گئی ہے اور اب سارے متحد ومتفق ہوکر باہمی کوششوں سے اسی کو مٹانے پر لگ گئے ہیں۔انہوں نے مسلمانوں کو نماز سے ہٹانا چاہا مصروفیات' معاشی مجبوریوں اور عیاشیوں میں ڈال کر دین کی بنیاد اور ستون سے دور کیا۔ ہزاروں بیڑیاں اور زنجیریں اس کے قدموں میں ڈال دی تاکہ مسجد کی طرف نہ جاسکے' کئی جھوٹے خداؤں کے آگے اس کی جبین نیاز جھکا دی تاکہ خدائے وحدہ لاشریک کو سجدہ نہ کرسکے' دنیا کو اس کا قبلہ اور مال اندوزی کو کعبہ بنا دیا تاکہ بیت ا کی طرف رخ پھیرنے کے قابل نہ رہے' رحمۃ اللعالمین ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور بدن کی راحت اس کیلئے تکلیف دہ چیز بنا دی تاکہ صراط مستقیم پر قائم نہ رہ سکے۔سب کچھ کرکے اشرف المخلوقات کو بے نمازی بنا کر احسن الخالقین کی نظر میں کتے اور خنزیر جیسا بناڈالا مگر مقصد پھر حاصل نہ ہوسکا۔

پیٹ پرستی' لذات وشہوات کی حرص میں مبتلا کرکے روزے سے بھی دور کرنے کی کوشش کی' آہ! ظالموں نے اس عمل سے کتنے مسلمانوں کو غافل کردیا جس کا بدلہ خود ا تعالیٰ

ہے، صبح سے شام تک چند ساعتوں کی بھوک، پیاس اور شہوت برداشت کرنے کی جزاء خود مطلوب ومحبوب حقیقی کا وصال قرار پائی تھی، بہیمت کے اس طوفان نے اس ادنی مجاہدے کے قابل ہی نہ چھوڑا اور انسان کو بہائم کی مثل چرنے اور ہوائے نفس پر عمل کرنے کا خوگر بنا دیا، مقصد پھر بھی پورا نہ ہوسکا۔

حب دنیا کی غلاظت، مال پر مال جمع کرنے کی ہوس، خواہشات کی بہتات، بخل اور شح مطاع کا ایسا دور دورہ کیا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی بوجھ معلوم ہونے لگے سینکڑوں قسم کے ٹیکس ادا کرکے دولت کمانے والوں پر اپنے مال کی طہارت کیلئے اس میں سے ا کا حق ادا کرنا اس درجہ شاق ٹھہرا کہ اس سے بچاؤ کیلئے اپنا مذہب چھوڑنے تک آمادہ ہوگئے۔ مسلمان کو دنیا کی طلب میں اس قدر گرا کر اپنے مقصد حیات سے لاعلم کردیا مطلوب پھر بھی پورا نہ ہوسکا۔

تکبر، عجب اور آرام طلبی کا ایسا خوگر بنا ڈالا کہ حج جیسے مقدس فریضے کی قدرے مشکل ادائیگی کا تصور ہی محال ہوجائے، کون اپنے معیارِ زندگی سے نیچے آکر ادنیٰ درجے کا لباس اختیار کرے؟ عوام الناس سے اختلاط کیونکر ممکن ہو؟ امیر وغریب ایک خیمے میں سکونت اور ایک صف میں عبادت کیسے کرسکے؟ کون گرمی اور مٹی برداشت کرکے مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار بنے؟ سوطرح کی مشکلات کے پہاڑ کھڑے کردیئے کہ مسلمان فریضۂ حج کی ادائیگی سے اجتماعیت کا سبق اور گناہوں کی بخشش حاصل نہ کرسکے مقصود کا حصول پھر بھی نہ ہوسکا۔

بزدلی، وہن، کمزوری اور اختلافات میں پھنسا کر جہاد کے میدان سے بھی دور لے جانے کی بھرپور کوشش کرکے دیکھ لی، زیادہ سے زیادہ جینے کی حرص، مال وجاہ کی ہوس، بیوی بچوں اور خاندان کی ، سستی، مشکلات کا خوف، دشمن کی طاقت کا ڈر، خوفناک پروپیگنڈہ، دہشتگردی، بنیاد پرستی، انتہاء پسندی جیسے القاب، غرضیکہ ہر طرح کی دیواریں کھڑی کرکے مسلمان کو عزت وسربلندی، شہادت وسرفرازی کے میدانوں سے باز رکھنے کی ہر ممکن سعی آزما لی نتیجہ حسب خواہش برآمد نہ ہوسکا۔

سود کی لعنت، بے حیائی، بے غیرتی اور عریانی کے طوفان، اپنوں کی غداریاں، حکمرانوں

کی دین دشمنی اور ایمان فروشی' جیسے مضبوط ہتھیار بھی پورے طور پر کارآمد ثابت نہ ہو سکے' مساجد آباد' مدارس معمور' رمضان کا تقدس برقرار' حاجیوں کی تعداد میں سال بسال اضافہ' اور جہاد کے میدانوں میں کڑکتی بجلیاں اور برستے شعلے' فدائی حملوں کی بھرمار' ہر طرف سے فدائین کی یلغار' عسکری کارروائیوں کا تیز ہوتا ہوا طوفان' چیخ چیخ کر ماکرین کو جتلا رہے ہیں کہ تمہارے سارے مکر ناکام ہو گئے' تمہاری سب تدبیریں اکارت ہو%' اربوں ڈالر کے مصارف قرآن کی پیشن گوئی کے مطابق حَسۡرَةً عَلَيۡهِمۡ ثابت ہوئے' جو تھوڑی سی کامیابی تمہیں ملی تم اس پر چند دن خوشیاں منالو خیر الماکرین کی تدبیر تمہاری ساری سازشوں پر غالب آ چکی ہے' پوری کامیابی تمہیں کبھی حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

ماتم بپا ہوتا ہے' گنجے سر پھر مجتمع ہوتے ہیں' ناکامیوں کا رونا رویا جاتا ہے' مستقبل کے لائحہ عمل تیار کئے جاتے ہیں' تلاش کرو وہ کون ہے' جو صدیوں سے ہماری محنتیں ضائع اور ہمارے اموال برباد کر رہا ہے' کیا چیز ہے جو ہے ہماری سازشوں کو بار بار طشت از بام کر کے ہمیں ننگا کرتی ہے' ہمارے بوں اور مضبوط حیلوں کا پردہ چاک کرنے والی قوت آخر ہے کون سی؟ کیا نام ہے اس طاقت کا جو ہمارے بھگائے ہوؤں کو کھینچ کر واپس راستے پر لا ڈالتی ہے؟ جہاد جو ہماری موت اور ہمارے لئے عذاب الٰہی ہے کس کے بل بوتے پر زندہ ہے؟ فدائی حملے کون کراتا ہے؟ عسکری کارروائیوں کے طوفان کون اٹھاتا ہے؟ کیا ہے جو کمزوروں اور نہتوں کو اتنا مضبوط کر دیتا ہے کہ سیلابوں کے رُخ موڑ دیں اور طوفانوں کو ہاتھوں سے روک لیں؟ ہماری طاقت کی اصلیت کون ظاہر کر کے ہمارا رُعب و دبدبہ خاک میں ملاتا ہے؟..... ڈھونڈو! تلاش کرو! اس معلم کو جو ہمیں قتل کرنے اور ہم سے لڑنے کا حکم سنا اور طریقہ رہا ہے؟ اسے مٹا دو' اسے ختم کر دو' تاکہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکیں' اسے آگ لگا دو' اسے دنیا سے نابود کر دو' جی ہاں! مل گیا'' یہ قرآن ہے'' ا ربّ العزت کا کلام' بے نمازیوں کو نماز کا حکم سناتا ہے' عذاب کی وعید لاتا ہے' وہ واپس صراطِ مستقیم پر آ جاتے ہیں' روزہ' زکوٰۃ' حج جتنا بھی مٹاؤ یہ زندہ کر دیتا ہے' نہ کرنے پر ڈر سناتا ہے' عمل کرنے والوں کو

جنت کی نعمتوں اور خالق کی رضاء کے پروانے دکھا کر شوق بڑھاتا ہے۔

جہاد کے میدان اسی کے دم سے آباد ہیں۔ سینکڑوں آیات صرف اسی موضوع پر اس کے پاس محفوظ ہیں۔

فیصلہ ہوگیا' اب صرف اسی کو مٹانے پر اپنی ساری توانائیاں صَرف کرتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں۔

دشمن اصل جڑ تک پہنچ گیا ہے' اور اس کی کوششیں منصۂ شہود پر آنا بھی شروع ہوگئی ہیں' پہلے گوانتاناموبے کے واقعات اور وہاں ہونے والی قرآن دشمنی کو انہوں نے خود ظاہر کیا' تاکہ مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا جائے اور ساتھ ساتھ ان کے جذبات اور احساسات کو بھی پرکھ لیا جائے۔ تحریف قرآن کی منظّم کوششوں کا آغاز کیا جاچکا ہے' اور قرآن کے نام پر کئی خود ساختہ خود نوشتہ تحریف شدہ کتابیں منظر عام پر لائی جارہی ہیں' عصری اداروں کے نصاب سے قرآن کی تعلیمات کا اخراج بھی اس مہم کا حصہ ہے' جس کا مقصد عام مسلمانوں کو قرآن پاک کے احکامات سے بے بہرہ کرنا ہے' چرچوں اور کنیساؤں میں قرآن سے نفرت کا درس دیا جارہا ہے اور اس کی باتوں کو غلط انداز میں پیش کر کے ان کے خلاف لوگوں کو اُکسایا جارہا ہے۔ انٹرنیٹ پر سینکڑوں کی تعداد میں ایسی ویب سائیٹس حال میں لانچ کی گئی ہیں جو ہر زبان میں قرآن کے خلاف مواد فراہم کررہی ہیں۔ دنیا بھر کی اسلام دشمن تنظیموں اور تحریکوں کو بھی اس کام میں حصہ ڈالنے کیلئے فنڈز اور تکنیکی مدد فراہم کی جارہی ہے، اسی ہفتے ہندوستان کی کٹر انتہاء پسند تنظیموں جن میں آر۔ایس۔ایس اور اس کی بغل بچہ وشوا ہندو پریشد نے بھی اپنی آفیشل ویب سائیٹوں پر قرآن فولڈرز قائم کئے ہیں۔ جن میں قرآن کے خلاف ہرزہ سرائی پر مبنی مواد رکھا گیا ہے۔

ویب سائٹ پر ایک عنوان ہے کہ قرآن اسلامی دہشت گردی یعنی جہاد کا منبع اور سرچشمہ ہے (نعوذ باللہ) یہ بات ان نام نہاد مسلمان دانشوروں کیلئے شرم کا مقام ہے جو دن رات جہاد کو قرآن کے منافی ثابت کرنے اور جہاد کے بغیر قرآن دنیا کے سامنے پیش کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

ان ساری نی حرکتوں کے سبب قلوب مجروح ضرور ہوئے ہیں ان عقل کے اندھے دشمنوں کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان کو جتنا دُکھایا اور دبایا جائے اس کا ردِعمل اتنا ہی سخت ہوتا ہے، رہی بات قرآن کو مٹا سکنے یا ختم کر سکنے کی، تو اس مشن کی ناکامی کا ذمہ تو ربّ العزت نے خود اپنے پاس رکھا ہے، اس نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے نازل کردہ کلام کی خود حفاظت کرے گا اس لئے ہمیں اس کے انجام کی تو فکر نہیں البتہ ہم یہ ضرور بتا دیتے ہیں کہ ہمارے پیارے، مقدس، مطہر، محکم.....قرآن نے اپنی قربانی دے کر اپنے مجاہدوں کو یہ پیغام دے دیا ہے کہ میری عزت پر اُٹھنے والی ہر انگلی کو توڑنا اور مجھے مٹانے کیلئے وجود میں آنے والے ہر نظام کو مٹانا اب تم پر پہلے سے زیادہ فرض ہو گیا ہے۔ اے میری بے حرمتی پر مجروح دل ہونے والو! اُٹھو اور مجھے ہاتھ میں تھام کر، دل میں بسا کر، میرے دشمنوں کو ان کا انجامِ بد دِکھا دو۔

☆☆☆

نی نظریہ

امریکی صدر بش نے اسلام کے نظریۂ جہاد کو (نعوذ با) نی نظریہ قرار دیا.....صدر بش سے چند دوٹوک باتیں اور اسلام کے نظریۂ جنگ کا مغرب کی جنگوں سے ایک تقابل.....

(شمارہ:7)

نظریات دو طرح کے ہوتے ہیں، انسانی نظریات اور نی نظریات۔ انسانی نظریات وہ ہوتے ہیں، جن کا مبنی انسانیت کی فلاح و بہبود اور دونوں جہانوں میں کامیابی ہوتا ہے، ایک انسان کو انسانیت کا ہمدرد و غمخوار، اعلیٰ مقاصد کا طلبگار، خالق کا پیروکار اور بدی کی طاقتوں سے برسرپیکار بنانے والا نظریہ ہی انسانی نظریہ کہلانے کا حقدار ہوتا ہے، اور اس کے برخلاف جو نظریہ انسان کو نفس کا پجاری، مال کا بھکاری، عزتوں کا شکاری اور ن کا حواری بنادے وہ حقیقت میں نی نظریہ ہوتا ہے۔

اس وقت دنیا میں نظریاتی جنگ عروج پر ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو دین اسلام کو ایک مکمل نظریۂ حیات قرار دیتے ہیں اور اس کے ہر ہر حکم پر عمل کرنے کو واحد ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں اور انسانیت کی ترقی اور اس کے گمبھیر مسائل کا حل مکمل دین اسلام میں مضمر مانتے ہیں، جبکہ دوسرے لوگ 0 الفاظ میں تو نہیں اشارات و کنایات میں پورے اسلام کو نعوذ با ایک نی نظریہ قرار دے رہے ہیں۔ اس کے خلاف مختلف حیلوں اور بہانوں سے نفرت پھیلا رہے ہیں اور ایک بھرپور ابلاغی مہم کے ذریعے اسے انسانیت مخالف اور ترقی دشمن نظریہ ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ان دونوں کے بیچ ایک طبقہ اور ہے جو اس پروپیگنڈہ مہم سے متاثر ہو کر اپنے نظریہ کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو چکا ہے اور دشمنوں کے سامنے شرمساری سے بچنے کیلئے اس میں مسلسل قطع و برید کرتا چلا جا رہا ہے تاکہ

اسے ان کی نظروں میں قابل قبول بنا سکے۔

"الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا"

(الکہف)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری دنیا میں اکارت ہوگئی اور وہ اپنے گمان میں کچھ اچھا کام کرتے رہے) کا مصداق یہ لوگ نہیں تو اور کون ہے؟ جو اپنی اس بے کار ومشقت سے نہ اکو راضی کر رہے ہیں اور نہ ہی یہ کافر لوگ ان سے رضامند ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس مہم میں جس چیز کو سب سے زیادہ ہدف بنایا جا رہا ہے وہ اسلام کا نظریہ جہاد ہے۔ ہر طرف یہ شور مچایا جا رہا ہے کہ جہاد دہشت گردی کا دوسرا نام ہے، جہاد کے نام سے کی جانے والی کارروائیاں اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہی ہیں، لوگ جہاد کی وجہ سے اسلام سے ہی متنفر ہوتے جا رہے ہیں، مدارس کے خلاف کارروائیاں کی جا رہی ہیں صرف اس بناء پر کہ ان میں جہاد کا سبق پڑھایا جاتا ہے، نعوذ با قرآن پاک سے ان سینکڑوں آیات کو نکالنے کی بات کی جا رہی ہے جن میں جہاد وقتال کا حکم آیا ہے، اس لفظ کے معنی میں تحریف وتبدیلی کا ایک طوفان بدتمیزی برپا ہے۔ ہر آئے دن اس کے بارے میں کسی دانش خور کی کوئی نئی تحقیق منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔ اسلام قتل وغارت کا حکم دیتا ہے، اسلام لوٹ مار کی ترغیب دیتا ہے، اسلام کہتا ہے کہ کافروں کو ختم کر دو، ان کے اموال تباہ کر دو، مسلمان ہمیشہ سے دنیا میں جنگیں پھیلاتے آ رہے ہیں، اسلام تلوار کے زور پر زبردستی پھیلایا گیا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب کچھ اتنی شدت سے کیا جا رہا ہے کہ مسلمان اس کی رو میں بہتے چلے جا رہے ہیں اور اب ایک بڑی تعداد نے اس جھوٹ کے سیلاب کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور اعلان کر دیا ہے کہ اسلام میں جہاد کا معنی قتال نہیں بلکہ اس سے مراد دوسرے ہزاروں قسم کے جہاد ہیں جن میں سرفہرست خود مجاہدین اور مدارس کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ کیا اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں نے

لڑائیاں نہیں کیں؟ کیا انہوں نے مذہب کے نام پر مقدس جنگیں برپا نہیں کیں؟ کیا ان کی تاریخ کا دامن اس کشت وخون سے یکسر خالی ہے جو اسلامی تاریخ میں دکھایا جارہا ہے؟

اور کیا جنگ صرف اور صرف ایک نی نظریہ ہے یا اسے انسانیت کے فلاح و بہبود کے لئے بھی عمل میں لایا جاسکتا ہے؟ اگر ہے تو صرف اسلام کی نہیں سب کی جنگوں کو ہدف تنقید بنایا جانا چاہئے اور اگر نہیں تو تاریخ عالم کے صفحات کھنگال کر تمام حروب اور ان کے نتائج کو نظر میں لاکر موازنہ کرنا چاہئے کہ کون کون سی جنگیں نی نظریئے کے تحت لڑی % اور کن معرکوں کے نتیجے میں انسانیت کے اعلیٰ نظریئے کی اشاعت ہوئی۔

پہلے ہم اسلامی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں، حضور اکرم صلی ا علیہ وسلم پر جب ا رب العزت کی طرف سے حکم جہاد وقتال نازل ہوا تو صرف یہ نہیں کہہ دیا گیا کہ تلوار اٹھایئے، نیزہ سنبھالئے اور جو کافر نظر آجائے اسے ختم کردیجئے بلکہ قتال کے حدود وقیود ساتھ اتارے گئے، جب لڑنے کیلئے نکلئے تو سب سے پہلے اسلام کی دعوت دیجئے، اگر قبول کرلی جائے تو اب وہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح اسلامی جماعت کا حصہ ہیں، ان کا جان ومال محفوظ ہے اور ان سے کسی قسم کا تعرض جائز نہیں، زکوٰۃ وعشر جو عام مسلمان پر عائد ہیں وہی ان پر بھی ہیں کوئی زائد ٹیکس نہیں، اسلامی معاشرے میں ان کا مقام پہلے مسلمانوں کے برابر ہے کوئی فرق ان سے روا نہیں۔

اگر وہ کلمۂ حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنے سابق دین پر قائم رہتے ہیں تو انہیں کہا جائے کہ وہ جزیہ ادا کریں، ایک معمولی سا ٹیکس، اس کے بدلے میں انہیں جان ومال کا تحفظ فراہم کیا جائے گا، ان کے جملہ حقوق کی رعایت کی جائے گی، اور انہیں مذہبی آزادی کے ساتھ اسلامی معاشرے میں رہنے کی اجازت ہوگی، کوئی مسلمان اگر ان کے جان ومال سے تعرض کرے گا تو اسے اسلامی قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔ ان کے عبادت خانے سلامت رکھے جائیں گے اور مذہبی رسوم کی آزادی ہوگی، جو لوگ جزیہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے ان کو معاف کردیا جائے گا، اس معمولی ٹیکس کے علاوہ ان سے کوئی مالی تاوان نہیں لیا جائے گا۔

اور اگر وہ اس بات پر بھی راضی نہیں ہوتے تو انہیں کہا جائے گا کہ جنگ کیلئے صف بندی

کرلیں۔اسلام کسی قوم پر دعوت اسلام اور جزیہ کے مطالبہ سے قبل اچانک حملے کی اجازت نہیں دیتا، ہاں جب وہ میدان جنگ میں آجائیں تو ان پر حملہ کیا جائے، فتح یابی کی صورت میں زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے بلکہ انہیں علاج کی سہولت فراہم کی جائے، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو کسی حال میں کوئی گزند نہ پہنچائی جائے، ماسوائے اس کے کہ وہ کسی صورت میں جنگ میں شریک ہوں، لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے، اموال، گھربار، باغات وغیرہ نہ جلائے جائیں۔جو لوگ قیدی بنیں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، فدیہ دینے پر راضی ہوں تو اس کے بدلے انہیں رہائی دے دی جائے، اگر دوران جنگ کفار صلح پر آمادہ ہوجائیں تو اچھی شرائط پر ان سے صلح کرلی جائے، جو معاہدہ کیا جائے اسے ہر حال میں نبھایا جائے، اسلام معاہدے کی خلاف ورزی کی قطعی اجازت نہیں دیتا الاّ یہ کہ کفار خود شرائط معاہدہ سے انحراف کریں، فوج کو اپنی مرضی سے مال لوٹنے نہ دیا جائے بلکہ حاصل شدہ غنائم جمع کرکے امیر لشکر شریعت کی ہدایات کے مطابق ان میں تقسیم کرے تاکہ افواج مال کی حرص میں مبتلا نہ ہوں۔

ان تمام حدود کے اندر رہتے ہوئے اسلام حکم دیتا ہے کہ جہاد کیا جائے۔پھر جب ان شرائط کا پاس رکھتے ہوئے اسلامی لشکر جنگ کیلئے نکلتا ہے تو اس کے پیش نظر تین مقاصد میں سے کوئی ایک ہوتا ہے

(۱) حفظ الدعوۃ، یعنی اس سچے دین کی دعوت کا تحفظ جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے، جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود کا ہر راز پنہاں ہے، جو انسان کو حقیقت میں انسان بناتا ہے اور اسے انسانیت کا پیکر بناتا ہے، کافر اپنا گندہ اور نی نظریہ بچانے کیلئے اس دعوت کو ختم کرنے اور اس کا گلہ گھونٹنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے اس دعوت کی حفاظت کیلئے مسلمان شمشیر بکف میدان میں اترتا ہے تاکہ اسے ہر انسان کے کانوں تک بلا روک ٹوک پہنچا سکے اور اگر کوئی رکاوٹ آئے تو اسے دور کرسکے۔

(۲) نصرۃ المستضعفین، یا کوئی اسلامی لشکر مظلوموں کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے انہیں پنجۂ استبداد سے نجات دلانے کیلئے نکلے گا، خواہ وہ مظلوم مسلمان ہوں یا غیر مسلم، کیونکہ اسلام

ایک عظیم انسانی نظریہ ہے وہ کسی ظلم وجبر کو برداشت نہیں کرتا، وہ اپنے پیروؤں کے دل میں انسانیت کی ہمدردی کا جذبہ اجاگر کرتا ہے اس لیے وہ مظلوم کی پکار کا جواب دینا اپنا انسانی فرض سمجھتے ہوئے سربکف میدان میں نکل آتے ہیں۔

(۳) ردالعدوان، یعنی جب کوئی نی نظریہ طاقتور ہونے لگے اور اس کی طاقت انسانیت کیلئے خطرہ بننے لگ جائے، اس کی سرکشی عام ہوجائے اور وہ انسانی نظریات کو مٹانے کے درپے ہوجائے تو اسلام حکم دیتا ہے کہ اس کی طاقت مٹانے اور غرور خاک میں ملانے کیلئے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے خلاف مسلح جدوجہد کریں تاکہ اس فتنہ کا خاتمہ ہو اور انسانی نظریات فروغ پائیں۔

اب دیکھئے! جب اسلامی لشکر ان حدود وقیود کا پابند ہوکر اور ان اعلیٰ مقاصد کا حامل بن کر نکلتا ہے اور اس کی جنگ اور جدوجہد اسی دائرے کے اندر رہ کر انجام پذیر ہوتی ہے تو صورتحال یوں نظر آتی ہے کہ فوجیں ا کی تسبیح وتحمید کرتی ہوئی نکل رہی ہیں، سپہ سالار کا سر عاجزی کی وجہ سے کجاوے پر جھکا ہوا ہے، روتے ہوئے اور ا سے مدد مانگتے ہوئے جیسا تیسا سامان ساتھ لے کر روانہ ہورہے ہیں، میدان جنگ میں ایک دوسرے کے لئے ڈھال بن رہے ہیں، ہر آدمی کی خواہش ہے کہ وہ اپنے بھائی کی جگہ قربان ہوجائے، اپنے منہ کا نوالہ اور ہونٹوں سے لگا ہوا پانی دوسرے کے لئے چھوڑا جارہا ہے، اسلام چونکہ آخرت کے اجر کو اصل کامیابی اور وہاں کی زندگی کو ہی حقیقی زندگی قرار دیتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اسی کو بہتر بنانے کی ترغیب دیتا ہے اس لیے دنیا کا مال ومتاع ان کی نظر میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ چنانچہ اسلامی افواج کسی کے مال پر دست اندازی نہیں کررہی ہیں۔ اسلام عفت وعصمت کا درس دیتا ہے، حیاء کی تعلیم کرتا ہے اس لیے مجاہد کسی کی عزت وحرمت پر ہاتھ نہیں اٹھارہے۔ اسلام ذاتی اغراض کی نفی کرتا ہے اور معافی کو بدلے سے بہتر قرار دیتا ہے اس وجہ سے فتح مند لشکر اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کررہا ہے، اگر جوش جذبات میں کسی کے منہ سے ''الیوم یوم الملحمۃ'' (آج گھمسان کی

لڑائی کا دن ہے) نکل جائے تو اسے مرحمۃ (رحم کرنے) کی ترغیب دی جارہی ہے، دشمن کے سینے پر چڑھ ! ہوئے سپاہی پر دشمن نے تھوک دیا تو اس نے دشمن کو قتل کرنے کی بجائے معاف کردیا تاکہ نفسانیت کا شبہ نہ آنے پائے، میدان جنگ میں مجاہدین دشمنوں کے زخمیوں کی مرہم پٹی کررہے ہیں، قیدیوں کو اپنا کھانا کھلا رہے ہیں، مسلمانوں کے امیر مفتوحہ قوم کی عبادت گاہ میں نماز نہیں ادا کررہے تاکہ مسلمان اسے مسجد بنانے کیلئے قبضہ نہ کرلیں، شہر کے فاتح اتنی سی بات پر مفتوحہ علاقہ چھوڑ دیتے ہیں کہ ایک شخص آکر کہہ دیتا ہے کہ تم نے اس شہر پر قبضہ کرنے کیلئے حدود شرع سے تجاوز کیا، اربوں مالیت کا مال غنیمت جارہا ہے اور کوئی لشکری اس میں سے ایک کیل چوری نہیں کرتا۔ اگر ایسے اعلیٰ انسانی اقدار کے واقعات کا شمار کرنے کی کوشش کی جائے جو میدان جنگ میں وقوع پذیر ہوئے تو لاکھوں صفحات ناکافی ہوجائیں۔ یہاں مقصد صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ایسی مقدس جنگ جو سراسر انسانیت کی فلاح کیلئے ہو اور اس کے نتیجے میں جو معاشرہ وجود میں آئے وہ اتنی ارفع اقدار کا حامل ہو اسے نی نظریہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ ان چیزوں کا تو خود غیر مسلم مؤرخین برملا اعتراف کرتے آئے ہیں کہ جہاد کے ذریعے وجود میں آنے والا اسلامی معاشرہ ہی دراصل ایک انسانی معاشرہ تھا جس کی مثال تاریخ عالم میں ناپید ہے، اس کے برخلاف اگر خود ان لوگوں کی تاریخ میں ذرا سا جھانکا جائے اور ان کے حرب وضرب کے میدانوں پر ایک نظر دوڑائی جائے جو اسلامی نظریۂ جہاد کو نعوذ با ایک نی نظریہ قرار دے رہے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور ماضی کیا ان کا تو حال ہی اس بات کا شاہد عدل ہے کہ نی نظریوں کے اصل پرچارک اور حاملین یہی لوگ ہیں، اگلے شمارے میں زندگی رہی تو کچھ نقشہ ان نوں کی شیطنت کا آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا۔

☆☆☆

نی نظریہ (۲)

(شمارہ:8)

اسلام کا نظریہ جہاد' اس کا طریق کار اور اس کے اہداف کے بارے میں چند معروضات ہم نے پچھلے مضمون میں عرض کی تھیں ان کو نظر میں رکھ کر پوری اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے آپ کو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نظر آئے گی کہ مسلمان جب اس میدان میں اس نظریے کا پرچار کرنے کے لیے ان قواعد وضوابط کو مضبوطی سے تھام کر اترے تو انسانیت کو کن رفعتوں اور بلندیوں تک پہنچا آئے اور نی نظریوں کو دنیا سے نیست ونابود کر دیا' ان کی طاقت اس قدر کم کر دی کہ دنیا ان کے پنجہ استبداد سے محفوظ ہوگئی اور یہ بھی تاریخ میں دیکھ لیجئے کہ جب جب بھی نظریہ جہاد کمزور ہوا ہے نی نظریات کا فروغ ہوا ہے اور انہوں نے قوت حاصل کر کے دنیا کو اپنے ظلم وستم اور مکروفریب کا نشانہ بنایا ہے۔ بدر واحد سے لے کر طالبان تک نظر دوڑائیے اور انسانیت کی معراج ملاحظہ کیجئے۔

غزوۂ بدر کفر واسلام کا پہلا باضابطہ معرکہ تھا' مسلمان انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں صرف ا کے بھروسے اور رسول ا ﷺ کے وعدہ پر اعتماد کے ساتھ نکلے' اپنے سے تین گنا لشکر کے ساتھ نبرد آزما ہوئے' ا رب العزت نے فتح مبین نصیب فرمائی۔ ستر داران قریش مقتول ہوئے اور اتنے ہی قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ ان قیدیوں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے مکہ میں صحابہ کرام ؓ پر مظالم کے پہاڑ توڑے تھے اور یہ اس وقت بے بسی کی تصویر بنے ہوئے انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھے جن کے جسموں پر کوڑے برسائے تھے، جلتی سلاخوں سے داغا تھا' رسیوں میں جکڑ کر گلیوں میں گھسیٹا تھا' جن کے چہروں پر

حقارت سے تھوکا تھا۔ مسلمان اگر چاہتے تو اب ان ساری زیادتیوں کا حساب چکا سکتے تھے کوئی یہ بھی ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی مجاہد نے کسی قیدی کے منہ پر تھپڑ ہی مارا ہو' بلکہ فدیہ لے کر احسان کے ساتھ انہیں چھوڑ دیا۔

اسی طرح احد میں جب کفار نے اپنی ذلت ورسوائی کا بدلہ مسلمان شہداء کرام کی نعشوں پر اتارا اور خود حضور اکرم ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی ا عنہ اور دیگر شہداء کرام کا مثلہ کیا تو بعد کے غزوات اور فتوحات میں کہیں ثابت نہیں کہ مسلمانوں نے ان کی اس قبیح وشنیع حرکت کا جواب دیا ہو۔

فتح مکہ کے موقع پر جب کہ تمام اہل مکہ بے دست وپا ہو کر صحابہ کرام ؓ کے قابو میں آ گئے تھے۔ عام معافی کا اعلان کر کے سب کی جان بخشی کی گئی۔ کیا ایسے ظالم دشمنوں کو اس طرح کی کھلی معافی کی مثال اقوام عالم میں سے کوئی اور پیش کرسکتا ہے؟

خلفاء راشدین ؓ کے ادوار میں مسلمانوں نے اتنی عظیم فتوحات حاصل کیں ان کی تمام تر تاریخ محفوظ ہے۔ اس پوری تاریخ میں قتل عام' مال اور عزت پر دست درازی' دھوکہ دہی 'عہد شکنی یا غارت گری کا کوئی واقعہ موجود ہے؟ حضرت ابوعبیدہ رضی ا عنہ جب مسلمانوں کے امیر جہاد تھے ان کا مشہور واقعہ ہے کہ سرزمین شام کا ایک قلعہ بہت کوششوں کے بعد فتح نہیں ہو رہا تھا، بہت زمانہ گزر گیا اس کی تسخیر کی کوئی صورت سامنے نہ آ رہی تھی۔ اہل روم کے بعض نومسلم جرنیلوں نے رائے دی کہ اگر قلعے کے پچھلی سمت آگ پھینکی جائے جہاں ان کے جانور اور خشک چارہ ہوتا ہے تو اندر آگ اور دھواں پھیلنے اور جانوروں کے مرجانے کی وجہ سے وہ قلعہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے تو حضرت ابوعبیدہ ؓ نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ رسول ا ﷺ نے آگ کا عذاب دینے سے منع فرمایا ہے۔

فتح سمرقند کا واقعہ مشہور ہے۔ اسلامی لشکر سمرقند میں داخل ہو گیا اور پورے شہر پر قبضہ کرلیا' وہاں آتش پرست لوگ آباد تھے ان کا ایک بڑا پروہت امیر لشکر کے پاس آیا اور کہا کہ تم مسلمان ہو؟ انہوں نے کہا کہ الحمد میں مسلمان ہوں' کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ مسلمان

اپنی شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے جبکہ تم نے یہ شہر خلاف شریعت قبضہ کیا ہے' کیونکہ تمہارے دین کے مطابق شہر میں داخل ہونے سے پہلے ضروری تھا کہ تم ہمیں اسلام کی دعوت دیتے پھر جزیہ کی' اگر ہم تسلیم نہ کرتے تو پھر تمہیں یہ حق حاصل تھا کہ تم شہر پر حملہ کرتے اور قبضہ کر لیتے' تم نے نہ اسلام کی دعوت دی نہ جزیہ کی اور یونہی چڑھ دوڑے''۔

اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے فوراً اپنی افواج کو حکم دیا کہ شہر سے باہر نکلیں' تمام لشکر نے امیر کی بات پر سر تسلیم خم کیا اور فتح شدہ شہر چھوڑ کر باہر نکل گئے تھوڑی دیر میں تمام اہل شہر کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے اور اسلامی لشکر کو دعوت دی کہ اب اندر داخل ہوں۔ یقیناً یہی اصل انسانی نظریہ ہے جس نے اہل سمرقند کو بغیر کسی زور زبردستی کے اپنا نظریہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔

ماضی کی یہ مثالیں ممکن ہیں کسی روشن خیال دماغ کے لیے قابل قبول نہ ہوں تو ابھی کچھ عرصہ قبل ہی دنیا میں رونما ہونے والی اسلامی نظریاتی جماعت اور سلطنت کا حال ملاحظہ کر لیجئے اور طالبان کی قید میں رہنے والی اس عورت ایوان ریڈلی کی روئیداد پڑھ سن لیجئے جس نے سچے نظریے کو پہچان لیا اور باطل نظریات کو ٹھکرا دیا' اسے اس نظریئے کی پہچان کس نے کرائی؟ طالبان کی حکومت اگرچہ زیادہ عرصہ قائم رہی جتنا عرصہ بھی قائم نہ رہی دنیا میں ایک حجت قائم کر دی کہ اگر سچے انسانی نظریئے کو اپنا لیا جائے تو اب بھی دنیا میں انصاف' مساوات اور ایمانداری پر قائم' جرائم سے پاک معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ رعایا کے جان و مال کو تحفظ دیا جا سکتا ہے عزتوں کی حفاظت کی جا سکتی ہے اور ہر ایک کا احتساب کیا جا سکتا ہے خواہ امیر ہو یا غریب۔

اب آیئے! ہم ان لوگوں کے ماضی و حال کا جائزہ لیتے ہیں جو ہمارے نظریئے کو نی قرار دے کر خود کو انسانی نظریئے کا علمبردار گمان کرتے ہیں' جو صبح و شام انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں اور اپنے باطل گمان کے مطابق روشن خیال اور انسانیت کے ہمدرد ہیں۔

زمانہ ماقبل اسلام سے ہی عیسائی اور یہودی آپس میں لڑتے چلے آ رہے ہیں، ان کے درمیان ہمیشہ شدید ترین عداوت رہی ہے اور ان کی خوفناک جنگیں برپا ہوتی رہی ہیں

جن کا صرف اور صرف مقصد ایک دوسرے کو ستانا رہا ہے اور انہوں نے نہ کبھی دینی مقدسات کا خیال رکھا اور نہ ہی انسانی اقدار کا۔ ان جنگوں کی ہولناکیوں کا اندازہ صرف اس بات سے لگا لیجئے کہ عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کے نزدیک مقدس حیثیت رکھنے والا یروشلم کا شہر جسے ہم بیت المقدس کہتے ہیں چھ مرتبہ اس طرح تباہ کیا گیا کہ نہ اس میں کوئی ذی روح باقی رہا اور نہ ہی کوئی عمارت بلکہ اسے چٹیل میدان بنا دیا گیا' خود عیسائی اور یہودی مؤرخین نے اپنی تاریخ میں ان جنگوں کی جو تفصیلات لکھی ہیں انتہائی غیر انسانی ہیں۔

اسلام کے ظہور کے بعد یہ دونوں مذاہب اسے مٹانے کے لیے متحد ہو گئے اور روز اول سے آج تک ہر میدان میں اس کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ انہوں نے صلیبی جنگوں کے نام پر اسلام کے خلاف جو منظّم اور ہولناک معرکے برپا کیے ان کی تفصیلات تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المقدس مسلمانوں نے فتح کیا تو اس وقت اس شہر میں ایک قتل بھی نہیں ہوا اور اسلامی افواج تکبیر و تسبیح پڑھتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی خلیفۃ المسلمین نے مفتوحین کے حقوق کا اس قدر پاس کیا کہ سب سے بڑے کلیسا میں نماز ادا نہ فرمائی تاکہ مسلمان اسے مسجد نہ بنالیں جبکہ جس وقت عیسائیوں نے بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے چھینا تو اس میں اس قدر خون بہایا کہ گھوڑے کے گھٹنوں تک اس خون سے تر بتر ہو گئے اور جشن فتح کی خوشی میں مسلمانوں کی کھوپڑیوں میں شراب پی، اسلامی مقدسات کو تباہ کیا اور مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی' اسکو گھوڑوں کا اصطبل بنایا' شہر میں موجود تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا اور عورتوں کی مسجد کے اندر عصمت دری کی' یہ سب باتیں خود انگریز مورخین کی لکھی ہوئی ہیں۔ پھر جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تیرہ سال مسلسل جدوجہد کے بعد بیت المقدس کو آزاد کرایا تو عیسائیت کے مذہبی پیشواؤں نے صلیبی جنگوں کا ایک دور شروع کرایا اور گیارہ بار صلیبی فوجیں اسلامی شہروں پر حملہ آور ہو% اور ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا' 1906 میں جب ایک بار پھر یہودیوں اور عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ کو دہراتے ہوئے مسلمانوں کا ایک بار پھر قتل عام کیا' مسجد اقصیٰ

کے اندر شراب بہائی اور سور ذبح کر کے جشن منایا۔

جنگ عظیم اول و دوئم ان نام نہاد روشن خیال درندوں کی بہیمت کی زندہ مثالیں ہیں جن میں صرف ملک گیری کی ہوس میں کم از کم ۷ کروڑ انسانوں کو لقمہ اجل بنایا گیا۔ انسان نما نوں کے اس گروہ کے سردار امریکہ کے سیاہ کارنامے ہی اگر شمار کیے جائیں تو تاریخ انسانیت کا تاریک ترین باب نظر آتا ہے' کولمبیا' ویت نام' افریقہ کے دمما لک اور اب صلیبی جنگوں کے نام سے افغانستان اور عراق پر جاری جارحیت' یقیناً یہ دلخراش داستانیں ماضی کے چنگیز اور ہلاکو کو بھی شرمانے والی ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان روسیاہوں نے یہ شور برپا کر رکھا ہے کہ اسلام کا نظریہ جہاد نعوذ با نی نظریہ ہے اور انہوں نے جو جنگیں برپا کر رکھی ہیں وہ انسانیت کی بقاء اور خدمت کے لیے ہیں اور ہم انہیں آئینہ دکھانے کی بجائے ان کی ہاں میں ہاں ملا کر خود بھی یہی بولی بولنا شروع ہو گئے ہیں ' کاش ہم تاریخ کا معالعہ کرتے اور اس کی روشنی میں ان مردودوں کا اصل چہرہ دیکھتے تو کبھی بھی ان کے پیچھے نہ چلتے اور ان کے کہنے پر اپنے ہاتھ اپنے بھائیوں کے خون سے نہ رنگتے ' کاش ! ہم قرآن کی زبان میں بات کرنے کا ڈھنگ جانتے اور ان کافروں کے آگے سر جھکانے کی بجائے سر اٹھا کر بات کرتے اور انہیں ان کی اصلیت سمجھاتے۔ کاش! ہم اپنی حقیقت اور طاقت سے باخبر ہوتے تو ان کی طاقت کو سجدہ نہ کرتے ہم تو سب کچھ بھول چکے ہیں اپنی اصلیت' حقیقت' ماضی' شان و شوکت' اپنا قرآن' اپنا ایمان۔

ہمیں صرف ایک بات یاد ہے جس کا روزانہ تکرار کرتے ہیں۔

روشن خیالی' جدت پسندی' آزادی زندہ باد۔ انتہا پسندی' شدت پسندی' بنیاد پرستی مردہ باد۔ اقبال مرحوم نے ہمارے بارے میں ہی کہا اور کیا خوب کہا

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسم شاہ بازی

☆☆☆

روٹی کے مسلمان

''ایمان'' انسان کی سب سے قیمتی متاع.....

زمین وآسمان کے تمام خزانے مل کر بھی جس کی قیمت نہیں بن سکتی.....

مگر یہ ایمان اتنا سستا کیوں ہوگیا کہ.....

معمولی معمولی چیزوں کے عوض حتیٰ کہ روٹی کے چند ٹکڑوں کی خاطر چند

لوگ اس سے دستبردار ہونے پر تیار ہوجاتے ہیں.....

حالانکہ ابھی تو اس ایمان کے بڑے بڑے امتحان باقی ہیں.....

(شمارہ:40)

مشہور واقعات ہیں، تاریخ اور سیرت کی کتابیں ایسے ہزاروں، لاکھوں قصوں سے پر ہیں جو مسلمان کے ایمان کی قیمت اور اس کی مضبوطی بتاتے ہیں۔ مسلمان ہر دور میں کس طرح ستائے گئے، ڈرائے، دھمکائے گئے، لالچ وطمع دلائے گئے ہر طرح سے آزمائے گئے ایمان سے دست کش نہ ہوئے۔ جی ہاں! مکہ مکرمہ سے دیکھنا اور پڑھنا شروع کیجئے اور سری نگر، کابل وقندھار، بوسنیا، سرائیوو غزہ اور فلوجہ تک نظر دوڑاتے آیئے، تپتے ریگستان میں جانے والے سیدنا بلال ؓ سے لے کر ابوغریب، گوانٹانا موبے بگرام اور جموں کے عقوبت خانوں تک ایک ہی مثال دیکھتے چلے جائیں۔ ا اکبر، احد احد، لا الہ الا ا محمد رسول ا .....لوگ سولیوں پر لٹکائے گئے اور نیزوں سے چھید چھید کر قتل کئے گئے۔ لوگ قید خانوں میں ڈالے گئے اور وہیں سے ان کے جنازے اٹھائے گئے، مختلف انواع کے عذاب دکھا کر،

ابلتی دیگوں میں پگھلتے جسموں کے نظارے کرا کر ڈرائے گئے، حکومت کے وعدے اور دولت کے انبار دکھا کر آزمائے گئے، حسینوں، ماہ رخوں کی طرف طمع دلائے گئے مگر جواب لا الہ الا ا ۔ کتنے واقعات دکھائے اور سنائے جائیں تاکہ بات سمجھ میں آ جائے، اسلامی تاریخ کا کوئی دن اور کتاب تاریخ کا کوئی ورق ان سے خالی نہیں کہ ایمان کی قیمت اور طاقت کا جاننا اور سمجھنا کوئی مشکل بات ہو۔ بس شرط یہ ہے کہ انسان ضرورت سے زیادہ روشن خیال نہ ہو کیونکہ اس صورت میں تو یہ ساری عزیمت دقیانوسیت نظر آنے لگتی ہے۔

اس کے برعکس دیکھئے تو بھی دماغ چکرا جاتا ہے، روٹی کے چند ٹکڑوں، ملازمتوں اور ویزوں یا ناپاک گندی عورتوں کے لالچ میں آ کر اپنی اس متاع بے بہا کو لٹا دینے والے روٹی کے مسلمانوں کی بھی کمی نہیں۔ اگر کسی اچھے دور میں تھی بھی تو اب نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے دور میں نصرانی اس لئے مسلمان نہ ہوئے کہ انہیں اپنی دنیا چھن جانے کا خطرہ تھا ورنہ حق ان کے سامنے واضح ہو چکا تھا اور اس دنیا کی خاطر ہمیشہ کی ذلت و رسوائی میں جا پڑے۔ صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں کی فوجیں سلطان صلاح الدین ایوبی کا راستہ روکنے کے لئے اس لئے آ کھڑی ہوئی تھیں کہ بادشاہوں اور سالاروں کو صلیبی لڑکیوں کی فوجیں مل رہی تھیں اور دولت کے انبار ان کے گھروں میں ڈالے جا رہے تھے۔

انگریز برصغیر میں پادریوں کی فوجیں لایا تاکہ علمی انداز میں اسلام پر اعتراضات کر کے مسلمانوں کو عیسائی بنایا جا سکے۔ علماء حق نے میدان میں اتر کر پادریوں کو وہ سبق یاد کرایا کہ راتوں رات سارے پادری جہازوں میں لد کر واپس انگلستان بھاگ گئے۔ انگریز نے یہ راستہ چھوڑ کر پیسہ، تعلیم اور ترقی کے نام پر جال بچھایا اور کئی شکار ہو گئے۔

مرزا قادیانی ملعون نے دعوؤں، پیشین گوئیوں اور کتابوں کے انبار لگائے تاکہ مسلمانوں کو مرتد کر سکے، علماء کرام نے اس کے مزخرفات کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا تب اس کی ناپاک ذریت نے بھی اپنے آقاؤں کی دولت اور اپنی عورت استعمال کرنا شروع کر دی، بیرون ممالک کے ویزے، ملازمتیں اور ناپاک عورتیں، آج سیالکوٹ پسرور اور کوٹلی کے

گاؤں دیہاتوں میں جا کر اعداد و شمار اکٹھے کر لیں، حرمان نصیبوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو ان کے لالچ میں ایمان گنوا بیٹھی۔

کراچی میں عیسائی مشنری اداروں کے زیرا م چلنے والے ان بڑے بڑے سکولوں کی اگر ممکن ہو تو سرگرمیاں ملاحظہ کر لیں، بڑے لوگوں کی اولادوں کو کس طرح بچپن ہی سے شراب و شباب کا رسیا بنا کر عیسائی بنا لیا گیا ہے اور باہر کسی کو خبر ہی نہیں، خبر تو ہو گی شاید فکر نہیں.....

مسلمانوں کا ایمان لوٹنا ان کے لئے اس قدر آسان کھیل بن گیا ہے کہ یہ ن جہاں جا کر ایک پانی کا نل لگا دیں لوگوں کا ایمان خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ پہلے انہیں بے دینی کی طرف راغب کرتے ہیں، بے حیائی اور فحاشی میں مبتلا کرتے ہیں اور پھر اپنے باطل ادیان کی طرف دعوت دے کر جہنم کی طرف گھسیٹ لیتے ہیں۔ حالیہ تباہ کن زلزلہ میں جہاں لاکھوں لوگ گھر بار، ساز و سامان سے محروم ہو گئے یہ بد بخت اپنی پٹاریاں لے کر انہیں ایمان سے محروم کرنے وہاں پہنچ گئے۔ ا جزائے خیر دے ان چند دینی رفاہی اداروں کو جنہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں اپنے آفت زدہ بھائیوں کی مدد کے لئے کمر ہمت کس لی اور انہیں راحت وسکون پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان کی حفاظت کا بھی ذریعہ بنے، اس کے باوجود خبریں آ رہی ہیں کہ ان علاقوں میں بھی بد بختوں نے اپنی شکاری مہم میں کئی نوجوانوں کو تعلیم اور روزگار کا چکر دے کر اور بیرون ملک بھجوانے کا جھانسہ دے کر پھانس لیا ہے۔

فکر کی بات یہ ہے کہ آج ان کافروں کے پاس اگرچہ روزی، روٹی اور اس طرح کے دیگر لالچ موجود ہیں جن کے ذریعے وہ ایمان کا شکار کرتے ہیں ان چیزوں پر ان کا مکمل کنٹرول تو نہیں، یہ اس بات پر تو قادر نہیں کہ اپنی بات نہ ماننے والوں کی روٹی بند کر دیں، یہ اس چیز کی طاقت تو نہیں رکھتے کہ اپنی دعوت کا انکار کرنے والے کی جان لے لیں، ان کے پاس دکھانے کے لئے عورتوں کا حسن بجا جنت اور جہنم تو نہیں، یہ ٹھکرانے والوں کو انواع واقسام کے عذاب دینے کی ا عت تو نہیں رکھتے بلکہ یہ تو ڈر اور خوف کی حالت میں چھپ کر چوروں کی طرح اپنی یہ ارتدادی سرگرمیاں چلاتے ہیں اور پھر دینی رفاہی ادارے

ان کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ کے طور پر موجود ہیں جو ضرورت مندوں تک روٹی پہنچا کر ان کے ایمان کی بھی حفاظت کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود کتنے مسلمان ان کا شکار ہو رہے ہیں اور ایمان جیسی متاع عزیز سے محروم ہو رہے ہیں۔ تو ذرا سوچئے! جب وہ سب سے بڑا فتنہ اس زمین پر رونما ہوگا جس سے آقا مدنی ﷺ نے اپنی امت کو سب سے زیادہ ڈرایا ہے یعنی دجال کا فتنہ تو اس وقت کا عالم کیا ہوگا؟ احادیث میں آیا ہے کہ صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ رسول ا ﷺ نے ہمیں دجال کے فتنہ سے اتنا ڈرایا کہ عورتیں آٹا گوندھنا بھول 0% اور ہمیں ایسا لگتا تھا گویا وہ درختوں کے جھنڈ کے پیچھے ابھی موجود ہے۔

اس کی جو علامتیں ا کے حبیب ﷺ نے بیان فرمائی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ بہت سخت قحط کے زمانے میں نمودار ہوگا اور ا تعالیٰ استدراجاً اسے زمین کی پیداوار پر قبضہ دے دیں گے۔ وہ آ کر لوگوں سے کہے گا مجھے الٰہ تسلیم کرو، جو لوگ مان لیں گے ان کی زمینوں پر بارش برسائے گا جس سے خوب پیداوار ہوگی، ان کے مردہ مویشی زندہ کر دے گا جو پہلے سے زیادہ صحت منداور شیر دار ہوں گے اور جو لوگ اسے الٰہ نہیں مانیں گے انہیں سخت تکلیفوں سے دوچار کرے گا، اس کے ساتھ جنت ہوگی جو حقیقت میں جہنم ہوگی اس میں اپنے پیروکاروں کو داخل کرے گا اور جہنم ہوگی جو درحقیقت جنت ہوگی اس میں نہ ماننے والوں کو ڈالے گا۔ (الحدیث)

دجال کے بارے میں احادیث میں بہت تفصیل ہے جو انشاءا آئندہ مضمون میں عرض کروں گا۔ ابھی عرض کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ جو مسلمان اپنے ایمان کو صرف روٹی کے ساتھ منسلک کر چکے ہیں اور ان چھوٹے فتنوں کے مقابل اسے نہیں بچا پا رہے اس شدید اور بڑے فتنے کے وقت ایمان کی اس ارزانی کا کیا عالم ہوگا؟ العیاذ با

مسلمانو! خدارا ہم اپنے ایمان کی قیمت کو سمجھیں، اس کی طاقت کو پہچانیں، ان لوگوں کی طرف دیکھیں جنہوں نے شدائد میں اپنے ایمان کی حفاظت کی اور کیا کچھ پا گئے، کوئی دور ایسے لوگوں سے خالی نہیں۔ آج بھی عزیمت کی کیسی کیسی عظیم داستانیں ہمارے اردگرد

چراغوں کی طرح چمک رہی ہیں اور ہمیں سیدھا راستہ دکھا رہی ہیں، آؤ! ان چراغوں سے روشنی حاصل کریں، اپنے ایمان کو اتنا مضبوط کریں کہ دجال کی یہ ذریت تو کیا وہ خود آ کر بھی ہمیں پھسلا نہ سکے، یقین کیجئے! اگر ہم سچے مومن بن گئے تو کفر اپنی آخری طاقت میں آ کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ا تعالیٰ کا وعدہ ہے وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین اورا کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔

ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین

☆☆☆

دجال

دجّال

زمین پر آنے والا سب سے بڑا فتنہ.....

ایمان کا سب سے بڑا امتحان.....

ایک مہیب اور خوفناک ابتلاء.....

دجال کون ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ کیا کرے گا؟

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں.....

(شمارہ:41)

پچھلے مضمون میں عرض کیا تھا کہ دجال کے ظہور، علامات اور فتنہ دجال کی شدت سے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان کا کچھ تذکرہ پیش کیا جائے گا وہ حاضر ہے یہ تمام مضمون حضرت شاہ رفیع الدین صاحب ؒ اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ کے رسائل سے لیا گیا ہے

سب سے بڑا فتنہ

حضرت عمران بن حصین ؓ کہتے ہیں میں نے رسول ا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدم ؑ کی پیدائش سے لیکر قیامت آنے تک دجال سے زیادہ بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہے ۔(مسلم)

دجال کے شعبدے

حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ا ﷺ نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی جو اس کی جنت نظر آئے گی دراصل وہ اس کی دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئے گی وہ اصل میں جنت ہوگی (لہٰذا جس کو وہ جنت بخشے گا وہ دوزخی ہوگا او جس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ جنتی ہوگا)۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ا ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتادوں جو حضرت نوح ؑ سے لیکر آج تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتائی ہو دیکھو وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے تو جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت دوزخ ہوگی دیکھو دجال سے میں بھی تم کو اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

دجال سے دور رہو

عمران بن حصین ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ا ﷺ نے فرمایا دیکھو جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ وہ اس سے دور ہی رہے بخدا کہ ایک شخص کو اپنے دل میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مؤمن آدمی ہے ان عجائبات کو دیکھ کر جو دجال کے ساتھ ہوں گے وہ بھی اس کے پیچھے لگ جائے گا (ابوداؤد)

دجال کا حلیہ

عبادہ بن صامت ؓ رسول ا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے دجال کے متعلق کچھ تفصیلات تم لوگوں سے بیان کیں مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اس کو نہ سمجھے ہو دیکھو مسیح دجال کا قد ٹھنگنا ہوگا اس کے دونوں پیر ٹیڑھے، سر کے بال شدید خمیدہ، ایک چشم مگر ایک آنکھ بالکل پٹ صاف نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی

اگر اب بھی تم کو شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمھارا رب یقیناً کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

ہر نبی نے دجال سے ڈرایا

ابوعبیدہ بن جراح ؓ کہتے ہیں کہ رسول ا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ نوح ؑ کے بعد جو نبی آیا ہے اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں اس کے بعد آپ نے اس کی صورت وغیرہ بیان فرمائی اور کہا ممکن ہے جنہوں نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہو۔ اس میں کوئی ایسا نکل آئے جو اس کا زمانہ پا سکے انہوں نے پوچھا اس دن ہمارے دلوں کا حال کیسا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا ایسا ہی جیسا آج ہے یا اور بھی بہتر۔ (ترمذی وابوداؤد)

دجال کے ظہور کی علامات

اسماء بنت یزید ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول ا ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ اس کے ظہور سے پہلے تین قحط پڑیں گے ایک سال آسمان کی ایک تہائی بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی دوسرے سال آسمان کی دو حصے بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار دو حصے کم ہو جائے گی اور تیسرے سال آسمان سے بارش بالکل نہ برسے گی اور زمین کی پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی حتیٰ کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھر والے ہوں یا ڈاڑھ سے کھانے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے پاس آ کر کہے گا اگر میں تیرے اونٹ زندہ کر دوں تو کیا اس کے بعد بھی تجھ کو یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں ؟ وہ کہے گا ضرور، اس کے بعد ن اسی کے اونٹ کی سی شکل بن کر اس کے سامنے آئے گا جیسے اچھے تھن اور بڑے کوہان والے اونٹ ہوا کرتے ہیں اسی طرح ایک اور شخص کے پاس آئے گا جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہوگا اور اس سے آ کر کہے گا بتلا اگر میں تیرے باپ بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا کیوں نہیں؟

بس اس کے بعد ن اس کے باپ بھائی کی صورت بن کر آ جائے گا۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ یہ بیان فرما کر رسول ا ﷺ ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اسکے بعد لوٹ کر دیکھا تو لوگ آپ ﷺ کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر وغم میں پڑے ہوئے تھے۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے دروازہ کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا اسماء کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول ا ﷺ دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا ورنہ میرے بعد پھر ہر مومن کا نگہبان میرا رب ہے میں نے عرض کی یارسول ا ﷺ ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھنا چاہتے ہیں مگر غم کے مارے اس کو اچھی طرح گوندھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ روٹی پکا سکیں بھوکے ہی رہتے ہیں تو بھلا اس دن مومنوں کا حال کیا ہوگا جب یہ فتنہ آنکھوں کے سامنے آ جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا اس دن ان کو وہ غذا کافی ہوگی جو آسمان کے فرشتوں کی ہے یعنی ا تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس۔ (احمد)

دجال کی بدخلقی

دجال قوم یہود میں سے ہوگا عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا دائیں آنکھ میں پھلی ہو گی۔ گھونگر دار بال ہوں گے۔ سواری میں ایک بڑا گدھا ہوگا اولاً اس کا ظہور ملک عراق وشام کے درمیان ہوگا۔ جہاں نبوت ورسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا پھر وہاں سے اصفہان چلا جائے گا یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے یہیں سے خدائی دعویٰ کر کے چاروں طرف فساد برپا کرے گا۔ اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کر کے لوگوں سے اپنے تئیں خدا کہلوائے گا۔

دجال کی جادوگریاں اور مؤمنوں کی آزمائش

لوگوں کی آزمائش کیلئے خداوند کریم اس سے بڑے خرق عادات ظاہر کرائے گا اس کی پیشانی پر لفظ (ک، ف، ر) لکھا ہوگا جس کی شناخت صرف اہل ایمان کر سکیں گے اس

کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ جو جنت کے نام سے موسوم ہوگا مخالفین کو آگ میں موافقین کو جنت میں ڈالے گا مگر وہ آگ درحقیقت باغ کے مانند ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا نیز اس کے پاس اشیائے خوردنی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا جس کو چاہے گا دے گا جب کوئی فرقہ اس کی الوہیت کو تسلیم کریگا تو اس کیلئے اس کے حکم سے بارش ہوگی اناج پیدا ہوگا درخت پھلدار مویشی موٹے تازے اور شیر دار ہو جائیں گے۔ جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے اشیائے مذکورہ بند کردے گا اور اسی قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح وتہلیل کھانے پینے کا کام دے گی اس کے خروج کے بیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ہمراہ ہو جائیں گے بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمھارے مردہ ماں باپوں کو زندہ کرتا ہوں تا کہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کرلو پس شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپوں کے ہم شکل ہو کر نکلو چنانچہ وہ ایسا ہی کرینگے۔

دجال مکہ ومدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا

اس کیفیت سے بہت سے ممالک پر اس کا گزر ہوگا یہاں تک کہ وہ جب سرحد یمن میں پہنچے گا اور بددین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہو جائیں گے تو وہاں سے لوٹ کر مکہ معظّمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا مگر بسبب محافظت فرشتوں کے مکہ معظّمہ میں داخل نہ ہو سکے گا پس وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے کی محافظت کیلئے خداوند کریم دو دو فرشتے متعین فرمائے گا جن کے ڈر سے دجال کی فوج داخل شہر نہ ہو سکے گی نیز مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے بدعقیدے ومنافق لوگ خائف ہو کر شہر سے نکل کر دجال کے پھندے میں گرفتار ہو جائیں گے۔

مدینہ کے ایک بزرگ کے ہاتھوں دجال کی رسوائی

اس وقت مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے مناظرہ کرنے کیلئے

نکلیں گے دجال کی فوج کے قریب پہنچ کر ان سے پوچھیں گے کہ دجال کہاں ہے وہ اس کی گفتگو کو خلاف ادب سمجھ کر قتل کرنے کا قصد کریں گے مگر بعض ان میں قتل سے مانع ہوں گے اور کہیں گے کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے اور تمھارے خدا (دجال) نے منع کیا ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے قتل نہ کرنا۔

پس وہ دجال کے سامنے جا کر بیان کریں گے کہ ایک گستاخ شخص آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے دجال ان کو اپنے پاس بلائے گا جب وہ بزرگ دجال کے چہرے کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے میں نے تجھے پہچان لیا تو وہی ملعون ہے جس کی پیغمبر خدا ﷺ نے خبر دی تھی اور تیری گمراہی کی حقیقت بیان فرمائی تھی دجال غصہ میں آ کر کہے گا کہ اس کو آرے سے چیر دو بس وہ آپکو ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب ڈال دیں گے پھر دجال خود ان دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے زندہ ہونے کا حکم دے گا چنانچہ وہ خدائے قدوس کی حکمت وارادے سے زندہ ہو کر کہیں گے کہ اب تو مجھ کو پورا یقین ہو گیا تو وہی مردود دجال ہے کہ جس کی ملعونیت کی خبر پیغمبر خدا ﷺ نے دی تھی۔ دجال جھنجھلا کر اپنے معتقدین کو حکم دے گا کہ اس کو ذبح کر دو پس وہ آپ کے حلق پر چھری پھیریں گے مگر اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ دجال شرمندہ ہو کر ان بزرگ کو اپنی دوزخ میں جس کا ذکر اوپر گزر چکا ڈال دے گا مگر خداوند کریم کی قدرت سے وہ آپ کے حق میں بردوسلام ہو جائیگی اس کے بعد دجال کسی مردہ کے زندہ کرنے پر قدرت نہ پائے گا اور یہاں سے ملک شام کی جانب روانہ ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ ؑ کا نزول

دجال کے دمشق پہنچنے سے پہلے حضرت امام مہدی ؑ دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری و ترتیب فوج کر چکے ہوں گے جنگ کا ساز و سامان و آلات تقسیم ہوں گے کہ موذن عصر کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ ؑ دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ کئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز

دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔

حضرت عیسیٰ و حضرت مہدی ؑ کی ملاقات

آپ اس کے ذریعہ سے نیچے اتر کر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع و خوش خلقی کے ساتھ آپ سے پیش آئیں گے اور فرمائیں گے یا نبی ا امامت کیجئے حضرت عیسیٰ ؑ ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمھارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت اس امت کو خدا نے دی ہے پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے حضرت عیسیٰ ؑ اقتدا کریں گے۔

حضرت تمیم داری ؓ کا عجیب و غریب واقعہ

فاطمہ بنت قیس ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول ا ﷺ کے اعلان کرنے والے کو سنا وہ اعلان کر رہا تھا چلو نماز ہونے والی ہے میں نماز کے لئے نکلی اور رسول ا ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ تھی آپ ﷺ نے فرمایا ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھا رہے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے انہوں نے عرض کی ا اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو نہ تو مال وغیرہ تقسیم کرنے کیلئے جمع کیا ہے نہ کسی جہاد کی تیاری کیلئے بس صرف اس بات کیلئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور مجھ سے ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے تم کو میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے کبھی دجال کے متعلق تمھارے سامنے ذکر کیا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بڑی کشتی پر سوار ہوا جس پر سمندر میں سفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی اور تھے سمندر کا طوفان ایک ماہ تک ان کا تماشا بناتا رہا۔ آخر مغربی جانب ان کو ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ پر اتر گئے سامنے سے ان کو جانور کی شکل کی ایک چیز پر نظر پڑی جس کے سارے جسم پر بال

ہی بال تھے کہ اس میں اس کے اعضائے مستورہ تک کچھ نظر نہ آتے تھے لوگوں نے اس سے کہا کمبخت تو کیا بلا ہے؟ وہ بولی میں دجال کی جاسوس ہوں چلو اس گرجے چلو وہاں ایک شخص ہے جس کو تمھارا بڑا انتظار لگ رہا ہے یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو اب ہم کو ڈر لگا کہ کہیں وہ جن نہ ہو ہم لپک کر اس گرجے میں پہنچے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے ویسا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اور اس کے پیر گھٹنوں سے لیکر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے ہم نے اس سے کہا تیرا نام کیا ہے تو کون ہے؟ وہ بولا تم کو تو میرا پتہ کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا ہے اب تم بتاؤ تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے باشندے ہیں ہم ایک بڑی کشتی میں سفر کر رہے تھے سمندر میں طوفان آیا اور ایک ماہ تک رہا اس کے بعد ہم اس جزیرہ میں آئے تو یہاں ہمیں ایک جانور نظر پڑا جس کے تمام جسم پر بال ہی بال تھے اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس۔خبر رساں) ہوں چلو اس شخص کی طرف چلو جو اس گرجے میں ہے اس لئے ہم جلدی جلدی تیرے پاس آ گئے اس نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کی کھجوروں میں پھل آتا ہے یا نہیں۔ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اسمیں پھل نہ آئیں پھر اس نے پوچھا اچھا ''بحیرہ طبریہ'' کے متعلق بتاؤ اسمیں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا بہت ہے اس نے کہا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ اس میں پانی نہ رہے گا پھر اس نے پوچھا زغر (شام میں ایک بستی) کے چشمہ کے متعلق بتاؤ اس میں پانی ہے یا نہیں اور اس بستی والے اس کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں ہم نے کہا اس میں بھی بہت پانی ہے اور لوگ اسی کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا ''نبی الامیین'' کا کچھ حال سناؤ۔ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس نے پوچھا عرب کے لوگوں نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے ہم نے کہا ہاں اس نے پوچھا اچھا پھر کیا نتیجہ رہا ہم نے بتایا کہ وہ اپنے گرد و نواح پر تو غالب آ چکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اس نے کہا سن لو ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ان کی اطاعت

کرلیں اوراب میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں میں مسیح دجال ہوں اور وہ وقت قریب ہے جبکہ مجھ کو یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی میں باہر نکل کر تمام زمین گھوم جاؤں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں میں داخل نہ ہوں بجز مکہ اور طیبہ کے ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے جب میں ان دونوں میں سے کسی بستی پر داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے سامنے سے آکر مجھ کو داخل ہونے سے روک دیگا اوران مقامات (مقدسہ) کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے کہ وہ ان کی حفاظت کررہے ہوں گے رسول ا ﷺ نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ وہ طیبہ یہی مدینہ ہے یہ جملہ تین بار فرمایا۔ دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہیں کی تھی لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے بیان فرمائی تھی اس کے بعد فرمایا دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک ہے) بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اسی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

دجال کا ساتھی اور دجال کا قتل

حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول ا ﷺ میرے گھر تشریف لائے دیکھا تو میں رو رہی تھی آپ ﷺ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو میں نے عرض کیا یا رسول ا ﷺ آپ ﷺ نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس غم میں مجھ کو بے ساختہ رونا آگیا آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ نکلا اور میں اس وقت موجود ہوا تو تمھاری طرف سے میں اس سے نمٹ لونگا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمھارا پروردگار کانا نہیں ہے (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو اس کے ساتھی اصفہان کے یہود ہوں گے یہاں تک کہ جب مدینہ آئے گا تو وہاں ایک طرف آکر اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے نگران ہوں گے (جو اس کے اندر آنے سے مانع ہوں گے) مدینہ میں جو بداعمال آباد ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے اس کے بعد وہ فلسطین میں باب لد پر آئے گا۔ عیسیٰ ؑ نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اسکو قتل کریں گے پھر عیسیٰ ؑ چالیس

سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے۔ (مسند احمد)

آگ پانی اور پانی آگ

ربعی بن خراش ؒ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عمرو نے حذیفہ ؓ سے کہا کہ آپ نے دجال کے متعلق جو بات آنحضرت ﷺ سے سنی تھی وہ ہم کو بھی سنا دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ دونوں ہوں گے مگر لوگوں کو جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جھلسا دینے والی آگ ہوگی لہٰذا تم میں جس کو بھی یہ زمانہ ملے اس کو چاہئے کہ جو آگ معلوم ہو رہی ہو اس میں داخل ہو جائے کیونکہ درحقیقت وہ آب خنک ہوگا۔ (بخاری شریف) یہاں مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ دجال کی ایک آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر کے حروف علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہوں گے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، را اور ایک روایت میں کاف، الف، را ہوگا۔

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ ؑ کا مل کر دجال کی فوج سے لڑنا اور دجال کو قتل کرنا

پھر حضرت عیسیٰ ؑ سے کہیں گے یا نبی اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت میں رہے گا میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے رات امن و امان کے ساتھ بسر کر کے امام مہدی ؑ فوج ظفر موج کو لے کر میدان کارزار میں تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ ؑ فرمائیں گے کہ میرے لئے گھوڑا اور نیزہ لاؤ تا کہ اس ملعون کے شر سے زمین کو پاک کر دوں پس حضرت عیسیٰ ؑ دجال پر اور اسلامی فوج اس کے لشکر پر حملہ آور ہوگی

نہایت خوفناک اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے گی اس وقت دم عیسوی کی یہ خاصیت ہو گی کہ جہاں تک آپ کی نظر کی رسائی ہو گی وہیں تک یہ بھی پہنچے گا اور جس کافر تک آپ کا سانس پہنچے گا تو وہ نیست و نابود ہو جایا کرے گا۔

دجال کا فرار

دجال آپ کے مقابلہ سے بھاگے گا آپ اس کا تعاقب کرتے کرتے مقام ''لُدّ'' میں جالیں گے اور نیزے سے اس کا کام تمام کر کے لوگوں پر اس کی ہلاکت کا اظہار کریں گے کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ ؑ اس کے قتل میں عجلت نہ کرتے تو بھی وہ آپ کے سانس سے اس طرح پگھل جاتا جیسے پانی میں نمک۔ اسلامی فوج دجال کے لشکر کے قتل و غارت کرنے میں مشغول ہو جائے گی یہودیوں کو جو اسکے لشکر میں ہونگے کوئی چیز پناہ نہ دیگی یہاں تک کہ اگر بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں ان میں سے کوئی پناہ گزین ہو تو وہ بھی آواز دیگا اے خدا کے بندے دیکھ اس یہودی کو پکڑ اور قتل کر۔ مگر درخت غرقدان کو پناہ دیکر اخفائے حال کریگا۔

دجالی فتنہ کے چالیس روز

زمین پر دجال کے شر و فساد کا زمانہ چالیس روز تک رہے گا کہ جن میں سے ایک دن ایک سال کے ایک ایک مہینہ کے اور ایک ایک ہفتہ کے برابر ہو گا باقی ماندہ ایام معمولی دنوں کے برابر ہوں گے بعض روایتوں میں ہے کہ دنوں کی درازی بھی دجال کے استدراج کی وجہ سے ہو گی کیونکہ وہ ملعون آفتاب کو جس کرنا چاہے گا خداوند کریم اپنی قدرت کاملہ سے اس کی حسب مرضی آفتاب کو روک دے گا اصحاب کرام ؓ نے جناب پیغمبر خدا ﷺ سے پوچھا کہ جو روز ایک سال کے برابر ہو گا اس میں ایک دن کی نماز پڑھنی چاہئے یا سال بھر کی؟ آپ نے فرمایا یہ اندازہ و تخمینہ کر کے ایک سال ہی کی نماز ادا کرنی چاہئے شیخ محی الدین ابن عربی جو ارباب کشف و شہود کے محققین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ اس دن کی تصویر دل میں یوں آتی

ہے کہ آسمان پر ایک ابر محیط طاری ہوگا اور ضعیف وخفیف روشنی جو عموماً ایسے ایام میں ہوا کرتی ہے تاریکی محض سے مبدل نہ ہوگی اور آفتاب بھی نمایاں نہ ہوگا پس لوگ بموجب شرع اندازہ تخمینہ سے اوقات نماز کے مکلّف ہوں گے۔ وا اعلم بالصواب

دجالی شرانگیزیوں سے متاثرہ شہروں کی

تعمیر نو اور روئے زمین پر انصاف کا قیام

دجال کے فتنہ کے خاتمہ پر حضرت امام مہدی وحضرت عیسٰی ؑ ان شہروں میں کہ جن کو دجال نے تاخت وتاراج کر دیا ہوگا دورہ فرمائیں گے دجال سے تکلیف اٹھائے ہوئے لوگوں کو خدا کے یہاں اجر عظیم ملنے کی خوشخبری دیکر دلاسا وتسلی دیں گے اور اپنی عنایات و نوازشات عامہ سے ان کے دنیاوی نقصانات کی تلافی کریں گے۔ حضرت عیسٰی ؑ قتل خنزیر شکست صلیب اور کفار سے جزیہ قبول نہ کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی طرف مدعو کریں گے خدا کے فضل وکرم سے کوئی کافر بلاد اسلام میں نہ رہے گا تمام زمین حضرت مہدی ؑ کے عدل وانصاف کے چمکاروں سے منور وروشن ہو جائے گی ظلم و بے انصافی کی بیخ کنی ہوگی تمام لوگ عبادت واطاعت الٰہی میں سرگرم ومشغول ہوں گے آپ کی خلافت کی میعاد سات، آٹھ یا نو سال ہوگی۔

واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنہ اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسٰی ؑ کی معیت میں گزرے گا اس حساب سے آپ کی عمر 49 سال ہوگی۔

دجالی فتنہ اور سورۂ کہف

اب رہا یہ سوال کہ پھر سورۂ کہف کے اور اس فتنہ سے تحفظ کے درمیان ربط کیا ہے کہ اسی کی تلاوت کو اس سے تحفظ کو سبب قرار دیا گیا ہے تو اولاً اصول یہ سمجھ لیجئے کہ خوارق جس طرح خود سببیت اور مسببیت کے علاقہ سے باہر نظر آتے ہیں اسی طرح جو افعال ان کے قابل

ہیں وہ بھی سببیت کے علاقہ سے بالاتر ہوتے ہیں مثلاً نظر کا لگنا سب جانتے ہیں کہ یہ صحیح حقیقت ہے اور گو علماء نے اس کی معقولیت کے اسباب بھی لکھے ہیں مگر بظاہر اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا اس لئے بہت سے اشخاص تو اب تک اس کے قائل ہی نہیں اور اس کو صرف ایک وہم پرستی اور تخیل سمجھتے ہیں اس کے دفعیہ کے لئے جو صورتیں مجرب ہیں وہ بھی اکثر اسی طرح غیر قیاسی ہیں اسی طرح سمی جانوروں کے کاٹنے کے جو منتر اور افسوں ہیں وہ اکثر یا تو بے معنی ہیں اور جن کے معنی کچھ مفہوم ہیں بھی ان میں سمیت دفع کرنے کا کوئی سبب ظاہر نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں بہت سی سورتوں کے خواص مذکور ہیں مثلاً سورۂ فاتحہ کہ وہ بہت سے لاعلاج امراض کے لئے شفا ہے اب یہاں ہر جگہ اس مرض اور اس سورت کے مضامین میں مناسبت پیدا کرنے کیلئے زمین و آسمان کے قلابے ملانا بیکار کی سعی ہے۔ پھر اس قسم کی ذہنی مناسبات انسانی دماغ ہر جگہ نکال سکتا ہے اس لئے ہمارے نزدیک اس کاوش میں پڑنا مفت کی دردسری ہے۔ بااین ہمہ اگر سورۂ کہف اور دجالی فتنہ کے درمیان کوئی تناسب معلوم کرنا ہی ناگزیر ہو تو پھر بالکل صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اصحاب کہف بھی کفر و ارتداد کے ایک زبردست فتنہ میں مبتلا ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کے دل مضبوط رکھے اور اسلام پر ان کو ثابت قدم رکھا جیسا کہ اس سورت کے شروع ہی میں ارشاد ہے۔

وربطنا علیٰ قلوبھم اذقاموا فقالواربنا رب السمٰوات والارض لن ندعو من دونہ الٰھاً لقد قلنا اذًا شططاً

پس جس طرح صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ محفوظ رہے تھے اسی طرح جب دجال کا سب سے زبردست ارتداد کفر کا فتنہ نمودار ہوگا تو اس وقت بھی صرف امداد الٰہی ہی سے لوگوں کے ایمان مضبوط رہیں گے۔ (ترجمان السنۃ جلد ۴)

☆☆☆

عزت، ذلّت

ا رب العزت نے جماعت میں عزت رکھی ہے
شرعی اصولوں اور بیعت علی الجہاد کے بلند عمل پر قائم ہونے والی
جماعت نے بہت سے لوگوں کو عزت دی
اور انہیں ان کے مقام سے بہت اونچا پہنچا دیا
مگر انہیں یہ مقام راس نہ آیا.....
انہوں نے جھوٹے نعروں اور غلط نظریات کی
بنیاد پر جماعت میں انتشار برپا کیا
آج ان کا کیا کردار ہے اور جو لوگ جماعت کا
جھنڈا اٹھائے رہے وہ کیا کر رہے ہیں؟
جی ہاں! ایک طرف صرف غیبتیں، زبان درازیاں
اور جھوٹ در جھوٹ اور دوسری جانب دعوت جہاد
خدمت اسلام اور فدائی یلغاریں.....ثابت ہوا کہ
جماعت میں عزت اور اختلاف میں ذلت ہے.....

(شمارہ:152)

ا تعالیٰ عزت کے مالک ہیں جسے چاہیں عطاء فرما دیتے ہیں اور جب چاہیں سلب کر لیتے ہیں۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ عزت پر اترائے نہیں، اسے اپنا کمال نہ سمجھے اور اس بناء کو نہ بھولے جس پر اسکی عزت کا مدار ہے۔ عزت سے محروم ہو جانے والے یہی دونوں

طرح کے $ ہوتے ہیں۔اترانے والے بہت جلد عزت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں اور ذ 2 رسوائیاں ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیتی ہیں۔مثالوں سے تو دنیا بھری پڑی ہے آسان ترین اور نزدیک ترین مثال اپنے ملک کے صدر صاحب کو ہی دیکھ لیجئے! کہاں وہ مکے لہرا لہرا کر بات کرنا، میں میں کی رٹ میں ساری دنیا کو حقیر سمجھتے رہنا، اپنے آپ کو عقل کل قرار دے کر ہر کسی کو بے وقوف، احمق، نادان سمجھنا، طاقت کے زور پر مخالفین کے منہ بند کرنے کی فکر میں لگے رہنا، ہر کسی کو ڈنڈے کے زور سے ہانکتے رہنا اور کہاں اب صبح شام گو گو کے نعرے 3ا، ہر اخبار میں اپنے خلاف درجن بھر کالم پڑھنا اور ٹی وی پر مخالفانہ گفتگو سنتے رہنا اور کچھ نہ کر سکنا، بے شک

وتعز من تشاء وتذل من تشاء

آج کل تو ایسے لگتا ہے جیسے لوگ صرف اس کام کے لیے ویلے ہو گئے ہیں کہ صدر کی بے عزتی کرتے رہو اور اس کے خلاف نعرے لگاتے رہو، نہ روٹی کی فکر ہے نہ آٹے کی۔بس ایک ہی دھن میں ہر شخص لگا ہوا ہے کہ کب وہ یہ خبر سنے کہ صدر صاحب فرار ہو گئے یا گرفتار۔

اتنی ذلت تو اگر کسی شخص کو اپنے گھر میں ہی پیش آ جائے تو وہ گھر چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اس پر قبضہ جما کر بیٹھا نہیں رہ سکتا صدر صاحب تو لگتا ہے کسی اور مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ٹس سے مس نہیں ہو رہے اور خندہ پیشانی سے ذلت کو سینے سے لگائے کانوں میں روئی ٹھونسے ایوان صدر کی کرسی سے چپکے ! ہیں۔اب تو نذیر ناجی اور حسن نثار جیسے بغل بچوں نے بھی الٹا قلم چلانا شروع کر دیا ہے، صاحب شاید اس دن کے انتظار میں پیوستۂ شجر ہیں جب راشد قریشی اور طارق عزیز بھی ان کے خلاف پریس کانفرنس کر رہے ہوں اور شریف الدین پیرزادہ عدالت کو وہ نکات دکھا رہا ہو جو ان کے گلے میں پھندا فٹ کرانے کا ذریعہ بن سکیں۔افسوس کہ اس شخص نے اپنے آپ کو عزت کے شوق میں کن لامتناہی ذلتوں اور رسوائیوں کے حوالے کر دیا کہ دنیا میں ہی اس کے ہاتھ پاؤں زبان اعضاء و جوارح اس کے خلاف گواہیاں دینے لگے۔جمشید گلزار کیانی جیسے ہر معاملے میں دست و بازو کا کردار ادا

کرنے والے جرنیل، شیخ رشید، اعجاز الحق، چوہدری شجاعت اور مشاہد حسین جیسے لسّان ترجمان آج خلق خدا کو کیا سنا رہے ہیں؟ ا اکبرا اکبر۔ امام العارفین حضرت قاری عرفان صاحب نورا مرقدہ پرا تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں، جوش کے عالم میں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھ لکھا یہ شخص دنیا سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوگا جب تک اس ملک کے چوکوں چوراہوں پر اپنی ذلت کے مناظر نہ دیکھ لے گا۔ سچ ہے قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

اسی طرح ا تعالیٰ کی دی ہوئی عزت کو اپنا کمال سمجھ کر اس بناء کو بھول جانے والے جس پر عزت کی یہ عمارت استوار ہوتی ہے بھی بہت جلد بڑی رسوائی کا شکار ہوتے ہیں۔

آپ بتایئے! ا رب العزت نے اگر کسی کو علم کی بناء پر عزت سے نوازا ہو، کیا علم سے کنارہ کش ہو کر وہ شخص عزت پا سکتا ہے؟ نیکی کی وجہ سے عزت پانے والا فسق و فجور میں مبتلاء ہو کر معزز رہ سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ا رب العزت نے احیاء جہاد کے اس حسین مگر کٹھن دور میں جن لوگوں کو جہاد اور جماعت کی نسبتوں سے عزت مند فرمایا ہے انہیں یہ بات ہر لمحہ ہر آن ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ ان کی عزت کا مدار جہاد اور جماعت ہیں۔ ان سے کٹ کر نہ یہ عزت رہے گی نہ مقام، بلکہ ہر طرف سے ذ 2 اور رسوائیاں مقدر بنیں گی اور خود اپنے ہاتھوں ایسی حرکتیں سرزد ہوں گی جو رسوا کرائیں گی۔ آپ غور کر لیجئے!

ایسی سینکڑوں مثالیں آپ کو اپنے اردگرد کے ماحول میں مل جائیں گی۔ آپ کو کئی شناسا چہرے ایسے نظر آ جائیں گے جن پر ایک زمانے میں دعوت جہاد دینے، پیغام شہداء پہنچانے کا نور تھا۔ اب جھوٹ کی کالک اور بدزبانی کی سیاہی ان کا مقدر ہے۔ وہ لوگ جن کی جہادی سٹیج پر ایک جھلک دیکھنے کے لئے لوگ ازدحام کرتے تھے اور ان کے ہاتھ چومنے کیلئے ٹوٹ پڑتے تھے، آج اپنے تعارف کے لئے جھوٹ اور دھوکہ دہی کا سہارا لیتے ہیں۔ جھوٹے واقعات سناتے ہیں، غلط بیانیوں کے انبار لگاتے ہیں تاکہ لوگ انہیں مسجد میں آنے دیں بات کرنے دیں اور خاموشی سے ان کی بات سن لیں انہیں عزت پانے میں ناکامی ہوتی ہے۔ پسرور میں ولی صفت عالم دین مفتی بلال محسن صاحب زید قدرہ مجھے ایک شخص کا واقعہ

سنا رہے تھے جو جہادی سٹیجوں پر خوب برستا تھا، گرجتا تھا اور عزت پاتا تھا۔ وہ ان کی مسجد میں جہاد اور جماعت کی نسبت سے آیا، شہر سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا گیا، فائرنگ کی گونج میں مسجد تک لایا گیا۔ مسجد مردوں سے اور گھروں کی چھتیں خواتین سے کھچا کھچ بھری تھیں، بیان ہوا، خواتین نے زیوروں کی بوچھاڑ کر دی، مرد جیبیں خالی کر گئے، ایک سال بعد وہی شخص آیا، منت کر کے مسجد میں جلسہ کرنے کی اجازت لی، ایک ماہ شہر میں اشتہار لگوائے، رکشوں پر اعلانات کرائے، مسجد میں آ کر تقریر کی، میں اس مجمع کا سولہواں اور آخری آدمی تھا جو صرف اس نیت سے مسجد میں آیا کہ اس شخص سے سوال کروں کہ جماعت اور جہاد کا تعارف تبدیل کر کے تم نے کیا پایا۔

ابھی حال ہی میں کچھ اور لوگ اسی طرح عزت سے محروم ہو کر ذلت کا شکار ہوئے ہیں۔ جذباتی نعرے اور مزخرف نظریئے لے کر بلوں میں جا چھپے ہیں اور باہر ذلت و رسوائی کے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے نمائندے چھوڑ رکھے ہیں، کچھ خطوط اور الزام نامے ہیں جو ان کی طرف سے تقسیم ہو رہے ہیں اور جہاد و مجاہدین سے دلی وابستگی رکھنے والے لوگوں کے دلوں میں تشویش پھیلانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ ایسے میں ہم بحمد تعالیٰ نہ اس خطرے کا شکار ہیں کہ ان ''کالعدم'' لوگوں کی یہ ناپاک ہمارے کام یا جماعت میں کمزوری کا باعث بنے گی اور نہ ہی ہمیں ان کے ''جھوٹ'' کا اسی انداز میں جواب دینے کی فکر ہے۔ صرف چند سوالات اپنے قارئین اور جماعتی کارکنان کی خدمت میں عرض کرنے ہیں جو حق اور باطل کی قلعی کھول دیں گے اور یہ ثابت کر دیں گے کہ یہ حرمان نصیب لوگ ا تعالیٰ کی پکڑ کا شکار ہو کر رسوائی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

جہاد دین کی عظیم ترین خدمت اور دینی اعمال میں افضل ترین عمل ہے۔ دونوں طرف کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ جہاد کر رہے ہیں ایسے میں ان کے درمیان سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کس بات سے ہوگا؟ ذرا غور کیجئے!

ایک طرف وہ لوگ ہیں جن کی زبانیں صرف اور صرف جہاد اور مکمل دین کی دعوت

دے رہی ہیں، وہ قرآن سنا رہے ہیں، حدیث بیان کر رہے ہیں، صحابہ کرام کا اسوہ حسنہ امت تک پہنچا رہے ہیں، غازیوں اور شہداء کا پیغام سنا رہے ہیں، ان کے محاذ آباد ہیں، فدائین کے قافلے ہر سو رواں دواں ہیں، ان کی یلغار روز افزوں ہے اور دنیا خود اس بات کی گواہی دے رہی ہے، ان کی سے قیدیوں کو راحت پہنچ رہی ہے۔ ہر جیل میں بیٹھا مجاہد قیدی ان کے رابطے میں ہے اور بھرپور معاونت پا رہا ہے۔ ان کی مسجدیں آباد ہیں، ذکر کے حلقے قائم ہیں، علم کے مراکز دائم ہیں، ان کے قلم حق لکھ رہے ہیں، ہر آمر و جابر کو ہر طرح کے حالات میں للکار رہے ہیں، امت مسلمہ کو درد کی دوا اور روح کی غذا پہنچا رہے ہیں، ان میں اتحاد و یگانگت ہے، اختلاف نہیں، انتشار نہیں، باہم بدگمانیاں نہیں، بدزبانیاں نہیں، وہ اپنی صفائی میں نہ لکھ رہے ہیں، نہ بول رہے ہیں، مخالفین کے خلاف نہ زبان چلا رہے ہیں نہ قلم، گزوں لمبے پمفلٹوں کے جواب میں انہوں نے کوئی ایک انچ کا اسٹیکر بھی شائع نہیں کیا۔ وہ کسی پر چھپ کر وار نہیں کر رہے کھل کر اپنا مقدس مشن سرانجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کردار کش وفود نہیں چلائے جو علماء و مشائخ کے مراکز میں جا کر مخالفین پر گند اچھالیں اور ان کے قلوب کو مکدر کریں۔

اور دوسری طرف غیبتوں کے بازار ہیں اور الزامات کے انبار، پمفلٹ بازی ہے اور بہتان سازی، بیان ہیں تو اپنی صفائی کا ٹوکرا، اور تحریر ہے تو کردار کشی کا پلندہ، جھوٹ ہے اور مکاری، چوروں کی طرح چھپ کر وار اور بزدلوں کی طرح پیٹھ پیچھے سے تیر اندازی، نہ ذکر ہے نہ فکر، بڑوں کے پاس جانا ہے تو ان کے دل و دماغ مکدر کرنے اور چھوٹوں کے پاس آمد ہے تو انہیں راہ جہاد اور جماعت سے ہٹانے کے لیے، مبلغِ خدمتِ دین یہ ہے کہ دین کے کام میں جڑے لوگوں کو وساوس کا شکار کر کے گھروں میں بٹھانا اور اپنے کارکنوں کے لیے کوئی ہے تو خفیہ خط تقسیم کرانا اور وسوسے پھیلانے پر لگانا۔

یہ لوگ کل تک دین اور جہاد کی صحیح خدمت میں مصروف تھے اور خوب عزت پا رہے تھے، پھر انہوں نے اس عزت کو اپنا کمال سمجھا اور اس بناء کو فراموش کر دیا جس نے انہیں سیدھے راستے پر قائم رکھا اور عزت کے قابل بنایا یعنی بیعت علی الجہاد اور جماعت۔ اب ان

کی تمام سرگرمیاں وہ ہیں جو انسان کو دنیا و آخرت میں ذلت کا مستحق بناتی ہیں۔

یہ موازنہ پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ ان زلزلوں اور وسوسوں کے باوجود اب تک عزت کے راستے پر قائم ہیں اور بیعت کی مضبوط رسی تھام کر جہاد کے حسین مگر دشوار راستے کو قطع کر رہے ہیں وہ شکر کریں اور اس احساس سے بچیں کہ بیعت اور جماعت کے ساتھ جڑے رہنا ان کا کمال یا ان کا احسان ہے بلکہ اسے ا کا احسان سمجھیں اور ا مت کی دعاء کرتے رہیں۔ کہیں ہم بھی ایسے کسی غلط احساس کا شکار ہو کر عزت والے راستے سے محروم ہو کر ذلت و رسوائی کے کاموں میں نہ لگ جائیں، پھر ہماری دھن بھی وسوسے پھیلانا اور مسلمانوں کے گریبان چاک کرنا بن جائے۔ العیاذ با ۔ اگر دین کی صحیح اور صاف ستھری سے ہٹ کر ان غلط کاموں کے ذریعے کوئی وقتی طور پر چند لوگوں کی واہ واہ اور عزت پا بھی لے تب بھی دین کی سے محروم ہو جانا خود ایک بہت بڑی ذلت و رسوائی ہے اور کسی دینی کام خصوصا جہاد جیسے عمل اور جماعت جیسی نعمت کے خلاف کام میں مشغول ہو جانے سے بڑھ کر رسوائی میں مبتلا ہونے کی نشانی کوئی اور نہیں ہو سکتی۔

ساتھ ہی یہ ہماری طرف سے اہل دین کو صرف اس فریضے کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش ہے کہ ہر بہتان پر کان دھرنا اور ہر جھوٹ کو تسلیم کر لینا اسلامی شیوہ و شعار نہیں۔ **فتبینوا** کا قرآنی حکم مسلمانوں کے لیے ہی ہے، ہر کسی کا کام خود جا کر دیکھیں اور پھر رائے قائم کریں تو ٹھیک ہے صرف سنی سنائی پر صفائیاں طلب کرنا مومن کا شان نہیں۔ جن لوگوں کو ا تعالیٰ نے دین کا درد اور کا جذبہ عطاء فرمایا ہے انہیں اتنی فرصت نہیں کہ اپنی صفائیوں کے حلقے لگائیں یہ اہل ایمان کا اپنا فرض ہے کہ وہ حق کی تلاش میں سعی و کوشش کریں۔ اہل حق کا کام بحمد ظاہر و باہر ہے۔ نہ کوئی خفیہ ایجنڈہ ہے نہ مخفی سرگرمیاں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حق کو تلاش کرنے والے اسے ضرور پا لیتے ہیں۔ چاند پر تھوکنے والوں کے اپنے منہ گندے ہو رہے ہیں، سورج کی روشنی سے جلنے والے اپنے غیض و غضب میں خود ہی جل مرتے ہیں۔ حق پر بھونکنے والوں کی ہر بکواس انہی پر لوٹ آتی ہے۔ اہل حق کے کارواں

ا کے کرم سے اونچی منزلوں کی طرف رواں دواں ہے۔ افسوس ہے کہ ان حرمان نصیبوں پر جو اس مقدس راستے سے ہٹا دیے گئے اور منزلوں سے بھٹک گئے۔

☆☆☆

جھوٹ کا پہیہ

جماعت سے نکلنے اور اسے توڑنے کی کوشش کرنے والوں
نے اپنے اس برے کام کے لئے
جھوٹ کا سہارا لیا.....خوب جھوٹ بولا، خوب جھوٹ پھیلایا
اور جھوٹ کے میدان میں
ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں
اپنے آپ کو بھی خوب جھٹلایا، کئی لوگوں نے
اپنی زبان سے ان باتوں کی تکذیب کی جن کا
وہ کل تک خوب پرچار کیا کرتے تھے۔
جھوٹ کے اس پہیے کا چکر خود انہی پر پھر گیا
اور آج وہ آپس میں الجھ رہے ہیں اور باہم دست و گریبان ہیں۔
جھوٹ کے اس چکر کا مختصر جائزہ اور اس کا انجام.....

(شمارہ:153)

بڑے کہتے ہیں جھوٹ میں یہ خاصیت ہے کہ اس کا چکر بہت تیزی سے گھومتا ہے اور دائرہ خوب پھیلتا ہے یہ تیزی اور پھیلاؤ عارضی اور جز وقتی ہے، حق کھل کر سامنے آجاتا ہے اور پھر جھوٹ کو منہ چھپا کر بھاگنا پڑتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ ہمارے ہاں مجاہدین میں اختلاف پیدا کرنے اور جھوٹ بول بول کر اپنے بڑوں کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرنے اور وقتی طور پر جھوٹی عزت کمانے والوں کا ہوا۔

۲۰۰۰ء میں امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر کی رہائی اور ملک آمد کے بعد اکابر علماء کرام کی ان کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد سے جہاد کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ شرعی بنیادوں پر جماعت کی تشکیل عمل میں آئی اور مجاہدین کی فکری وعملی تربیت کو بنیادی ہدف بنایا گیا، اس وقت کئی ایسے لوگ جو اپنی انتشار پسند طبیعت اور فتنہ انگیزی کی شہرت کی وجہ سے اپنے جہادی حلقوں میں مسترد کیے جا چکے تھے امیر المجاہدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سابقہ اعمال نہ دہرانے اور جماعت کا مضبوط حصہ بننے کے عہد پر بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔

بہاولپور میں جماعت کی تشکیل کے سلسلے میں ہونے والا مشاورتی اجلاس کئی حضرات کو یاد ہوگا جس میں بڑے بڑے ''کمانڈر'' اور ''عسکریت پسند'' حضرات نے رو رو کر اپنی ''حرکتوں'' کا اعتراف کیا اور تمام شرکاء سے درخواست کی کہ ان تمام باتوں سے درگزر کر کے انہیں جماعت کا حصہ بننے کا موقع فراہم کیا جائے (کوئی تو جا کر آج ان بزعم خود ''اعلامِ جہاد'' کو ان کا وہ وقت یاد دلائے تا کہ جھوٹ کے پلندے پھیلاتے وقت انہیں گریبان میں جھانکنے کی توفیق مل سکے) کچھ عرصہ یہ لوگ جماعت کے مضبوط نظم اور ساتھیوں کے باہمی اعتماد اور سب سے بڑھ کر امیر المجاہدین کی مکمل نگرانی کے باعث ''بادل نخواستہ'' جماعت میں چلتے رہے اور اپنی کوئی کارروائی سامنے نہ لا سکے۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء میں امارت اسلامیہ افغانستان پر امریکی حملہ عمل میں آیا اور طالبان کو حکومت چھوڑ کر گوریلا جنگ کے میدان سجانے پڑے اس وقت ان ''حضرات'' کی افتادِ طبع نے انگڑائی لی اور انہیں گمان ہوا کہ سابقہ کارروائیاں دہرانے کے لیے یہ بہترین وقت ہے۔ پاکستان میں جہادی ذہن اور مجاہدین سے ہمدردیاں رکھنے والے حضرات چونکہ طالبان سے جذباتی تعلق اور قلبی رکھتے ہیں اور اس سانحہ عظیمہ کے وقوع سے سخت دلبرداشتہ اور جذباتی کیفیت میں تھے اس لیے ان لوگوں نے صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہ نعرہ اٹھایا کہ چونکہ پاکستان کی

حکومت نے طالبان کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا مکمل ساتھ دیا ہے اس لیے ''غیرت'' اور طالبان سے'' '' کا تقاضہ یہ ہے کہ پاکستان میں حکومت اور اس کے مفادات کے خلاف عسکری کارروائیاں کی جائیں۔ انہوں نے اس نعرے کو خوب اچھالا۔ معاونین کے پاس جا کر ان کے سامنے روئے اور یہ کہا کہ ہم یہ سب کچھ کرنے کے لیے بے چین ہیں اور اسی بات کو اس وقت اسلام اور جہاد کا تقاضہ سمجھتے ہیں جماعت کی قیادت حکومت اور ایجنسیوں کے ہاتھ بک چکی ہے اس لیے وہ یہ سب کرنے پر تیار نہیں۔ سادہ دل کارکنوں اور جہاد کے لیے گھر بار چھوڑ کر آئے ہوئے نوجوانوں کی بھی یہی ذہن سازی کی گئی اور انہیں جماعتی قیادت کے خلاف مزید کئی جھوٹ بول کر بھڑکایا گیا۔ جماعت کی صفوں میں انتشار دکھا کر قیادت کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی جماعت اپنے اس ''شرعی موقف'' پر قائم رہی کہ اوّل تو ان کارروائیوں کا شرعی جواز مشکوک ہے دیگر ان کا خلاف حکمت اور تحریک جہاد کے لیے نقصان دہ ہونا بالکل واضح ہے۔ حضرت امیر المجاہدین چونکہ اس وقت پابند سلاسل تھے اس لیے ان لوگوں کو خوب کھل کھیلنے کا موقع ملا اور انہوں نے کچھ لوگوں کو جماعت سے توڑ لیا۔ اس کے بعد انہوں نے طالبان سے اپنی'' ''اور پاکستانی حکومت سے ''نفرت'' کے اظہار کے لیے کس طرح کی کارروائیاں کیں ان کی داستان انتہائی شرمناک ہے۔ چونکہ یہ لوگ معاونین اور کارکنان کے سامنے خوب جذباتی تقریریں کر چکے تھے اور اموال بھی وصول کر چکے تھے اس لیے ان پر ہر طرف سے دباؤ تھا کہ اپنے نعروں اور تقریروں کو عملی جامہ پہنائیں۔ ان حضرات کی ''عسکری مہارت'' کا مبلغ چونکہ صرف اتنا ہی تھا کہ محاذ جنگ سے پسپائی کی صورت میں اپنے ساتھیوں سے پہلے کس طرح ''محفوظ مقامات'' پر پہنچا جا سکتا ہے اس لیے ان سے کوئی بڑی کارروائی تو نہ بن پائی۔ انہوں نے پاکستان میں آباد عیسائی کمیونٹی کو اپنا ہدف بنالیا اور اس کا جواز یہ گھڑا کہ یہ لوگ گھروں میں صفائی کے بہانے عرب اور افغان مجاہدین کی مخبریاں کرتے ہیں اور چھاپہ ڈلواتے ہیں۔ ملک میں کچھ چرچوں پر حملے ہوئے جن کے اعداد و شمار ملاحظہ فرمائیں تو ان میں عیسائیوں

سے زیادہ مسلمان نشانہ بنے۔ کیا ان لوگوں سے کوئی سوال کرنے والا ہے کہ افغانستان میں امارت اسلامیہ کے سقوط کی ذمہ داری صرف ہسپتالوں اور گلیوں میں صفائی کرتے ان عیسائی شہریوں اور سکولوں میں پڑھنے والے غیر ملکی بچوں پر عائد ہوتی تھی؟؟؟

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ جن نوجوانوں کو اپنا نام بچانے کی خاطر ان غیر شرعی کارروائیوں کے لیے تیار کیا گیا انہیں یہ جھوٹ بولا گیا کہ یہ سب کچھ جماعت کی پالیسی کے مطابق اور امیر المجاہدین کے حکم پر کیا جا رہا ہے۔ ان کارروائیوں میں استعمال ہونے والے نوجوانوں کے گھروں میں یہ جھوٹ بولا گیا کہ ان کے بچے کشمیر میں شہید ہو گئے ہیں۔ جیلوں میں بند ہونے والے نوجوانوں سے یہ جھوٹ بولا گیا کہ جماعت نے آپ لوگوں کو گرفتار کروایا ہے اور وہ اب رہائی میں رکاوٹیں ڈال رہی ہے، یعنی کہ پورا سیٹ اپ جھوٹ در جھوٹ۔ اور پھر اس کا انجام ملاحظہ فرمائیے!

جہاد اور غیرت کے نام پر جھوٹ کا یہ چکر چلانے والے قائدین کا حال یہ ہوا کہ چار چار ماہ کی نظر بندی نے ہی پاکستانی حکومت اور نظام کے خلاف ساری نفرت نچوڑ کر کا رس بھر دیا۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ امارت اسلامیہ کے سقوط کے ذمہ دار عیسائی بھی دندناتے پھرتے ہیں اور پاکستان کی حکومت بھی وہی ہے اب وہ کارروائیاں کیوں حرام ہو گئی ہیں؟ اب یہ لوگ خود ان کارروائیوں کے خلاف تقریریں کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی تو اتنے روشن خیال ہو گئے کہ سیاست، الیکشن اور اس نوع کے کئی اور ڈراموں تک میں جا ملوث ہوئے۔ ان لیڈران کی ۷۰ فیصد سے زائد تعداد جہاد کی کسی بھی نوع کی خدمت میں شامل نہیں رہی بلکہ دیگر کاموں میں جا لگے ہیں۔ اور بھگائے جانے والے کارکنوں میں سے بھی کم سے کم ۹۰ فیصد جہاد چھوڑ کر کاروباروں اور نوکریوں میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے اس دعوے کی تصدیق کے لیے آپ اپنے شہر میں ہی صرف ان لوگوں پر ہی ایک نظر ڈال لیں جنہوں نے اس وقت جماعت اور بیعت سے دست کشی کی تھی۔ ان میں کئی بہت اچھے مجاہد تھے اور کئی تو مجاہدین کے استاذ اور کمانڈر تھے۔ جھوٹ کے اس منحوس چکر نے انہیں گھما کر جہاد کے

میدانوں سے دور کر کے دنیا کے قدموں میں ڈال دیا۔ العیاذ با

یہ تھی حقیقت اس جھوٹ کی جو اسلامی حمیت کے نام پر بولا اور پھیلایا گیا۔

ایک اور جھوٹ جماعت کی طرف یہ منسوب کیا گیا کہ جماعت نے پالیسیوں پر عمل نہ کرنے کی بناء پر ہندوستانی جیل سے امیر المجاہدین کے ہمراہ رہا ہونے والے مجاہد عمر شیخ کو پکڑوانے میں کردار ادا کیا۔ یہ بات بھی پمفلٹوں کے ذریعے خوب پھیلائی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ عمر شیخ نے اپنے خاندان کے دباؤ پر اپنے والد چچا اور ماموں کے ہمراہ گاڑی میں جا کر ڈی آئی جی لاہور کے گھر خود کو پولیس کے حوالے کیا تھا۔ اس بات کی تصدیق ان کے لاہور میں مقیم پورے خاندان کے کسی بھی فرد سے کی جا سکتی ہے جھوٹ پھیلانے والوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ اس بات کا پول کھولنے کے لیے لاہور شہر میں سینکڑوں لوگ موجود ہیں جو اس واقعے کے گواہ ہیں۔

پمفلٹ باز جھوٹوں نے یہ بات بھی خوب پھیلائی ہے کہ جماعتی ذمہ داران نے جہادی اموال سے پلاٹ خریدے ہیں۔ ہم ان لوگوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی بھی مجلس میں آ کر یہ ثابت کر دیں کہ کسی ذمہ دار نے ذاتی پلاٹ خریدا ہو ہم ہر طرح کی قسم اور حلف دینے کے لیے تیار ہیں ان لوگوں میں اگر رتی بھر ایمان، صداقت اور غیرت ہے تو اس بات پر کوئی ثبوت لے کر کہیں بھی آ جائیں۔ البتہ اتنی بات ہم عرض کر دیں کہ جماعت کا شعبہ ''تعمیر مساجد'' الحمد منظّم انداز میں کام کر رہا ہے، تین سو تیرہ مساجد کی تعمیر کا ہدف رکھنے والا یہ شعبہ ۱۷ مساجد فی الوقت بنا رہا ہے اور اس مقصد کے لیے ملک بھر میں پلاٹ خرید رہا ہے جن پر مساجد و مدارس بن رہے ہیں اور مزید بھی بنیں گے انشاء ا (اب ان مساجد کی تعداد ۴۰ سے تجاوز کر چکی ہے **والحمدللّٰہ رب العالمین**۔ ان مساجد و مراکز کے لیے خریدے گئے پلاٹوں کو اگر جماعتی قائدین کے ذمہ ڈالا جائے تو اسے ''خبث باطن'' ہی کہا جا سکتا ہے)۔

اب تازہ ترین چکر وہ شخص چلا رہا ہے جو اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جماعت چھوڑنے کی سچی وجہ بھی کسی کو نہیں بتا سکتا۔ اس نے یہ نعرہ گھڑا ہے کہ جماعت نے

جامعہ حفصہ ؒ اور لال مسجد کی شہادت پر جو موقف اور طرز عمل اختیار کیا ہے اس پر احتجاجاً وہ جماعت چھوڑ گیا ہے۔ اس درجہ ثالثہ تک تعلیم یافتہ مفتی نے حال میں ایک فتویٰ بھی جاری کیا ہے جس میں جامعہ حفصہ ؒ کو شہید کرنے والی حکومت کے خلاف جہاد فرض عین قرار دیا ہے۔ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے والے حضرات کی خدمت میں چند سوالات پیش ہیں اور ان پر غور کی دعوت ہے۔

(۱) جامعہ حفصہ ؒ کی شہادت ایک عظیم سانحہ اور ایسا ہولناک حادثہ ہے جس پر ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو روتا رہے گا کیا وہ تمام علماء کرام، اہل مدارس، اہل تنظیمات، فساق، فجار اور ناقابل اتباع ہوگئے جنہوں نے اس سانحہ کے بعد اپنے کام چھوڑ کر حکومت کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا؟

(۲) وہ لوگ جو آج بھی اس نام سے ایک تحریک کی سرپرستی کر رہے ہیں اور ملک بھر میں جامعہ حفصہ ؒ سے اٹھنے والی تحریک کو جاری رکھنے کے دعویدار ہیں کیا وہ اپنی دینی خدمت اور تعاون چھوڑ کر میدان میں نکل آئے ہیں؟

مجاہدین سے بغاوت کا مطالبہ کرنے والے یہ حضرات اپنے دینی کاموں میں بغیر مہتمم کی اجازت کے ایک دن کا ناغہ بھی گوارہ نہیں کرتے اس تحریک کی خاطر۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہر مجاہد اپنی بیعت توڑ کر میدان سے نکل آئے۔ کیا امیر جہاد کی اطاعت مہتمم کی اطاعت سے بھی کم درجے کی چیز ہے؟

(۳) جب جامعہ محاصرے میں تھا اور اس پر ہر طرف سے بمباری ہو رہی تھی، طالبات شہید ہو رہی تھیں اس وقت یہ انقلاب کے علمبردار باوجود اسلحہ، افراد اور اپنے بقول اتنی طاقت ہونے کے جو حکومت وقت سے ٹکرانے کے لیے کافی ہے کیوں اپنی بلوں میں گھسے رہے اور جماعتی پروگراموں میں رو رو کر کارکنوں سے اطاعت اور صبر پر بیان کرتے رہے؟ کیا جماعت کی طرف سے تشکیل کی تبدیلی کا حکم آجانے اور حسابات طلب کیے جانے سے قبل منافقت کے ساتھ جماعتی منصب اور مراعات کا استعمال جائز تھا؟ مذکورہ بالا

احکام آجانے سے قبل ۶ ماہ یہ سانحہ کیسے انہیں ہضم ہوا رہا اور درد دل پر قابو پائے رہا؟

(۴) جو دلائل جامعہ حفصہ ؒ کے حادثہ کے بعد حکومت وقت کے خلاف جہاد فرض عین ہونے کے لکھے جا رہے ہیں ان کی رو سے یہ جہاد اس وقت بھی فرض ہوتا تھا جب ڈمہ ڈولا میں مدرسہ طلبہ سمیت میزائیلوں کا نشانہ بنا دیا گیا اور مسجد شہید کر دی گئی۔ وزیرستان میں دو بار مدرسوں پر بمباری، معصوم طلبہ اور خواتین کی شہادت اور مساجد کی بے حرمتی کے واقعات بھی بعینہٖ اسی نوعیت کے تھے۔ اس وقت جذبات میں تلاطم اور نظریات میں جنبش کیوں نہ ہوئی؟ اس وقت جماعت اور بیعت سے نکلنا کن دلائل کی بناء پر فرض نہ ہوا؟

جی ہاں! دراصل اس وقت کوئی دوسری مجبوری جماعت سے نکلنے کی پیش نہ تھی اس لیے ان واقعات کو بہانہ نہیں بنایا گیا اور جب مجبوری پیش آ گئی تو چھ ماہ پہلے کے واقعہ کو بنیاد بنا کر ''غیرت'' کا مظاہرہ کر دیا گیا۔ اب روزانہ صفائیاں پیش کرنے اور درد شکم کو تسکین دینے کے لیے نئے خط اور نئے پمفلٹ نکالے جا رہے ہیں اور جھوٹ کا پہیہ گھمانے کا عمل انجام دیا جا رہا ہے۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ ؒ کے مسئلے کو اختلاف کی بنیاد بنا کر اپنے جرائم چھپانے اور دشمنوں کے ہاتھ مضبوط بنانے والوں نے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ جماعت کے بعض ذمہ داران نے لال مسجد والوں کو اخباری بیان میں گالیاں دیں، ہم عندا اس شنیع الزام سے بری ہیں یہ حق پرستان بتائیں کہ انہوں نے چھ ماہ اس بات پر چپ کیوں سادھے رکھی اور جماعت کی یہ واضح پالیسی معلوم ہونے کے باوجود کہ ان حضرات کے بارے میں کوئی ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں جن سے ان کی تنقیص ہو اور القلم اخبار اس پالیسی کا مکمل آئینہ دار رہا انہوں نے احتجاج کیوں نہ کیا اور شکایت کیوں نہ درج کرائی؟

اگر دعوت جہاد کا اجراء اور مسلسل ، نظریۂ جہاد کی مسلسل اشاعت، شہداء اسیران اور غازیوں کے گھرانوں کی کفالت، مجاہدین کی فکری و نظریاتی تربیت، محاذوں کی مضبوطی اور شرعی اصولوں کی پاسداری کے ساتھ جہادی کام کی ترقی۔ یہ سب چیزیں ان لوگوں کے نزدیک مصلحت کا تقاضہ نہیں بلکہ بزدلی اور کمزوری ہیں تو اپنی اتنے عرصہ کی خاموشی اور گونگے

ن بنے رہنے کو وہ کیا نام دیں گے؟

وہ لوگ جو (ان کے بقول) گالی دینے والے ایک جماعتی قائد کا احتساب نہیں کر سکے اور سو مصلحتیں ان کے آڑے آ % وہ پاکستانی حکومت اور فوج سے شہداء کا انتقام لے لیں گے اس میں کوئی مصلحت ان کے آڑے نہ آئے گی؟ جبکہ ان سے پہلوں کی مثال بھی امت کے سامنے ہے جنہوں نے تھوڑی سی تکلیف پر موقف بدل لیے۔

صرف اپنی ذات کے بچاؤ کے لیے مصلحت کا استعمال ان لوگوں کے نزدیک کس دلیل کی بناء پر جائز ہوا جن کے ہاں مسلمانوں کی اجتماعیت اور دینی کام بچانے کے لیے شریعت کے مطابق مصالح کا استعمال بھی جائز نہیں؟؟ فیاللعجب۔

جھوٹ کا پہیہ گھمانے والے ان جھوٹوں سے تو ہم مخاطب بھی نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی فائدہ یا اس کی ضرورت سمجھتے ہیں، ان کے باطل پروپیگنڈے کا شکار ہونے والے سادہ دل ساتھیوں اور خط بازی کا شکار ہوئے محبّین سے ضرور سوال کرتے ہیں کہ کیا ان لوگوں سے کوئی یہ بات پوچھ دے گا؟

گزشتہ ہفتے مضمون ''عزت ذلت'' کی اشاعت کے بعد مجھے اس پہیے سے وابستہ ایک صاحب کا خط آیا جس میں انہوں نے لال مسجد والے شہداء کی شہدائے کربلا سے موافقات لکھیں اور آخر میں ان کا ساتھ نہ دینے والے مجاہدین، علماء کرام، اہل مدارس اور اہل سیاست پر خوب تبرا کر کے ان سب کو یزیدی لشکر کا حصہ قرار دے دیا۔ اس نے آخر میں جو الفاظ لکھے وہ پڑھ کر میں سرتاپا کانپ کر رہ گیا مجھے یہ سمجھ آیا کہ ان لوگوں کی قیادت جن ''جہال علم'' کے ہاتھ میں ہے ان کا مبلغ علم اتنا ہو ہی سکتا ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم سبیل الھالکینا

(جب کوّا کسی قوم کی رہ نمائی کے منصب پر ہوگا تو یقیناً اس قوم کو ہلاکت کے راستے پر

ہی چلائے گا)

اس نے لکھا کہ حضرت حسین ؓ کے دور میں ان کا ساتھ نہ دینے والے جس طرح فاسق تھے اسی طرح آپ اور آپ کے بڑے سب فاسق ہیں۔ نعوذ باللہ

اس شخص کو خط بھیج کر شاید تسلی نہ ہوئی تھی آج صبح اس کا فون بھی آ گیا اور اسی خط کے حوالے سے اس نے اپنا تعارف کرایا۔ اس نے فون پر بھی یہی بات دہرائی۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ یہ بتاؤ اس زمانے میں جو حضرات صحابہ کرام ؓ موجود تھے اور نہیں نکلے تھے ان کا کیا حکم ہے؟ کہنے لگا: آپ مجھے بیوقوف نہ بنائیں اس زمانے میں صحابہ کرام ؓ تھے ہی نہیں۔ میں نے اسے کہا کہ آپ اپنے قائدین کے علاوہ کسی بھی عالم دین سے یہ تحقیق کر لیں کہ اس زمانے میں کتنے ہزار صحابہ کرام حیات تھے۔ وہ یزید کے خلاف نہیں نکلے تھے بلکہ اس کی بیعت پر قائم رہے اور کئی اکابر صحابہ کرام اس زمانے میں یزید کے بھیجے ہوئے لشکروں میں شامل ہو کر سرحدوں پر جہاد میں مصروف تھے اور اس سانحہ عظیمہ کے بعد بھی صحابہ کرام نے یزید کے خلاف خروج نہ کیا۔ بلکہ بیعت بھی نہ توڑی اور جہاد میں بھی مشغول رہے، اگر میری یہ بات ٹھیک ہو تو اپنے بدزبان قائدین سے ان کے بارے میں بھی ''فتویٰ'' لکھوالو۔ اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں بھی اپنے ان ''فقہاء'' سے پوچھ لو جن کے زمانے میں حضرت حسین ؓ کی اولاد میں سے محمد بن نفس ذکیہ ؒ نے خروج کیا تھا امام صاحب ان کے ہمراہ نہ نکلے تھے۔

مجاہدین آج الحمد جہاد کا جو کام کر رہے ہیں وہ کسی حکمران کی اطاعت میں نہیں اور نہ ہی ان حکمرانوں کے ہاتھ پر اطاعت کی بیعت کی گئی ہے۔ جتنا کام ہو رہا ہے ان کے علی الرغم ہو رہا ہے۔ وہ جل رہے ہیں، کڑھ رہے ہیں اور اس کام کو روکنے کے لیے اپنا ہر زور لگا رہے ہیں ا کے فضل سے یہ کام جاری ہے اور حکمرانوں کی ہر کوشش ناکام ہے۔ یقین اور دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ پچھلے سات سالوں میں حکمرانوں کے جبر اور امریکہ کی طاقت نے اتنے لوگوں کو میدان جہاد سے نہیں بھگایا جتنے نوجوانوں کو ان جھوٹوں نے جھوٹ

بول بول کر بھگایا ہے۔ آہ! میدان جہاد کے کیسے کیسے شہسوار، کیسے کیسے جانباز، کیسے کیسے حوروں کے شیدائی اسلام کے فدائی جھوٹ کے اس پہیے کی زد میں آ گئے۔ آج شہادت کے میدان انہیں حسرت سے تکتے ہیں اور وہ دنیا پرستی میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کا جواب دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور ہی دینا پڑے گا۔ یہ پمفلٹ، یہ خطوط، یہ نعرے تقریریں جو دنیا میں بھی سچ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہو رہی وہاں کیا کام آئیں گی۔ اتنا تو ضرور ابھی سوچ لینا چاہیے کہ یہ حرکتیں دین کی رسوائی اور جہاد کی کمزوری کا باعث بن رہی ہیں یا تقویت اور نیک نامی کا؟ جھوٹ کی نحوست سے اگر پکی مہر دلوں پر نہیں لگ چکی اور ضمیر نام کی کوئی چیز زندہ ہے تو یقیناً درست جواب مل جائے گا۔

☆☆☆

اچھی بات بری نیت

جذباتی نعروں اور کفر کے فتووں کی آڑ میں شرارت پھیلانا اور
مسلمانوں کے خون مباح کرنا ''خوارج'' کی عادت تھی
جو آج کے ''منی خوارج'' میں مکمل طور پر موجود ہے.....
حق بات کہہ کر غلط معانی اخذ کرنے والوں نے
جس طرح اکابر صحابہ ؓ کے خون
اپنے لئے مباح سمجھ کر جہنم کمائی آج ان کی ذریت
بھی اسی راستے پر گامزن ہے.....
قتل کی دھمکیاں، فتوے، نعرے اور تقریریں آج کی
نئی ایجاد نہیں جس سے متاثر ہوا جائے.....
دور حاضر کے خوارج کی نقاب کشائی.....

(شمارہ:154)

جذباتی نعرے اٹھا کر عوام کے جذبات ابھارنے، فتنے پھیلانے اور اجتماعیت پر ضرب لگانے کا کام نیا نہیں بلکہ صدیوں سے جاری ہے۔ سب سے پہلے یہ کام اس بدبخت جماعت نے کیا جنہیں ہم ''خوارج'' کے نام سے جانتے ہیں۔ خلیفۂ چہارم حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے درمیان صلح کے لئے جب حضرت موسیٰ اشعری اور عمرو بن

العاص ؓ کو حکم بنالیا گیا اور قریب ہوا کہ امت مسلمہ پھر سے مجتمع ہو جائے، ان لوگوں نے ایک فتنہ کھڑا کر دیا۔ ان الحکم الا للہ، کی آیت مبارکہ کی من گھڑت تشریح لے کر یوں کہا کہ حکم جب صرف ا کا ہے تو کسی بندے کو حکم بنانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ آپ دیکھئے کہ حضرت علی کرم ا وجہہ جیسے ''باب العلم'' اور عبدا بن عباس ؓ جیسے ''حبر الامۃ'' نے لوگوں کو اس آیت اور اس میں مذکورہ حکم کی بابت سمجھایا یہ جذباتی بات کہ ہم ا تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں مانتے کسی قدر پرکشش اور جذبات آفرین تھی کہ ۱۲ ہزار لوگ اس فتنے کا شکار ہو کر امت مسلمہ کے اجتماعی دھارے سے کٹ گئے، انہوں نے اسی نعرے کی بنیاد پر مسلمانوں کا خون حلال کر لیا، اکابر صحابہ کرام کو شہید کیا اور کفریات کے مرتکب ہوئے۔ اس طرح یہ رسم پڑ گئی کہ امت مسلمہ میں جب فتنہ برپا کرنا ہو اور اجتماعیت کا خون کرنا ہو اسی نوعیت کا کوئی نعرہ گھڑ لیا جائے اور لوگوں کے ذہنوں کو تشویش میں مبتلا کر دیا جائے۔ اب کسی نے ائمہ پر سے اعتماد اٹھانا ہوگا تو وہ یہ نعرہ گھڑ لائے گا کہ تم تقلید نبی کی کرتے ہو یا امام کی؟ آپ سوچئے! ایک خالی الذہن اور کم علم عامی آدمی سے جب یہ سوال کیا جائے گا تو اس کے دل و دماغ میں کیسے زلزلے برپا ہوں گے؟ اور پھر کوئی جواب اپنے پاس نہ پا کر وہ اس نی جال میں پھنس جائے گا جو بالآخر اسے مکمل نفس کا غلام اور خواہشات کا بندہ بنا چھوڑے گا۔ یہ لوگ عوام کے ذہنوں کو کس طرح شکار کرتے ہیں اس پر ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر کے پرانے جاننے والوں کو بخوبی علم ہوگا کہ آپ ایک زبردست مناظر بھی ہیں۔ اور زمانۂ طالب علمی میں ہی اپنے اساتذہ کے خصوصی اعتماد کی بدولت کئی بار عیسائیوں اور ملحدوں سے مناظرے کے لئے بھیجے جاتے اور کامیاب لوٹتے، اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ جامعۃ ا , م الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے باہر ''جماعت المسلمین'' کا ایک مبلغ آیا کرتا اور طلبہ و عوام سے اس طرح کہ سوالات کر کے انہیں پریشان کرتا۔ ایک بار اس کا سامنا امیر المجاہدین سے ہو گیا۔ تھوڑی بحث کے بعد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ معاملہ اس کے بس سے باہر ہے تو اس نے یہی خارجی انداز اختیار کیا اور کہا۔ یہ بتائیں آپ نبی کی مانتے ہیں یا امام کی؟؟؟

حضرت نے فرمایا کہ تم میرے ایک سوال کا جواب دو میں یہ بات تمہیں دو لفظوں میں سمجھا دوں گا۔ اس نے کہا پوچھیں!

حضرت نے فرمایا یہ بتاؤ کہ تم حضرت آدم ؑ کے بیٹے ہو یا اپنے باپ کے؟۔ اس نے کہا! دونوں کا۔ حضرت نے فرمایا کہ دو باپوں کا بیٹا تو حرامی ہوتا ہے ایک متعین کر کے بتاؤ۔ کہنے لگا حضرت آدم کا بالواسطہ اور اپنے باپ کا بلاواسطہ۔

حضرت نے فرمایا بس یہی جواب ہے۔ ''ہم نبی کریم ﷺ کو کا رسول، نبی اور صاحب شریعت مقتدا مانتے ہیں جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو اپنا ایسا استاذ اور امام مانتے ہیں جو ہمیں رسول کی باتیں اور سنتیں سمجھاتے ہیں۔ بس اس دن کے بعد وہ شخص کبھی جامعہ کے باہر نظر نہیں آیا۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین کی صفوں میں انتشار پھیلانے والے عناصر بھی جن کا سابقہ دو مضامین میں ذکر ہوا، یہی حربہ استعمال کر کے نوجوانوں کو ورغلاتے ہیں اور انہیں مرکز سے دور کرتے ہیں۔ انتشار پھیلانے کی ابتدا جیسا کہ گزر چکا اس نعرے سے کی گئی کہ جو دشمن قریب بیٹھا ہے بلکہ ایک ہی گھر میں بیٹھا ہے اسے چھوڑ کر دور کے دشمن سے کیوں لڑا جائے؟ تحقیقی جواب تو اس بات کے بہت سے ہو سکتے ہیں ان لوگوں پر جواب وہی کارگر ہوتا ہے جو ان کے انداز میں ہو اس لئے یہ وائرس پھیلانے والوں سے پوچھ لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی یہ ''دشمن'' گھر میں موجود تھے، کفار کی مدد بھی کر رہے تھے، انہیں مورچے بھی فراہم کر رہے تھے، ہر طرح کے فتنے بھی پھیلا رہے تھے حتی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش بھی کر ڈالی، ان کی مکمل نشاندہی ہو جانے کے باوجود ان سے قتال نہیں کیا گیا بلکہ ''دور والوں'' سے غزوات ہوتے رہے۔

ایسا کیوں ہوا؟ یقیناً اسلامی اصولوں کی بناء پر۔ اور اگر آپ وہ اصول سمجھنا چاہیں تو ہمارا مخلصانہ اور برادرانہ مشورہ ہے کہ فتح الجواد فی معارف آیات الجہاد کا مطالعہ کر لیں۔

پھر یہ نعرہ سامنے آیا کہ ظلم اور کفر کے خلاف لڑنا ہے تو یہ دونوں چیزیں اپنے ملک میں ہی موجود ہیں پھر یہاں کیوں نہ قتال کیا جائے؟۔ کفریہ افعال کرنے والی، ظلم کرنے والی اور

شعائر اسلام کا مذاق اڑانے والی اپنی حکومتوں کے خلاف اگر خروج ہر حال میں بغیر شرائط فرض ہے تو ہم پہلے بھی عرض کر چکے کہ خانوادہ نبوی ﷺ کی مظلومانہ شہادت اور اہل بیت ؓ پر ہونے والے ظلم عظیم کے موقع پر ایسا کیوں نہ کیا گیا؟ ہمیں یزید سے کوئی ہمدردی نہیں نہ ہی ان سطور سے اس کی کوئی فضیلت بیان کرنا مقصود تھا اہل بیت کی حرمت پر سو جانیں قربان۔ صرف یہ اصول عرض کرنا تھا کہ ایسے حالات میں ہمیں حضرات صحابۂ کرام ؓ کا اسوہ دیکھنا ہوگا نہ کہ ان ''منی خوراج'' کا۔ اسی طرح جیسا ظلم واقعۂ حرۃ میں ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک مقدس شہر مدینہ منورۃ کی حرمت بری طرح پامال کی گئی۔ مسلمانوں کے اموال اور عزتیں مباح کر لی % ۔ تین دن مسجد نبوی میں جماعت نہ ہو سکی بیت ا کو آگ لگائے جانے کا واقعہ بھی انہی ادوار میں ہوا اس موقع پر خروج نہ ہونا، اعلان جہاد نہ کیا جانا ان سب کو کیا نام دیا جائے گا؟ گالیاں دینے والوں کو سوچنا چاہئے کہ یہ گالیاں کہاں تک جاتی ہیں۔

دوسرا وائرس جسے آج کل بہت تیزی سے پھیلایا جا رہا ہے اور خوب واویلا کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ بابری مسجد کے لئے شور مچانے والے لال مسجد پر خاموش کیوں ہیں؟؟

اس سلسلے میں اتنی بات سمجھ لیں کہ بابری مسجد کا درد بانٹنے والوں نے لال مسجد پر قطعاً خاموشی اختیار نہیں کی یہ سفید جھوٹ ہے، القلم کے صفحات آج بھی اس بات کے بطلان کے گواہ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بابری مسجد کا واقعہ ایک مسجد کا انفرادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے 25 کروڑ مسلمانوں اور لاکھوں مساجد کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ یہ شور مچا کر ایڈوانی کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے والے ایک بار آر ایس ایس اور بی جے پی کے منشور اور مقاصد کا مطالعہ کر لیں بات واضح ہو جائے گی۔ بابری مسجد ایک ٹیسٹ کیس تھا جس پر اگر خاموشی سادھ لی جاتی تو ہر روز ہتھوڑے بردار ہندو کسی ایک مسجد کے مینار ڈھاتے نظر آتے۔ بابری مسجد میں اذان اور نماز 50 سال سے بند تھی۔ کیس چل رہا تھا، ایسے میں اچانک پورے ملک سے ایک جنونی مسلح لانگ مارچ گزارنے اور اس کا اختتام بابری مسجد کے انہدام پر کرنے سے ایڈوانی کا مقصد مسلمانوں کو وارننگ دینا اور اپنے مذموم مقاصد کا اعلان کرنا تھا۔ ایسے میں

اس مسئلے پر مؤثر شور اٹھا۔ مسلمانوں میں بیداری ہوئی۔ ہندوستان میں امیر المجاہدین کا وہ بیان لاکھوں کی تعداد میں چلا، ایک چیلنج ہوگیا جس کے بعد ہندوؤں میں ہمت نہ رہی کہ وہ پھر یہ کارروائی دہرائیں۔ سچائی کے یہ دشمن ایڈوانی کا اسی ہفتے کا بیان پڑھ لیں جس میں اس نے بی جے پی کہ ہاتھوں سے حکومت چھن جانے کا سبب یہ بتایا ہے کہ ہم کچھ مجبوریوں کی بناء پر حسب وعدہ رام مندر نہیں بنا سکے اس لئے عوامی حمایت سے محروم ہوگئے۔ گذشتہ دنوں ملک کے ایک معروف خطیب صاحب نے جلسے میں خطاب کرتے ہوئے یہی جملے کہے کہ بابری مسجد کا شور کرنے والے لال مسجد پر خاموش کیوں ہیں؟ ایک صاحب نے وہیں پرچی لکھ کر پکڑادی کہ بابری مسجد کا مشن اٹھانے والے تو ہزاروں میل کا سفر کر کے لاکھوں مسلح فوجیوں کے بیچ بابری مسجد جا پہنچے اور قربانی دی آپ لال مسجد کے علمبردار ہیں صرف 100 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ان دنوں لال مسجد کیوں نہ آپہنچے جب وہاں گولے برس رہے تھے یا ایسی مؤثر آواز کیوں نہ لگادی جیسی بابری مسجد والوں نے لگائی تھی؟ بابری مسجد والے تو اپنا گھر بار، ماں باپ چھوڑ کر میدان میں نکل گئے اور آپ سے لال مسجد کی خاطر اپنے مدرسہ سے ایک دن کی چھٹی بھی نہ ہوسکی، جن لوگوں کا مقابلہ اور ان پر طنز مقصود ہے پہلے ان جیسا طرز عمل تو اپنایئے!۔ انہوں نے فوراً بات کا رخ بدل لیا۔ اسی طرح ماضی قریب میں یہ جذبات انگیز جملہ گردش میں تھا کہ کشمیر کی بیٹی کی حرمت کی بات کرنے والے صدیق اکبرؓ کی بیٹی کی بات کیوں نہیں کرتے؟؟ ہم ان باتوں کی تہہ میں جانے اور تفصیلی جواب عرض کرنے کی بجائے صرف اتنی بات عرض کرتے ہیں کہ کیا لال مسجد پر بات بابری مسجد کی تنقیص کئے بغیر اور امی عائشہؓ کے تقدس کی بات کشمیر کی بیٹی کی بات کرنے والوں کے مشن کی تنقیص کئے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی؟ اگر ایک جماعت امی عائشہؓ کے شوہر آقا مدنی ﷺ کے میدان جہاد میں گرے خون، آپ ﷺ کی لاکھوں احادیث کی امانت کی حفاظت اور آپ ﷺ کے رب کے حکم فرمودہ عمل جہاد، نصرۃ المستضعفین، ردالعدوان کے لئے نکلی ہے اور اس کی طرف بلا رہی ہے اور آپ کو کسی اور میدان میں کام کرنے کی توفیق ملی، کوئی اور مشن ملا ہے تو کیا آپ پر یہ بھی شرعاً لازم ہوگیا

کہ منبر ومحراب پر ان کی مخالفت کریں اور ان کے خلاف پمفلٹ نکالیں؟؟؟ کیا کشمیر اور بابری مسجد کی بات کرنے والوں کے منبر ومحراب سے یا کتابوں کے عظیم ذخیرے میں کوئی ایک بات امی عائشہ ؓ کے تقدس کی بات کرنے والوں کے خلاف یا لال مسجد والوں کی تنقیص میں سنی یا پڑھی گئی؟؟؟

آپ خود دیکھ لیں اس معاملے میں صحابہ کرام ؓ کے پیروکار کون ہیں کہ بغیر کسی کی مخالفت کئے اور گالی دیئے اپنے کام میں لگے ہیں اور خوارج جیسا طرز عمل کن کا ہے کہ جذباتی باتوں سے لوگوں کو بھڑکا رہے ہیں؟ اور مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں۔

خطوط کے ذریعے ''فتوے'' ''الزامات'' اور ''صفائیاں'' بانٹنے والے ایک 'مفرور' نے خط میں عجیب استدلال پیش کیا ہے کہ امیر المجاہدین جس طرح ''حرکۃ الانصار'' کی قیادت سے اجازت لئے بغیر ہندوستان گئے تھے اسی طرح وہ بھی جماعت سے بھاگ گیا ہے۔

اس استدلال کا صحیح جواب تو مثنوی مولانا روم کی اس حکایت میں ہے جس میں انہو ں نے ایک بندر کا بڑھئی کا کام دیکھ کر اس کی نقل کرنا اور پھر انجام بد سے دوچار ہونا نقل فرمایا ہے یہ بات چونکہ پھیل رہی ہے اس لئے مناسب ہے کہ حقیقت عرض کر دی جائے۔

امیر المجاہدین کے بغیر اجازت بلکہ جماعت سے بغاوت کر کے ہندوستان تشریف لے جانے کی بات جیش محمد ﷺ کے قیام کے بعد پھیلائی گئی اور جس شخص نے یہ بات شروع کی اور امیر المجاہدین کو اپنی اطاعت نہ کرنے کا مرتکب قرار دیا اس سے کسی نے یہ پوچھنا بھی گوارہ نہ کیا کہ وہ تو اس وقت جماعت کا امیر تھا ہی نہیں پھر عدم اطاعت کیا معنی؟؟

دوسری بات یہ کہ اگر امیر المجاہدین حفظہ ا جماعت کی مخالفت کا علم لے کر مقبوضہ کشمیر تشریف لے گئے تھے تو وہاں مجاہدین کی جماعت کے خلاف ذہن سازی کیوں نہ فرمائی؟ مجاہدین نے جوق در جوق جماعت سے نکلنے کا اعلان کیوں نہ کر دیا؟ جبکہ حقیقت دنیا کے سامنے ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں حرکۃ الانصار کے دونوں دھڑوں کا اتحاد ہوا ہی امیر المجاہدین کے وہاں تشریف لے جانے پر تھا۔

آخری بات یہ کہ اپنے طرز عمل کے لئے امیر المجاہدین کے عمل سے استدلال کرنے والے ''مفرور'' سے پوچھا جائے کہ کیا امیر المجاہدین نے بھی اس وقت مجاہدین کے خلاف خطوط، پمفلٹ شائع کئے تھے اور اپنی جماعت چھوڑنے کی وجوہات اور الزامات مساجد، مدارس، دینی اجتماعات میں تقسیم کرائے تھے یا ان لوگوں کو پوسٹ کئے تھے جن کا جہاد، جماعت اور مجاہدین سے کوئی تعلق ہی نہیں؟ لہٰذا حقیقت میں اس شخص کی مثال سو فیصد اسی بندر کی ہے جس نے بڑھئی کی نقالی کی کوشش کی اور.....

آخر میں ان خارجی صفت لوگوں کو ایک نصیحت کے ساتھ مضامین کے اس سلسلے کا اختتام کرتا ہوں کہ جہاد شریعت کا حکم ہے اور شریعت کا کوئی حکم بغیر شرعی اصولوں کو سمجھے اور ان پر عمل کئے پورا نہیں ہوسکتا اس لئے اپنے جرائم چھپانے کے لئے لوگوں کے ذہنوں پر جذبات کی پٹی چڑھانے کی بجائے شرعی اصولوں کو سمجھیں اور اس مقصد کے لئے ''فتح الجواد'' کی دونوں جلدوں کا مطالعہ کریں امید ہے بات سمجھ آجائے گی۔

ان مضامین کے لکھنے سے میرا مقصد نہ خطوط اور پمفلٹوں کا جواب دینا ہے اور نہ کسی پر ذاتی تنقید۔ مقصد صرف اپنے دوستوں اور جہاد کے صاف ستھرے کام میں لگے بیعت علی الجہاد پر قائم کارکنوں اور ان عام مسلمانوں جو مجاہدین سے رکھتے ہیں اور اس صورتحال سے پریشان ہیں کہ ذہنوں سے ان وساوس کا اثر دور کرنا تھا جو مسلسل پھیلائے جارہے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ پمفلٹ باز لوگ اسی ''کار خیر'' کے لئے خود کو وقف کر چکے ہیں اور ان کے پاس وقت ہی وقت ہے اس لئے وہ جواب لکھیں گے اور اس جھگڑے میں 4 1 نے کی کوشش کریں گے اگر رفقاء کرام ان باتوں کو جو عرض کردی % ذہن میں رکھ کر حسب سابق اپنا کام جاری رکھیں گے تو جھوٹ کا یہ زور زیادہ عرصہ نہ چل پائے گا اور یہ نا مبارک کوششیں دم توڑ جائیں گی۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہٖ
وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرًا

☆☆☆

قرآن کا وعدہ

پرویز مشرف نے اپنے زندگی بھر کے سیاہ کارنامے خود لکھوا ڈالے.....سوانح کی تقریب رونمائی ''دیا ریار'' امریکہ میں ہوئی.....تقریب میں موصوف نے امریکہ کے ساتھ اپنی دوستی پر فخر کا اظہار کیا.....آپ بھی پڑھئے اور اس کے انجام کو قرآن کے اس حکم سے ملا لیجئے..... بے شک قرآن سچی کتاب ہے.....

(شمارہ:66)

قرآن کریم معجز کتاب ہے، اس کے اعجاز کی وجوہ بے شمار ہیں، فصاحت و بلاغت بھی، ایسے عقلی و نقلی دلائل بھی جن کو تسلیم کئے بنا چارہ نہیں، سچی خبریں بھی، غیب کی باتیں بھی، ان تمام کے ساتھ قرآن کریم کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں بیان ہونے والا ہر کردار ہر دور میں زندہ رہتا ہے، قرآن میں بیان ہونے والا مشرک، کافر، منکر، ملحد، قرآن کا ذکر کردہ مومن، موحد، قرآن میں آنے والا مخلص، مجاہد..... اور بزدل منافق ہر زمانے میں موجود ہوتا ہے، قرآن ان کے جو عقائد نظریات اور اقوال نقل کرتا ہے اپنے اردگرد کے ماحول میں اگر سرسری سی نظر کر کے بھی دیکھیں تو ہر بات موجود پائیں گے اور اگر غور کریں گے تو الفاظ اور فقروں میں تفاوت بھی نہیں پائیں گے۔ اُس زمانے کا مشرک شرک کیوں کرتا تھا؟ اس کے شرک کی نوعیت کیا تھی، دلائل کیا تھے، اہل ایمان کے ساتھ ان کا رویہ اور سلوک کیسا تھا، ان کے مقابل اہل ایمان کی کیفیت کیا تھی، ان کی عزیمت کیسی تھی، کفر کی طاقت اور اس کا رعب، اہل ایمان کی

ظاہری کمزوری، ا مت اور پھر مافوق الاسباب ان کی نصرت، بڑی طاقتوں پر چھوٹی جماعتوں کا غلبہ، اہل ایمان اہل عزیمت کے خلاف کفر کی سازشیں اوران کو ہلاک کرنے کی صبح شام مسلسل کوششیں اورا تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان وعزیمت کی حفاظت، حکم جہاد، بے سروسامانی کے عالم میں ا کے حکم پر لبیک کہہ کر میدانوں میں کود پڑنے والے مخلص مومن مجاہد، جان دے کر جنت خریدنے والے سرفروش فدائی جانباز، کفر کی طاقت کو پرکاہ کی حیثیت نہ دینے والے متوکلین صرف اورصرف ا سے ڈرنے والے کافروں کے آگے نہ جھکنے والے متقین اورحکم جہاد سن کر موت کی غشی کا شکار ہونے والے منافقین، کافروں کی طاقت سے ڈر کر ان کے آگے جھک جانے والے، عزت کرانے کے شوق میں اہل ایمان کا ساتھ چھوڑ کر کفر کی جماعت میں شامل ہوکر جہنم اور ''عذاب الیم'' کی ''بشارت'' پانے والے بدنصیب، بہانے بنا کر میدان جنگ سے بھاگنے والے محرومین، جان بچانے کے لئے ا کے راستے میں نہ نکلنے والے، مال، اولاد، کاروبار، کوٹھی بنگلہ، بیوی، خاندان کی مجبوری سے رک رہنے والے حرمان نصیب، غرضیکہ کچھ بھی ایسا نہیں جو پچھلوں میں بیان ہوا ہو اور اگلوں میں اس کی مثل موجود نہ ہو۔ بے شک قرآن سچی کتاب ہے، اسلام سچا دین ہے، اسلام اور قرآن نے قیامت تک باقی رہنا ہے ان کی حقانیت اسی طرح قیامت تک منکرین پر آشکار رہے گی، جب تک فرعون باقی ہیں موسیٰ آتے رہیں گے، ابوجہل باقی ہیں معاذ ومعوذ کا کردار باقی رہے گا۔ گر کفر کی طاقت رہے گی تو اہل ایمان کی ا مت بھی رہے گی، جہاد بھی رہے گا، نصرت بھی رہے گی۔ آسمان سے فرشتے بھی اترتے رہیں گے، کفر ذلیل ورسوا بھی ہوتا رہے گا۔ (انشاء ا)

قرآن کریم نے مسلمانوں کو زندگی کے ہر ہر موڑ کے لئے بھرپور را ئی فراہم کی ہے، مومن اگر دل سے نیت کرلے کہ اسے اپنی زندگی قرآن کے سائے میں ہی گزارنی ہے اور ہر معاملہ قرآن کی ہدایات کی روشنی میں ہی طے کرنا ہے تو قرآن اسے کہیں تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ تمام امور میں اسے کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے، قرآن کریم میں مومنین کو دنیا میں باعزت طریقے سے زندگی گزارنے اور فتنوں کے مقابلے میں اپنے ایمان کی حفاظت کرنے کیلئے جو احکامات دیئے گئے ہیں ان میں ایک انتہائی مؤکد امر کفار کی موالات یعنی دوستی سے بچنے کا

ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار تاکید فرمائی ہے کہ مومن کسی حال میں بھی کافروں سے دوستی نہ کریں، اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہیں ان کا ایک بار فرما دینا ہی مومن بندوں کے لئے کافی تھا اور وہ اس حکم سے سرتابی کی مجال نہ کرتے بار بار حکم فرمایا حتیٰ کہ قرآن کریم کی بعض سورتیں مکمل اسی موضوع پر نازل ہوئیں، پھر جہاں بھی قرآن میں کافروں کی دوستی اور ان کے ساتھ تعاون سے بچنے کا حکم ہے ساتھ کچھ دلائل بھی مذکور ہوتے ہیں کہ یہ حکم کیوں دیا جا رہا ہے اور اس کی اتنی تاکید کیوں کی جارہی ہے۔ مومن اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں جبکہ کافر نافرمان، ناشکرے اور حق ناشناس ہیں لہٰذا مومن اور کافر کی دوستی کیسی؟..... کافر سے دوستی کر کے تم اللہ کی دوستی اور مدد سے محروم ہو جاؤ گے لہٰذا اس خسارے کے سودے سے بچو..... کافر ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ مؤمن کو اس کی سب سے قیمتی متاع یعنی ایمان سے محروم کر دیں لہٰذا مؤمن ان کے قریب ہو کر اپنے ایمان کو خطرے میں نہ ڈالیں، کافر اسلام کو اور مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہیں تم ان کے ظاہری احوال سے دھوکہ نہ کھاؤ اور انہیں دوست نہ بناؤ..... مومن کا خون کرنا گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے کافر تمہیں اس عمل پر بھی مجبور کریں گے اگر تم ان کے دوست بن جاؤ گے تو اس گناہ میں مبتلا ہو جاؤ گے..... تم کافروں سے کتنی بھی کرلو وہ تمہارے دشمن ہی رہیں گے اور وقت آنے پر وہ اپنی دشمنی فوراً ظاہر بھی کر دیں گے لہٰذا دشمن سے دوستی کیسی؟..... قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس کے دوستوں کے ساتھ ہوگا تم کافروں کے دوست بن کر جہنم کے مستحق بن جاؤ گے..... مومن کو اللہ نے عزت عطاء فرمائی ہے جبکہ کافر ''اذلین'' یعنی سب سے زیادہ ذلت والے ہیں'' اللہ کے ہاں جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں تو عزت منداور ذلیل میں دوستی چہ معنیٰ؟..... اس طرح کہ کئی دلائل قائم کر کے قرآن بار بار تاکید کرتا ہے کہ اس مہلک گناہ سے بچو جو تمہارے ایمان، عزت اور معاشرے کے لئے زہر قاتل ہے، اس ساری بات کے ساتھ قرآن یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ مسلمان کہلانے والے کئی لوگ ان ساری باتوں سے قطع نظر کر کے اللہ کے حکم سے روگردانی کریں گے اور ان کافروں سے دوستی کر کے اپنا ایمان خراب کریں گے، فترى الذين فى قلوبهم

مرض یسارعون فیھم ''آپ دیکھیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں خرابی ہے کہ دوڑیں گے کافروں کی طرف'' گے ان سے دوستی کرنے کے لئے اپنی وفاداری اور نمک خواری کے اظہار کے لئے اور ذلت والے اس عمل کو اختیار کرنے کا سبب کیا بتائیں گے یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃ کہتے ہیں ہمیں خوف ہے کہ ہمیں کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے،

امریکہ میں ایک تقریر ہوئی ہے آپ نے بھی سنی ہوگی، پوری تقریر انہیں الفاظ کے گرد گھوم رہی تھی، مصیبت کا خوف، بمباری کا ڈر، پتھر کے زمانے میں دھکیلے جانے کی دھمکی، سزا کی تہدید، کہا جا رہا تھا کہ ان چیزوں نے امریکہ کا اتحادی بننے پر اکسایا اور مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے اور کندھے بوجھل کرنے پر مجبور کیا، ایک کتاب کی تقریب رونمائی بھی ہوئی ہے، اس کا موضوع بھی یہی الفاظ ہیں۔ ہم جب اس لعنت میں مبتلا ہوئے تھے تب بہت خوبصورت الفاظ تراشے گئے تھے، ہم نے ملک بچایا، ایٹمی پروگرام بچایا، کشمیر بچایا، عزت بچائی، سڑکیں اور کارخانے بچائے، ہم حیران تھے کہ یار لوگ اپنے بزرگوں والے الفاظ کیوں نہیں کہہ رہے؟ ایک وزیر صاحب نے ڈرتے ڈرتے کہا تو سہی کہ اگر ساتھ نہ دیتے تو ہمارا تورا بورا بنا دیا جاتا، ان کے تو کان کھینچ دیئے گئے البتہ اب سرکاری طور پر باضابطہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ سبب وہی تھا جو ''دل کے مریضوں'' میں ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور قرآن میں اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔ نخشی ان تصیبنا دائرۃ کاش! پوری قوم کے منہ پر بزدلی اور بے غیرتی کی یہ کالک نہ ملی جاتی، ایک ایٹمی طاقت کے اس طرح دھمکی برد ہونے کا اعلان نہ کیا جاتا، کافر کتنے خوش ہوئے ہوں گے، ان کے من میں کتنے لڈو پھوٹے ہوں گے، مسلمان اتنے کمزور ہیں کہ ایک فون کال برداشت نہیں کر سکتے یہ احساس انہیں کتنا سرشار کر گیا ہوگا، ہاں کاش! حکمرانوں نے منافقین کے الفاظ دہرانے کی بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین والے جملے کہے ہوتے انا برآء منکم و مماتعبدون من دون اللہ کفرنا بکم ہاں کاش! حمراء الاسد والوں کی طرح حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہا ہوتا اور اجر عظیم کی بشارت پائی ہوتی، کاش! قرآن کے اس

وعدے پر یقین کیا ہوتا وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیأ ،قرآن کی اس تہدید پر کان دھرے ہوتے اتخشو نھم فاللہ احق ان تخشوہ قرآن کی یہ بشارت مان لی ہوتی وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین تقریر کرنے والوں پر خوب تالیاں اور سیٹیاں بج %، بیان کی حمایت اور مخالفت میں خوب بیان بازی ہوگئی، کتاب لکھنے والوں کی دھوم مچ گئی، انہیں 10 لاکھ ڈالر رائلٹی مل گئی، قوم کے چہرے پر ملی کا لک میں کچھ اور اضافہ ہوگیا، ہمارا تورا بورا نہیں بنا کاش بن جاتا، تورا بورا تو آج بھی سرفراز ہے، سربلند ہے، بموں اور میزائلوں نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا، دوستی نہ کرنے والے آج بھی کامیاب وکامران ہیں ا کے وعدوں کے مزے لوٹ رہے ہیں، دنیا میں نام اور آخرت کے انعام پا رہے ہیں اور یار لوگ اس حال میں ہیں کہ بجلی چلی جائے تو لوگ کہتے ہیں شاید ان کی حکومت چلی گئی۔

سنو! مصیبتوں سے ڈر کر یاریاں لگانے والو سنو! قرآن میں ہی ارشاد ہے کہ ا تعالیٰ جلد ہی اپنے مومن بندوں کو فتح نصیب فرمادے گا یا تم پر کوئی اور عذاب مسلط کر دے گا پھر تم اپنے کئے پر پچھتاؤ گے، ہوسکتا ہے تمہارے یہی یار تمہاری حکومت الٹ دیں تم سے پہلے بہت سوں کے ساتھ ایسا ہو چکا، ممکن ہے تمہارا کام ختم دیکھ کر تمہاری جان لے لی جائے کئی لوگ یاری کے یہ مزے بھی لوٹ چکے، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارے کسی قول وفعل کی پاداش میں تمہاری طاقت تم سے چھین لی جائے۔ پھر تم اپنی اس دوستی پر پچھتاؤ گے، ہاں ضرور ایسا ہوگا، قرآن کا وعدہ سچا ہے سچ ہو کر رہے گا انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔

☆☆☆

عزت والا گھر

کعبۃ ا ، بیت ا .....

عظمت والا گھر، عزت والا مقام

کافروں نے قرآن اور صاحب قرآن کے بعد مہبط قرآن کی بھی توہین

کی ناپاک جسارت کی.....

انشاء ا اس کا سخت انتقام دیکھیں گے جیسا پہلی حرکتوں کا

دیکھا.....(شمارہ:70)

وہ ا کا گھر ہے، اس کی عظمت و رفعت بیان کرنے کے لئے اس کا نام ہی کافی ہے، بھلا جس چیز کی نسبت ''ا '' کی طرف ہو جائے اس کی توصیف کیلئے کچھ اور بیان کرنے کی کیا حاجت، وہ انسانوں کے لئے پہلی عبادت گاہ ہے، مبارکا برکت والا ہے، ہدیً للعلمین جہاں والوں کے لیے مرکز رشد و ہدایت ہے، اس میں بڑی واضح نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، وہ امن والا گھر ہے جو اس میں داخل ہو جائے امن والا ہو جاتا ہے۔

وہ ایسا مرکز ہے جس کی مقناطیسی کشش چار دانگ عالم سے عشاق کو اپنی جانب کھینچ لاتی ہے اور وہ ہر طرف سے اس کی طرف دیوانہ وار کھنچے چلے آتے ہیں، وہ نور کی ایسی شمع ہے جس کی لو دھیمی نہیں پڑتی اور ہزاروں لاکھوں پروانے ہر وقت اس کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں ، کیا زمین پر اور بھی کوئی مقام اس کے اس فخر میں شریک ہے کہ روزانہ پانچ وقت کروڑوں لوگ ایک اہم ترین فریضے کی ادائیگی کیلئے اس کی طرف منہ کرتے ہیں اور یہ حکم ان کے رب نے

انہیں دیا ہے۔وحیث ما کنتم فولواوجوھکم شطرہ

سنو!اس گھر کی عظمت اور اس کا مقام دائمی ہے،ایک وقت ایسا بھی تھا جب اس کے درودیوار پر تصاویر نقش تھیں،جب شرک کا دوردورہ تھا،بتوں کی فوجیں نصب تھیں،یہ تب بھی عزت والا تھا،جب یہاں ''وحدہ لاشریک لہ'' کے ہزاروں شریک ٹھہرائے اور پوجے جاتے تھے تب بھی اس کی عظمت قائم تھی،جب بے عقل مشرک اس کے گرد ننگے پھرا کرتے تھے تب بھی اس کی رفعت اس طرح تھی،وہ تب بھی قبلہ تھا،کعبہ تھا،بیت ا تھا،مرکز رشدوہدایت تھا،مقام امن تھا،سربلند تھا،رفیع تھا۔پھر وہ وقت آیا جب اسلام آب وتاب کے ساتھ ہاتھ میں تلوار لئے اس میں فاتحانہ داخل ہوا۔

جاء الحق وزھق الباطل حق آ گیا،باطل مٹ گیا،نقوش باطل مٹا دیئے گئے ،جھوٹے معبود ڈھا دیئے گئے،اس طرح کہ

منہ کے بل گر کر ھو اللہ احد کہتے تھے

کعبہ تب بھی شان والا رہا اس کی ہدایت کا نور چمکتا رہا۔

کبھی جنگیں برپا ہوئیں۔محاصرے ہوئے،سنگ باری کی گئی،طائفین کو روکا گیا،آگ لگائی گئی،پردے جلائے گئے،کعبہ اس طرح مشرف ومکرم رہا۔

ہاں! میں تمہیں بتا رہا ہوں ایپل مکہ کے نام سے شراب خانہ اور بدکاری کا اڈہ بنانے والو! میں تم سے مخاطب ہوں،تمہاری اس غلیظ حرکت سے ہمارے پیارے کعبہ بیت ا کی حرمت اور عزت پر کوئی آنچ نہیں آتی،وہ تو تب بھی اتنی ہی عظمت والا تھا جب تمہارے آباء واجداد اس میں بیٹھ کر شراب پیا کرتے تھے گانے بجایا کرتے تھے اور اسلام کو مٹانے کے مشورے کیا کرتے تھے۔ فرق پڑتا ہے کعبہ کے متوالوں کو شمع ہدایت کے پروانوں کو،ان کے دل تمہاری ان غلیظ حرکتوں سے جلتے ہیں۔ان کی آنکھوں سے غم وغصے کے شعلے لپکتے ہیں،حسرت وندامت کے آنسو بہتے ہیں،ان کے ہاتھ دعاء کے لئے اٹھتے ہیں،رات کی تاریکیوں میں ان کی سسکیاں ان کے رب تک پہنچتی ہیں وہ قادرومقتدر فاصلے سمیٹ

دے، عزائم بڑھا دے، ہمتیں بلند کر دے اور اسباب مہیا کر دے پھر تم وہ دن دیکھو جو فتح مکہ کے دن تمہارے بڑوں کو اپنے بت گرتے ہوئے دیکھنا پڑا تھا، تم مسلمانوں کے دل جلانے اور انہیں نقصان پہنچانے کے لئے بنائی جانے والی عمارتوں کے گرنے کا منظر دیکھو اور اس حسرت وافسوس کا شکار ہو جو تمہارے بڑوں کو ''مسجد ضرار'' گرتے وقت پہنچا تھا، کعبہ میں برائیاں ہوتی تھیں اس کی توہین کی جاتی تھی تب ہمارے آقا ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام ؓ بدلہ لینے کے لئے تڑپتے تھے پھر ا نے ان کے ہاتھ توہین کرنے والوں کی گردنوں تک پہنچا دیئے، تمہارے دل کی خواہش تو یہ ہے کہ تم کعبہ پر یلغار کرو اور نعوذ با اسے گرا کر اپنے دل ٹھنڈے کر سکو اسلام کے فدائیوں نے تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے ہیں، تمہاری طاقت کا منہ توڑ رکھا ہے اور تمہیں اپنے تحفظ کے خوف میں مبتلا کر دیا ہے اس لئے جب تم ایسا نہیں کر سکے تو تم نے اس کی توہین کر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کرنے کی کوشش کی۔

سنو! آج آقا ﷺ کے نام لیوا متحد اسلام کے جانباز فدائی تمہارے اس عمل پر تڑپ رہے ہیں۔ قریب ہے ان کا ہاتھ بھی تمہاری گردنوں تک آن پہنچے گا اور پھر جو ہو گا اس کی تصویر تم ماضی قریب میں اچھی طرح دیکھ چکے ہو، کیا تمہیں اونچے اونچے ٹاوروں کے گرنے کا نظارہ بہت اچھا لگتا ہے؟

کیا تم ہواؤں میں اپنی مزعومہ طاقت کا یوں کھیل ہوتے ہوئے دیکھنا پسند کرتے ہو؟ کیا تمہیں بلند و بالا عمارتوں کی خالی جگہ پر چھوٹی چھوٹی موم بتیاں جلاتے رہنا خوشگوار معلوم ہوتا ہے؟

اگر ہاں تو پھر یہ سب کچھ جاری رکھو، تم نے قرآن کی توہین کی تمہیں پچھتانا پڑا، آقا ﷺ کے ناموس پر دست درازی کرنا چاہی تم سے اس کے نتائج برداشت نہ ہو سکے اب تم نے ہمارے کعبہ کی توہین کرنے کی کوشش کی ہے انتظار کرو، امت مسلمہ کی گود بانجھ نہیں ہوئی، اسلام کا ترکش کبھی چھپے ہوئے تیروں سے خالی نہیں ہوتا اور یہ تیر ہمیشہ ٹھیک نشانے پر بیٹھتے ہیں، کوئی تو آئے گا، پھر تمہاری روتی ہوئی تصویریں دنیا بھر کے چینلز پر نظر آئیں گے، پھر

تم چیختے چلاتے اور مدد کے لیے پکارتے نظر آؤ گے۔

اگر نہیں! تو پھر امن سے رہنے کا قرینہ سیکھو، تم اپنی حفاظت چاہتے ہو تو ہماری جانوں سے کھیلنا بند کر دو، اپنی زمین کا تحفظ چاہتے ہو تو ہماری زمینیں ہتھیانے کا شوق چھوڑ دو، اپنے مقدسات کی حرمت چاہتے ہو تو اسلامی مقدسات کا احترام کرو، اسلام کی دعوت کے راستے میں روڑے اٹکانا چھوڑ دو، ٹارگٹ کلنگ اور ہمارے بے ضمیر حکمرانوں کو خرید کر جہادی قائدین اور ر وؤں کو تنگ کرنا بند کر دو، اگر تم چاہتے ہو کہ فدائی یلغاریں تمہارے پرخچے نہ اڑائیں تو تم ہماری عزتوں پر دست اندازی نہ کرو، پھر تمہیں جس امن کی خواہش ہے تمہیں مل جائے گا۔

اگر تم اسی طرح الٹا کھیل کھیلتے رہے اور جنگ کے شعلے بھڑکا کر امن ڈھونڈھتے رہے ہماری غیرت وحمیت کو مسلسل چھیڑ کر فدائی حملے بند ہونے کا انتظار کرتے رہے تو یاد رکھو تم قیامت تک ایک دن بھی ایسا نہ پاسکو گے جس میں تمہاری لاشیں زمین کا پیوند نہ بنیں۔

تم نے قرآن کی توہین کی تمہارے منہ میں خاک پڑی قرآن پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی تعداد تمہارے اپنے ملکوں میں بڑھ گئی۔

تم نے رسول ا ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا تمہارا منہ کالا ہوا، آقا مدنی ﷺ کے خادم جاگ اٹھے اور تم ان کی یلغار سے کانپ اٹھے اب تم نے اپنے خیال میں کعبہ المشرفہ کی توہین کرنے کی کوشش کی، تمہارا تھوکا تمہارے منہ پر آیا۔ دیکھو، غور سے دیکھو اور خوب جلو، کعبہ بیت ا اپنی اسی شان سے قائم ہے، اس کے گرد پروانوں کا رش پہلے سے بڑھ گیا ہے اور ابھی آگے حج کا موسم آرہا ہے پھر تم لاکھوں لوگوں کو دیوانہ وار اس کا طواف کرتے دیکھو گے پھر تم اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹو گے، حسد کی آگ سے تمہارا سینہ جلے گا، جلو! کڑھو! اور اپنی اس جلن میں مرجاؤ، تم اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے، قرآن کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے، کعبۃ ا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔

ہاں! تم اپنا بہت کچھ لٹا بیٹھو گے، بلڈنگوں کا ملبہ، جہازوں کا کچرا، لاشوں کے تابوت، سڑکوں پر بکھری ٹوٹی پھوٹی گاڑیاں تمہیں بہت کچھ سمجھا رہے ہیں بہت کچھ..... کاش تم سمجھو

☆☆☆

آفرین

ہندو بنیے کا انتہائی گھٹیا پن.....

وہ جن کشمیریوں کو بزور قوت نہیں جھکا سکا انہیں بھوک دے

کر جھکانا چاہتا ہے.....

کشمیر کی بدترین ناکہ بندی..... ہندوستان سے اشیاء ضرورت کی

آمد پر مکمل پابندی.....

لاکھوں کشمیریوں کا ''ہجرت مارچ'' اور حریت

پسند لیڈر سید عبدالعزیز شیخ کی مظلومانہ شہادت.....

مگر کشمیریوں کو دبایا نہ جا سکا.....

ہر حال میں سربکف، سربلند، شیخ ہمدانی ؒ کے کشمیر کو

عقیدت بھرا اسلام.....

(شمارہ:161)

نصف صدی سے زائد عرصہ گزر گیا وہ دبے نہیں، ظلم وستم ان کیلئے نئی بات نہیں، پابندیاں، ناکہ بندیاں ان کے خلاف کوئی نیا حربہ نہیں، ہمیشہ سے یہ سب کچھ ہوتا آیا ہے کشمیر جھکا نہیں۔ جی ہاں! سید علی ہمدانی ؒ کا کشمیر سربلند سربکف ہے۔

اس کے جوانوں کا لہو سرد نہیں ہوتا نہ ہی غیور بوڑھوں کی گردنیں خم ہوتی ہیں۔ اس کی

عفت مآب جرأتمند بہنوں کا جذبہ ماند نہیں پڑتا نہ ہی صبر مند ماؤں کے استقلال میں کوئی لغزش آتی ہے۔ کوہساروں کی طرح سب ظلم و جبر کے آگے سینہ سپر ہیں، کبھی تھکے نہیں، ہارے نہیں۔

ان کی گلیاں لہو رنگ ہیں، سڑکوں پر روزانہ لاشیں بکھرنا معمول ہے، جیلیں آباد ہیں، ٹارچر سیلوں کی بھرمار ہے، لاکھوں جان دے چکے، ہزاروں میدان میں ہیں۔ ہر وقت گولیوں کی تڑتڑاہٹ، بوٹوں کی دھمک، فوجی گاڑیوں کے چیختے سائرن اور مائیکروفونوں سے بلند ہوتی دھمکی آمیز مکروہ آوازیں۔ سب کچھ ہار جاتا ہے، شکست کھا جاتا ہے جب تعلیمی اداروں سے نوجوان، اسکولوں سے بچے، گھروں سے مائیں، بہنیں، کھیتوں سے سن رسیدہ بوڑھے ''لے کے رہیں گے آزادی'' کے نعرے لگاتے ہوئے نکل آتے ہیں اور پھر ڈنڈوں کی بارش، آنسو گیس کا طوفان اور گولیوں کے برسٹ نہ ان کا راستہ بدل پاتے ہیں نہ عزم۔

آفرین صد آفرین

دورِ حاضر کی مشکل ترین جہادی تحریک ''جہاد کشمیر'' کے علمبرداروں کو صد آفرین، محلاتی سازشوں اور عالمی اداروں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود علَمِ جہاد بلند رکھنے والوں کو آفرین، سختیوں، پابندیوں اور شدید تکلیفوں کے علی الرغم میدان میں ڈٹے سرفروش غازیانِ اسلام کو آفرین، دشمن کی شدید یلغار کے آگے چٹانوں کی طرح ڈٹے سربکف جوانوں کو صد آفرین، کہ نہ ان کے سر جھکتے اور نہ ہی عزائم ٹوٹتے ہیں۔ وہ بکنے پر بھی آمادہ نہیں اور بھاگنے کی فکر بھی ان پر سوار نہیں۔ وہ نہ دشمن کی طاقت سے خوفزدہ ہیں اور نہ ہی موت کے خوف سے لرزاں۔ بس ایک ہی دھن میں لگن، ایک ہی راستے پر گامزن

آزادی یا شہادت

اس کے سوا نہ کوئی اور ایجنڈہ ہے نہ کوئی اور نعرہ

اور کشمیری قیادت کو سلام، دنیا کی ہر تحریک یا مسائل کی رو میں بہہ رہی ہے یا مصائب کے آگے تحلیل ہو رہی ہے۔ لالچ اور خوف نے ہر جدوجہد آزادی پر ''برائے فروخت'' کے بورڈ

لگوا دیئے ہیں۔ سلام ہے کشمیر کی قیادت کو جن کی پیشانی ابھی تک ایسے ہر داغ سے پاک ہے۔ دھونس، دھمکی اور تشدد کے سامنے بھی سینہ سپر اور لالچ پیشکش کے سامنے بھی انہوں نے نہ روشِ طلب بدلی ہے نہ روشِ افکار، اور یہ ممکن بھی کیسے ہے؟؟؟

سیاسی تحریکوں کے مول لگائے جاسکتے ہیں، جہادی تحریکوں کے نہیں.....

نعروں اور مطالبوں کو بیچا جاسکتا ہے، شہداء کے خون کو نہیں.....

مستقبل کا سودا ہوسکتا ہے تابناک تاریخ کا نہیں.....

اور یہ ان ساری چیزوں کے امین ہیں۔ جہاد کے، شہداء کے خون کے اور اس اسلامی کشمیر کی تاریخ کے جس سے جلنے والی شمعِ اسلام نے پورے ہند کو تنویر بخشی تھی۔

افسوس ہے ان لوگوں پر، جو دن رات اپنے قائد کے فرمان ''کشمیر ہماری شہ رگ ہے'' کی مالا جپتے ہیں شہ رگ پر چھری پھرنے کی تکلیف محسوس نہیں کر پاتے۔ جو صبح شام کشمیر کی اہمیت سناتے ہیں اور دستبردار نہ ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور مذاکرات کی میز پر اسے فروخت کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ جو ہر موقع پر کشمیریوں سے ہمدردی جتلاتے ہیں ان کا درد جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ کشمیریوں پر جو حالیہ انسانی بحران مسلط کیا جارہا ہے ان کی زبانیں اس پر گنگ ہیں۔ مذاکرات کی میز پر بھی یہ موضوع زیر بحث نہیں اور عالمی دوروں کے ایجنڈے سے بھی یہ المیہ غائب ہے۔ پریس کانفرنسوں میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں اور انٹرنیشنل فورم بھی اس کے تذکرے سے خالی ہیں۔ یہ بے وفا لوگ اپنے لئے کیا تاریخ مرتب کررہے ہیں اور تاریخ دان کیلئے اپنا تذکرہ کس حوالے سے چھوڑ رہے ہیں۔ کاش! انہیں عقل ہوتی۔ افسوس ہے ان حرمان نصیبوں پر۔

بزدل بنیے نے گھٹیا پن کی انتہا کردی ہے۔ وہ جن لوگوں کے سر اسلحے کے زور پر نہیں جھکا پایا، بھوک میں مبتلا کرکے جھکانا چاہتا ہے۔ جن عزائم کو طاقت سے نہیں توڑ پایا، ذلالت سے توڑنا چاہتا ہے۔ جموں کی ناکہ بندی ہے کہ کشمیر میں چاول کا دانہ اور روٹی کا ٹکڑا نہ پہنچ پائے۔ 5 روپے کی چیز 100 روپے میں بک رہی ہے۔ ضروریات زندگی ناپید ہورہی ہیں۔ دوائیں

ختم ہو چکی ہیں اور مریض ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ ہندوستانی حکومت ان بلوائیوں کی پشت پناہ اور ریاست کا ہندو گورنر ان کا سربراہ ہے۔ کیا وہ سوچ رہے ہیں کہ کوہساروں جیسی بلند تحریک اس خباثت کے سامنے دب جائے گی؟ ہمالیہ جیسے نظریات پست ہو جائیں گے؟ شیر سر جھکا دیں گے؟ بھوک جذبات پر حاوی ہو جائے گی؟ روٹی، دوا اور ضروریات کی طلب، آزادی کی طلب کو دبا دے گی؟

وہ یہ بھول جائیں۔ وہ نہ مسلمان کو جانتے ہیں، نہ اسلام کو، نہ کشمیری قوم کے مزاج آشنا ہیں، نہ کوہساروں کے جذبۂ انتقام سے آگاہ۔ بھوک شیروں کے سر نہیں جھکاتی، انہیں شکار پر ابھارتی ہے۔ ان کی کمر نہیں توڑتی، پنجے تیز کرتی ہے۔ وہ ابھی تک خوش ہیں کیونکہ جواب نہیں ملا۔ میں جنگلوں میں، برف پوش کوہساروں میں شیروں کو انگڑائی لیتے اور پنجے گھساتے دیکھ رہا ہوں۔ شاید ہندوستان میں ایسی صفِ ماتم برپا ہو کہ شمشان گھاٹوں میں جلانے کیلئے لکڑی بھی نہ ملے۔ بزدلوں نے وار کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ اوچھا بھی پڑ سکتا ہے، کیا ان میں برداشت ہے؟

کاش! وہ سمجھ لیں اور باز آجائیں۔

اور ہاں! آخر میں پھر آلام کے طوفان میں سربلند سربکف کھڑے سید علی ہمدانیؒ کے کشمیر اور اس کے غیور باسیوں کو سلام، آفرین۔

☆☆☆

کشمیر کے شیر جاگ اٹھے

ہندو نے ایک سازش کی اور کشمیر کی زمین ہندو آبادکاروں کو غیر قانونی
طور پر بیچنا شروع کر کے مسلمانوں کی آبادی کم کرنے کی
مذموم سازش کی.....
ایسے میں کشمیر کے شیر جاگ اٹھے اور وادی کی ہر گلی، ہر محلّہ، ہر چوک
سراپا احتجاج بن گیا ہے اور بنیے کی سازش بری طرح ناکام ہوئی

(شمارہ:163)

شیخ سعدی ؒ نے فرمایا ہے کہ جنگل کی خاموشی دیکھ کر اس کے بارے میں یہ گمان کر کے مت گزرو کہ خالی ہوگا ممکن ہے شیر سو رہا ہو۔

کشمیر کے بارے میں یہ مثال ہندوستان اور پاکستان کے ان سارے شکاریوں پر مکمل صادق آتی ہے جو کشمیر کو خالی سمجھ کر اس میں دندناتے پھرنے کے بے بنا رہے تھے شیروں نے انگڑائی لے کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ پوری طرح جاگ رہے ہیں۔

پرویز مشرف نے جب سے مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہندوستان اور لائن آف کنٹرول پر غیر قانونی باڑ لگانے کی اجازت دی ہندوستان نے کشمیر میں خود کو نہ صرف محفوظ بلکہ بڑی حد تک فاتح سمجھنا شروع کر دیا تھا اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس خطرناک باڑ نے مجاہدین کے لئے مشکلات ضرور پیدا کیں اور ان کے لئے کشمیر جا کر اور وہاں موجود اپنے

ساتھیوں کی ضروریات پورا کرنے میں رکاوٹ پیش آئی مجاہدین نے بہترین حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مقدس تحریک کو سنبھالا اور کسی کمزوری سے دوچار نہ ہونے دیا۔ میدان جنگ میں اگرچہ ہندوستان کو کوئی خاطر خواہ فائدہ تو حاصل نہ ہوا سفارت کاری کے میدان میں اور میڈیا پر دو باتوں کا بہت شور مچایا گیا۔

(۱) کشمیر میں عسکری تحریک تقریباً ختم کر دی گئی ہے۔

(۲) کشمیری عوام اس طویل تحریک سے تنگ آ چکے ہیں ۔ وہ آزادی کے مطالبے سے دستبردار ہو رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کسی طرح بھی حل کر لیا جائے اگرچہ وہ حل ۶۰ سالہ تحریک اور عظیم قربانیوں کے بنیادی نقطے سے انحراف کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

موخر الذکر امر کو تقویت اس بات سے بھی ملتی رہی کہ کشمیر میں جدوجہد آزادی کے لئے کرنے والا سیاسی اتحاد ''حریت کانفرنس'' دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا جن میں سے ایک دھڑے کو شدت پسند اور دوسرے کو نسبتاً نرم رویے کا حامل تصور کیا جانے لگا۔ پھر اس دوسرے دھڑے کے بار بار پاکستان آنے ، پرویز مشرف پر اعتماد کا اظہار کرنے اور ہندوستان کے ساتھ مذاکرات پر آمادگی ظاہر کرنے جیسے عوامل نے اس شبہے کو مزید شہ دی کہ شاید کشمیری عوام اور ان کے نمائندے اس تحریک سے حقیقتاً تنگ آ گئے ہیں اور وہ اب کوئی بھی حل قبول کر کے اس سے جان چھڑانا چاہتے ہیں ۔ اس طرح ہندوستان کے میڈیا نے ایک اور شرارت کی ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں آباد بعض کشمیری گھرانوں اور تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے کشمیری نوجوانوں کے ایسے انٹرویوز مسلسل نشر کرنا شروع کئے جن میں وہ امن کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے اور مسئلہ کشمیر سے عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے دکھائے جاتے ۔ اخبارات کے ساتھ ساتھ الیکٹرونک میڈیا پر بھی پروپیگنڈے کے اس طوفان کو خوب ہوا دی گئی ۔ اس ساری کارروائی کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ کشمیری اب تھک گئے ہیں ان میں دم خم نہیں رہا اور آزادی کا نعرہ کمزور پڑ چکا ہے اس طرح ہندوستان

دراصل اپنی فتح کا اعلان کر رہا تھا۔

امرناتھ شرائن بورڈ کے لئے زمین کے حصول کا قبضہ حقیقت میں ہندوستان اور کشمیری مسلمانوں دونوں کے لئے ایک ٹیسٹ کیس تھا۔ ہندوستان نے اس غیر قانونی کارروائی کے ذریعے یہ دیکھنا چاہا کہ آیا کشمیری مسلمانوں کے بارے میں اس کا گمان درست ہے یا غلط؟ اس موقع پر اگر کشمیری مسلمان اس خوفناک سازش کے مقابل چپ سادھ لیتے اور مذہبی رواداری کے نام پر ہندوستان کی اس مکروہ بہ بندی کو کامیاب ہونے دیتے تو ہندوستان کی طرف ایسے اقدامات کا دروازہ کھل جاتا اور ہر روز ایسی ہی کوئی سازش رچ کر آزادی کشمیر کی منزل کھوٹی کی جاتی نتیجہ اس کے برعکس نکلا اور کشمیری مسلمانوں کے تمام 5 ں نے متحد ہو کر اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ ہندوؤں کو منہ کی کھانی پڑی اور ان کے بہ ساز رسوائی کا شکار ہوئے۔ کشمیری مسلمانوں نے بھرپور بیداری کا ثبوت دیا اور ایک جُٹ ہو کر میدان میں آ گئے اتنا زبردست اور بھرپور احتجاج ہوا کہ حکومت کو اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے ہندوؤں کے لئے یہ ایک بھاری شکست تھی لہٰذا انہوں نے بدلہ لینے کی ٹھانی اور حکومتی چھتری کے نیچے مسلمانوں کے بدترین دشمنوں یعنی ڈوگروں کو ہلہ شیری دی۔ انہوں نے جموں میں مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کیا اور پولیس اور فوجی اداروں کی زیر سرپرستی جموں و کشمیر شاہراہ بلاک کر دی۔ کشمیری مسلمانوں کی معیشت کا سارا دارومدار اسی شاہراہ پر ہے کشمیر کا فروٹ اسی شاہراہ کے ذریعے ہندوستان کی منڈیوں تک پہنچتا ہے اور ان کی ضروریات کی تمام اشیاء اسی راستے دیگر ریاستوں سے کشمیر آتی ہیں۔ شاہراہ کی بندش سے اشیاء ضرورت کی درآمد بند ہو گئی جس سے قحط کا سماں پیدا ہو گیا اور کشمیر کا قیمتی فروٹ بھی باغوں میں گلنا شروع ہو گیا۔ ان بزدلانہ ہتھنڈے اقدامات سے ہندوؤں کو توقع تھی کہ کشمیری مسلمانوں کی خوئے بغاوت سرد پڑ جائے گی اور وہ حکومت کے آگے جھک کر اس کے ناجائز مطالبات تسلیم کر لیں گے یہ وار بھی الٹا پڑ گیا۔ کشمیر سراپا احتجاج بن گیا اور اب حالات ہندوستان کے قابو سے باہر نکل گئے ہیں آج ہندوستان کے اخبارات اور بی بی سی پر یہ رپورٹ جلی حروف میں پڑھی جا سکتی ہے کہ

وہ کشمیری نوجوان جو کشمیر چھوڑ کر دوسری ریاستوں میں جا بسے تھے یا ہندوستان کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے وہ بھی کشمیر واپس آ گئے ہیں اور آزادی کے علم اٹھا کر سڑکوں پر ہیں۔ عسکری تنظیمیں کھل کر باہر آ گئی ہیں اور انہوں نے فوج کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے سرینگر میں صرف ایک عسکری جماعت ''العمر'' کی زیر قیادت نکلنے والے جلوس میں ہزاروں نقاب پوش افراد نے شرکت کی اور ان کے مسلح دستے سڑکوں پر اسلحہ لہراتے رہے۔ یہ صورتحال ہندوستان کیلئے کسی ڈراؤنے خواب سے کم نہیں جس نے ان کے سارے اندازے غلط ثابت کر دیئے ہیں۔

اس وقت کشمیری مسلمان سخت مشکلات کا شکار ہیں ان کے باوجود ان کے نعروں اور مطالبات میں شدت آتی جا رہی ہے اور موقف مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے۔ بلاشبہ کشمیری قوم نے ایک زندہ اور عظیم قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے ہم ان کے حق میں شدید مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہیں۔ ہم نہ مادی طور پر اپنے ان بھائیوں کی مدد کر رہے ہیں نہ اخلاقی طور پر، ہم اس وقت اگر غیرت اور اخوت کا مظاہرہ کریں تو یقین جانیں یہ مسئلہ اپنے منطقی حل کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے۔ ماضی میں بھی ہماری اس غفلت نے کشمیری عوام کی امنگوں کا خون کیا اب پھر اس دوراہے پر آن کھڑے ہیں۔ کاش ہم غیرت کو شعار بنائیں اور غفلت سے جاگ کر ان شیروں کے ہاتھ مضبوط کریں جنہوں نے بنیے کی گردن دبوچ لی ہے۔ کاش ہم اس بار اس غیور قوم کی آرزوؤں پر پورے اتر سکیں۔

☆☆☆

الٹی گنگا

غزہ پر اسرائیلی جارحیت.....

ایک دن میں سینکڑوں مسلمان شہید.....

عرب لیگ کا ہنگامی اجلاس بلا لیا گیا مگر اس سے کیا ہوگا؟

غزہ کے ساتھ لگا اسلامی ملک مصر اسرائیل کا ہمنوا ہے اور اس نے بھی

تمام راستے بند کر رکھے ہیں.....

عالمی برداری خاموش ہے اور مسلمانوں کا خون بہنے سے

اُس پر کچھ اثر نہیں ہو رہا.....

آخر کیوں؟

مسلمان کا خون جو سب سے قیمتی چیز تھا سستا کیسے ہو گیا اور یہودی

کائنات کے ذلیل ترین لوگ

اتنے قیمتی کیوں کر بنا دیئے گئے؟.....

(شمارہ:179)

الٹی گنگا بہنا اسی کو کہتے ہیں۔ یہودی کی جان اتنی قیمتی اور مسلمان اتنے ارزاں؟ پہلے تو ایسا کبھی نہ تھا۔

مسلمان تو اتنے قیمتی تھے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کا خون بہہ جانے کی خبر آجاتی تو

باقی سارے کے سارے اپنی جانیں لٹانے کا عہد و پیمان کرتے نظر آتے۔ کیا تاریخ عالم نے اپنے فراخ سینے میں یہ واقعہ محفوظ نہیں کر رکھا کہ حضرت عثمان رضی ا عنہ کی شہادت کی افواہ اُڑنے پر اس کائنات کے سب سے برگزیدہ اور چنیدہ چودہ سو سے زائد اشخاص نے قسمیں کھا لی تھیں کہ وہ اپنے بھائی کا بدلہ لیں گے یا اپنی جانیں دے دیں گے۔ دنیا کا میڈیا چیخ چیخ کر بتا رہا ہے کہ ایک دن میں ۴ سو سے زائد فلسطینی شہید کر دیے گئے ہیں ہمارا خون تو کیا جوش مارتا اور رگیں چیر کر باہر آنے کو بیتاب ہوتا پتا نہیں ہم چند آنسو بھی بہا سکے یا نہیں؟

کیا ہم اسی دین کے ماننے والے نہیں جس میں کسی مسلمان کو کافروں کے ظلم کا شکار ہوتے دیکھنا روا نہیں کہ غزہ والوں کو ایک بڑی سی جیل میں قید ہوئے سال سے زائد عرصہ بیت گیا اور ہمیں جنبش تک نہیں ہوئی۔ اس بدترین قید میں کتنے محصورین جان کی بازی ہار گئے؟ کتنے مریض ایڑیاں رگڑتے دنیا سے رخصت ہوئے اور کتنے بھوک و پیاس سے . بچے ماؤں کی گود میں دم توڑ گئے؟ کیا ہم نے کبھی ان کے بارے میں جاننے کی کوشش کی؟ غزہ کے سر پر واقع مصر خاموشی سے دیکھ رہا ہے، یہ وہ مصر ہے جس کے جانبازوں نے صلاح الدین ایوبی کے پرچم تلے جمع ہو کر فلسطین کو آزادی دلائی تھی۔ آج مصری شیر سو رہے ہیں یا سلا دیے گئے ہیں کیونکہ ان کا پرچم فخر ملت صلاح الدین کے نہیں ننگِ ملت حسنی مبارک کے ہاتھ میں ہے۔ سعودی، شامی، لیبی، افریقی سارے حکمران غزہ والوں کے لئے سر جوڑ کر ! ہیں سینٹرلی ہیٹڈ کمروں میں براجمان یہ قائدین کیا سردی میں چھت سے محروم لوگوں کا درد سمجھ پائیں گے؟ کیا خوشبوؤں سے جبوں اور بخورات کی دھونی سے معطر سوٹوں میں ملبوس بت بے گور و کفن سڑکوں پر بکھری لاشوں کا پیغام سمجھ پائیں گے؟

ملت عرب کے درد میں ڈوبے فائیو سٹار کھانوں کے یہ شوقین مہینوں سے بھوک پیاس اور اب شدید بمباری سہتے ناداروں کی کیا مدد کر پائیں گے؟ عرب حکمران فلسطینی شہیدوں کو بھکاری سمجھتے ہیں اور زخموں سے چور ان کے جسموں پر ڈالروں اور ریالوں کا مرہم لگا کر سوچتے ہیں کہ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا حالانکہ یہ اس دین کے نام لیوا ہیں جو خون کے

بدلے میں خون مانگتا ہے، جو حکم دیتا ہے کہ مظلوم کو ظالم سے اس کا پورا حق دلاؤ۔ جو فرض قرار دیتا ہے اس بات کو کہ جب کوئی مدد کے لئے پکارے فوری طور پر اس کا ہاتھ تھامنے اور غاصب کا ہاتھ توڑنے نکلو۔ یہ محمد عربی ﷺ کی امت کے افراد کہلاتے ہیں جنہوں نے ایک مسلمان کے کافروں کے ہاتھ آجانے کو اپنے قید ہو جانے سے تعبیر فرمایا تاکہ امت اپنے بھائی کو چھڑانے میں غفلت نہ کرے، جنہوں نے بیعت علی الجہاد کی سنت ڈال کر مسلمانوں کے خون کی قیمت آشکار فرمائی تاکہ کوئی اسے ہلکا نہ جان لے۔ یہ اس قوم کے افراد ہیں جن کے معتصم، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد ایک ایک عورت کی پکار پر پہاڑوں، سمندروں اور صحراؤں کی وسعت کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے سمیٹ دیتے تھے۔ آج ایک چند مربع رقبے کے حامل بدمعاش نے ان کے طیاروں اور میزائلوں کے منہ بند کر رکھے ہیں اور ان کے عزائم کو سلا رکھا ہے، ان کی لمبی لمبی فوجوں کے ہاتھ باندھ رکھے ہیں اور تباہ کن ہتھیاروں پر روک لگا دی ہے۔ یہ وہ قوم ہے جسے ''المغضوب علیہم'' کہا گیا ہے، ذلت، رسوائی اور مسکنت ان پر بطور عذاب مسلط کر دی گئی ہے آج وہ اس قدر طاقتور اور جری ہوگئی کہ وہ اپنے ایک فرد کی گرفتاری کا بدلہ ہزاروں کا خون بہا کر لے رہے ہیں اور انہیں ذرا برابر بھی نتائج کی فکر نہیں۔ کسی زمانے میں جس قوم کے ایک بادشاہ کی للکار شاہ روم کے پسینے چھڑا دیا کرتی تھی آج اس قوم کے ستاون حکمرانوں کے احتجاجی بیانات سے کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ فرق کیا ہے؟

فرق یہ ہے کہ آج ان کے مسائل کے حل کا طریق کار الٹ دیا گیا۔ پہلے یہ مسائل یوں حل کئے جاتے تھے

جب مسلمانوں کے (عباسی خلیفہ) معتصم باللہ کو خبر پہنچی کہ ایک رومی فوجی افسر نے عموریہ سے قید ہونے والی ایک مسلمان عورت کو تھپڑ مارا تو اس عورت نے پکار کر کہا **وامعتصماہ** یہ سن کر فوجی افسر نے اسے (طنزاً) کہا معتصم تو تمہارے پاس ابلق گھوڑے پر بیٹھ کر ہی آسکے گا۔ یہ خبر جب معتصم باللہ کو پہنچی تو اس نے ابلق گھوڑوں کی تلاش میں ہر طرف

آدمی دوڑا دیئے اوران گھوڑوں کوخریدنے کے لئے اپنے خزانے کے منہ کھول دیئے یہاں تک کہ اس نے اس رنگ کے اٹھارہ ہزار گھوڑے جمع کر لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسی ہزار ابلق گھوڑے جمع کئے اور پھر اس نے پورے عزم سچی نیت اور اسلامی غیرت کے جذبے سے سرشار ہوکر بھرپور حملہ کیا اوراس پورے علاقے کو فتح کر لیا حالانکہ اس سے پہلے یہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہیں ہورہا تھا۔ معتصم نے اسلامی غیرت میں آکر وہاں کافروں کوخوب قتل کیا اورزیادہ سے زیادہ قیدی بنائے اورشہروں کوآگ لگادی اوراس عورت کواوراسے تھپڑ مارنے والے رومی کوحاضر کرنے کا حکم دیا وہ دونوں جب آئے تو معتصم ابلق گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔اس نے کہا لو میں ابلق گھوڑے پر بیٹھ کر آچکا ہوں۔

حضرت معاویہ ؓ کے زمانے میں ایک مسلمان کوگرفتار کر کے (رومیوں کے پایہ تخت) قسطنطنیہ میں پہنچادیا گیا۔اس مسلمان نے رومی بادشاہ کے سامنے جرأت کے ساتھ بات کی تو سپہ سالار نے اسے تھپڑ ماردیا اس قریشی قیدی کی زبان سے نکلا۔اے معاویہ ہمارا اورآپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم اس طرح سے ضائع کئے جارہے ہیں یہ بات جب حضرت معاویہ ؓ تک پہنچی تو آپ نے فدیہ بھجوا کر اس قیدی کوآزاد کروالیا اوراس سے اس رومی سپہ سالار کا نام پوچھ لیا جس نے اسے تھپڑ مارا تھا پھر حضرت معاویہ ؓ نے بہت زیادہ غوروفکر کے بعد اپنے ایک نہایت معتمد اور صاحب فراست اور تجربہ کار عسکری قائد کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا اور اسے کہا تم کسی تدبیر سے اس سپہ سالار کو پکڑ کر لے آؤ اس قائد نے کہا کہ اس کے لئے میں پہلے ایک ایسی کشتی بنانا چاہتا ہوں جس کے چپو خفیہ ہوں اور وہ بے حد تیز رفتار ہو۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں جو سمجھ میں آئے وہ کرو اور آپ نے اسے بے شمار مال و دولت اور تحفے تحائف دے کر فرمایا کہ تم ایک تاجر بن کر قسطنطنیہ جاؤ اور کچھ تجارت کرنے کے بعد بادشاہ کے وزیروں سپہ سالاروں اور خصوصی درباریوں کو تحفے تحائف دینا مگر اس سپہ سالار کو کچھ نہ دینا جب وہ تم سے شکوہ کرے تو کہنا کہ میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا اب میں نے آپ کو پہچانا ہے تو اگلی بار آپ

کے شایان شان تحفے لے آؤں گا فی الحال تو آپ کے مناسب میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ چنانچہ اس قائد نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ قائد واپس آ گیا اور اس نے پوری کارگزاری حضرت معاویہ ؓ کو سنائی انہوں نے پہلے سے کئی گنا زیادہ مال و دولت اور تحفے تحائف دیکر اسے کہا کہ روم واپس جاؤ دوسروں کے ساتھ اس سپہ سالار کو بھی تحفے دینا اور واپسی کے وقت اسے کہنا کہ میں تم سے خصوصی مگر خفیہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں تمہیں جو چیز ضرورت ہو مجھے بتا دو میں تمہارے لئے لے آؤں گا تاکہ پہلے والی کمی کی تلافی ہو سکے اس سپہ سالار نے ایک رنگ برنگی منقش ریشمی چادر کی فرمائش کی اور اس کی لمبائی چوڑائی بھی بتائی وہ قائد جب واپس آئے تو حضرت معاویہ ؓ نے مطلوبہ چادر تیار کروانے کا حکم دیا اور ایسی چادر تیار کروائی جسے دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے حضرت معاویہ ؓ نے یہ چادر اسے دیکر فرمایا کہ جب تم قسطنطنیہ کے ساحل کے قریب پہنچنا تو اس چادر کو کشتی کے اوپر بچھا دینا اور اسے کسی طرح اپنی کشتی پر بلوا لینا جب وہ آ جائے تو اسے یہ چادر اور دوسرے تحفے دے کر باتوں میں لگا دینا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دے دینا کہ وہ خفیہ چپو چلا کر کشتی کو 0 سمندر میں لے آئیں وہاں آ کر کشتی کے بادبان کھول لینا اور سپہ سالار کو باندھ کر میرے پاس لے آنا۔ عسکری قائد چادر لے کر روانہ ہو گیا رومی سپہ سالار کو جب کشتی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اسے دیکھنے کے لئے نکل آیا جب اس نے وہ ریشمی چادر دیکھی تو اس کی عقل اُڑ گئی اور وہ خود اس کشتی پر جا پہنچا۔ خفیہ چپو چل رہے تھے اور رومی کو کچھ پتہ نہیں تھا جب کشتی کے بادبان 0 تو اس نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا ہوا؟ مسلمانوں نے اسے اس کے ساتھیوں سمیت باندھ دیا اور حضرت معاویہ ؓ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اس قریشی مسلمان کو بلوایا اور فرمایا کیا اس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا اٹھو اور ویسا تھپڑ تم بھی مار لو مگر اس سے زیادہ نہیں۔ قریشی نے اٹھ کر تھپڑ مار دیا۔ تو آپ نے عسکری قائد سے کہا کہ اب اس رومی کو وہ چادر دے کر واپس چھوڑ آؤ اور اس رومی سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے کہہ دو کہ مسلمانوں کا خلیفہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تمہارے تخت پر بیٹھنے والے تمہارے سپہ سالاروں اور سرداروں سے اپنے کسی مسلمان کا بدلہ

لے سکے۔ جب کشتی والے اسے لے کر قسطنطنیہ پہنچے تو دیکھا کہ رومیوں نے ساحل پر حفاظتی زنجیریں لگا دی ہیں چنانچہ انہوں نے اس رومی سپہ سالار کو وہیں پھینکا اور اسے چادر بھی دے دی۔ جب یہ واقعہ رومی بادشاہ تک پہنچا تو اس کے دل میں حضرت معاویہ رضی ا عنہ کی عظمت و ہیبت اور زیادہ بڑھ گئی۔

جبکہ آج ان مسائل کو منت سماجت اور زبانی مراسلوں کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور صدیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ اس طرح یہ کبھی حل نہیں ہوتے۔

فلسطینی تو کامیاب ہیں، سرخرو ہیں، سربلند ہیں، ان کا خون اسلام کی عظمت کے راستے کو ہموار کر رہا ہے، اس بڑی جنگ کے نقوش میں رنگ بھر رہا ہے جس میں اسلام کو مکمل فتح اور غلبہ ملنے والا ہے اور کفر کی مکمل بربادی ظہور میں آنے والی ہے اور یہ سب کچھ اب زیادہ دور نہیں قریب ہی نظر آرہا ہے کیا یہ یقین اور ایمان کافی ہے، موجودہ حالات ہم سے کسی عملی کوشش کا تقاضہ نہیں کرتے؟؟

☆☆☆

دوہرا معیار

کفر کی حمایت میں ''پیغبر اسلام ﷺ'' کی توہین میں، اسلام کے
خلاف جو کچھ لکھا جائے وہ اظہار رائے کی آزادی مگر جہاد، اسلام
اور کفر یہ مظالم کے بارے میں لکھنا غلط.....
ووٹ کے ذریعے حکومت بنانا جمہوریت مگر فلسطین کے لوگ حماس
کو اور الجزائر والے اسلام پسندوں کو ووٹ دیں تو غلط.....
بلیک واٹر اور مرسنریز عیسائیت کے تحفظ کے لئے اسلحہ رکھیں،
تربیت لیں، فوجیں بنائیں اور میدان میں آ کر لڑیں تو
درست مگر مسلمانوں کا جہاد کے لئے نکلنا غلط.....
ا کا انکار لبرل ازم مگر ہولوکاسٹ کا انکار جرم.....
یہ دہرا معیار کیوں؟.....

(شمارہ:180)

یہ دور اگر آزادئ اظہار اور جمہوریت کا دور ہے تو ان کے بارے میں دنیا کا معیار اتنا دوہرا اور دوغلا کیوں ہے؟

اگر اس دور کا سب سے بڑا مسئلہ شدت پسندی اور دہشت گردی ہے تو دنیا اب تک ان

کا مصداق متعین کیوں نہیں کر سکی۔

اسلام کے خلاف کوئی لکھ دے، اسلامی مقدسات پر کوئی زبان دارزی کر دے، پیغمبر اسلام کی ذات اقدس پر کوئی دریدہ دہن کچھ بک دے تو اس سب کو آزادی اظہار کے زمرے میں لا کر ساری دنیا ان کی پشت پناہ بن جاتی ہے اگر کوئی استعمار کا پردہ چاک کرے اور امریکہ کے خلاف کھلی زبان استعمال کرے تو ہر کوئی اس کی زبان کاٹنے کو لپکا ہے۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

جہاد کے خلاف لکھنے کی کھلی آزادی ہے، کوئی اسے دہشت گردی لکھتا رہے، کوئی اسے قرآن وحدیث سے خارج کرتا رہے اور کوئی اس پر لفظی، معنوی تحریفات کے انبار لگاتا جائے سب معاف ہیں کیونکہ اظہار رائے کی آزادی کا قانون انہیں تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جبکہ جہاد کے حق میں اگر کچھ تحریر کر دیا جائے، اس کے صحیح معنی بیان کر دیئے جائیں یا قرآن وحدیث سے اس کے احکام کھول کر بیان کر دیئے جائیں تو ہر پیشانی پر شکنیں نمودار کیوں ہو جاتی ہیں؟ کیا جہاد کا نظریہ رکھنے والوں کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کی آزادی نہیں؟ اگر نہیں تو اس قانون کا نام تبدیل کر دینا چاہئے، اس کا نام ہونا چاہئے ''آزادیٔ اظہارِ استعماری رائے''

گزشتہ دنوں بی بی سی نے ایک رپورٹ نشر کی جس میں رپورٹ نگار نے پاکستان میں قائم جہادی تنظیموں پر پابندیاں مکمل موثر نہ ہونے کی وجوہات کا تذکرہ کیا۔ اس کے ذیل میں اس نے ان اخبارات اور رسائل کے نام بھی لیئے جو اس دور میں بھی غیر امریکی رائے رکھنے کے مجرم ہیں، رپورٹ نگار کے خیال میں یہ تمام جرائد مسلح جہاد کی دعوت دیتے ہیں اور لوگوں کو اس پر اکساتے ہیں۔ اسی طرح رپورٹ نگار کو یہ بھی پریشانی تھی کہ ان جہادی تنظیموں کی عوام میں جڑیں بہت گہری ہیں۔ ان پر پابندیاں لگتی ہیں تو یہ نئے ناموں سے منظر عام پر آجاتے ہیں اور عوام ان کی پھر سے حمایت شروع کر دیتے ہیں۔ رپورٹ کا بنیادی مقصد کیا ہے؟ اس پر بحث کرنے کی حاجت ہی نہیں وہ مقصد رپورٹ نگار کے لہجے سے پوری طرح چھلک رہا تھا۔ البتہ اس رپورٹ اور نشر کرنے والے ادارے کی بے چینی نے یہ دو سوال ضرور

پیدا کر دیئے کہ آزادی رائے اور جمہوریت کا پرچار کرنے والے ان عالمی اداروں کا کردار کس قدر گھناؤنا اور تضادات پر مبنی ہے۔

امریکہ اور یورپ میں کئی ایسی تنظیمیں اور ادارے علانیہ قائم ہیں جو ریٹائرڈ فوجیوں، مار دھاڑ کے شوقین بدمعاشوں اور مذہبی شدت پسندی کے نظریات رکھنے والے نوجوانوں کو باقاعدہ اخبارات میں اشتہار دے کر بھرتی کرتے ہیں، انہیں مکمل تربیت دیتے ہیں اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ یہ تنظیمیں پہلی بار اس وقت منظر عام پر آئیں جب بوسنیا اور کوسوو میں مسلمانوں کے بدترین قتل عام میں برطانوی، ولندیزی اور ڈچ نوجوانوں کی بطور جنگی رضا کار یا کرائے کے فوجی شرکت کی خبریں شائع ہوئیں، ان کے انٹرویوز نشر ہوئے اور ان تنظیموں کا تعارف نشر ہوا۔ ان نوجوانواں کی تصاویر اور سیاہ کارناموں پر مبنی مواد رنگین کتابوں اور رسالوں کی شکل میں طبع کیا گیا۔ ''مرسنریز'' کہلانے والی ان پرائیویٹ فوجی تنظیموں کی تعداد سینکڑوں میں ہے جنہیں ''مہذب'' کہلانے والے معاشروں میں قانونی حیثیت حاصل ہے۔ عراق اور افغانستان میں بھی ان اداروں کے افراد امریکی اور اتحادی فوجوں کے شانہ بشانہ جنگ میں مشغول ہیں۔ چند برس قبل عراقی شہر فلوجہ میں جن 6 امریکیوں کو قتل کر کے عوام نے دجلہ کے پل پر لٹکا دیا تھا ان کا تعلق بھی اسی طرز کے ایک ادارے ''بلیک واٹر'' سے تھا۔ یورپ میں کئی ایسی چھوٹی بڑی تنظیمیں ہیں جو عیسائیت کی خاطر لڑنے کے لئے نوجوانوں کو ''مرسنریز'' میں شامل ہونے کی ترغیب دیتی ہیں۔ یہودیوں کی شدت پسند تنظیموں کی تعداد تو دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے اور ان تنظیموں کے تربیت یافتہ کارکن فلسطین اور عراق میں مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شامل ہیں اور دنیا بھر میں 0 عام یہ تنظیمیں اپنا سیٹ اپ چلا رہی ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کی مسلح شدت پسند تنظیمیں دنیا بھر میں مشہور و معروف ہیں اور یہ تنظیمیں 0 عام اپنے نظریات کا پرچار کرتی ہیں۔ اپنے رسائل و جرائد شائع کرتی ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کی عملی دہشت گردی میں بھی ملوث ہیں۔ نہ کہیں ان دہشتگرد تنظیموں پر پابندی لگتی ہے نہ ہی آج تک

''بی بی سی'' یا کسی اور عالمی نشریاتی ادارے نے ان کی سرگرمیوں کو اپنا موضوع سخن بنایا اور نہ ان کے نظریات کا پرچار کرنے والے میڈیا کو شدت پسندی کا نمائندہ قرار دے کر دنیا کو اس کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ البتہ یہ فرض ٹھہرا کہ پاکستان کی ان تنظیموں، شخصیات اور جرائد کو ضرور نشانہ بنایا جائے جو اس عالمی ڈگر کے خلاف چلنے کے ''مجرم'' ہیں اور اپنی اس شرارت کو صحافت کا نام دیا جائے۔

اب آپ خود دیکھئے! یورپ کی حکومتیں، اقوام متحدہ اور امریکہ اپنے ملکوں میں قائم ان تنظیموں پر اس دلیل کی بنیاد پر پابندی نہیں لگاتے کہ چونکہ عوام میں ان کی حمایت موجود ہے اس لئے انہیں کالعدم قرار دینا جمہوریت کے بنیادی اصول ''عوامی رائے کے احترام'' کے خلاف ہوگا۔ اسی طرح ان کے نظریات کے پرچار کو بھی آزادئ اظہار کے قانون کی رو سے نہیں روکا جا سکتا اگرچہ یہ تنظیمیں علی الاعلان مسلمانوں کے ملکوں پر حملہ آور ہیں۔ جبکہ مسلمان دنیا بھر میں جہاں بھی لڑ رہے ہیں صرف اپنے حقوق اور اپنی زمین کے دفاع میں لڑ رہے ہیں۔ دنیا کا ہر مذہب، ہر قانون اور ہر فلسفہ اپنے پیروکاروں کو دفاع کرنے اور زمین وحقوق کی خاطر لڑنے کی نہ صرف آزادی دیتا ہے بلکہ ترغیب دیتا ہے۔ مسلمانوں کے اس دفاع کو دہشت گردی کا نام دے دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی جہادی تنظیمیں ان دفاعی قوتوں کی انسانی بنیاد پر مالی، اخلاقی اور عددی مدد کرتی ہیں تو ان کے اس عمل کو دہشت گردی کا نام دے دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے جو رفاہی ادارے ظلم وستم کا شکار ان مظلوم مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں، بے گھروں کو چھت فراہم کرتے ہیں، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرتے ہیں اور بے سہاروں کا آسرا بنتے ہیں انہیں بھی دہشت گردی کی مدد کا الزام لگا کر کالعدم کر دیا جاتا ہے اور جو اخبارات وجرائد ان مظلوموں کا صحیح پیغام دنیا تک پہنچائیں، ان کی اخلاقی حمایت کریں اور ظالموں کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے ننگا کریں ان پر بھی پابندیوں کا چھرا چلا دیا جاتا ہے۔ ان تنظیموں اور اداروں کے خلاف ظالمانہ کارروائیاں کرتے وقت عوام کی رائے کا احترام نہیں کیا جاتا نہ ہی اظہار رائے کے قانون کو زیر نظر رکھا جاتا ہے۔ یہ تضاد کیوں؟

فلسطین اور الجزائر کے عوام اگر اپنے ووٹوں سے اسلامی جماعتوں کو حکمران نامزد کر دیں تو یہ جمہوریت نہیں ہے۔ پاکستان کے عوام اگر مجاہدین پر پابندیوں کو مسترد کر کے ان کی حمایت جاری رکھیں تو یہ بھی جمہوریت نہیں ہے۔ کوئی اخبار جہاد کے حقیقی معنی بیان کرے، محاذوں کی صحیح صورتحال کی عکاسی کرے اور ظالموں کو بے نقاب کرے تو یہ اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے۔ تو پھر ذرا ان دونوں الفاظ کے صحیح معنوں کی وضاحت کر دی جائے۔ دوغلے پن کے شکار کافر یہ کام کبھی نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے تنخواہ دار ملازم.....

☆☆☆

5

تبصرات

فتح الجوّاد، فضائل جہاد، جمال جمیل، بزم شہیداں اور بعض دیگر
بعض دلنواز، را ،مفید کتب کے بارے میں قلبی تأثرات
تاکہ آپ بھی ان سے فائدہ اٹھائیں اور دل ودماغ کو روشنی پہنچائیں۔

ایک تحفہ

امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ ا کے قلمِ حق
سے رقم اپنے عظیم استاذ اور بچپن کے
مربیّ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید نورا مرقدہ
کی مختصر، پراثر، جامع اور بھری سوانح ''جمال جمیل'' کے منظر عام پر
آنے کی خوشخبری قارئین القلم تک پہنچانے کے لئے تحریر کیا گیا کالم

(شمارہ:ا-19)

ا ربّ العزت نے قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کی ایک صفت ''سراجا منیرا'' ذکر فرمائی ہے جس کا معنی ہے روشنی پھیلانے والا چراغ' عجیب بات ہے کہ وہ آقا مدنی ﷺ جنہوں نے تشریف لا کر زمانے بھر کی ایک ایک روش میں پھیلی ہوئی ظلمتوں کو روشنیوں سے بدل دیا ان کے سراپا نور کو سورج سے نہیں بلکہ چراغ سے تشبیہ دی جارہی ہے جو کہ بظاہر ایک معمولی سی چیز ہے' مفسرین کرام نے اسی کی توجیہ میں لکھا ہے کہ سورج کے ساتھ اس لئے تشبیہ نہیں دی گئی کہ اگرچہ سورج کی روشنی بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اس کے غروب ہوتے ہی اندھیرا چھا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو سورج نہیں بنایا گیا کہ آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرماتے ہی ظلمتوں کا راج ہو جاتا بلکہ چراغ کہا گیا جس کے بجھنے سے پہلے اس سے کئی چراغ اور روشن کر لیئے جاتے ہیں جو روشنی پھیلاتے رہتے ہیں۔ا کے نبی ﷺ بھی دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل لاکھوں چراغ اپنے نور سے روشن فرما گئے جنھوں نے نبوت

کی اس روشنی کو بجھنے نہ دیا' انہیں صحابہ کرام ؓ کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر شخص نے آگے کئی چراغ روشن کئے اور نور نبوت سے مقتبس چراغوں کا ایک سلسلہ وجود میں آیا' جسے ''اہل السنّۃ والجماعۃ'' کہا جاتا ہے۔ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور نور نبوت سے منور یہ چراغ صبح قیامت تک لوگوں کو حق کی را ئی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔ ا کی زمین کبھی ان لوگوں سے خالی نہیں ہوتی جن کی زندگیاں نور نبوت کا پَرتو ہوتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے عمل سے آقا مدنی ﷺ کی مقدس تعلیمات کا نمونہ دنیا کو دکھاتے رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قران وسنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے۔ وہ بظاہر اسی دنیا میں رہتے ہیں انتہائی لاتعلق ہوکر' دنیا اور اس کے فتنے انھیں کبھی جادۂ مستقیم سے ہٹا نہیں سکتے' وہ اپنے قلب وروح کو دنیا کی کثافتوں اور نجاستوں سے پاک رکھتے ہیں' تکبر' عجب' حسد' حب مال وجاہ' حرص' اور ان جیسی دیگر مہلک بیماریاں ان پر حملہ آور نہیں ہوتیں اور ان کے قلوب ان امراض کا شکار نہیں ہوتے' وہ دنیا میں رہ کر بھی اپنے آپ کو اس میں ملوث نہیں ہونے دیتے' اہلِ دنیا جن چیزوں کو مجبوری قرار دے کر ان کے حصول کے درپے ہوجاتے ہیں ان کی نگاہ بلند ان چیزوں پر ٹکتی ہی نہیں' گویا وہ اس گندگی کے تالاب کے آس پاس تو پھرتے رہتے ہیں ان کے کپڑوں پر نجاست کا کوئی چھینٹا نہیں پڑسکتا' بلکہ وہ آقا مدنی ﷺ کے طریقے کے مطابق دوسروں کو بھی کھینچ کھینچ کر اس میں گرنے سے بچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یوں تو وہ خیر کی ساری صفات سے متصف ہوتے ہیں' اور اچھائی کے ہر پہلو کی ر ئی ان کی زندگی سے ملتی ہے ان میں بعض پر بعض صفات کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسروں پر کچھ دوسری صفات کا۔ تاکہ ہر انسان ان میں سے اپنی ضرورت کی چیز کا ا دہ کرسکے۔ کوئی عجب وتکبر کا مریض ہے تو اس کیلئے اس جماعت کے متواضعین کی زندگیاں مشعلِ راہ بن جاتی ہیں۔ کوئی حب دنیا کا مریض ہو تو اس کے لئے زاہدین کے قصے دوائے دل' کوئی بزدلی اور وہن کا شکار ہے تو مجاہدین کی سوانح پر نظر کرے قوی ہوجائے' اور کسی کو صرف نفس پروری کا شغل ہے تو خادمین کے واقعات کو حرزِ جان بنائے۔

حضرت جنید بغدادی ؒ کا مقولہ ہے کہ اہلِ ا کے واقعات جنود مجندہ ہیں یعنی مضبوط لشکر ہیں جن کے ذریعے ن ونفس کے حملوں سے بچاؤ کا سامان ہوتا ہے۔

اس لئے اہلِ حق کا یہ طریقہ رہا ہے کہ ہر دور کے ان لوگوں کے حالات محفوظ ومرتب کر کے امت تک پہنچائے جائیں تا کہ کمزوروں کو طاقت ملے' مریضوں کو صحت نصیب ہو'اور نفس و ن کے ان وساوس کا توڑ ہو کہ شریعت پر مکمل عمل کرنا' نبی اکرم ﷺ کی مقدس تعلیمات کے عین مطابق زندگی گزارنا اور دنیا میں رہتے ہوئے اس کی آلائشوں اور فتنوں سے بچ کر گزر جانا صرف سابقین کے قصے ہیں۔ان سوانح سے ہر انسان کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ کوئی بھی زمانہ ا والوں کی اس مقدس جماعت سے خالی نہیں گزرتا تا کہ انسان مایوس نہ ہو بلکہ وہ بھی ان کے اتباع پر کمر ہمت باندھ کر دنیا آخرت کی کامیابیوں اور خوشیوں والی زندگی اختیار کرنے کی کوشش کرے۔

تمہید لمبی ہی ہوتی جارہی' اصل بات یہ تھی کہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے پچھلے دنوں ایسا ہی ایک خزانہ ہاتھ لگا۔ا کے ایک ایسے ہی عجیب بندے کا حسین وجمیل تذکرہ' ایک ایسے عظیم شخص کی وہ باتیں جن کی آج کے نفسی' نفسی کے شکار انسان کو اشد ضرورت ہے' ایک ایسی نایاب صفت سے متصف ولی کا ذکر جمیل جس صفت کو اختیار کرنے اور زندہ کرنے والے لوگ دنیا سے عنقا ہوتے جارہے ہیں۔اور سب سے بڑھ کر ایک ایسے قلم سے جس کی عظمت اور صداقت کا لوہا اپنے پرائے سب مانتے ہیں۔عشق ایک غیر معمولی چیز ہے' جس کی تشریح طویل اور بیان مستحیل ہے' عشق کرنا جس طرح کسی معمولی دل کے بس کا روگ نہیں اسی طرح اس کی داستان رقم کرنا بھی کسی معمولی قلم کا زور نہیں' شاعر نے تو بڑے ادب کے ساتھ بایں الفاظ معذرت کر لی

حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

جب عاشق کی اور اس کے عشق کی داستان لکھنے والا بھی ''عاشق'' ہو اور عشق بھی معمولی نہیں مجنوں کو چیلنج دینے والا عاشق۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشتِ خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودہ برہنہ پا بھی ہے

تو داستان عشق کا صفحۂ قرطاس پر آجانا نہ سمجھ آنے والی بات نہیں۔

یہ داستان عشق ہے محبوب الاکابر' سرمایۂ اہلسنت' شہید راہِ وفاء حضرت اقدس مفتی محمد جمیل خان صاحب قدس سرہ العزیز کی۔

جی ہاں! ا کے اس سچے ولی کی جس نے کمال کی ساری منزلیں اور ساری صفات نو عمری میں ہی حاصل کر کے زندگی کا سرمایہ اور اپنی پہچان ایک ایسی صفت کو بنایا جسے اپنانے کے لئے سمندر جیسا سینہ اور پہاڑ جیسا جگر چاہئے' کیا ہے وہ؟ میں آپ کو بتاؤں گا نہیں نہ میں بتا سکتا ہوں یہ بات آپ کو وہ بتائے گا جسے حق ہے کہ وہ بتائے' جی ہاں! یہ داستان جمیل آپ کو وہ سنائے گا جس کے قلب وقلم دونوں میں اس کام کی طاقت ہے' بڑے لوگوں کی باتیں بڑے لوگ ہی لکھ سکتے ہیں اور حضرت مفتی صاحبؒ قدس سرہ تو بہت ہی بڑے آدمی تھے' میرے دل پر ان کی بڑائی کے کیا نقوش ہوں گے کہ ان کی زندگی میں چند بار ہی ان سے نیاز ہوا ایک معمولی سے قصے سے ہی اندازہ لگا لیجئے۔

شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید قدس سرہ جس قافلے کو لے کر افغانستان کے تاریخی دورے پر تشریف لے گئے بندہ کی تشکیل بھی اس قافلے کے ساتھ بطور خادم ہوئی' ٹکٹ میرے پاس تھے' اس لئے سب حضرات کو پیچھے کرسیوں پر بٹھا کر میں بورڈنگ کارڈ لینے کے لئے کاؤنٹر پر جا کھڑا ہوا۔ چند ہی منٹ گزرے تھے کہ پیچھے سے ''وہ'' تشریف لے آئے اور فرمایا مولوی صاحب! جاؤ پیچھے بیٹھو میں بورڈنگ کرا ہا ہوں میں اس کام میں بہت ماہر ہوں' میں نے عرض کیا حضرت میں بہت چھوٹا ہوں آپ سب بڑے حضرات ہیں' قافلے میں اکابر بھی ہیں مجھے ان کی خدمت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے' ہونے دیجئے فرمایا مولوی صاحب! آپ مجھ سے چھوٹے تو نہیں ہیں..... اسوقت میری عمر اکیس سال تھی۔ حضرت مفتی صاحب شہید ؒ کی نہ جانے کتنی ہوگی' وہ ویسے بھی ماشاءا

بہت دراز قد تھے' اس وقت تو ہمالیہ سے بھی بہت اونچے نظر آئے.....!

ایسے اونچے' عظیم اور ناقابل تسخیر شخص کی داستانِ عشق لکھنے کیلئے جو قلم منتخب ہوا ہے اس کی بھی تعریف کرنے بیٹھوں تو بھی میرے لئے ناممکن ہے' بس اتنا ہی کافی ہے کہ کہہ دیا جائے کہ حق بہ حق دار رسید' جی ہاں! یہ داستان لکھی مجدد جہاد' سلطان القلم حضرت مولانا محمد مسعود ازہر نے۔

دونوں میں استاذ' شاگرد کا رشتہ بھی ہے اور ومؤدت کا بھی' اس لئے ساری چیزوں کا حق ادا ہو گیا ہے۔ کتاب ابھی چھپی نہیں ہے چھپنے ہی والی ہے' مجھے اس طرح اس تک رسائی ہوگئی کہ اس میں حضرت مفتی صاحب شہید قدس سرہ کے دو بیانات شامل کرنے کا حکم آیا تھا۔ کچھ عرصہ قبل مجاہدین کی صفوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے اور ان کے مابین نفاق کا جو بیج بونے کی یہودی سازش بعض اپنوں اور غیروں نے مل کر رچائی اور خوب طوفان بدتمیزی برپا کیا ان حالات میں حضرت مفتی صاحب شہید ؒ نے امت کے اس عظیم اور بابرکت $ کو اس سازش سے بچانے اور بروقت خبردار کرنے کا بیڑہ اُٹھایا اور اس سلسلے میں مجاہدین کے بڑے اجتماعات سے دردانگیز بیانات فرمائے تھے جس میں انھیں اپنے مقام اور ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا اور آگے آنے والے شدید خطرات سے خبردار کر کے ان سے بچنے کی راہ ارشاد فرمائی۔ اس سلسلے کے دو بیانات لکھ کر اس کتاب میں شامل کرانے کے لئے مکتبۂ عرفان لاہور جانا ہوا تو کتاب کا مسودہ پڑھ لیا۔ جو خوشی اور مسرت ہوئی اسے اندر نہ رکھ سکا اور سوچا کہ قارئین القلم تک اسے منتقل کر دوں۔

میں جب اپنے مربی و محسن حضرت مولانا محمد مسعود ازہر کی کوئی تحریر پڑھتا تو ایک سوال ہمیشہ بڑی شدت سے ذہن میں آتا' کہ اس قلم کو آخر کون سی ایسی چیز میسر آ گئی جس نے اسے لازوال و لاجواب بنا دیا ہے۔ جہاد سمجھانے پر آیا تو حق ادا کر دیا' ابھارنے پر آیا تو شہداء کی جماعتیں نکال دیں' مظلوم مسلمانوں کا درد پوری امت میں بانٹ کر عام کر دیا' قیدی بھائیوں کی فکر نوجوانوں میں پھیلا دی' قرآن اور دیگر شعائر اسلام کی عظمت کو ہر دل میں اجاگر کر دیا' جہاد کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنے کا منہ توڑ جواب دے کر ان کے سیل رواں

کے آگے بند سکندری باندھ دیا' جس موضوع پر بھی اُٹھ گیا' اہل ایمان کے دل خوشیوں سے معمور کر دیئے اور اہلِ باطل کے خرمن کے خرمن پھونک دیئے' اپنے بزرگوں کا تذکرہ لکھے' نبی اکرم ﷺ کی سیرت وتعلیمات رقم کرے یا وعظ ونصیحت پر چلے تو جمال دیدنی اور جب کسی ملحد بے دین منکر جہاد کا مواخذہ ہو یا دین پر اُٹھنے والی کسی انگلی کو مروڑے تو جلال قابل دید۔

آخر کوئی تو غیر معمولی چیز اسے میسر آئی' جس نے اسے حب فی ا اور بغض فی ا کے صبغۃ ا میں رنگ دیا؟ اس سوال کا جواب بھی مجھے اس کتاب سے مل گیا کہ اس قلم میں جمیل کا جمال ہے اس پر پہلی ''قط'' ہی ایسی لگی ہے جس نے اسے نا قابل تسخیر بنا دیا ہے' اور بھی اس کتاب میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کی مجھے' آپ کو' اور تمام مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے' جنھیں اپنا کر ہم بھی سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت کے حقدار بن سکتے ہیں' بالکل حضرت مفتی صاحب شہید قدس سرہ کی طرح۔

دعا کیجئے کہ کتاب جلد آ کر امت کے مجروح قلب کا مداوا اور مرض کی دوا بنے' انتظار کیجئے کیونکہ انتظار میں بھی ثواب ہے۔

☆☆☆☆☆

بل احیاء

شہید زندہ ہیں.....زندہ رہتے ہیں.....

وہ خود بھی اور ان کا پیغام بھی.....

شاعرۂ جہاد ہمشیرہ بابر آفریدی شہید کے مجموعۂ کلام کی اشاعت نے

''قلعہ مراد بیگ'' کابل کی ایک پہاڑی پر مدفون

اپنے خوش الحان، خوش اطوار دوست بابر آفریدی کی یاد تازہ کردی۔

محترمہ ہمشیرہ صاحبہ کی خدمت میں خراج تحسین.....

(شمارہ:I-21)

کتنے عجیب لوگ ہیں' جیتے ہیں تو بڑی شان سے' عزت وعظمت والے میدانوں میں' سربلندی والے راستے پر' سرفروشی کے طریقے پر' دشمن کی آنکھ میں کانٹا بن کر' اسلام کی عظمت کا نشان بن کر مشکلات پر ہنستے ہیں اور مصائب پر مسکراتے ہیں' دیوانوں کی طرح دربدر' مقصد کے حصول کی سعی میں سربسر۔ اور مرتے ہیں تو اپنی مرضی کی موت منتخب کر کے' کوئی اکیلا سینکڑوں' ہزاروں دشمنوں کے بیچ گھس جاتا ہے اور جب تک توفیق ملے خوب دل بھر کے شکار کر کے جان جان آفرین کے سپرد کر دیتا ہے اور کوئی خود اپنے جسم سے بم باندھ کر بٹن دبانے کی آخری رسم بھی خود ادا کر کے اس کے دربار تک رسائی حاصل کرتا ہے جس نے اس کی میزبانی کیلئے مالاعین رأت والی جنت سجا رکھی ہے' اور آج کل تو جدید دور ہے' فیشن کو

مدنظر رکھتے ہوئے ان میں سے کئی ایک تو اب اپنی شادی کی بارات سجی سجائی گاڑیوں اور جہازوں میں بھی لے کر جاتے ہیں۔ بہرحال مرضی کے مالک ہیں خالق کائنات کے دست قدرت کے آلہ کار ہیں' اس لئے جو طریقہ چاہے منتخب کریں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جدا تو ہو جاتے ہیں پابندی لگوا جاتے ہیں کہ مردہ مت کہو اور صرف کہنا ہی کیا سوچنے پر بھی پابندی ہے۔ ا اکبر بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں کا اعزاز انہی کو تو ملا اور کس کی پرواز اس مقام پر جا سکی؟

مخبر صادق' محسن اعظم ﷺ نے خبر دی ہے کہ جب ا کے دربار میں ان کی حاضری ہوئی حوروں کے حسن و جمال کے نظارے بھی دیکھ چکے' ان کے قرب و وصل کی لذت سے لطف اندوز بھی ہو چکے' جنت کے باغات اور نہریں بھی دیکھ آئے' خوبصورت' عالیشان بلند و بالا محلات کی سیر بھی کر آئے' اور سب سے بڑھ کر محبوب حقیقی جس کی راہ میں اپنی متاع عزیز لٹا آئے کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکے' اب پوچھا جاتا ہے کہ عزیز بندو! یہ سب کچھ پا لینے کے بعد بھی تمہارے دل میں کوئی تمنا باقی ہے تو بتاؤ تا کہ کریم میزبان اس کا بندوبست کرے۔ عرض کرتے ہیں' مولیٰ کریم! آپ کی بے پایاں رحمتیں اور بے حساب نعمتیں مل% بس خواہش جو دل میں اب بھی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تا کہ آپ کی خاطر جان دیتے وقت جو لذت میسر ہوئی تھی بار دگر اس سے لطف اندوز ہو سکیں اور اپنے بھائیوں کو بھی اس لذت اور جنت کی نعمتوں کی خبر پہنچا سکیں تا کہ وہ بھی ان کے حصول کی کوشش میں اور اضافہ کریں اور اس راہ سے کبھی نہ ہٹیں جو ان سعادتوں اور فضیلتوں تک پہنچانے والی ہے۔

ا رب العزت نے فرمایا میرے اکرام والے بندو! یہ فیصلہ تو روز ازل سے ہو چکا کہ دنیا سے کوچ کر آنے کے بعد کوئی اس میں واپس نہ جا سکے گا تمہارے اعزاز و اکرام کی خاطر میں تمہاری خواہش اس طرح پوری کر دیتا ہوں کہ تمہاری جانب سے خود ترجمان بن کر تمہارا پیغام پچھلوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ سورۃ بقرہ اور آل عمران میں شہداء کا یہ تفصیلی پیغام ا

رب العزت نے قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا اور صبح قیامت تک یہ سارے لوگوں تک پہنچتا رہے گا' بل احیاء وہ زندہ ہیں کا مطلب صرف یہ نہیں کہ وہ ا رب العزت کی مہمانی میں زندہ ہیں اور اس کی میزبانی سے لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ اس دنیا میں بھی وہ اپنے پیغام کی صورت میں زندہ ہیں جو قیامت تک ان کے جانشینوں کو میدان میں لاتا رہے گا' انہیں قتال' شہادت' جنت اور رضائے الٰہی کی ترغیب وتحریض دے کر ان میدانوں کو آباد رکھے گا جہاں ان لوگوں نے اپنی جانیں لٹائیں۔ ایک شہید دنیا سے جائے گا اس کے بدلے میں کئی آجائیں گے جو اس کا علم تھام لیں گے۔

کیا عجب کے جب ان لاڈلے بندوں نے یہ فرمائش کی ہو اس وقت یہ فیصلہ کر لیا گیا ہو کہ دنیا میں ایسے حالات اور ایسے لوگ پیدا کئے جاتے رہیں گے جو ان کا پیغام ان کے ترجمان بن کر اپنوں تک پہنچاتے رہیں گے اور ان عاشقوں کی تعداد بڑھاتے رہیں گے۔

بدر اور احد کے شہداء کا پیغام آل عمران اور بقرہ کے ذریعے ا نے خود بندوں تک پہنچایا' ا کے نبی ﷺ نے سینکڑوں' ہزاروں احادیث ارشاد فرمائیں جن میں ان کے پیغام کی ترجمانی ہے' اور پھر ہر دور میں ا نے ایسے بندے پیدا فرمائے جنہوں نے اپنے عمل' اپنی زبان اور اپنے قلم کے ذریعے ان شہداء کے مبارک ومقدس پیغام کو زندہ رکھا' یہ شہداء کی حیات ہے' دیکھئے' بل احیاء وہ زندہ ہیں قرآن کریم کی آیتوں میں' بل احیاء وہ زندہ ہیں بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی اور دیگر کتب حدیث کے کتاب الجہاد اور فضائل الشہداء کے انگنت ابواب اور احادیث میں' بل احیاء وہ زندہ ہیں عبدا بن مبارک کی دعوت جہاد کی شکل میں' بل احیاء وہ زندہ ہیں ابو قدامہ اور ابن النحاس کے خطبوں میں، وہ زندہ ہیں عبدا عزام اور مجدد جہاد مولانا محمد مسعود ازہر کے پر اثر خطبات اور دلگداز تحریروں کی شکل میں' ان کا مشن زندہ ہے وہ زندہ ہیں' ان کے میدان آباد ہیں وہ زندہ ہیں' قافلے نکل رہے ہیں وہ زندہ ہیں۔ کشمیر' عراق' فلسطین' چیچنیا' افغانستان اور جہاد کے ہر میدان ومعرکے میں شہید ہونے والوں کے حالات دیکھئے' سنیئے اور پڑھئے آپ خود کہیں گے کہ بدر واحد کے

شہداء ابھی زندہ ہیں، بل احیاء وہ زندہ ہیں، بل احیاء وہ زندہ ہیں، بل احیاء وہ زندہ ہیں۔

میرا دِل چاہ رہا ہے کہ یہ دہراتا رہوں یہاں تک کہ پڑھنے والے اکتا جائیں کیوں؟ میں یہ کیوں کرنا چاہ رہا ہوں؟

اس لئے کہ میں نے خبر سنی ہے افغانستان میں امریکی اور ان کے اتحادی فوجیوں نے کابل اور قندوز میں موجود شہداء کی قبور پر بلڈوزر چلا کر انہیں مسمار کر دیا ہے۔ خبر سن کر افسوس تو بہت ہوا امریکیوں کی عقل پر ہنسی بھی بہت آئی۔

عقل کے اندھو! کیا ان عظیم لوگوں کی قبروں کے نشان مٹانے سے ان کا پیغام مٹ جائے گا؟ کیا ان کا مشن مر جائے گا؟ مجھے کابل کے قلعہ مراد بیگ میں آسودہ اپنا ایک پیارا دوست بہت یاد آ رہا ہے جس کے سینے میں یہ درد بہت تھا کہ جہاد کا پیغام ہر شخص تک پہنچے، اُنے اسے بہت خوبصورت چہرے اور اس سے زیادہ حسین اور درد بھری آواز سے نوازا تھا، وہ محاذ جنگ کے مورچوں پر ساتھیوں کو نظمیں سنا کر ان کا خون گرمایا کرتا تھا اور سچے جذبات کی آگ سینوں میں روشن کیا کرتا تھا۔

میں نے وہ پہلا شخص دیکھا جس پر اپنے پڑھنے کا خود اثر ہوتا تھا اور دوسروں کے آنسوؤں پر اکثر اس کے اپنے آنسو سبقت کر جاتے، وہ کھلکھلا کر ہنستا نہیں تھا کبھی کبھار صرف مسکراتا تھا وہ بھی زخم کی طرح، اس کی یہ زخمی مسکراہٹ اکثر افسردہ کر دیا کرتی تھی، وہ آنکھوں سے بولتا تھا، آنکھیں بتاتی تھیں کہ اس شخص کے سینے میں جذبات کا سمندر امنڈنے کو بے چین ہے زبان پر خاموشی کے تالے تھے۔ ہاں صرف شہادت کے تذکرے پر اس کی زبان کھل جاتی اور حسین وجمیل چہرہ مزید پرنور ہو جاتا تھا، میں ایک مرتبہ دو دن کیلئے کسی کام سے پیچھے گیا اور وہ اسی دوران بہت آگے نکل گیا، میں جب واپس آیا تو وہ موجود نہیں تھا، اس کے مورچے کی جگہ ایک کچی قبر بنی ہوئی تھی، اور اس پر لکھا تھا۔

سیف ا بابر آفریدی شہید کراچوی

وہ چلا گیا مگر اس کے سینے میں جو پیغام تھا وہ نہیں گیا شاید اس کے پاس اس پیغام کی

تبلیغ کیلئے الفاظ نہیں تھے اس لئے وہ یہ فرض کسی اور کے ذمے لگا گیا جسے مختلف رسائل و جرائد کے ذریعے لاکھوں مسلمانوں تک پہنچانے کا انتظام ا نے خود اس کے گھر سے کر دیا اور اس کی عظیم ہمشیرہ نے اس کی ترجمانی کا حق بڑے ہی احسن انداز میں ادا کر دیا۔ پچھلے دنوں لاہور میں میرے ایک بھائی نے ایک بہت ہی خوبصورت کتاب مجھے ہدیے میں دی بالکل بابر کی طرح حسین' بابر کے جذبوں کی ترجمانی' اس کے درد کی اشاعت اور اس کی خاموشی کی آواز۔ کتاب دیکھتے ہی میری زبان سے نکلا بل احیاء وہ زندہ ہیں ا کی کتاب سے لے کر اس کتاب تک' نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے لے کر القلم تک وہ زندہ ہیں' اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ سوچتا ہوں جب امریکیوں نے اس کی قبر پر بلڈوزر پھیر کر اسے مٹانے کی ناکام کوشش کی ہوگی تو شاید کبھی نہ ہنسنے والا میرا دوست خوب قہقہہ لگا کر ہنسا ہوگا اور اس کتاب کی طرف اشارہ کر کے کہا ہوگا عقل کے اندھو! بابر یہاں نہیں وہاں ہے.....

احمقو! ہمیں ان کچے گھروں سے کیا لکھا دینا' قبریں تو مردوں کی ہوتی ہیں اور تمہارے مردوں کو تو وہ بھی نصیب نہیں ہوتیں' بل احیاء' ہم تو زندہ ہیں' افغانستان اور عراق کے ان میدانوں میں جہاں تمہارے مردوں کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہوتا ہے۔

مٹا سکتے ہو تو ہمارا پیغام مٹاؤ' ہمارے راستے کے نشان مٹاؤ تا کہ اور لوگ نہ آ سکیں.....

ہمارا قرآن مٹانے کی کوشش کرو تا کہ ہمارا مقام نظروں سے اوجھل ہو سکے.....

اور ہمارے رب کا سچا اور پکا اعلان ہے کہ تم ایسا کبھی نہ کر سکو گے.....

☆☆☆

نئی خبر

زمانہ ساز کالم ''رنگ ونور'' کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوا.....

پہلے جلد کے منظر عام پر آنے پر حضرت سعدی حفظہ ا تعالیٰ کو

خراج عقیدت اور قارئین کو خوشخبری

(شمارہ:38)

ایک نئی چیز آئی ہے، جی ہاں! اور میں نے آپ سے پہلے دیکھ بلکہ یوں کہئے چکھ لی ہے، اب مستی اور سرشاری طاری ہے اور آپ کو خبر کرنے آیا ہوں کہ.....

وہ مست ناز آتا ہے ذرا ہوشیار ہو جانا

ترنگ میں آکر بتانے تو نکل کھڑا ہوا مگر اب لفظ نہیں سوجھ رہے جو اس خبر کا حق ادا کر سکیں.....گویا بقول شاعر

ع مگر اب جو معرکہ دل کا ہے وہی مجھ سے سر نہیں ہو رہا

اب آپ مزید پریشان نہ ہوں کہ ایسی کون سی چیز آ گئی ہے جس کی خبر دیتے ہوئے میں اتنے ''نخرے'' کر رہا ہوں، سن لیجئے! آپ سب بلکہ ہم سب کی آنکھوں کے نور دل کے سرور ''رنگ ونور'' کی کتاب چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے، اب بتائیے ہے نا بڑی خبر؟

کالم نگاروں میں عام رواج ہے کہ وہ اپنے کالموں کو کتابی شکل میں شائع کرتے ہیں۔ مختلف لوگوں کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں جنہیں اس ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، آپ سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے اخبار ''القلم'' کے بھی کچھ مقاصد ہیں،

عام اخباری صنعت سے ہٹ کر ہم نے اپنے اخبار کو پیسہ کمانے کا چیک نہیں بنایا بلکہ اس اخبار کی جو غرض ہے وہ اس کے انداز واطوار سے بخوبی ظاہر ہے، بس یوں سمجھ لیجئے ہر ہفتے ایک دینی بزم سجائی جاتی ہے۔ سچی باتیں، قرآن وحدیث کا نچوڑ، سالم نظریات اور بے باک اور بے لوث تجزیات۔ روشن خیالی، جدت پسندی کے مسموم ماحول میں مدینہ طیبہ کی معطر فضاؤں کے جھونکے آپ تک پہنچانے کیلئے۔ اور اس بزم کا صدر نشین ہے ''رنگ ونور''

رنگ ونور آپ تک کیا پہنچاتا ہے یہ تو آپ جانتے ہی ہیں، دینی موضوعات میں سے کوئی موضوع لے لیجئے، قرآن وحدیث کی تشریحات، باطل افکار کا رد، سچے پکے اسلامی نظریے اور عقیدے کا پرچار، الحاد وزندقہ اور فاسد تاویلات کا توڑ، ہر قسم کے حالات میں صحیح دینی رائی، صراط مستقیم کی وضاحت، سیرت الرسول ﷺ کے معطر تذکرے، صحابہ کرام ؓ کے ایمان افروز حالات، اکابرین امت کا والہانہ عاشقانہ ذکر اور ان کے حالات وواقعات، اصلاح امت، تزکیہ نفس، ترغیب وترہیب، فرائض اسلامیہ کے مسائل، فضائل اور سب سے بڑھ کر اس دور کے فتنہ عظیمہ یعنی فتنہ انکار جہاد کا موثر اور بلیغ رد۔

مجھے اعتراف ہے کہ میں ان ساری چیزوں کا احصاء نہیں کرسکتا جو ہر ہفتہ ''رنگ ونور'' کے ذریعے ہمارے قلوب کو نورانیت پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

عام لوگوں کی زندگی پر ''رنگ ونور'' کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟ اس کا کچھ اندازہ ہمیں قارئین کے خطوط سے ہوتا ہے جو سینکڑوں کی تعداد میں ادارے کے نام آتے ہیں، بلاشبہ ان کی روشنی میں یہ بات شرح صدر کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اکیلا رنگ ونور وہ کام کر رہا ہے جو کئی جماعتوں کے کام پر بھاری ہے، کتنے لوگوں نے لکھا کہ رنگ ونور کے مطالعہ کے بعد ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا ہے، بے نمازی پکے نمازی بن گئے، کتنوں کی صورتیں سنت نبوی کے سانچے میں ڈھل گئیں، مغربی طرز زندگی چھوڑ کر کتنے خوش نصیب مدنی زندگی کی طرف لوٹ آئے، دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے ولولے بیدار ہوئے اور سب سے بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اسلام کے فریضۂ جہاد اور فلسفۂ قتال کو

رنگ ونور سے سمجھا، اور سب سے عجیب اور حیران کن بات یہ ہے کہ ملک کی کئی مساجد اور دینی اداروں میں رنگ ونور باقاعدہ تعلیم کے انداز میں پڑھا جاتا ہے اور یہ غالباً اس نوعیت کا پہلا کالم ہے۔

القلم کا ایک سال مکمل ہونے پر قارئین کی طرف پرزور اصرار کا سلسلہ شروع ہوا کہ ان کا محبوب ''رنگ ونور'' کتابی صورت میں شائع کر کے ان کے ہاتھوں تک پہنچایا جائے۔ لاہور کے معروف اشاعتی ادارے ''مکتبہ عرفان'' نے اس مبارک کام کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں بہت خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور بہترین ترتیب کے ساتھ کتاب منصۂ شہود پر آ گئی۔ ہر مضمون کے شروع میں ایک اشاریہ بھی لگایا گیا ہے جو مغز مضمون کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

عام طور پر اخباری مضامین پرانے ہونے کے ساتھ اپنی افادیت کھو دیتے ہیں اور بعد میں ان کی حیثیت محض ایک تاریخ کی رہ جاتی ہے، رنگ ونور کے مضامین کے مطالعے کے دوران جو سب سے خوشگوار اور لطیف تاثر قاری کے ذہن پر رہتا ہے وہ ان کی ہمہ وقت تازگی کا ہے، یہ احساس نہیں ہوتا کہ کوئی پرانی بات پڑھی جا رہی ہے اور کیوں نہ ہو قرآن وحدیث کے مطالب کی یہی شان ہوتی ہے، قدامت ان کی لذت کم نہیں کر سکتی بلکہ اس میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

میں کوئی تبصرہ نگار نہیں ہوں نہ ہی یہ سطور کتاب پر تبصرہ کی غرض سے لکھی ہیں، تبصرہ تو اونچے لوگوں کا کام ہے جب کہ میری اور رنگ ونور کی نسبت تو چہ نسبت خاک را با عالم پاک جیسی ہے۔

یہ صرف ایک قاری کے تاثرات ہیں جو دوسرے قارئین تک منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، آپ بھی کتاب کو خود پڑھئے اور تاثرات لیجئے، میں تو آج صرف آپ کو یہ خبر سنانے آیا تھا۔

☆☆☆

۷ دن روشنی کے جزیرے پر

ظلمتوں بھری اس دنیا میں روشنی کا ایک بہت ہی روشن جزیرہ ہے
مرکز عثمان وعلی بہاولپور..... یہاں مہینے میں دوبار سات دن کے لئے
نور کی ایک محفل& ہے جسے ''دورہ تربیہ'' کہتے ہیں
یہ دورہ اب تک ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کا رنگ بدل چکا ہے
''دورہ تربیہ'' کے نصاب پر مشتمل
امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ ا تعالیٰ
کی تصنیف ''سات دن روشنی کے جزیرے پر'' کا مختصر تعارف

(شمارہ:149)

ا رب العزت نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور عبادت کا منہج بھی اسے خود تعلیم فرمادیا ہے اور پھر چونکہ انسان فطرۃً سست اور سہولت پسند واقع ہوا ہے اس لئے اسے عبادت پر ابھارنے اور مقصد حیات پورا کرنے کی دعوت دینے کے لئے ترغیب وترہیب کے طریقے بروئے کار لائے ہیں۔ اسے جگہ جگہ بتایا گیا ہے کہ عبادت کرنے کی صورت میں اسے اپنے خالق ومالک کی رضا نصیب ہوگی جس کی علامت کے طور پر اسے دنیا میں سکون اور آخرت میں نعمتوں اور آسائشوں سے بھری جنت ملے گی۔ ختم نہ ہونے والی زندگی کا دائمی عیش وآرام ملے گا اور من چاہی زندگی ملے گی، جبکہ کوتاہی کرنے

پر خالق و مالک کی ناراضگی مقدر بنے گی جس کی علامت دنیا میں بے سکونی و پریشانی، آخرت میں جہنم، اس کے ہولناک عذاب، قیامت کے دن کی شدت، حشر کی ندامت مقرر کیے گئے ہیں۔ انسان یہ سب باتیں پڑھنے، جاننے اور کے باوجود اس سستی اور کوتاہی سے مکمل نجات نہیں پا سکتا، جب تک اسے ایسا ماحول میسر نہ آجائے جس میں رنگ کر وہ ا رب العزت کا مکمل فرمانبردار تابعدار بندہ بن جائے۔ اسی طرح وہ اس غفلت سے اس وقت تک مکمل نجات نہیں پا سکتا تاوقتیکہ اپنے نفس پر جبر کرے، اس کے ساتھ 6 کا معاملہ کرے اور شدت کے ساتھ اسے غفلت سے عبادت کی طرف پھیرے۔ یوں تو صرف رب کا فرمان غفلت کے پردے چاک کرنے کے لئے کافی ہونا چاہئے عادت اسی طرح چلی آرہی ہے کہ جب تک صالح ماحول اور جبر نہ پائے جائیں، انسان عبادت کا عادی نہیں ہوتا کیونکہ ایک دوسری قوت ساتھ ہی کارفرما ہے جس کا مقصد وحید ہی انسان کو اس کے رب سے کاٹ کر نفس کی قید میں دینا اور اس کی دنیا و آخرت برباد کرتا ہے اور وہ قوت ہے انسان کے ازلی دشمن ن کی قوت۔ یہ صالح ماحول اور جبراً خود کو عبادت کا عادی بنانے کی ہی ہے جو نفس کو نی قوت کے اثرات سے آزاد کراتی ہے اور اسے مہذب اور مطیع بناتی ہے اور نفس کے اس طرح رام ہو جانے کے بعد ہی انسان ا رب العزت کا صحیح عبادت گزار بندہ بن کر اپنا مقصد حیات پورا کر سکتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ ا رب العزت کے آخری نبی ہیں۔ آپ پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور آپ کے دین کو ہی قیامت تک کے لئے ذریعۂ نجات اور معیار ہدایت مقرر کر دیا گیا۔ اس دین کا پیغام عالم بھر میں پہنچانے کے لئے آپ کو جو جماعت عطا کی گئی ان کی تربیت و تہذیب کے لئے آپ ﷺ کو ۴ نکاتی پروگرام عطا کیا گیا۔ (۱) تلاوت (۲) تعلیم کتاب (۳) تعلیم حکمۃ (۴) تزکیہ۔ کہ آپ ﷺ اس جماعت کو کتاب ا کے الفاظ یاد کرائیں۔ انہیں کتاب ا کے معانی اور احکام کی تعلیم دیں، انہیں حکمت ئیں جس سے انہیں دنیا پر چھا جانے اور پھر اس کا نظام چلانے کا سلیقہ ملے اور چوتھا کام یہ کہ ان کا تزکیہ

فرمائیں۔یعنی ان کے نفوس میں جو برائیاں یا کوتاہیاں ہیں ان کا علاج فرمائیں۔اب نبی کریم صلی ا علیہ وسلم کی نیابت میں جو شخص بھی امت کے اجتماعی امور کا امین ہوگا اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی جماعت اور اس ماحول میں جس پر اس کا اختیار چلتا ہے ان چاروں امور کا ا م کرے اور امت مسلمہ کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں جنہوں نے ان امور کا التزام کیا اور ان کے زیر سایہ ایک صالح جماعت دین کے غلبے کی میں مصروف رہی۔

حضرات صحابہ کرام ؓ کو نبی کریم ﷺ کے فیض صحبت سے تزکیہ کی یہ دولت لمحوں میں حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ کی مجلس منور کی تاثیر بہت قوی تھی اور حضرات صحابہ کرام ؓ کے قلوب بھی گویا تیار شدہ زمین تھے البتہ جوں جوں زمانہ خیر القرون سے دور ہوتا گیا اسی قدر یہ کام طلب اور مشکل ہوتا گیا، ا رب العزت نے ہر دور میں جن حضرات کو اپنے نبی ﷺ کی نیابت کی یہ ذمہ داری عطاء فرمائی انہیں اس کا وہ مناسب طریقہ بھی الہام فرمایا جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے اس لئے ہر دور میں تزکیہ کے نصاب اور طریق میں تنوع رہا ہے۔

یوں تو دین کے ہر کام اور عبادت کی ہر نوع کی بجا آوری کے لئے تزکیہ نفس ضروری ہے دین کے اہم ترین، مشکل ترین اور حساس ترین عمل ''جہاد'' کی ادائیگی کے لئے تو اس کی ضرورت و اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ جہاد انتہائی مشکل عمل ہے اس میں نکلنے پر وہی نفس آمادہ ہو سکتا ہے جس کا دنیا کی ہر نوع کی سے تزکیہ کر لیا گیا ہو۔''جہاد'' حساس ترین عمل ہے اس میں نیت یا عمل کی تھوڑی سی کوتاہی عظیم ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے اس میں ثابت قدم وہی نفس رہ سکتا ہے جس کا غفلت اور ریاء سے تزکیہ کر لیا گیا ہو۔''جہاد'' سے عالم کا نظام مجاہد کے قبضے میں آتا ہے اس نظام کو بہتر انداز میں وہی نفوس چلا سکتے ہیں جن کا ظلم، نافرمانی، تکبّر سے تزکیہ ہو چکا ہو اور سب سے بڑھ کر جہاد میں جان، مال کی قربانی ہے اسے وہی نفس ادا کر سکے گا جس کا غیرا کی سے تزکیہ ہو چکا ہو اور ا تعالیٰ سے ملاقات

کا شوق اس میں پیدا ہو چکا ہو۔ اس طرح تزکیہ کی ضرورت میدان جہاد میں دیگر عبادات کی بہ نسبت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ خصوصاً دورِ حاضر میں جبکہ ہر طرف نفس اور نفسانیت کا زور ہے۔

دورِ حاضر میں ا رب العزت نے احیاء جہاد کے عالمی کام کے لئے جن شخصیات کو منتخب فرمایا ہے ان میں ایک نمایاں ترین شخصیت امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر کی ہے۔ امیر المجاہدین کو ا رب العزت نے جہاں کتاب وسنت کے صحیح علم سے نوازا ہے وہیں تزکیہ نفس کی ذمہ داری سنبھالنے کی بھی بھرپور صلاحیت عطا فرمائی ہے اور آپ نے اپنی جماعت میں روز اول سے ہی ان چاروں امور کا التزام فرمایا ہے جو نیابت نبوی ﷺ میں ایک شرعی امیر پر عائد ہوتے ہیں۔ آپ نے جہاں اپنے مجاہدین کو قرآن وسنت کی تعلیم دینے کے لئے مختلف انداز میں کی اسی طرح ان کے لئے تزکیہ نفس کا بھی بھرپورا م فرمایا اور اس مقصد کے لئے ''دورۂ تربیہ'' کے نام سے ایک بہترین نصاب مرتب فرمایا۔ جماعت کے ہر مجاہد کے لئے کم از کم ایک بار اور ذمہ داروں کے لئے بار بار اس نصاب سے گزرنا لازم ہے۔ یہ نصاب غفلتوں کے پردے چاک کر کے عبادت کا ذوق وشوق پیدا کرتا ہے، دنیا کی سے چھٹکارہ دلا کر رب کی ملاقات کا شوق پیدا کرتا ہے، رب سے مانگنے اور اسے دینے کا سلیقہ تا ہے۔ ۴۰ اصلاحی اعمال پر مشتمل یہ دورہ عموماً سات دن اور رمضان میں ۱۰ دن کا ہوتا ہے جس میں اب تک ہزاروں لوگ شرکت کر چکے ہیں اور ان میں سے سینکڑوں اپنے دلوں میں ایسی شمع روشن کر کے اٹھے کہ دنیا کی زندگی کا چین وسکون چھوڑ کر پہاڑوں کو ہساروں کی طرف نکل پڑے اور اپنی جانیں وار کر محبوب حقیقی کے دربار میں جا پہنچے۔ وہ چالیس اعمال جو دورۂ تربیہ کا ہر شریک روزانہ صبح سے رات تک ادا کرتا ہے درج ذیل ہیں:

(۱) نماز میں جماعت کا ا م (۲) تہجد (۳) مسجد کا التزام (۴) تلاوت (۵) مسنون اذکار (۶) صبح سورۂ یٰسٓ کی تلاوت (۷) مراقبات (۸) فجر کی سنتوں کے بعد چالیس بار یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

(۹) ایک ہزار بار سبحان اللہ وبحمدہ (۱۰) اوراد فتحیہ (۱۱) منزل (۱۲) اشراق (۱۳) لا الہ الا اللہ بارہ سو مرتبہ (۱۴) کلمہ طیبہ ایک سو بار (۱۵) درود شریف (۱۶) استغفار (۱۷) کلمہ تمجید (۱۸) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ایک سو بار (۱۹) اسم اعظم اللہ ﷻ کا ورد پندرہ ہزار بار (۲۰) یا اٰخر ایک ہزار بار (۲۱) یَاخَبِیر ایک ہزار بار (۲۲) اوّابین (۲۳) جائزہ (۲۴) مذاکرہ (۲۵) تجدید ایمان تجدید توبہ اور تجدید عہد کے بیانات (۲۶) نفل روزے (۲۷) کثرت دعاء (۲۸) ورزش وچہل قدمی (۲۹) فضائل جہاد اور زاد مجاہد کی تعلیم (۳۰) محاسبہ (۳۱) زبان کی حفاظت (۳۲) دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی (۳۳) صلوٰۃ توبہ وآہ وزاری (۳۴) تکبیر اولیٰ کا اہتمام (۳۵) قلت طعام (۳۶) نظر کی حفاظت (۳۷) طہارت کا اہتمام (۳۸) امت مسلمہ کیلئے دعائیں (۳۹) تکبر وخودنمائی سے احتراز (۴۰) رات کو سورۃ ملک کی تلاوت۔

میرے زیرِ نظر کتاب ''سات دن روشنی کے جزیرے پر'' امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر کی تصنیف ہے جو انہوں نے ان چالیس اعمال کے مکمل فضائل، فوائد، اثرات اور دورۂ تربیہ کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے رقم فرمائی۔ یہ مبارک اعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور اکابر اولیاء کرام کے تجربات سے گزرے ہوئے ہیں، اس لئے ان کی تاثیر میں تو شک نہیں ہوسکتا امیر المجاہدین نے انتہائی اورعرق ریزی سے احادیث مبارکہ میں مذکورہ ان کے فضائل یکجا کردیئے ہیں۔ اکثر اعمال کے لئے دس احادیث لائی ہیں اور بعض کے لئے اس سے کم۔ ان فضائل کے پڑھنے سے ان اعمال کا شوق بڑھتا ہے اور ان کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خوبصورت ترغیبی مضامین اس شوق کو سہ آتشہ بناتے ہیں جو امیر المجاہدین کی تحریر کا خاصہ ہے۔ مثلاً تلاوت قرآن کے فضائل کے آغاز سے پہلے کا مختصر مضمون تو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس کے پڑھنے سے ہی تلاوت قرآن کی عظمت دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے۔ اس طرح استغفار کے فضائل سے قبل دلوں کو جھنجھوڑنے والا مضمون جس کے مطالعہ سے آنکھیں نم اور

دل نرم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے خواہ پتھر ہی کیوں نہ ہو چکے ہوں۔ اسی طرح مراقبہ، محاسبہ اور مذاکرہ کے معانی، تعارف اور اہمیت کے مضامین جو کئی اعتراضات کا جواب بھی ہیں اور ان اعمال کی عظمت کو اجاگر کرنے والے بھی۔

آخر میں امیر المجاہدین نے خوبصورت انداز میں دورۂ تربیہ کا منظر نامہ تحریر فرمایا ہے جو دلوں کو اس نورانی ماحول کی طرف کھینچ لے جانے والا ہے۔ یہ کتاب دورۂ تربیہ کے شرکاء کو بطور تعلیم سنائی جاتی ہے، اس میں ان لوگوں کے لئے بھی ان نورانی معمولات سے فائدہ اٹھانے کا پورا طریقہ درج ہے جو ابھی فی الفور دورہ میں عملی شرکت نہیں کر سکتے کہ وہ اس کتاب کے ذریعے گھر بیٹھ کر اس نصاب سے مستفید ہوں اسی طرح خواتین کے لئے بھی دورہ تربیہ کا مکمل منہج اس میں مرقوم ہے۔ آپ یہ کتاب پڑھ کر دیکھئے! ایک ایک صفحہ بلکہ ایک ایک سطر آپ کا دامن دل مرکز عثمان وعلیؓ بہاولپور کی طرف کھینچیں گے اور آپ بے اختیار دل کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے رخت سفر باندھ کر نکل کھڑے ہوں گے اس نورانی ماحول کی طرف جو غفلت کی زنجیروں سے چھٹکارہ دلانے والا ہے۔ ہر طرف پھیلی شہوتوں، ظلم، ناانصافی، پریشانیوں، بے اطمینانیوں، خانگی الجھنوں، معاشرتی برائیوں، غفلتوں کی ظلمتوں کے بیچ مسکرا رہا، اپنی طرف بلا رہا، ہدایت، نور، عبادت، اطاعت کی روشنیوں کا یہ حسین جزیرہ آپ کا منتظر ہے۔ کون ہے جو میری آغوش میں آ کر ظلمتوں سے نجات پائے؟ کیونکہ اس کتاب اور اس کے نصاب سے فائدہ اٹھانے کا اصل طریقہ تو یہی ہے، اس کے بغیر بھی یہ فائدے سے خالی نہیں۔ اس سے عمل کی ترغیب ملتی ہے اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ روزانہ چالیس اعمال میں سے چند کی توفیق بھی ہوتی رہے تو دنیا آخرت کی بھلائی حاصل ہونے میں کیا شبہ ہے؟

میرا مقصد اس تحریر سے نہ تو اس کتاب کا تعارف کرانا ہے کہ میرا قلم اس قابل نہیں اور نہ ہی اس پر تبصرہ کرنا ہے کہ میرا یہ مقام نہیں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ ''القلم'' میں یہ تحریر پڑھ کر اگر کوئی شخص اس کتاب سے نفع اٹھالے اور کشاں کشاں ''نور کے جزیرے'' کی طرف

چل پڑے تو میں بھی اس کے اجر وثواب میں شریک ہو جاؤں۔ مکتبہ عرفان نے انتہائی دیدہ زیب انداز میں اسے شائع کیا ہے، ایک بار آپ بھی ضرور پڑھ لیجئے، ممکن ہے یہ آپ کے لئے بھی اندھیروں سے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

☆☆☆

فتح الجوّاد

ہم کہتے ہیں کہ ''فتح الجوّاد'' نے مرزا قادیانی کی سوسالہ تباہ کردی ہے۔اُس ملعون نے انکار جہاد کو عام کرنا چاہا ''فتح الجوّاد'' نے قرآن کا جہادی نورامت کے ہر $ تک پہنچادیا۔آج ایک پلمبر بھی جانتا ہے کہ ''جہاد'' کے معنی کیا ہیں۔''جہاد'' کا حکم کیا ہے اور قرآن کس انداز سے حکم جہاد دیتا ہے۔لاہور، راولپنڈی جی ٹی روڈ کی ایک حسین یادگار نذر قارئین.....

(شمارہ:191)

اس آیت کا یہ معنی نہیں جو انہوں نے ابھی بیان کیا.....

پھر اس کا کیا معنی ہے؟ سائل کے لہجے میں حیرانی تھی۔

یہ آیت تو جہاد میں نکلنے کے بارے میں ہے، تمام مفسرین نے اس کی تفسیر جہاد میں نکلنے سے کی ہے۔اور صحابہ کرام تو فرماتے ہیں کہ جہاد کے بارے میں سخت ترین آیت ہی یہی ہے۔تم میرے پاس گھر آنا میں تمہیں کتاب دکھاؤں گا!

جواب دینے والے کا لہجہ چغلی کھا رہا تھا کہ وہ کوئی عالم نہیں بلکہ عامی آدمی ہے۔وہ جہاد کو جَہاد اور مفسّرین کو مفسَّرین کہہ رہا تھا انداز مضبوط اور پراعتماد تھا۔

دوسرا شخص یہ اصرار کررہا تھا کہ ''انفرو ا خفافا و ثقالا'' کی وہ تفسیر ٹھیک ہے جو کسی بزرگ نے اس مسجد میں بیان کی۔دونوں کی بحث کافی طول پکڑ گئی، میرا ڈرائیور انتظار میں تھا

کہ ہم چونکہ نماز مکمل کر چکے ہیں اور سفر کافی باقی ہے اس لئے میں اٹھ آؤں تا کہ ہم سفر جاری رکھ سکیں میں اس بحث میں دلچسپی کی وجہ سے منہ دوسری جانب کیے بیٹھا رہا۔ تقریباً ۱۵ منٹ کے دلائل کے بعد ''داعیٔ جہاد'' دوسرے شخص کو اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے کن انکھیوں سے پیچھے دیکھا تو اس کے حلیے نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ وہ ایک نوجوان تھا جس کی سی ڈاڑھی نکلی تھی۔ اس کے میلے کچیلے کپڑے بتا رہے تھے کہ وہ کسی ورکشاپ کا ملازم ہے اور نماز پڑھنے اس مسجد میں آیا تھا۔ میں تحیر میں تھا کہ اس شخص نے جہاد کے بارے میں اتنے مضبوط دلائل اور ''انفرو ا خفافا و ثقالا'' کے تفسیری اقوال کہاں سے لئے کہ اس نے آخری بات کر کے میرا تحیر دور کر دیا۔

''تم رات کو میرے گھر آنا اور فتح الجوّاد لے جانا، خود پڑھ کر تسلی کر لینا کہ اس آیت کا یہی معنی ہے''۔

کھاریاں اور جہلم کے درمیان علاقے میں لبِ سڑک واقع وہ مسجد اور اس کے یہ نمازی مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ میں اب بھی جب راولپنڈی سے ڈسکہ جاتے ہوئے اس علاقے سے گزرتا ہوں تو اس مسجد پر ایک بھری نظر اور اس مجاہد کو عقیدت بھرا غائبانہ سلام بھیجنا نہیں بھولتا۔

جہاد کے مخالفین کئی رنگوں میں ہیں اور ہر ایک نے اپنے حلیئے اور رنگ کے مطابق اس گھناؤنے کام کے لئے دلائل گھڑ رکھے ہیں۔ یہ دلائل دنوں یا مہینوں میں نہیں صدیوں میں تیار کئے گئے اور بڑی سے مسلمانوں میں پھیلائے گئے۔ یہ وساوس اور شبہات امت مسلمہ کے خون میں اتار دیئے گئے ہیں۔ جہاد کی دعوت لے کر امت مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کا علَم تھامنے والوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ کیا اس ظلمت کی گھٹا کو صرف جذباتی باتوں سے موڑا جا سکے گا؟ کیا یہ دھند صرف نعروں سے چھٹ سکے گی؟ کیا ان وساوس و شبہات کے زہریلے اثرات قرآن کے تریاق کے بغیر ختم کئے جا سکیں گے؟

ایسا بہت مشکل ہے۔ ان ساری ظلمتوں کا مقابلہ صرف قرآن کی روشنی سے کیا جا سکتا۔ قرآن نور ہے، روشنی ہے، یہ جب دنیا میں آیا تو اندھیروں کا راج تھا، اس نور نے سارے اندھیروں کو دور کر دیا۔ اب بھی جب عالم پر ظلمتوں کا تسلط ہونے لگے یہی نور کام آتا ہے، اس

کو تھام کر اگر کچھ لوگ نکل کھڑے ہوں تو ظلمتیں بھاگ جاتی ہیں۔ آج بھی ہر طرف فتنوں کے اندھیرے پھیلائے جا رہے ہیں۔ ان میں سرفہرست انکارِ جہاد کا فتنہ ہے، اگر کچھ لوگ ٹھان چکے ہیں کہ وہ اس فتنے کا رخ موڑیں گے اور امت کو اس کے چنگل سے نکالیں گے تو انہیں سب سے پہلے قرآن کے نور کو اپنے سینوں میں بسانا ہوگا، رسوخ حاصل کرنا ہوگا۔ پھر وہ جب اس نور سے چمکتے ہوئے نکلیں گے تو کوئی اندھیرا سامنے نہیں رک سکے گا۔ اس حقیقت کو بھی ہر داعیٔ جہاد کو اچھی طرح سمجھنا ہوگا کہ اگر ہمارے سینے خود اس نور سے خالی ہوئے، ہم نے جہاد کے قرآنی دلائل کو خوب اچھی طرح ذہن نشین نہ کیا اور باطل کے پھیلائے ہوئے وساوس وشبہات کو اچھی طرح جان کر ان کے قرآنی جوابات تیار نہ رکھے تو ہماری دعوت بے اثر ہو جائے گی، ہم اس دعوت کا حق ادا نہیں کر پائیں گے، امت مسلمہ کو اس فتنۂ عظیمہ کے چنگل سے کما حقہ نہ نکال پائیں گے اور نہ پورے عالم پر پھیلی ان ظلمتوں کو دور کر پائیں گے۔

ا تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کی جائے تو ان میں اضافہ ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں جہاد کی دعوت دینے والے حضرات اگر غور کریں تو ان کے لئے اس مقصد میں مضبوطی اور کامیابی کے لئے ا تعالیٰ نے جو اسباب مہیا فرمائے ہیں ان میں سرِ فہرست نعمت ''فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد'' ہے۔ امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا نے اس دور میں اس فتنۂ کبیرہ کے مقابلے کی ٹھانی، اپنے سینے کو قرآن کے پیغامِ جہاد سے اس طرح منور کیا کہ اپنی مثال آپ ٹھہرے اور پھر انہوں نے اس نور کو اپنے بھائیوں اور اہلِ ایمان تک پہنچانے کی جو کی وہ فتح الجوّاد کے مطالعہ سے عیاں ہو جاتی ہے۔ ایک ایسی تصنیف جو اپنے موضوع پر اس طرح حاوی ہے کہ زمانۂ ماضی میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس نور کو اپنے سینوں میں کس طرح بساتے ہیں اور پھر اس کے ذریعے سارے عالم سے تاریکیاں ختم کرتے ہیں۔ جہاد کے ہر داعی اور مبلغ کو اس نعمت کی خصوصیت کے ساتھ قدر کرنی چاہیے جس نے ورکشاپ میں کام کرنے والوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اونچے محلات میں حکومتوں کے زیرِ سایہ تیار ہونے والے فتنوں کا منہ موڑ بلکہ توڑ سکیں۔

☆☆☆

اصلی کامیاب جلسہ

چند ہفتے قبل وعدہ کیا تھا کہ آپ کو عنقریب ایک ''کامیاب جلسے''
کی روداد سنائی جائے گی.....وادیٔ شہداء کوہاٹ میں
منعقد ہونے والی عظیم الشان کانفرنس بسلسلہ تقریب رونمائی
''فتح الجوّاد فی معارف آیاتِ الجہاد''
ایک ایسا جلسہ جو حقیقی معنوں میں کامیابی کے ہر معیار پر پورا اترا.....

(شمارہ:93)

فون پر کراچی سے تشریف لائے ہوئے ایک مہمان مجھ سے مخاطب تھے!
''مجھے مجمع اور جھنڈے وغیرہ نظر آرہے ہیں میں یہیں گاڑی سے اتر رہا ہوں پنڈال کے اندر آکر آپ سے رابطہ کرتا ہوں''
آدھے گھنٹے سے زائد عرصہ گزر گیا ان کا فون نہ آیا، مجھے کچھ تشویش ہوئی، میں نے ازخود فون کر کے خیریت دریافت کی، دوسری طرف سے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ گھٹی گھٹی سی آواز آرہی تھی ''میں قافلوں کی بھیڑ میں چلتا ہوا آرہا ہوں ابھی پنڈال تک نہیں پہنچ سکا''
مجھے یہ بات سناتے ہوئے بھائی حذیفہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور پھر میری آنکھوں میں بھی.....
میں نے ا رب العزت کے بھروسے پر آج سے تین ہفتے قبل آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں عنقریب آپ کو ایک ''کامیاب'' جلسے کی روداد سناؤں گا اور یہ بھی بتاؤں گا کہ جلسہ

کامیاب کس طرح ہوتا ہے پھر اب رب العزت نے ایسا جلسہ دکھایا کہ اس کی رحمت کے قربان ہونے کو دل چاہتا ہے جلسہ اختتام پذیر ہوا تو ہر کوئی گلے لگا لگا کر مبارکباد پیش کر رہا تھا، بزرگ حضرات والہانہ انداز میں بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دے رہے تھے، سراہ رہے تھے، ساتھی ایک دوسرے کے گلے مل کر رو رہے تھے اور جو ''مصلوں'' پر کئی راتوں سے ! تھے وہ بھی روئیداد سننے کے بعد اطمینان سے سونے کے بجائے پھر سربسجود تھے، مالک نے کمزوروں، نہتوں بے سروسامانوں کی کیسی لاج رکھ لی۔

میں نہیں کہتا یہ اس مجلس کے صدر نشین نے فرمایا، ایک بار نہیں کم از کم تین بار فرمایا، ''ایسی محفل بہت کم نظر سے گزری'' لوگ جلسوں میں کسی ایک بڑے خطیب، کسی ایک بڑے لیڈر کے نام پر جمع ہو جاتے ہیں اس کی تقریر سے پہلے خوب گھومتے پھرتے ہیں جب وہ خطاب کرنے آتا ہے خوب شور مچاتے ہیں اس کی تقریر ختم ہوتے ہی اٹھ جاتے ہیں بعد میں اگر کسی بزرگ کا بیان ہو تو جاتے ہوئے سنتے ہیں، چند منٹوں کی دعا پروگرام میں شامل ہو تو بیٹھ کر اطمینان سے نہیں مانگ سکتے، یہاں کسی بڑے لیڈر یا شعلہ بیان مقرر کا خطاب نہیں تھا، اہل ا کی باتیں اور اہل علم کی علمی سوغاتیں تھیں، تاریخی حوالہ جات تھے، ادبی استعارات تھے، ایک بلند پایہ علمی تصنیف کا تعارف تھا، خصوصیات تھیں، مقام تھا، لوگ پھر بھی یوں جمے رہے کان علی رؤسھم الطیور کم سے کم 20 منٹ کی دعا تھی، والہانہ، عاشقانہ، مومنانہ دعا، کوئی شخص اپنی جگہ سے کھسکا نہیں اور آپ کیا سمجھ رہے ہیں گیارہ بجے کا وقت ہوگا؟ نہیں جناب ساڑھے تین بج گئے تھے۔

تو لوگ اس لئے مطمئن ہوں گے کہ رہائش کا معقول انتظام ہوگا۔ نہیں بلکہ اسی وقت نماز فجر سے قبل ہی قافلے واپس چل پڑے تھے، کراچی والے بھی، سندھ اور بلوچستان کے احباب بھی اور اہل پنجاب بھی۔

اچھا تو شاید وجہ یہ ہوگی کہ دو تین ہزار لوگ ہوں گے رش نہ ہوا ہوگا؟ تو صاحب ایسا بھی نہیں۔

سنئے !تیس سے زائد اہل علم وصلاح کو فون کر کے ان سے سوال کیا، حضرت! مجمع کی تعداد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ خبر لگانی ہے احتیاط سے بتائیں تا کہ جھوٹ کا شائبہ نہ رہے، آپ کا دل جتنا کہے اس سے بھی کچھ کم بتایئے۔ مجھے جو کم تعداد بتائی گئی وہ پچاس ہزار اور زیادہ سے زیادہ اگر آپ کو بتادوں تو ممکن ہے حاسدین کے کلیجے پھٹ جائیں لہٰذا اسی پر اکتفا کیجئے، بہر حال اس بات کا اطمینان رکھئے پنڈال لیاقت باغ سے بڑا تھا، انتظام بھی فرشی نشست کا تھا کرسیوں کا نہیں 10 بجے پنڈال کی مقررہ جگہ پُر ہوگئی اور اس کی حدود گرادی % ،قریب میں واقع مسجد کا ہال، برآمدے اور چھت پُر ہوگئی پھر بھی لوگ آتے رہے اور پیچھے سڑک تک ہزاروں کی تعداد میں ایسے لوگ تھے جنہیں سٹیج نظر نہیں آرہا تھا اور نہ وہ سٹیج سے دکھائی دے رہے تھے۔ جلسہ کیلئے ٹی وی پر اشتہار نہیں چلے تھے اخبارات کے صفحات نہیں خریدے گئے تھے، گاڑیاں نہیں پکڑی گئی تھیں، پھر بھی جلسہ اتنا کامیاب رہا، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

سٹیج پر جس شخصیت کا نام بار بار لیا جارہا تھا جسے سراہا جارہا تھا جس کی تحسین کی جارہی تھی جن پر وعقیدت کے پھول نچھاور کئے جارہے تھے وہ وہاں پر موجود نہیں تھے، کئی آنکھیں اس احساس سے نم تھیں اور دل بجھے بجھے تھے جب بھی ان کا نام آتا آنکھیں بہہ جاتیں اور دل مچل جاتے سب ا کی تقدیر پر راضی تھے اور اس کی حمد وثنا کررہے تھے، دشمنو! حاسدو! دیکھو وہ موجود نہ ہوں تب بھی اتنے لوگ ان کے نام پر جمع ہوجاتے ہیں، آج لوگ ان کی بات سننے نہیں آئے تھے ان کے بارے میں بات سننے آئے تھے، حضرت مکی دامت برکاتہم فرمارہے تھے ا انہیں جزائے خیر دے انہوں نے امت کا قرض اتار دیا اور دعوت الی الجہاد کا حق ادا کردیا۔ مولانا فیاض خان سواتی بتارہے تھے کہ جہاد کے موضوع پر ساری اہم تصانیف اسی طرح پابندیوں اور سختیوں کے ماحول میں منصۂ شہود پر آئیں،

امام سرخسی ؒ نے المبسوط کنویں میں قید کی حالت میں لکھوائی۔ فتح الجواد کی نسبت بھی انہی اکابر سے جاملتی ہے۔ مولانا راحد صاحب نے ''ان'' کا ذکر کرتے ہوئے عجیب بات ارشاد فرمائی ''فتح الجواد محمود سے مسعود تک خدمت قرآن کا تسلسل ہے''

مفتی عبدالرؤف اصغر صاحب نے والہانہ عاشقانہ انداز میں ''انہیں'' یاد کیا اور مرزا جانباز ؒ کے اشعار سے اقتباس کیا، ''وہ'' نہیں تھے عشاق نے ان کے ''والد محترم'' کو جس انداز میں خراج تحسین پیش کیا نا قابل فراموش موقع تھا۔

یہ جلسہ ایک کتاب کی تقریب رونمائی کے سلسلے میں منعقد ہوا، کون سی کتاب؟ ایسی کتاب جس کے بارے میں تقریباً ہر خطیب نے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنی مثال آپ ہے، اسلام کی چودہ صدیاں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتیں، رونمائی کی اس تقریب میں شریک ہونے والے سارے آسمانِ علم وفضل کے درخشاں ستارے تھے، ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے کردار پر انگلی اٹھائی جا سکے یا گفتار پر زبان کشائی کی جا سکے۔ آپ کو یاد ہوگا کچھ عرصہ پہلے اسی ملک میں ایک اور ''کتاب'' لکھی گئی تھی، اس کی رونمائی (جو درحقیقت روسیاہی تھی) یہاں نہ ہو سکی باہر جانا پڑا، جو مہمان خصوصی اس تقریب کیلئے بلایا گیا تھا دنیا کا بدکردار ترین شخص تھا اور اس نے اسی مجلس میں ہی کتاب اور صاحب کتاب دونوں کا مذاق اڑا دیا تھا، آج وہ کتاب زوال پذیر ہے سنا ہے سیل میں بک رہی ہے اور جب وہ چھپی تھی اس وقت ساری دنیا میں جھوٹ جھوٹ کا شور ہوا تھا۔ یہاں جس کتاب کا افتتاح تھا اس محفل کے صدر نشین ایک بہت بڑے اہل ا تھے۔ وہ تقریب کے دوران کئی بار بآواز بلند رو پڑے، انہوں نے اس تقریب میں شرکت کیلئے ایک دن میں ہزاروں کلومیٹر کا سفر فرمایا۔ جنہوں نے دعا کرائی وہ بھی بڑے اہل ا ، دو شہیدوں کے والد، بغیر کسی پیشگی پروگرام واطلاع کے اچانک تشریف لے آئے اور اہل مجلس کی خوشی کو دوبالا فرمایا۔ جنہوں نے رونمائی کی وہ بھی ا والے، سارے مجاہدین کے محبوب ''اباجی'' جن کی نیم شبی دعاؤں کا بہت بڑا حصہ اس کتاب کی تکمیل کیلئے وقف ہے، سبحان ا

اس کتاب کو ا نے وہ قبولیت عطا فرمائی ا کابر فرما رہے تھے اب دن رات دعائیں ا سکی تکمیل کیلئے وقف رہیں گی انہوں نے لوگوں سے عہد لیا کہ اس کتاب کو لیں اسے پھیلائیں ، حضرت الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم نے تو زور دے کر فرمایا کہ اس

کتاب کو اس قابل بنانا آپ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا کے ہر رنگ و نسل قوم وطن سے تعلق رکھنے والا مسلمان اس سے ا ده کر سکے اس کا ہر عالمی زبان میں ترجمہ کیا جائے ،عربی زبان میں ترجمہ کرانے کا وعدہ انہوں نے فرمایا۔

اب آتے ہیں آخری بات کی طرف کہ جلسہ کامیاب ہوتا کیسے ہے؟ آج کل حکومتی جلسوں کا دور ہے اور مسلسل جلسوں کی ناکامی نے کئی سیاسی جغادریوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے، اس لئے نسخۂ مجرب عرض ہے استعمال کر کے نفع اٹھائیں۔

۱۔ جلسہ کی کامیابی کا پہلا قدم یہ ہے کہ صاحب جلسہ کے ماں باپ نیک اور دردمند ہوں ا کے حضور اتنا گڑگڑائیں کہ اس کی رحمت زمین پر اتر آئے ،کامیاب جلسے سے دو راتیں قبل اور جلسے والی رات ایک ماں سوئی نہیں مصلے پر بیٹھی ہاتھ پھیلائے رہی۔

۲۔ ذکر کرنے والی جماعتیں بٹھائی جائیں ، جو ہر وقت ا ا کرتی رہیں اور ا کی نصرت اترتی رہے۔

۳۔ حقوق العباد کا خیال رکھا جائے ،زمین غصب نہ کی جائے ،گاڑیاں نہ چھینی جائیں ،عوامی راستے بند نہ کئے جائیں ،لوگوں کے معمولات زندگی میں خلل اندازی نہ کی جائیں۔

۴۔ سب سے آخری اور مشکل ترین کام یہ ہے کہ جلسے حق اور سچ کے پرچار کیلئے منعقد کئے جائیں، جھوٹ در جھوٹ ، سراپا جھوٹ ، سفید جھوٹ یعنی ہمہ قسم جھوٹ سے پرہیز کیا جائے۔

میرے ایک دوست جو مجھے مضمون لکھتے دیکھ رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ گویا تمہارا مطلب یہ ہوا کہ سرکاری جلسے کئے ہی نہ جائیں۔

وہ کیوں؟ میں نے حیران ہو کر پوچھا

بھولے آدمی! حکومت سچ بولے گی کیا؟؟؟

مثل مشہور ہے'' 7 دھوئے گی کیا اور نچوڑے گی کیا؟.....

☆☆☆

منور محفل

ہم نے ایک جلسہ دیکھا.....اس جیسا نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا
اور نہ اس کے بعد اب تک دیکھنا نصیب ہوا ہے
ایمانی جذبوں کا تلاطم، ملک کے ہر کونے سے بہاولپور کی جانب
کھنچے چلے آرہے اہل ایمان کے بڑے بڑے قافلے.....
اور پھر رات عشاء سے صبح اذان فجر تک ایک ہی جوش اور
ولولے کا عالَم .....اس شخصیت کو خراج عقیدت پیش
کرنے کے لئے جو خود وہاں موجود ہی نہ تھی.....
فتح الجواد جلد ثانی کی تقریب رونمائی کا احوال.....

(شمارہ:146)

بہاولپور والوں پر ایک عجیب رات گزری

جی ہاں!

اس رات لائٹ نہیں گئی اور صبح نماز فجر سے ۱۰ منٹ قبل تک شہر دعوت جہاد کے زمزموں سے گونجتا رہا۔ مغرب کی نماز کے فوراً بعد جس اجتماع کی بسم ا ہوئی اس کی دعاء کے آخری کلمات **بر حمتک یا ارحم الراحمین** جس وقت کہے جارہے تھے اس وقت بہاولپور کی تمام مساجد کے موذن اذانوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ سبحان ا وبحمدہ سبحان ا العظیم۔ اس دور میں دعوت جہاد کا ایسا ولولہ اور جوش کہ پوری رات لوگ جمے رہے اجتماع گاہ

بھری رہی۔ یقیناً جہاد سچا ہے اور اس کے مخالفین جھوٹے۔ یقیناً جہاد مسلمانوں کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے اور اسے مٹانے کی کوشش کرنے والے قابل صد نفرین۔

لوگ ملک بھر سے جوق در جوق آئے۔ کراچی سے ۲۴ بسوں کا بڑا قافلہ آیا، سرحد سے ۱۹ بسیں اور ۱۰ ہائی ایس گاڑیاں، شمالی پنجاب سے ۱۸ بسیں اور ایک ہائی ایس، سے ۲ بسیں ایک ہائی ایس، حیدر آباد سے ۲ بسیں، جنوبی پنجاب سے ۱۱۰ بسیں اور کوئٹہ، کشمیر سے سینکڑوں لوگ ٹرینوں اور مختلف گاڑیوں میں آئے۔

یہ لوگ کیوں آئے تھے؟؟

بسیں مفت نہیں تھیں ہر کوئی اپنا کرایہ خود لگا کر آیا۔ زبردستی گھسیٹ لانے کا پرویزی یا کرایہ اور کھانا دے کر دیہاڑی دار مزدور پکڑ لانے کا تک لکھی نظام بھی نہیں تھا بلکہ جو آیا اپنی خوشی سے آیا۔

آخر کیوں؟؟

اس لئے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق جہاد ہمیشہ تر و تازہ رہے گا۔ بغیر دھونس، دھمکی، لالچ کے جاری رہے گا، ظالم کا ظلم اسے روک نہیں سکے گا اور عادل کا عدل منسوخ نہیں کر سکے گا۔

بہاولپور کی مرکزی عیدگاہ جس میں لوگ اس خوف سے جلسہ نہیں کرتے کہ اسے بھرے گا کون؟ اس وقت اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ رہی تھی۔ پولیس والوں نے اپنا سکیننگ گیٹ لگایا جو ہر گزرنے والے کو شمار کرتا اور سبز ہندسوں میں نمایاں نمبر حاضرین کی تعداد بتاتے، ۱۱ بجے جب پنڈال بھر گیا تو اسکینر 64063 کا ہندسہ واضح دکھا رہا تھا جو یقیناً ان کالعدم روشن خیالوں کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ سے کم نہیں جنہوں نے بزعم خود جہادی تنظیموں کالعدم قرار دے کر دعوت جہاد ختم ہو جانے کا سرکاری اعلامیہ نشر کر دیا تھا۔ پولیس کے ان جوانوں کی تنخواہ آج کی رات خوب حلال ہوئی جو اسکینر کی ٹوں ٹوں سے متاثر ہو کر میٹل کی نشاندہی پر تلاشی لیتے تو چابیوں کے گچھے برآمد ہوتے اور پاوڈر والی بتی جلنے پر نسوار کی پڑیاں نکلتیں۔

اسٹیج پر عجیب رونق تھی۔ بڑے بڑے مشائخ طریقت، شیوخ الحدیث اور علماء کرام بڑی تعداد میں تشریف فرما تھے۔ ان کے اسماء گرامی آپ اسی اشاعت کے کسی صفحے پر ملاحظہ فرمالیں گے۔ سن رسیدہ اکابر ایک جوانِ رعنا کو خراج تحسین وخراج عقیدت پیش کرنے کے لئے رات سے صبح تک اسٹیج پر جلوہ افروز رہے، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

ہر آنے والے کے دل میں ایک موہوم سی امید کا چراغ روشن تھا۔ شاید آج ''ان'' کی زیارت ہوجائے گی جن کے دیکھنے کی امید پر پچھلے سال عشاق کے قافلے کوہاٹ میں جمع ہوئے تھے اور اب بہاولپور میں پڑاؤ ڈالا۔ یہ امید تو پوری نہ ہوسکی خالی ہاتھ بھی نہ لوٹائے گئے، تازہ ترین اسی محفل کے لئے ریکارڈ کیا گیا ''ان'' کا پیغام سنایا گیا۔ وہ منظر عجیب تھا۔ ریکارڈ شدہ کیسٹ چل رہی تھی جبکہ سامعین ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بنے اسٹیج کی طرف اس طرح نظریں جمائے ہوئے ! تھے کہ گویا وہ صرف سن نہیں رہے دیکھ بھی رہے ہیں۔ اس طرح ان کے عشق کو بھی مہمیز مل گئی اور یہ احساس بھی ان کے قلوب میں جاگزیں ہوگیا کہ رب کی نصرت اتر رہی ہے، جہاد جیت رہا ہے، حالات بدل رہے ہیں۔ انشاء ا آئندہ کے کسی اجتماع میں وہ اپنے محبوب قائد امیر المجاہدین حضرت اقدس مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا تعالیٰ کو اپنے درمیان موجود بھی پالیں گے۔ تقریر کے دوران سامعین کی کیا حالت تھی اس کی صحیح منظر کشی استاذنا المکرّم جانشین حضرت نعمانی ؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا حاجی احمد دامت برکاتہم نے ان خوبصورت الفاظ میں فرمائی کہ کأن علی رؤوسھم الطیور کا منظر تھا۔

خوبصورت تلاوتیں ہوئیں، دلکش انداز میں نظمیں پڑھی %، نظریہ ساز بیانات ہوئے اور نصائح سے لبریز خطبات۔

ہر ایک یہی بتا رہا تھا کہ جہاد ترقی کر رہا ہے۔ دعوت جہاد عام ہو رہی ہے۔ ہر کوئی بتا رہا تھا کہ فتح الجزادتلیبسات کے محل ڈھا رہی ہے، دجل کے کنگرے گرا رہی ہے، قادیانیت کے

تابوت میں کیلیں ٹھونک رہی ہے، امریکہ کو جلا رہی ہے، یورپ کو تڑپا رہی ہے، اس سے امت کا ایمان محفوظ ہو رہا ہے، انکار جہاد کے فتنے دم توڑ رہے ہیں، فدائین نکل رہے ہیں اور جہاد کے میدانوں میں تقویت کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔

بہاولپور جسے مجاہدین نے اس کانفرنس کی تیاری کے لئے ''جہاد پور'' بنا دیا تھا اور اس کا ہر چوراہا، ہر موڑ، ہر بورڈ، ہر دیوار ۲ ہفتوں سے دعوت جہاد دے رہے تھے۔ اب دعوت جہاد کے اگلے انشاء اللہ اس سے بھی بڑے پروگرام تک اپنی قسمت پر نازاں رہے گا کہ کئی سالوں کے وقفے کے بعد اس کی فضاؤں کو جہاد کی صدا سے نصیب ہوئی۔ اس کی سڑکوں پر مجاہدین کے قافلے اترے، اس کی گلیوں میں جہادی پرچموں کی بہار آئی، اس نے مستقبل کے شہداء، غازیوں اور فدائیوں کی میزبانی کا شرف پایا۔

ہمارے خوبصورت شہر کو ہماری طرف سے بھی جہادی بہاروں کی آمد مبارک ہو۔

اور خصوصیت کے ساتھ مبارکباد قبول ہو، امیر المجاہدین کے والد محترم اور اس منور معطر محفل کے صدر نشین حضرت ماسٹر اللہ بخش صابر صاحب زید مجدہم کو کہ ان کی دستار عالی میں ایک اور لعل کا اضافہ ہوا، اللہ رب العزت انہیں صحت و عافیت کے ساتھ مجاہدین کے سروں پر تادیر سلامت رکھیں اور انہیں ایسی مزید لاکھوں سعادتیں اور خوشیاں نصیب فرمائیں اور دین کی خاطر ان کی قربانیاں قبول فرمائیں۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

☆☆☆

ایمانی ہمسفر

تاریخ ساز کتاب ''فتح الجواد فی معارف آیات الجہاد''
کی جلد ثانی کا مختصر تعارف.....
سورۃ انفال و براءۃ کے معارف جہاد کا مجملاً تذکرہ.....
اور بہاولپور میں کتاب کی تعارفی ''تقریب شکر''
میں شرکت کی ترغیب جلد ثانی کی بعض
اہم خصوصیات کی طرف اشارات.....

(شمارہ:145)

پچھلے سال اسی ماہ القلم کے انہی صفحات پر آپ نے یہ عظیم خوشخبری پڑھی تھی کہ ا رب العزت نے امت مسلمہ پر کرم فرمایا ہے اور انکارِ جہاد کے اس دور میں ''احقاقِ جہاد'' کی عظیم خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ یوں تو جہاد کے اثبات، اس کے دلائل اور اس کی ضرورت و اہمیت پر مختلف انداز سے کام کافی عرصہ سے ہوتا آ رہا ہے یہ ایک نئے اسلوب اور جدید انداز کی اس میدان میں آمد کی خوش کن خبر تھی۔ ا رب العزت نے اپنے ایک دردمند بندے کو یہ سعادت بخشی کہ وہ ''جہاد'' کی ایک ایسی علمی خدمت سرانجام دے جسے اولیت اور اسبقیت کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور پھر گزشتہ سال اسی ماہ اس عظیم سلسلے کا پہلا شاہکار ''فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد'' منصۂ شہود پر نمودار ہوا۔ یہ کتاب قرآن کریم کی ان آیات کی مکمل تفسیر و تشریح پر مشتمل

ہے جن کا تعلق جہاد فی سبیل ا کے محکم فریضے سے ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ قرآن کریم نے احکامِ اسلام میں سے جس حکم کو سب سے زیادہ تفصیل سے بیان کیا وہ جہاد فی سبیل ا کا حکم ہے اور اس حکم کی انتہائی باریک جزئیات حتیٰ کہ آداب وفضائل تک قرآن نے تفصیل سے بیان کئے۔ اسی طرح یہ بھی ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ زمانۂ قدیم سے حضرات علماء کرام اور مفسرین نے قرآن کریم کی آیات کو موضوعات کے اعتبار سے جمع کر کے ان کی تفسیریں مستقل طور پر علیحدہ بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ مثلاً احکام سے متعلق آیات کی تفسیر، وعظ ونصیحت سے متعلق آیات کی تفسیر، آخرت اور معاد سے متعلق آیات کی تفسیر، ختم نبوت کے متعلق آیات کی تفسیر وغیرہ۔ جہاد سے متعلق آیات پر یوں تو تقریباً ہر تفسیر میں حضرات مفسرین نے سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے مطالب ومعارف کو کھول کھول کر بیان کیا ہے اس موضوع کی تمام آیات کو یکجا کر کے ان کی مستقل تفسیر نہیں لکھی گئی، اس کی وجہ یقیناً یہی ہے کہ ''جہاد'' چونکہ قرآن کے اساسی موضوعات میں سے ایک ہے اور امت مسلمہ میں ہمیشہ اس حکم کو وہ اہمیت اور حیثیت دی گئی ہے جو اسلام نے اس کی مقرر کی ہے، اگر کہیں انکارِ جہاد یا فاسد تاویلات کا فتنہ اٹھا بھی تو وہ اتنا کمزور تھا کہ کچھ عرصے میں خود بخود اس کا نام ونشان مٹ گیا۔ ایسی کوئی بات مسلمانوں کے معاشرے میں جڑ نہ پکڑ سکی جو نظریۂ جہاد کو کمزور کرنے والی ہو۔ امت کے علماء وصلحاء خود بھی جہاد کرتے رہے، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے اس کی دعوت بھی عام کرتے رہے اور ایسی آوازوں کو بھی بزورِ دلائل دباتے رہے جو تشکیک یا تلبیس پیدا کرنے والی تھیں۔ نظریۂ جہاد کے اسی فروغ کی وجہ سے ہی کفریہ طاقتیں سینکڑوں بار اپنی تمام تر قوت میدان میں جھونک دینے کے باوجود اپنے ناپاک عزائم میں ناکام ہوتی رہیں اس لئے اس زمانے میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ میدانِ جنگ سے دور بیٹھ کر ایک جنگ مسلمانوں پر مسلط کی جائے جو ان کی اصل جنگی قوت سے انہیں محروم کردے۔ یہ جنگ انکارِ جہاد کی جنگ تھی۔ اور کفار نے اپنے وسائل کے زور پر اس کا دائرۂ کار اتنا بڑھایا کہ امت مسلمہ کی عمومی اکثریت لفظ جہاد کے معنی تک سے نابلد ہوگئی۔

یہی اس کام کا صحیح اور بہترین وقت تھا جس کی طرف ہم نے پچھلی سطور میں اشارہ کیا کہ قرآن کریم کے اس اہم اور اساسی موضوع کو بھی مستقل علیحدہ طور پر مدلل مبرہن انداز میں امت کے سامنے لایا جائے اور پھر اللہ رب العزت نے اس کام کے لئے جس شخصیت کا انتخاب فرمایا یقیناً وہی اس بوجھ کو اٹھانے کیلئے بہترین اور موزوں ترین شخصیت ہیں۔ امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جن کی جہاد کے میدان میں علمی و عملی خدمات محتاجِ تعارف نہیں کو اللہ رب العزت نے اس علم سے بھی نوازا ہے جو ایسے کام کیلئے ضروری ہے اور اس عزم سے بھی جو پہاڑوں سے زیادہ ثقیل ایسے امور کی انجام دہی کیلئے شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

''فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد'' کی جلد اول جو سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، نساء اور مائدہ کی آیات جہاد کی تفسیر اور معارف پر مشتمل تھی کی منظرِ عام پر آمد نے پوری دنیا میں ایک ہلچل مچا دی۔ اہل ایمان نے والہانہ انداز میں اس تاریخ ساز کتاب کا خیر مقدم کیا، مشائخ نے اس عظیم کوشش کو سراہا۔ اہل علم نے خراج تحسین پیش کیا، جہاد کی دعوت دینے والوں نے سجدۂ شکر بجالایا کہ ان کے ہاتھ دلائل و براہین کا ایسا مرقع آ گیا کہ اب ان کے سامنے ملحدین کی کسی تاویل کا ٹھہرنا ممکن نہیں رہا۔ عوام الناس جن کے ذہنوں میں مغرب کے تنخواہ دار مفکرین اور دانشوروں کے پھیلائے ہوئے زہریلے وساوس پوری طرح جڑ پکڑ چکے تھے اور وہ بھی فتنہ انکار جہاد میں مبتلا ہو کر کفر کی طرف جا رہے تھے ان کی ہدایت و رہنمائی کا سامان انہیں بہم پہنچا جس سے ان کے عقیدے اور عمل کی اصلاح ہوئی۔ اللہ کے راستے میں برسرِ پیکار غازیوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا کہ ان کیلئے اپنے ماحول کو سازگار کرنے اور اپنے خاندان والوں کی ذہن سازی کرنے کے لئے قرآنی دعوت نامہ میسر آ گیا۔ کتنے ہی نوجوانوں کو اس کتاب نے گمراہی اور شہوت پرستی کے اندھیروں سے نکال کر جنت کے حسین اور مختصر ترین راستے پر گامزن کر دیا۔ صرف ایک سال کے عرصے میں کتاب کے سات بڑے ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں نکلے۔ عربی، پشتو اور انگریزی ترجمہ مکمل ہوا اور ویب سائٹ کے

ذریعے بیرون ملک مقیم لاکھوں افراد نے اس کا مطالعہ کر کے اپنے نظریہ کی اصلاح کی۔اس موضوع کے حوالے سے لوگوں کی پیاس، جستجو اور لگن کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کتاب کی ویب سائٹ تیار کرنے کے بعد ابھی اس کی تشہیر نہیں کی گئی تھی کہ 2 ہزار سے زائد لوگوں نے صرف نام کی کشش سے اس تک رسائی حاصل کی اور مطالعہ کر کے اپنی قیمتی آراء سے مطلع کیا، یہ مقبولیت صرف ا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہے ورنہ یہ تمام سلسلے چلانے والے لوگ نہ تو تشہیری اسباب رکھتے ہیں نہ ہی اس قدر وسائل کہ ہر جگہ اپنی بات ان کے زور پر پہنچا سکیں۔

اور آج ہم بصد تشکر و امتنان یہ خبر آپ کو سنانے جا رہے ہیں کہ الحمد اس پیاری کتاب کی دوسری جلد بھی چھپ کر آ چکی ہے جو ۲۶ اپریل کو بہاولپور میں ہونے والے اجتماعِ تشکر کے بعد عمومی تقسیم کیلئے پیش کر دی جائیگی۔ یہ جلد سورۂ انفال کی تمام اور سورۂ توبہ کی ابتدائی ۶۰ آیات کے جہادی معارف پر مشتمل ہے۔سورۂ انفال اور توبہ کو قرآن کریم میں بیان جہاد کے حوالے سے اساسی حیثیت حاصل ہے بلکہ یہ دونوں طویل اور مفصل سورتیں پوری کی پوری جہاد فی سبیل ا کے بیان پر ہی مشتمل ہیں۔سورۂ انفال غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی، غزوۂ بدر مسلمانوں کیلئے جہاد کا نقطۂ آغاز تھا اور امر الٰہی اسی ترتیب کا قیامت تک باقی رہنا تھا اس لئے اس موقع پر جہاد کا پورا نصاب آسمان سے اتار کر بتایا گیا کہ اس ترتیب کے مطابق جہاد کرنے پر بدر جیسے نتائج یعنی فتح مبین، نصرت کا نزول، دنیوی و اخروی انعامات کی بہاریں، ا کی رضا کے پروانے اور جنت کی بشارتیں حاصل ہونگے۔امیر المجاہدین حفظہ ا تعالیٰ نے سورۂ انفال میں بیان فرمودہ اس مکمل جہادی نصاب کو تین بڑے عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) قوانین جنگ

(۲) فوائد جہاد

(۳) مجاہد کی صفات

قوانین جنگ، عسکری نقطۂ نظر سے اہم ترین موضوع ہے، جہاد چونکہ شریعت کا حکم ہے

اور شریعت نام ہے ایک ایسے ضابطے کا جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کی مکمل را ئی موجود ہو، اسلام جب لڑنے کا حکم دیتا ہے تو اس کی مکمل را ئی بھی کرتا ہے۔ مکمل دستور عطا کرتا ہے اور ایسے گراور طریقے سمجھاتا ہے جن کو بروئے کار لا کر اسلامی جنگ لڑنے والا شخص ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ اسلام کی یہی جامعیت اسے دین قیّم کے مقام پر فائز کرتی ہے۔ فتح الجوّاد میں اس مجموعۂ قوانین کو یکجا کر دیا گیا جو دیگر تفاسیر میں ق انداز میں مختلف عنوانات سے موجود ہے۔ ہر مجاہد اور عام قاری اب ایک عنوان کے تحت باحوالۂ آیات ان قوانین کو یاد کر سکتا ہے تاکہ میدانِ جنگ میں بروئے عمل لا سکے، کتاب کی ابتداء ہی میں یہ ۱۵ زرین قوانین باحوالہ آیات مذکور ہیں۔

دوسرا اہم عنوان اس نصاب کا ہے فوائد جہاد۔ جنگ ایک مشکل اور خطرناک عمل ہے اس میں خونریزی ہے، تھکاوٹ ہے، مشقت ہے، جان و مال کا خرچ کرنا ہے، گھر بار، علاقہ، اہل واولاد، مال ومتاع کا چھوڑنا ہے، ان ساری مشکلات کے اٹھانے کا کوئی حسین من پسند نتیجہ سامنے نہ ہوگا تو یقیناً اس عمل کو کرنا بلکہ کرتے رہنا نفس پر انتہائی شاق ہوگا اور اس صورت میں اس کی حیلہ گری کے کارگر ہو جانے کا اندیشہ بھی بڑھ جائے گا کہ یہ بات سمجھا کر میدان جہاد سے ہی بھگا دے کہ اس عمل کا فائدہ کیا ہے جس کی خاطر اتنا تعب اٹھا رہے ہو؟ شریعت نے انسانی نفسیات کی ایک کمزوری کو سامنے رکھ کر قرآن میں جہاد کے فوائد بھی جابجا بیان کئے۔ سورۂ انفال چونکہ جہادی نصاب ہے اس لئے اس میں یہ موضوع قدرے تفصیل سے بیان ہوا دیگر مقامات پر مختصر، فوائد جہاد کے عنوان سے بیس اہم فوائد کا باحوالہ آیات یکجا تذکرہ بھی ابتدائے کتاب میں مذکور ہے، تفصیل ان کی متعلقہ آیات کی تفسیر میں درج ہے۔

جبکہ اس قرآنی نصاب کا تیسرا اہم موضوع یہ کہ غزوۂ بدر میں اترنے والی نصرت، اسلامی خلافت کے قیام کی عظیم نعمت، دنیوی اخروی عزت کا حقدار اور جہاد کے ظاہری باطنی ثمرات کا مستحق ہیکون؟ وہ کون مجاہد ہوگا جس کی مدد کیلئے فرشتے اتریں گے، بارش

آئیگی اور سکینہ نازل ہوگا؟

کون سی صفات کا حامل شخص ہوگا جس کے درجے کو عبّاد، زھّاد رشک کی نظر سے دیکھیں گے؟

وہ مجاہد کون سا ہوگا جس پر ا رب العزت ملائکہ کے سامنے فخر فرمائیں گے؟

سورۂ انفال اس موضوع کو کھل کر بیان کرتی ہے، کتاب کی ابتداء ہی میں آپ کو مجاہد کی ان ۲۵ صفات کا آئینہ مل جائے گا جن کی روشنی میں ہر مجاہد خود کو اس معیار پر لانے کی کوشش اور کرے جس کا حامل نصرت الٰہی کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ بظاہر دیکھنے میں یہ صرف ۲ صفحات کا مضمون ہے آپ خود سوچئے کہ اسے مرتب کرنے کیلئے اور بکھرے ہوئے ان موتیوں کو یکجا کرنے کیلئے کتنے ہزار صفحات کا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا اور کتنی دماغ سوزی ہوئی ہوگی۔ دورات تفسیر آیات الجہاد کی تدریس اور فتح الجّواد کی پروف ریڈنگ کے سلسلے میں بندہ کو تقریباً ان اکثر تفسیرات میں آیات جہاد کے مطالب دیکھنے کا موقع ملا جن کے حوالے آپ فتح الجواد کے ہر صفحے پر پاتے ہیں، اپنے ناقص علم اور مطالعہ کی بنیاد پر یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ اس طرح ترتیب کے ساتھ کسی بھی کتاب میں یہ اہم موضوعات درج نہیں، البتہ ق طور پر یہ باتیں ان تفاسیر میں موجود ہیں۔ ایک عام مجاہد یا قاری بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ان تفاسیر کا مطالعہ کرنیوالے طالب علم کیلئے بھی اس تفصیل کے ساتھ اس پورے نصاب کو اخذ کرلینا از حد مشکل کام ہے۔ امیر المجاہدین کا قطعِ نظر دیگر معارف کے یہی احسان بہت بڑا ہے کہ انہوں نے سورۂ انفال کے جہادی نصاب کو ہر پڑھنے والے کیلئے اس قدر آسان کردیا ۔**فجزاہ اللہ احسن ما یجزی بہ عبادہ.**

بیان جہاد کے حوالے سے دوسری اساسی سورت سورۃ التوبۃ ہے جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا سورۃ الانفال غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی جو صحابہ کرام کی جہادی مہمات کا نقطۂ آغاز تھا سورۃ التوبہ غزوۂ تبوک کے واقعات پر مشتمل ہے جو کہ جہاد میں پیش آنے والی مشقت کا نقطۂ انتہا تھا۔

اس موقع پر وہ طبقہ کھل کر سامنے آ گیا جن کے دلوں میں ایمان نہیں صرف زبانی

مؤمن تھے۔حق و باطل کا ٹکراؤ چونکہ قیامت تک جاری رہنا ہے اور اس میں ہمیشہ بدر کی طرح فتحِ مبین ہی نہیں ملے گی بلکہ بسا اوقات تبوک واحزاب کے حالات بھی پیش آئیں گے اور اس موقع پر یہی حکم جہاد مسلمانوں کی صفیں ان چھپے دشمنوں اور جھوٹے دوستوں سے پاک کر دے گا، یہ سورۃ توبہ کا اساسی موضوع ہے۔اس $ کو جو اس موقع پر کھل کر سامنے آ جائے گا اور جہاد سے جان چھڑانے کیلئے ہر رخنہ ہر بہانہ تلاشے گا اور تراشے گا منافقین کا نام دیا گیا ہے۔سورۂ توبہ انہی منافقین کے راز کھولتی ہے اور انہیں ظاہر کرتی ہے، ساتھ ہی وہ جہاد پر ابھارنے کیلئے 6 ،شدت اور وعید کا اسلوب اختیار کرتی ہے تاکہ اس موقع پر ان تہدیدات پر نظر کر کے مسلمان منافقین کی طرف جانے اور ان جیسا طرزِ عمل اختیار کرنے سے بچیں۔اس اساسی موضوع کے ساتھ ساتھ دیگر اہم موضوعات بھی اس سورۃ میں بیان ہوئے ہیں۔امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی انتہائی اور عرق ریزی سے پوری سورۃ کے تمام مضامین کا عجیب وغریب جامع خلاصہ چند صفحات میں درج کر دیا ہے یہ خلاصہ ذہن نشین کرنے کے بعد پڑھنے والا گویا مؤلف محترم کی انگلی پکڑ کر سیر کرتا جاتا ہے اور ہر آیت کے مضامین ومعارف اس پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔

سورۃ التوبہ نفاق کے پردے چاک کرنے والی سورت ہے اور نفاق ایسی لعنت ہے جو انسان کو ذلت کے سب سے گہرے گڑھے میں گرانے والی ہے۔خلاصے میں یہ بتایا گیا کہ جہاد نفاق کو ختم کر دیتا ہے اور جہاد میں نکلنے سے خود کو مستثنیٰ سمجھنا نفاق کی علامت ہے۔یہ مرض مسلمانوں میں خصوصاً ان 5 ں میں زیادہ پایا جاتا ہے جنہیں عامۃ المسلمین سے کچھ اختصاص حاصل ہو۔عام طور پر ایسے لوگ خود کو جہاد سے مستثنیٰ بلکہ مجاہدین سے بھی بالاتر لگتے ہیں۔سورۃ توبہ کی تفسیر میں قرآنی دلائل اور دردمندی کے ساتھ حضرت مؤلف نے ان مسلمانوں کو نفاق کی اس بڑی علامت سے ڈرایا ہے۔اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔

فتح الجوّاد میں تفسیر کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ اپنی بات کم سے کم رکھی گئی ہے زیادہ تر تفسیر اکابر مفسرین کی معتبر کتب سے منقول ہے، جہاں کہیں ''نکتہ'' یا ''فائدہ'' کے عنوان سے

کوئی بات مذکور ہے اس کا علمی، تحقیقی اور تفسیری وزن آپ واضح طور پر محسوس کرینگے۔ خصوصاً ان نکات میں تحریض علی الجہاد کا اسلوب انتہائی نمایاں ہے جو کہ امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالیٰ کا خاص موضوع بلکہ یوں کہئے اوڑھنا بچھونا ہے۔ اسی طرح بعض فوائد میں جہاد کی حقانیت اور اس کے ذریعے اسلام کی حقانیت پر استدلال اور جہاد پر وارد کئے جانے والے شبہات کا جواب بھی مندرج ہے۔

اور سب سے حسین اور دل آویز چیز ہر بات کو خوبصورت عنوانات کے ذریعے واضح کرنا ہے۔

عنوانات کی اس گلکاری سے ایک طرف تو کتاب کا حسن دوبالا ہوتا ہے جبکہ سب سے بڑا فائدہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ ہر بات سمجھنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ آپ کو فتح الجوّاد کے ہر صفحے پر ایسے عنوانات ملیں گے جو پوری آیت کے ایک ایک جز کی مکمل نشاندہی فراہم کرینگے۔ نکات کی بات آ گئی تو برسبیل تذکرہ بطورِ نمونہ صرف ایک نکتہ درج کرتا ہوں جس سے باقی نکات وفوائد کی قدر و قیمت کا اندازہ آپ خود کرلیں۔

اسلام کا عمومی مزاج ''الاسلام یعلو ولا یعلی'' میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کافروں سے ہمیشہ بلندی اور علُوّ کے انداز میں بات کرتا ہے اور یہی طریقہ ایمان والوں کو تا ہے۔ سورۃ انفال اور توبہ کے معارف سے یہ مضمون اخذ کرتے ہوئے مؤلف فرماتے ہیں۔

''سورۃ انفال ہجرت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی یعنی غزوۂ بدر کے موقع پر اور سورۃ توبہ کی اکثر آیات کا نزول ۹ھ کے آس پاس ہے مگر دونوں سورتوں کا لب ولہجہ و انداز بہت ملتا جلتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں عام اصول ہے کہ جب کوئی تحریک یا جماعت کمزور ہوتی ہے تو اس کا لہجہ اور انداز اور ہوتا ہے اور جب وہ تحریک یا جماعت قوت پکڑ لیتی ہے تو اس کا لہجہ اور انداز بدل جاتا ہے۔ مگر قرآن کے پاس جب ۳۱۳ نہتے افراد کا لشکر تھا تب بھی وہ کافروں کو اسی طرح للکارتا تھا اور جب اس کے پاس دسیوں ہزار مسلح مجاہدین تھے تب بھی اسکا لہجہ وہی رہا۔

کوئی بھی انصاف کے ساتھ اس نکتے پر غور کرے تو بے ساختہ پکار اٹھے گا کہ بے شک قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کسی انسان کا ہرگز نہیں'' (ص ۳۴۹)

فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد کے ہر صفحے پر ایسی باتیں موجود ہیں جو کرشمہ دامن

دل می کشد کہ جا اینجا است کا مصداق ہیں۔

کیا کیا جائے

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ توز داماں گلہ دارد

مضمون کی جگہ تقاضہ کررہی ہے کہ قلم روک لیا جائے۔

کتاب انشاءا عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے بس ایک مبارک مرحلہ باقی ہے۔ گزشتہ دس سال کی طرح اس مرتبہ بھی کتاب ہاتھ میں لینے سے پہلے اظہار تشکر کیلئے اور حضرت امیر المجاہدین کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے ہزاروں اہل ایمان انشاءا جمع ہورہے ہیں۔ اس ایمان افروز محفل میں علماء کرام کے بیانات ہونگے، مشائخ عظام کے زرین ملفوظات سننے کو ملیں گے، جذبۂ جہاد ابھارنے والے خطبات ہونگے، جہادی ترانے اور خوبصورت تلاوتیں ہونگی، گویا ایمان اور نور کی بہاریں ہونگی۔ تو آپ بھی ان سے محروم نہ رہئے، ابھی رختِ سفر باندھئے اور بہاولپور کا عزم کیجئے، وہاں انشاءا آپ کو روحانی غذائیں بھی ملیں گی اور فتح الجواد کی شکل میں ایک بہترین ایمانی ہمسفر کا تحفہ بھی۔ تو دیر نہ کیجئے قافلہ چھوٹ نہ جائے۔

☆☆

مبارک ہو

تاریخ ساز تفسیر ''فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد''

کی جلد ثالث منظر عام پر آئی۔ سورۂ احزاب

سورۂ محمد اور سورۂ فتح کے اہم مباحث پر مشتمل جلد کا مختصر تعارف

فلسطین میں حماس کی عزیمت اور پرزور یلغار نے ایک بار پھر

اسرائیل کی جارحیت کا منہ توڑ دیا

الرحمت کے رضا کار ملک بھر میں مساجد کا نور پھیلانے نکل پڑے

یہ تمام خوشخبریاں مبارک ہوں۔

(شمارہ:182)

فتوحات و برکات والا ہفتہ گزرا.....

اسرائیل فلسطینی مجاہدوں کی یلغار سہہ نہ پایا اور اسے یک طرفہ جنگ بندی اور فوجیں واپس کرنے کا اعلان کرنا پڑا.....

مبارک ہو!

ن اور مغربی استعمار کی تین سو سالہ تباہ ہوئی۔ جہاد کے بارے میں پھیلائے گئے وساوس اور شکوک وشبہات کا توڑ آیا۔ مرزا قادیانی ملعون کی قبر پر آگ لگی اور اس کی ذریت میں صف ماتم بچھی، نظریۂ جہاد کی بہاریں لئے ''فتح الجواد فی معارف آیات الجہاد''

کی تیسری جلد منظر عام پر آ گئی۔ بہاولپور کی جامع مسجد عثمانؓ وعلیؓ کے در و دیوار ولولہ انگیز نعروں اور بے ساختہ سسکیوں اور آہوں سے گونج رہے تھے۔ خوشی تھی کہ بے قابو کئے جا رہی تھی اور غم تھا کہ ہڈیاں 9 نے پراترا ہوا تھا۔ اور انہی دونوں کیفیات کے بیچ ایک بوڑھے بزرگ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں اپنے لخت جگر کی طرف سے یہ تحفہ امت کو پیش کر دیا۔

مبارک ہو!

ا والے دیوانے، دین اسلام کے سچے خادم، الرحمت کے رضا کار زمین پر مساجد کا نور پھیلانے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ گلی گلی مسلمانوں کو اس سعادت میں حصہ وار بننے کی دعوت دیں گے۔ اور مساجد کی تعمیر میں اینٹیں اور گارا اٹھائیں گے اور ا کے گھروں کو آباد کریں گے۔

مسلمانوں کے دشمنوں نے پچھلی صدی جنگ کی تیاری میں گزار دی۔ اور یہ تیاری دو محاذوں پر ہوگی۔ ایک طرف تو کافروں نے اپنا تمام سرمایہ تباہ کن ٹیکنالوجی کے حصول پر لگا دیا کہ اسے حاصل کر کے ایسی مضبوط عسکری قوت کے مالک بن جائیں جس کے بل بوتے پر اسلام اور مسلمانوں کو دبایا، مٹایا جا سکے اور دنیا میں اپنا سکہ چلایا جا سکے۔ پوری ایک صدی تک یہ تمام اسلام دشمن قوتیں اسی مقصد کے حصول کی خاطر سرگرم رہیں اور انہیں اس میں خاطر خواہ کامیابی بھی ملی۔ اسی عرصے میں ایٹم بم، ہائیڈروجن بم جیسے ہولناک ہتھیار وجود میں آئے۔ جنگی جہاز بنائے گئے خوفناک ٹینک، بحری جہاز، آبدوزیں اور میزائل ایجاد ہوئے اور فوجوں کی ترتیب نو کی گئی۔ یہ سب بنا لینے کے باوجود کافر یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ساز و سامان ان کی فتح کا ضامن نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان کیلئے مقاصد کا حصول یقینی بنا سکتا ہے جب تک کہ مسلمانوں کے پاس وہ خدائی ہتھیار موجود ہیں جسے ''جذبہ جہاد'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اسلحہ سازی کے ساتھ ساتھ اس میدان میں بھی بھرپور اور سرمایہ خرچ کیا کہ کس طرح امت مسلمہ کو جذبۂ جہاد سے خالی اور نظریۂ جہاد سے دور کر دیا جائے۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں جس قدر جہاد کا بیان ہے۔ احادیث

مبارکہ کے ذخیرے میں جہاد کا جتنا حصہ ہے اور مسلمانوں کی تاریخ جس طرح جہاد سے بھری ہوئی ہے یہ سب کچھ مسلمانوں کو آسانی سے کیسے بھلایا جا سکتا تھا۔ کافروں نے اپنے عزائم کی تکمیل کیلئے یہ مشکل کام بھی شروع کر دیا اور مسلسل اور سازشوں کے ذریعے اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گئے۔ اس شرارت کی تکمیل کیلئے انہوں نے نقلی نبی، جھوٹے پیروں دنیا پرست علماء، جاہل صوفیاء، چرب زبان سکالرز، بے حیاء بے پردہ عورتوں اور ہوس زر کے مارے قلم کاروں کو استعمال کیا۔ ان سب نے مل کر خوب طوفان مچایا اور اپنا اپنا کردار ادا کر کے امت مسلمہ کو جہاد کے حقیقی معنی بھلا دیئے اور ان کے دلوں سے جذبہ جہاد کھرچ ڈالا۔ ساتھ ساتھ کافروں نے یہ انتظام کیا کہ اس پورے عرصے میں مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑی جنگ مسلط نہیں کی جو ان کے لئے بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانے اور خفتہ نظریات جگانے کا باعث بن سکتی۔ اس دورانیے میں جو جنگیں ہوئیں وہ زیادہ تر علاقائی نوعیت کی تھیں۔

اس مہم کو مزید مضبوط کرنے کیلئے ملکوں کو حد بندیاں کر کے پاسپورٹ، ویزہ اور دیگر قیود سے بھی کام لیا گیا جنہوں نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور انہیں ایک طرح کی بے بسی کے احساس میں مبتلا کر کے باہمی اخوت اور تعاون سے محروم کیا۔ ان سارے اسباب نے مل کر ایک ایسا ماحول بنا دیا جسے آپ برملا غیر جہادی ماحول کہہ سکتے ہیں۔

ا رب العزت کو جب اس امت کو واپس اسی راستے پر لانا منظور ہوا جو اس امت کا اصل راستہ ہے جس راستے پر چل کر یہ امت اپنے مقاصد حسنہ کی تکمیل کر سکتی ہے اور ان فرائض اور ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتی ہے جو خیر امت ہونے کے ناطے اس پر عائد ہوتی ہیں۔ تو افغانستان میں جہاد شروع ہو گیا۔ مجاہدین افغانستان نے ا تعالیٰ کے بھروسے پر روسی استعمار کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ شہداء کے خون کی مہک اٹھی، سچے ایمانی جذبوں کا آوازہ لگا اور دنیا بھر سے جوق در جوق سعید روحیں میدان جہاد کی طرف چل پڑیں۔

جہاد افغانستان نے روس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پوری دنیا میں نظریۂ جہاد کو زندہ کر دیا۔ یہ جہاد جوں جوں اپنے منطقی نتیجے کی طرف بڑھا دنیا کی پریشانی بھی اسی رفتار سے بڑھی کہ تین صدیوں کی وہ جس کا عنوان ہی نظریۂ جہاد کو مٹانا تھا غارت ہونے کے قریب آ پہنچی۔ کفار نے پھر سر جوڑے کہ سو سال کی جمع کی ہوئی عسکری طاقت کے استعمال کا وقت آیا تو نظریۂ جہاد بھی زندہ ہو گیا اس طرح تو فتح پانا ناممکن ہو جائے گا۔ انہوں نے از سر نو تیاری کی اور نئے انداز میں میدان میں آ گئے۔ اس بار انہوں نے گماشتوں کو نئے اشکالات اور نئی تحریفات سے لیس کیا۔ جہاد دہشت گردی ہے اسلام سلامتی کا مذہب ہے، ایمان تو امن سے مشتق ہے اس میں قتل و غارت کہاں سے آ گئی؟ جہاد ترقی کا دشمن ہے، مجاہدین کے کردار پر بھی انگلیاں اٹھیں اور جہاد کے نتائج بھی زیر بحث آ گئے۔ اس بار اس ساری شرارت کے فروغ کیلئے سب سے بڑا نی ہتھیار جو استعمال کیا گیا مغرب نواز میڈیا تھا جس نے مخالفین جہاد کو کھل کر کھیلنے اور عوام کو اپنی بات پہنچانے کا بھرپور موقع اور میدان فراہم کیا۔ یہ منکرین اور ملحدین اپنے فاسد نظریات کو قرآن وحدیث کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کے سامنے پیش کر رہے تھے جن سے امت کی اکثریت انکار جہاد میں مبتلا ہو گئی یا کسی غلط معنی کو صحیح سمجھ کر اس کے پیچھے چل پڑی۔ ایسے میں رب العزت نے ایک اور بڑا کرم فرمایا اور ایک مرد مجاہد عصائے موسوی ہاتھ میں لئے مرد مجاہد نے دعوت جہاد کے کام کو ایک نئی جہت عطا کی اور اسے صرف جذباتی باتوں اور نعروں سے نکال کر قرآن وحدیث کے ایسے دلائل سے مبرہن کر دیا جن کا سامنا اور مقابلہ کرنا ان فرنگی سامروں کے بس میں نہ رہا۔

اس نے پہلے جہادی سٹیج کی تقاریر کو ان دلائل سے سجایا۔ پھر اس سلسلے کو آگے بڑھایا اور قرآن پاک کی آیات جہاد کو شمار کیا اور ان کی تفسیر پڑھانا شروع کر دی۔ چار دورے ہوئے اور ان سے دعوت جہاد کا کام ایک نیا رخ اختیار کر گیا۔ مرد مجاہد کے پاس ملک کا سب سے بڑا اسٹیج تھا، لاکھوں سامعین تھے دیوانوں کی ایک جماعت تھی، مریدین کا وسیع حلقہ بھی تھا۔ لوگ ہاتھ چومنے کو بے تاب رہتے تھے اور جوتے اٹھانے کو لپکتے تھے ان کا عزم یہ تھا

کہ وہ دعوت جہاد دینے والوں کی ایک ایسی جماعت تیار کریں جن کا اس کے سوا کوئی اور کام نہ ہوا اور پھر اس جماعت کے ہر فرد کو دلائل سے اتنا مسلح کر دیں کہ اس پر کسی ملحد کا وار نہ چل سکے اور وہ لوگوں کے ذہنوں کو بھی اس سحر سے آزاد کر سکیں انہوں نے خود کو اسٹیج سے عوام کے نعروں سے، دست بوسیوں اور نفس برداریوں سے دور کر لیا اور امت کا ایمان بچانے کی اس عظیم کو مضبوط کرنے والے ایک ایسے کام کا آغاز کر دیا جس نے کافروں کی تین سو سالہ کوخس وخاشاک کی طرح بہا دیا۔

''فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد'' قرآن پاک کی آیات جہاد کی تفسیر ہے جس نے دعوت جہاد کے کام کو اس بلندی سے ہمکنار کر دیا ہے کہ منکرین جہاد اب اس کام کو کمزور کرنے کا صرف خواب ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اس سلسلے کی تیسری جلد رواں ہفتے منظر عام پر آ گئی اور اتوار کے دن نعروں کی گونج میں امت مسلمہ کے حوالے کر دی گئی۔

اس جلد کی سب سے خاص بات سورۃ احزاب کی تفسیر میں غزوہ احزاب کے حالات کی موجودہ حالات سے مطابقت اور سورۃ محمد کی تفسیر میں ابتداء میں درج اس کا مفصل خلاصہ ہیں۔ میری تمام قارئین کو دعوت ہے کہ ان دونوں موضوعات کا بغور مطالعہ کریں انشاءا فکر وعمل کی بہت سے نئی راہیں کھلیں گی۔ ایک اور اہم بات اس جلد کی یہ ہے کہ دور جدید وقدیم میں نظریۂ جہاد کے بارے میں جن جن شکوک کو گھڑا گیا اور انہیں امت میں پھیلایا گیا تقریباً ان تمام کا کافی وشافی علاج اس کے مضامین میں موجود ہے۔ دعوت جہاد کا کام کرنے والوں کو ان دلائل کو حفظ کرنا چاہئے تاکہ وہ معاشرے میں پھیلائے گئے ان ناسوروں کا قرآن کی روشنی میں علاج کر سکیں۔ کتاب کے بارے میں مزید کچھ کہنا تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، آپ خود اس کا مطالعہ کریں اور اس نعمت پر رب کریم کا شکر ادا کریں۔ ہماری طرف سے آپ سب کو تحفہ مبارک ہو.....

ا رب العزت نے مسلمانوں کو ایک اور فتح مبین عطا فرمائی اور خونی درندہ اسرائیل اپنے مقاصد میں ناکام ذلیل ورسوا ہو کر غزہ سے واپس ہوا۔ آخری خبروں تک اسرائیل نے

یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کر کے اپنی ۸۰ فیصد افواج واپس بلا لی ہیں۔ بقیہ ۲۰ فیصد بھی غزہ سے باہر ہیں اور واپسی کا حکم آنے کے منتظر ہیں۔

ا کے شیروں نے ثابت کر دیا ہے کہ سامنے سے خواہ کتنی بڑی طاقت کتنی درندگی پر اتری ہوئی ہو مسلمان اگر صرف اس کے سامنے ا مت سے کھڑے ہو جائیں تو اسے شکست سے دوچار کر دیتے ہیں۔

غزہ والوں کو سلام جنہوں نے آگ و بارود کی بارش میں علمِ جہاد نہیں جھکایا۔ جنہوں نے لاشوں کے انبار اور زخمیوں کی چیخ و پکار سہہ لی ذلت کا کوئی داغ اپنے روشن چہروں پر نہیں لگنے دیا۔ غزہ والوں نے بڑی بڑی قربانی دی۔ تین ہفتے ظلم کے طوفان سہے اپنا عزم کمزور نہیں پڑنے دیا۔ جہاں بھی جنگ ہوتی ہے لاشیں گرتی ہیں متاثرین عموماً مجاہدین کو اس صورتحال کا ذمہ قرار دے کے میڈیا میں ان کے خلاف بیانات دینا شروع کر دیتے ہیں۔ غزہ والے تو عجیب نکلے۔ کسی شخص نے حماس کو گالی دینا تو کجا ان سے وابستگی سے انکار کرنا بھی گوارہ نہ کیا۔

ان کی اسی ا مت نے یہودیوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور انہیں خائب و خاسر یکطرفہ طور پر غیر مشروط واپس جانا پڑا وہ نہ حماس کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ غزہ والوں کو توڑ سکے۔ غزہ جس طرح اسرائیل کے خلاف مزاحمت کا مرکز تھا اسی طرح ہے۔ غزہ جیسے اس جنگ سے پہلے مجاہدین کی مضبوط چھاؤنی تھا آج بھی ہے۔ دو ہزار کے لگ بھگ شہداء غزہ نے ا تعالیٰ کے حضور پیش کیلئے اور فتح مبین کا انعام پایا۔

ا اکبر کبیرا!

کوئی تنہائی میں بیٹھ کر اسرائیل اور حماس کی ظاہری طاقت کا توازن کرے تو پورا نظریۂ جہاد سمجھ میں آ جائے اور جہاد کی طاقت کا اندازہ ہو جائے۔

امت مسلمہ کو یہ فتح مبین بھی مبارک ہو۔ ا تعالیٰ ہمارے فلسطینی بھائیوں پر رحم فرمائے اور انہیں مکمل فتح و آزادی نصیب فرمائے! آمین

مسلمانوں کی قربانیاں ضرور لگ رہی ہیں اور غلامی کی زنجیریں انہی عظیم قربانیوں سے ہی ٹوٹا کرتی ہیں کافروں کی اس بدترین شکست نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ مسلمانوں کی فتوحات کا دور شروع ہو چکا ہے اور یہ دور کفر کی مکمل بربادی پر منتج ہوگا۔ شہداء کے خون سے وہ سحر طلوع ہوگی جس سے کفر کا اندھیرا مکمل چھٹ جائے گا۔ فتح الجواد بھی اسی سحر کی نوید سنا رہی ہے اور اسرائیل کا اعتراف شکست بھی۔ بجا کہ ہمارے بہت لوگ شہید ہوئے۔ ننھے منھے پھول بھی اور عفت مآب بہنیں بھی۔ سجیلے نوجوان بھی اور بڑھاپے کے نور سے سجے بزرگ بھی۔ شہداء کا غم ضرور ہے ہمیں شہیدوں کا ماتم کرنے کا نہیں ان کا انتقام لینے کا، ان کے راستے پر ڈٹے رہنے کا اور ان کے خون سے خوشخبریاں لینے کا حکم ہے۔ ان شہداء کے خون کا انتقام ضرور ہوگا اور اتنا سخت ہوگا کہ کافروں کی بربادیوں پر ماتم کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔

☆.....☆.....☆

فتح الجواد مبارک

کیا زمانے تھے اور کیا زمانہ ہے؟

ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا

مگر مردان کار کے ظہور کے لئے ایسے ہی زمانے کا تو انتظار ہوتا ہے

انکار جہاد، تخلف عن الجہاد، امتناع جہاد کے زمانے میں احیاء

جہاد، احقاق جہاد اور نشاۃ جہاد کی روشن نوید.....

''فتح الجوّاد فی معارف آیات الجہاد'' کی تکمیل مبارک ہو.....

(شمارہ 209)

کیا ہی اچھے زمانے تھے، لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کیلئے ''**اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو**'' کہہ دینا کافی ہوتا تھا، کسی نے خط میں اتنا ہی لکھ کر بھیج دیا اور پڑھ کر اہل مدینہ کے اتنے بڑے لشکر چل پڑا کرتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین کو حکماً کچھ لوگوں کو روکنا پڑتا تھا۔

''**انفروا خفافا وثقالا**'' کی آیت دورانِ تلاوت زبان پر آجاتی اور نوّے سالہ بزرگ بے تاب ہوکر بچوں کو بلا لیتے کہ جلدی میرا سامان تیار کرو مجھے جہاد پر جانا ہے۔ جب انہیں عرض کیا جاتا کہ آپ ضعیف اور معذور ہو چکے ہیں اور زندگی بھر اس فریضے کی ادائیگی بھی کرتے رہے ہیں اب جانا ضروری نہیں تو فرماتے کیا تم اس آیت میں میرے لئے کوئی

رخصت پاتے ہو؟ اور بچے سر جھکا کر بوڑھے والد کو روانہ کر دیا کرتے۔

قرآن خود جن لوگوں کو جہاد سے معذور اور نہ جانے پر عتاب سے بری قرار دیتا ہے وہ بھی ضد کیا کرتے تھے کہ ہمیں اس سعادت سے پیچھے نہ رکھا جائے بلکہ ساتھ لے جایا جائے۔ نابینا، لنگڑے اور مریض۔ مگر کہیں عبدا بن ام مکتوم ؓ میدان جہاد میں اسلام کے نعرے لگاتے دکھائی دیتے، کہیں عمرو بن الجموح ؓ کی اپنی لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں چلنے کی خبر سنائی دیتی اور کبھی شیر خدا علی المرتضیٰ ؓ بیماری کے عالم میں خیبر کے دروازے اکھاڑتے اور سعد بن ابی وقاص ؓ شدید مرض میں قادسیہ فتح کرتے دکھائی دیتے۔

امام الفقہاء عبدا بن مسعود ؓ ابوجہل کا سر کاٹتے اور امام المحدثین ابو ہریرہ ؓ زبردست تیر اندازی کیا کرتے، حسن بصری ؒ کفر کے سرغنوں کو ذبح کیا کرتے اور عبدا بن مبارک ؒ کفر کیلئے نقاب پوش موت کا روپ دھارے رہتے۔ امام بخاری ؒ اپنی مقبول اور عظیم کتاب میں جہاد کی عظمت اور اہمیت اجاگر کرنے کیلئے دو الگ الگ کتابوں کے عنوان قائم کرتے کتاب الجہاد اور کتاب المغازی، تاکہ امت ایک کتاب میں تیر اندازی کی فضیلت پڑھے تو دوسری میں اپنے نبی کو تیر پکڑانے اور تیر انداز کو ''فداک أبی و أمی'' کی دعائیں دیتے دیکھے، ایک میں زخم کھانے کی ترغیب پڑھے اور دوسری میں اپنے آقا ﷺ کا میدان احد میں بہتا خون اور سخت زخم دیکھے، ایک جانب زرہ، تلوار، نیزے کی عظمت، جہاد میں گرمی، سردی، بھوک، پیاس، مشقت برداشت کرنے کی اہمیت جانے تو دوسری میں اپنے آقا کو دو زرہیں پہنتا، تلوار باندھتا اور نیزے سے دشمنوں کی گردنوں میں گھاؤ لگاتا دیکھے، خندق کی سردی اور بھوک، تبوک کی گرمی اور پیاس برداشت کرتا دیکھے۔

جب ابن تیمیہ، عزالدین بن السلام، عمر المختار، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، حاجی امدادا مہاجر مکی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، حافظ محمد ضامن شہید ؒ جیسے علماء و اولیاء خود میدانوں میں نکل کر جہاد یا کرتے، نظریۂ جہاد سمجھایا کرتے، نہ کسی کو شرائط میں اشتباہ تھا اور نہ یہ خیال کہ ابھی وقت آیا یا نہیں؟ نہ امت میں کوئی یہ کہنے والا تھا کہ بدر حجت نہیں اور

نہ ہی یہ بات کرنے والا کہ قتال فی سبیل ا چھوٹا جہاد ہے، نہ لوگ یہ سوچ کر جہاد سے بھاگتے تھے کہ ایمان نہیں بنا اور نہ ہی یہ بہانہ کام کرتا تھا کہ امید نہیں ہے۔

آہ! اور اب یہ زمانہ، قادیانی ملعون کے وساوس سے ڈسا ہوا زمانہ، غامدی اور وحید الدین خان جیسے ملحدین کی تلبیسات سے اٹا ہوا زمانہ، بزدلی اور کفار کے آگے استکانت کی دعوت دینے والے حسن نثاروں اور ناجیوں کا زمانہ، عبدا بن ابی کی طرح اسلام کے شیروں پر طعن کرنے والے راجہ انوروں اور تنویر قیصروں کا زمانہ، جہاد کے معنٰی میں تبدیلی اور مصداق میں تحریف کرنے والے بظاہر نیک اور بباطن ن راہبوں کا زمانہ۔

مگر رات کے اندھیروں سے دن نکالنے اور تاریکیوں کے سینے چاک کر کے روشنیاں پھیلانے والے رب کو ظلمتوں کا راج کبھی گوارہ نہیں رہا۔ وہ انہیں کبھی چھانے نہیں دیتا، اس کا اپنا نظام ہے۔ اس کے نظام کے مطابق وہ مایوسیوں کے اندھیرے دور کرتا ہے، روشنیوں کو فروغ دیتا ہے۔ کس طرح؟ کیسے؟

تاریخ بتاتی ہے آقا ﷺ کے فرامین اشارہ دیتے ہیں کہ وقت لگتا ہے کہ مردانِ کار میدان میں آتے ہیں۔

؎ دور ہا باید کہ تا یک مردِ کار آید بروں

قرآن کا نور، حدیث کی روشنی، نجومِ ہدایت صحابہ کرام کا جگمگاتا عمل، سیرت نبویہ کی روشن شمعیں ہاتھ میں لئے کوئی مرد کار آتا ہے اور پھر ان اندھیروں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی۔ یہ میرے رب کا نظام ہے جو ہر زمانے میں جاری ہے۔

کہاں ہیں قرآن کے نظریہ جہاد کو چھپانے والے؟ قرآن کی دعوت جہاد کو مٹانے والے، آقا مدنی ﷺ کا خون امت سے چھپانے والے، ان کے ''الجهاد خلقی'' کے پیغام میں تحریف کر کے بزدلی کو اخلاق بنانے والے، صحابہ کرام کے جسموں کے ٹکڑے اور ٹوٹی تلواریں چھپانے والے، خود ساختہ شرائط، اخلاق و تلوار کی غلط تشریحات اور بے بنیاد اعتراضات کے پلندے چھاپنے اور پھیلانے والے۔ فتح الجوّاد کا نور طلوع ہو چکا ہے، اب

ظلمتوں کا کیا کام کہ راج کرسکیں، اب تو وہ اپنا وجود بچائیں۔

الم سے والناس تک کا جہادی پیغام، سیرت نبویہ کا نظریہ جہاد، بدر، احزاب، تبوک کا سبق، صحابہ کرام کی دعوت جہاد اور عمل جہاد سب امت کے سامنے ہے۔ ایک ''مردکار'' نے بیک جنبش قلم کس طرح صدیوں کا قرض اتار دیا اور کیسے صدیوں کی نامبارک کا تار و پود بکھیر دیا۔

مسلمانو! فتح الجوّاد مبارک ہو جو تمہارے ایمان کی حفاظت کرے گی.....

اسلام کے فدائیو! فتح الجوّاد مبارک ہو جو تمہاری یلغار میں تیزی لائے گی.....

شہداء کرام! فتح الجوّاد مبارک ہو جو تمہارا پیغام امت تک پہنچائے گی.....

اہل ایمان داعیان جہاد! فتح الجوّاد مبارک ہو جو تمہارا راستہ روکنے کے خواہشمندوں کے منہ میں لوہے کی لگام ڈال دے گی.....

فتح الجوّاد مبارک ہو.... سب کو مبارک ہو.....

☆☆☆

چند تصویریں

اسرائیل اس بار بڑی قوت وشدت سے حملہ آور ہوا تھا کہ غزہ سے
جہاد اور حماس کا نام مٹا دے گا مگر اسے تصویر کا دوسرا رخ
دیکھنا پڑا اور امت مسلمہ کے بچوں، عورتوں اور نوجوانوں
نے اسے شکست دے دی.....حماس کے فدائی لشکر
جیش الحُفّاظ کا تعارف اور چند کارنامے
ساتھ ہی چند ضمیر فروشوں ایمان فروشوں کا تذکرہ.....
تاکہ تصویر کے تمام رخ سامنے آجائیں

(شمارہ:183)

یہ ۱۷ سالہ حافظ قرآن ''عبدا '' ہے۔ یہ نوجوان پورے ۲۲ دن ''القسام'' کے تیار کردہ میزائل اسرائیل پر برساتا رہا ہے، اس پر ہر وقت ایک جنونی کیفیت طاری رہتی ہے اور یہ سوتا بھی اپنے خفیہ ٹھکانے پر اپنے میزائل لانچر کے سائے میں ہے، عجیب بات ایک اور بھی ہے۔

وہ یہ کہ عبدا ہر بار میزائل چلاتے وقت اس کے اوپر ایک کاغذ کا پرچہ چپکاتا ہے جس پر لکھا ہوتا ہے ''مع الحب الی بلدی الحبیب'' (اپنے پیارے شہر کی طرف کا پیغام)

اس کا مطلب کیا ہے؟

آیئے! عبدا سے پوچھتے ہیں۔

''میرے میزائل کا ہدف جو علاقہ ہے یہ دراصل میرا آبائی گاؤں ہے جس پر آج سے

۶۰ سال قبل یہودیوں نے قبضہ کر کے اسے اسرائیل کا حصہ بنا دیا تھا۔ مجھے اپنے گاؤں سے بہت ہے اور میں اس کا اظہار اس طرح کرتا ہوں''۔

مگر اس طرح تو تم اپنے گاؤں کو برباد کر رہے ہو؟

''نہیں۔ میں اپنی سرزمین کو یہ پیغام بھیجتا ہوں کہ ہم تیرے سینے پر کسی ناپاک یہودی کے قدم اور تیرے چہرے پر غلامی کا داغ برداشت نہیں کر سکتے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہاں آباد یہودی میرے میزائلوں کی بوچھاڑ سے گھبرا کر بھاگ جائیں اور میرے وطن پر اسلام کا جھنڈا لہرائے۔ میرے میزائل اگرچہ کمزور ہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں وہ قوت پیدا کر دیں گے جو یہودیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دے گی۔''

عبدا کا تعلق حماس کے عسکری بازو ''عزالدین القسام'' کی نئی فوج سے ہے۔ اس فوج کا نام ہے ''جیش الحفّاظ''۔ پانچ ہزار مجاہدین پر مشتمل یہ دستہ آج سے ۱۰ سال قبل تشکیل پایا اور اس کی تربیت شروع کی گئی۔ اس دستے میں شمولیت کی لازمی شرط حفظ قرآن کی سعادت سے مالا مال ہونا ہے۔ یہ دستہ حماس کے بانی اور قائد اول شیخ احمد یاسین شہید ؒ نے ترتیب دیا تھا۔ اس میں شامل ہونے والے کو سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے۔ تفسیر پڑھائی جاتی ہے اور پھر مکمل عسکری تربیت دی جاتی ہے۔ حماس کے ترجمان اعلیٰ ابو مرزوق کے مطابق ''۲۰ سے ۲۵ کی عمر کے کئی جوانوں نے اس لشکر میں شمولیت کیلئے بڑی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ اس لشکر کے لئے اسرائیل کے خلاف میدان جنگ میں اترنے اور دادِ شجاعت دینے کا یہ اولین موقع تھا اور انہوں نے اسرائیل کو جیسی ہزیمت سے دوچار کیا وہ رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی، قرآن کے حافظوں نے اسلام اور اپنے وطن کی حفاظت کا فریضہ بھی بخوبی سرانجام دیا''۔

''جیش الحفّاظ'' کو القسام میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ فدائی حملوں اور یہودیوں پر منظّم حملے کرنے کے لئے مجاہدین کے انتخاب کے وقت جیش الحفّاظ کے مجاہدین کو ترجیح دی جاتی ہے، اسی طرح مجاہدین اور عوام الناس کی دینی تربیت کے لئے بھی اس لشکر کے مجاہدین کو

استعمال کیا جاتا ہے اس لیے فلسطینی جوانوں کی خواہش ہے کہ وہ اس لشکر کا حصہ بن سکیں۔ حماس کے بانی قائد شیخ احمد یاسین قدس سرہ نے کئی سال قبل اس لشکر کی ترتیب کا بہ بنایا اور اس کی تشکیل شروع کی۔ حفّاظِ کرام کے اس لشکر نے ''معرکۂ غزہ'' میں جیسی سرفروشی اور جانثاری کا ثبوت دیا اس نے حضرات صحابہ کرام رضوان ا علیہم اجمعین میں سے حفّاظِ قرآن کے اس لشکر کی یادیں تازہ کردی ہیں جن کی داستانیں ہماری تاریخ کا سنہری باب ہیں۔

احمد بھی اس لشکر کا ایک سپاہی ہے۔ معرکۂ غزہ کے دوران اس کی ڈیوٹی غزہ کی سرحد پر واقع اسرائیل کی سب سے بڑی چھاؤنی کے قریب رہ کر فوجیوں کی نقل وحرکت سے مجاہدین کو آگاہ کرنے کی تھی۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ رات کے وقت اسرائیل کی سپیشل فورسز کے ۱۰ سپاہی خفیہ انداز میں غزہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ احمد نے مجاہدین کو اطلاع کرنے کی بجائے خاموشی سے ان کا پیچھا کرنا شروع کردیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد اسرائیلی فوجی ستانے کے بعد اکٹھے ہوکر حلقے میں بیٹھ گئے، احمد نے موقع مناسب دیکھ کر ان پر فائر کھول دیا۔ تین یہودی موقع پر ہلاک ہوگئے اور ایک زخمی ہوا، باقی ماندہ فوجی لاشیں اور ایک زخمی کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور حافظ قرآن احمد اس زخمی اسرائیلی فوجی کو ساتھ لے کر اپنے کیمپ تک پہنچ گیا۔

۱۸ سالہ حسین اور اس کی جڑواں بہن بھی جیش الحفّاظ کا حصہ ہیں۔

جبالیہ کے مہاجر کیمپ میں مقیم یہ پورا خاندان اپنے جہادی کارناموں کے سبب پورے علاقے میں شہرت کا حامل ہے۔ حسین اور اس کی بہن ابتسام نے جبالیہ کیمپ کے باہر اسرائیل کی سپیشل فورسز کے ان سپاہیوں کے لئے کمین لگائی جو کیمپ میں داخل ہونے کی کوشش میں مصروف تھے، ان دونوں نے 15 کے قریب فوجیوں کو گھیر کر انہیں شدید نقصان پہنچایا اور بحفاظت اپنے گھر تک واپس لوٹنے میں کامیاب ہوئے فضا میں گھومتے اسرائیلی ہیلی کاپٹر نے ان کی تمام نقل وحرکت نوٹ کرلی اور ایک گھنٹہ بعد ان کے گھر پر میزائل حملہ ہوا جس میں یہ دونوں اور ان کی والدہ شہید ہوگئے۔

حسین کے والد ابوعبدا اپنے جواں سالہ بیٹے، بیٹی اور اہلیہ کی تدفین سے فارغ ہو کر القسام کے مرکز پہنچے اور مجاہدین سے درخواست کی کہ انہیں بھی ہتھیار فراہم کر کے محاذ پر بھیجا جائے۔ مجاہدین نے انہیں روکنے کی کافی کوشش کی ان کا عزم کم کرنے میں ناکام رہے اور انہیں ایک دستے کا امیر بنا کر اگلے مورچوں کی طرف بھیج دیا۔ تین دن برسرِ پیکار رہنے کے بعد ۷۰ سالہ ابوعبدا بھی اپنے خاندان سے جا ملے۔

ابومرزوق بتاتے ہیں کہ معرکۂ غزہ میں جہاں مردوں کا کردار اپنی جگہ مسلّم خواتین کا کردار بھی بہت زیادہ اور موثر رہا۔ ان کا کہنا ہے کہ معرکۂ غزہ میں خواتین اسلام نے ماضی کی یادیں تازہ کر دیں خواتین روزانہ اپنے گھر سے مجاہدین کے لیے کھانا پکا کر لاتیں اور گولیوں گولوں کی بوچھاڑ میں مجاہدین کے مورچوں تک پہنچاتیں۔ ابومرزوق کے مطابق اس خدمت کے دوران کئی خواتین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ جبالیہ کیمپ کا علاقہ سب سے زیادہ جنگ زدہ رہا۔ اس کے اگلے مورچوں تک ایک بوڑھی خاتون مجاہدین کے لئے صبح شام کھانا پہنچانے آتی تھیں۔ مجاہدین نے ان سے درخواست کہ کہ آپ تکلیف نہ کیا کریں کہ آپ کو راستے میں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، اس لئے آپ یہ کھانا کسی مرد کے ہاتھ بھیج دیا کریں یا ہمیں اپنا گھر بتا دیں ہم خود اٹھوا لیا کریں گے ان بزرگ خاتون نے کوئی پیشکش قبول نہ کی اور بدستور کھانا دینے آتی رہیں۔ چند دن بعد وہ خاتون کھانا دے کر واپس جاتی ہوئی اسرائیلی بمباری کا نشانہ بن کر شہید ہو% ۔ مجاہدین ان کا جسد خاکی لے کر گھر کا پتا پوچھتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ گھر کے تمام افراد بھوک سے نڈھال ہیں گھر کی خواتین مجاہدین کے لئے رات کا کھانا تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ گھر کے سربراہ نے بتایا کہ ہم گھر میں صرف اتنی خوارک استعمال کرتے ہیں جس سے زندہ رہا جا سکے جبکہ باقی سارا جمع شدہ راشن مجاہدین کو بھیج دیتے ہیں تا کہ وہ محاذ پر لڑتے ہوئے بھوک کے ہاتھوں پریشان نہ ہوں۔ مجاہدین اس خاندان کے ایثار پر رشک کے آنسو بہاتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ ابومرزوق کے مطابق بزرگ خاتون کی شہادت کے بعد بھی اس گھر سے کھانا آنا بند نہیں ہوا بلکہ بدستور آتا رہا۔

۱۳ سالہ حماد ''القسام'' کے رضا کار دستے کا رکن ہے۔اس نے معرکۂ غزہ کے دوران 300 سے زائد افراد کو اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہسپتال تک پہنچایا۔ان زخمیوں میں زیادہ تعداد بچوں اور عورتوں کی تھی ۔ اسرائیلی حملے کے پہلے گیارہ دنوں میں حمدان نے دن رات جاگ کر بارش کی طرح برستے گولوں کی بوچھاڑ میں اپنے علاقے میں یہ خدمات سرانجام دیں بارہویں دن وہ ایک زخمی بچے کو ہسپتال لے جاتے ہوئے خود ایک یہودی کی گولی کا نشانہ بن گیا۔گولی اس کے گردے کو چیرتی ہوئی نکل گئی وہ اس شدید زخمی حالت میں زخمی بچے کو کندھے پر اٹھائے لڑکھڑاتا ہوا ہسپتال تک پہنچ گیا ''الشفاء'' ہسپتال کے ایمرجنسی انچارج ڈاکٹر سمیر کہتے ہیں کہ وہ اس حالت میں بھی ضد کر رہا تھا کہ اسے واپس جانے دیا جائے کیونکہ وہ دو زخمی بچوں کو پیچھے چھوڑ آیا ہے اور انہیں ہسپتال لانا چاہتا ہے۔ہم نے یہ دیکھا کہ حماد کا زخم خطرناک ہے۔اگر اس کا بروقت آپریشن نہ ہوا تو اس کی جان کو خطرہ ہے وہ کسی طور پر بھی یہاں رکنے کو تیار نہیں تھا اور مسلسل ان بچوں کا ذکر کر کے چلا رہا تھا۔ہم نے اپنے فرائض کے مطابق حماد کو بے ہوشی کا ٹیکہ لگا دیا اور ایمبولینس کا انتظام کر کے ان زخمی بچوں کو بھی ہسپتال لے آئے۔ڈاکٹر سمیر ہنستے ہوئے کہتے ہیں'' حماد ہم سے ابھی تک ناراض ہے''۔

ان ساری چمکتی تصویروں کے درمیان کچھ بھیانک صورتیں بھی ہیں۔مسلمان جہاں ایک طرف ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں قائم کر کے تاریخ کے ان روشن ابواب میں حسین اضافہ کر رہے ہیں وہیں کچھ دوسرے نام کے مسلمان غداری اور ملت فروشی کے ابواب میں بھی خوب نام کما رہے ہیں۔

یہ فلسطین حکمران اٹھارتی کا ترجمان یاسر عبدربہ ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے غزہ پر جاری جارحیت روک کر غلطی کی ہے۔اسرائیل کو حماس کے مکمل خاتمے تک یہ جنگ جاری رکھنا چاہیے تھی۔اس طرح تو اس نے حماس کی مقبولیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے اور اس کی جنگی و افرادی قوت کو بڑھاوا دے دیا ہے۔یہ ۱۳۰۰ مظلوم فلسطینیوں کی لاشوں دس ہزار سے زائد تباہ شدہ مکانوں اور ۴۰۰۰ سے زائد سسکتے . زخمیوں کے ملک فلسطین سے

آنے والی ایک فلسطینی (نام نہاد) مسلمان کی آواز ہے۔ ساری دنیا کے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ کافروں کی اکثریت بھی اسرائیل سے غزہ پر جاری جارحیت روکنے کا پرزور مطالبہ کررہے تھے اور سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ اقوام متحدہ کو بھی باوجود اپنے منافقانہ کردار کے ایک قرارداد اسرائیل کے خلاف پاس کرنا پڑی، عرب ممالک کے اندر ایسا سخت عوامی طوفان اٹھا کہ عرب حکمرانوں کو اپنے اصل نظریات وخیالات چھپا کر اسرائیل کی مذمت اور حماس کی حمایت میں بیانات جاری کرنا پڑے، جنگ ختم ہوئی تو شام اور اردن کے حکمرانوں نے حماس کو فتح حاصل ہونے پر مبارکباد بھی دی اقتدار کے پجاری محمود عباس اور اس کے حواری اپنے ہم وطن بھائیوں کی لاشوں پر کھڑے ہوکر اسرائیل پر تنقید کررہے ہیں کہ اسے یہ حملے ابھی بند نہیں کرنے چاہئے تھے۔

غزہ کے ایک شہری ابو محمد سے ایک غیر ملکی صحافی نے یاسر کے اس بیان پر رائے مانگی تو اس نے کہا ''یاسر کو چاہئے کہ وہ یوں کہے کہ اسرائیل غزہ کے 14 لاکھ افراد اور 4 لاکھ گھروں کو مکمل برباد کردے کیونکہ سارا غزہ حماس ہے ہم سب حماس ہیں''

بدکرداروں کی اس فہرست میں ایک اونچا نام ''مصر'' کا بھی ہے۔ جغرافیائی طور پر غزہ کی سرحد صرف ایک جانب سے کسی اسلامی ملک کے ساتھ لگتی ہے اور بدقسمتی سے وہ ملک مصر ہے۔ مصری حکمرانوں نے اس ہولناک جنگ کے دوران اپنی سرحد فلسطینی مسلمانوں کے لئے مکمل طور پر بند رکھی اور اس حد تک شرمناک کردار کا مظاہرہ کیا کہ بعض شدید زخمیوں کو بھی سرحد عبور کرنے کی اجازت نہ دی جنکا علاج غزہ میں ممکن نہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں نے انہیں مصر کی طرف بھیج دیا تھا۔ دنیا بھر سے مصر کے اسی کردار پر تنقید ہوتی رہی مصری حکام کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ عرب حکمرانوں نے اسرائیل کی مذمت کیلئے سربراہی اجلاس طلب کیا تو اس میں بھی مصری حکمرانوں نے شرکت سے انکار کردیا تھا۔ اب جنگ رک جانے کے بعد بھی مصر کی یہ روش جاری ہے، دنیا بھر سے مسلمان امدادی سامان، طبی ساز وسامان اور دیگر ضروریات لے کر مصر میں رفح کے بارڈر پر کئی دنوں سے موجود ہیں مصری حکام انہیں غزہ میں داخلے کی

اجازت دینے سے انکاری ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اس وقت ایک ہزار سے زائد ٹرکوں کے قافلے سرحد پر کھڑے اجازت ملنے کے منتظر ہیں جبکہ غزہ کے اندر صورتحال یہ ہے کہ لوگوں کے پاس نہ کھانے پینے کے لئے خوراک ہے اور نہ سر چھپانے کے لئے خیمے، زخمیوں کے علاج کے لئے ادویات نہیں اور تعمیر نو کے لئے ضروری ساز وسامان بھی ناپید ہے۔ مسلمان مدد کے محتاج ہیں جبکہ امداد کا راستہ بھی مسلمانوں نے ہی روکا ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امریکہ سے آئے ہوئے مسلمان ڈاکٹروں کے وفد میں شامل ایک نومسلم امریکی ڈاکٹر کی روتی ہوئی آواز نشریاتی اداروں پر سنائی دی، وہ بڑے درد سے کہہ رہے تھے کہ ہم امریکہ سے 5 کروڑ کی ادویات یہاں تک لے آئے وہ اگر فلسطینی مسلمانوں کے کام نہیں آسکتیں تو ہمیں کیا فائدہ ہوا؟ ان مصریوں سے تو امریکی اچھے نکلے جنہوں نے ہمیں سامان یہاں تک لانے دیا۔

حیف ہے اس حکمران پر جو ہوس اقتدار میں اتنا اندھا اور بہرہ ہو جائے کہ اسے نہ خون دکھائی دے اور نہ چیخیں سنائی دیں۔

غزہ کے شہری ان بدترین حالات میں بھی اپنے موقف پر مکمل مضبوطی سے قائم ہیں۔ حماس کے ترجمان اعلیٰ نے ایک بار پھر واضح کیا ہے کہ ہم مستقل جنگ بندی کا معاہدہ کبھی بھی نہیں کریں گے کیونکہ ایسا کرنا تو جہاد اور مسجد اقصیٰ سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے۔ جبکہ ہم نہ جہاد چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی مسجد اقصیٰ یہود کے قبضے میں برداشت کر سکتے ہیں، ہم مسلمان ہیں اور جہاد ہمارے ایمان کا حصہ ہے، ہم نے اپنے عوام کی اشک شوئی کے لیے اپنی مرضی سے عارضی طور پر میزائل حملے بند کئے ہیں یہ صرف وقفہ ہے معاہدہ نہیں۔

ایک طرف حماس کے یہ شہر، ایک طرف غزہ کے غیور عوام اور دوسری طرف یاسر اور حسنی مبارک جیسے کردار یقیناً غزہ کی سرزمین پر تاریخ لکھی اور دہرائی جارہی ہے اور ہر کوئی اپنے عمل کے مطابق اس میں جگہ پا رہا ہے۔

☆☆☆

یہ لٹی لٹی مساجد

مساجد بنانا، انہیں آباد کرنے کی فکر کرنا علامتِ ایمان ہے

اور

انہیں گرانا اور لوگوں کو ان کی طرف آنے سے روکنا کفر کی نشانی۔

تو ہم کیوں مسجدیں گراتے ہیں؟

کہیں دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کے نام

پر گولے برسا کر اور کہیں منافقین کے خلاف

''جہاد'' کے عنوان سے خودکش حملے کر کے۔

فریقین سے دردمندانہ درخواست کہ اپنی لڑائیوں کو

اللہ تعالی کے گھروں کی تباہی اور ویرانی کا باعثنہ بنائیں.....

(شمارہ:203)

آج سے چند سال پہلے اس طرح کی مساجد کی تصاویر صرف اس عنوان سے چھپتی تھیں۔

''بوسنیا میں سرب درندوں کی گولہ باری سے شہید ہونے والی ایک مسجد''

''اسرائیل میں یہودیوں کے میزائل سے تباہ ہوئی ایک حرم کی بیٹی''

''فلوجہ میں امریکی بمباری سے تباہ شدہ مسجد'' وغیرہ

اور آج جب تباہ شدہ بکھری ہوئی زمین بوس مساجد کی تصاویر کے نیچے یہ کیپشن پڑھنے کو ملتے ہیں:

''پاک فوج کے جیٹ طیاروں کی بمباری سے شہید ہونے والی مسجد''

''خودکش حملے میں تباہ شدہ مسجد''

تو پتا نہیں آپ کے دل پر کیا گزرتی ہوگی مجھے تو بہت رونا آتا ہے اور جب مجھ جیسے سخت دل کا یہ حال ہوتا ہے تو ان لوگوں کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی جن کے دل مسجدوں کے ساتھ معلق رہتے ہیں، جو دن رات مساجد بنانے اور انہیں آباد کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، جو مسجد کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنانا سعادت سمجھتے ہیں۔ جو مسجدیں صاف کر کے اپنے دلوں کی صفائی کی فکر کرتے ہیں۔ ہاں جو مسجد کو جنت کہتے ہیں۔

مجھے ایسے اہل ایمان کی زیارت کی سعادت ملی ہے، میں نے ایسے اہل ا کے ہاتھ چومے ہیں جو مسجد کو جنت کہتے ہیں۔ میں نے ان اولیاءا کی زیارت کی ہے جو اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر مسجد نہ جاسکیں تو دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔ ایسے لوگ جب اپنے ملک میں، ایک اسلامی ملک میں اس ملک کے محافظوں کے ہاتھوں لٹی یا اس ملک کی تقدیر سنوارنے نکلے خودکش بمبار لشکروں کے ہاتھوں اجڑی ان مسجدوں کی تصویریں دیکھتے ہوں گے تو کیا محسوس کرتے ہوں گے؟ سچ ہے زندگی موت کا وقت مقرر ہے، کوئی انسان اجل سے پہلے رشتۂ حیات منقطع نہیں کرسکتا ورنہ ان مناظر کو دیکھ کر جان ہار جانا زندہ رہنے سے بہت سہل تر ہوگا۔

ہر مسجد کو کعبۃ ا کی بیٹی کہا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کے تقدس کو اجاگر کرنے کیلئے۔

مگر یہاں کعبۃ ا کے بیٹوں کے ہاتھوں اس کی بیٹی کا تقدس پامال ہوتا ہے کہیں قیام امن کے نام پر اور کہیں جہاد کے نام پر۔ اف! ہر چیز کا تقدس خطرے میں ہے کس کس کو رویا جائے۔ مسجد کا تقدس، خونِ مسلم کا تقدس، جہاد کا تقدس اور طالبان کے نام کا تقدس۔

مسجد کا تقدس: مسلمان کیلئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ مسجد کعبۃ ا کی بیٹی ہے، مسجد اہل ایمان کیلئے ماں کی طرح ہے جس کی آغوش..... ہاں نرم وگرم آغوش میں گناہوں کے مارے، مظالم کے ہارے، پریشان حال، پراگندہ خیال آکر آسودہ ہوجاتے ہیں۔ جو اپنی پیشانی مسجد کی زمین پر جھکا دے اس کے گناہ دھل جاتے ہیں، غم اُڑ جاتے ہیں اور بوجھ اُتر جاتے

ہیں، جس کے در و دیوار سے نور برستا ہے اور چھت پر رحمت اُترتی ہے، جہاں رب کی کبریائی کا بار بار اعلان ہوتا ہے اور ہر باطل نظام کی سرنگونی کا سبق سنایا جاتا ہے، جو مسلمانوں کیلئے خوشی کی امین اور غم کی انیس ہے۔ جو اسلامی حکومت کا مرکز اور اِسلامی جہاد کی چھاؤنی ہے۔ قرآن وحدیث کو پڑھ کر دیکھو، محدثین وفقہاء سے پوچھو، مسجد کا مقام کیا ہے؟ ساری کتابیں نہ پڑھ سکیں گے اس لئے صرف مکتبۂ عرفان کا خوبصورت حسین ایمانی تحفہ ''المساجد ڈائری'' ملاحظہ کر لیجئے، شاید بلکہ یقیناً مسجد کا مقام سمجھ میں آجائے گا۔ اسی ڈائری سے مسجد کے مقام اور فضائل پر کچھ احادیث اور احکام ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ''جب تم جنت کے باغات پر گزرو تو ان کے پھل کھاؤ، عرض کیا گیا یارسول ا ﷺ جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا: مساجد ہیں، پھر عرض کیا گیا ان کے پھل کھانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا'' (ترمذی)

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''جو شخص ا تعالیٰ کی رضا کیلئے کوئی مسجد بناتا ہے ا تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے''۔ (متفق علیہ)

مسجد آفات کے وقت مسلمان کیلئے جائے پناہ ہے، یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت ابوالدرداء ؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور ﷺ فوراً مسجد تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہوتی مسجد سے نہیں نکلتے تھے۔ (ابودرداء)

اور مسجد کی سب سے اونچی عظمت، سب سے بلند مقام سب سے عالی مرتبہ.....

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''بے شک زمین میں ا تعالیٰ کے گھر مساجد ہیں''۔ (معجم کبیر للطبرانی)

ا کے حبیب ﷺ کے گھر کے پاس اونچا بولنے اور شور شرابہ کرنے سے 6 سے منع کیا گیا اور اسے حبط اعمال (اعمال ضائع ہونے) کا سبب بتایا گیا تو ذرا خود سوچ لیجئے! ا تعالیٰ کے گھروں کے کیا آداب ہوں گے؟ ان گھروں میں آئے ا تعالیٰ کے مہمانوں کے کتنے حقوق ہوں گے؟ ان ضیوف الرحمٰن کو راکٹوں کا نشانہ بنانے والے اور بموں سے اڑانے

والے صرف اتنا سوچ لیں کہ غیور ذاتیں اپنے مہمانوں کے بارے کس قدر غیرت منداور حسّاس ہوتی ہیں۔ اپنے مہمان سے اونچی آواز میں کسی کا بولنا بھی برداشت نہیں کرتے اور مہمان کی جان کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرتے ہیں۔ مہمان کو گزند پہنچ جائے تو اس کا شدید انتقام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو اغیر من الکل (سب سے زیادہ غیور) ہیں۔ ان کے مہمانوں کے چیتھڑے اڑانے والے، ان کے گھروں کو مسمار کرنے والے کیا اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچ سکیں گے؟

آقا ﷺ نے فرمایا ''کہ جو شخص اس بدبودار درخت (کچی پیاز یا لہسن) سے کھائے وہ ہماری مسجد میں ہرگز نہ آئے کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے''۔ (متفق علیہ)

مسجدوں میں بارود کی بو پھیلانے والے اپنے عمل کو اس حدیث پر پرکھ لیں۔

نبی کریم ﷺ نے مسجدوں میں ہتھیار لے کر آنے والوں کو تاکید فرمائی کہ وہ نیزہ لائیں تو اس کے پھل کو ڈھانپ لیں تاکہ کسی نمازی کو نقصان نہ ہو اور نہ ہی اسے خوف محسوس ہو۔ آج ایمانی تقاضے پر نماز کیلئے مسجد جانے والا کوئی شخص مامون نہیں کہ کب اس پر کسی جہاز سے میزائل آن گرے، کسی توپ کا گولہ آپڑے یا کوئی بارود سے بھری گاڑی آٹکرائے، العیاذ باللہ: مسلمان کہاں جائے؟ زمین پر ایک پناہ کی جگہ تھی جہاں سربسجود ہوکر وہ اپنی تکلیفیں عرض کرتا اور دکھوں کا مداوا چاہتا وہ بھی اس کیلئے محفوظ نہ رہی۔ حکومت کہتی ہے کہ شدت پسند مسجدوں کو مورچوں کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لئے ان پر بمباری ضروری ہے۔ خودکش بمباروں کے سرپرست پاکستان کی ہر مسجد کو (نعوذ باللہ) مسجدِ ضرار قرار دے کر اسے تباہ کرنے کا جواز بیان کرتے ہیں۔

ظالموا! تم سے تو اسرائیل کے یہودی، ظالم غاصب اور بے رحم یہودی اچھے نکلے جنہوں نے اس چرچ پر صرف اس لئے بمباری نہ کی جس میں فلسطینی مجاہدین نے پناہ لے رکھی تھی کہ وہ ایک مذہبی مقام تھا اور ان یہودیوں کو اپنے مقاصد کے حصول سے زیادہ اپنی روشن خیالی

دکھانا مطلوب تھا۔تم خدارا اتنا ہی کرلو کہ لوگوں کے سامنے خود کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے ہی مسجدوں پر بم نہ برساؤ۔تمہارے جو دشمن مسجدوں میں گھسے ہوئے ہیں اگر تمہیں ضرور ہی انہیں مارنا مطلوب ہے تو تم اس کیلئے سو اور طریقے استعمال کر سکتے ہو۔ا کیلئے مسجدوں کو نشانہ بنا کر اپنی آخرت تاریک نہ کرو،ٹوٹی مسجدوں کی تصویریں دکھا کر اہل ایمان کے دل نہ دکھاؤ نہ جلاؤ۔اور وہ لوگ جو لڑنے نکلے ہی اس بنیاد پر تھے کہ حکومت مسجدیں گرا رہی ہے وہ خود بھی یہ کام کریں اور حکومت سے بڑھ کر کریں تو فرق کیا ہے؟ حکومت نے ''لال مسجد'' کو سرکاری مولویوں کے کہنے پر مسجدِ ضرار قرار دے کر تباہ کر دیا تم بھی ہر چھاؤنی، ہر کینٹ اور ہر مخالف کی مسجد کو ضرار قرار دیتے ہو اور بم سے اڑا دیتے ہو تو پھر حکومت میں اور تم میں فرق کیا ہے؟ پھر یہ لڑائی کس بنیاد پر ہے اور اس کا مبنیٰ کیا ہے؟ اور پھر صرف مسجد کا خون نہیں دونوں طرف کے لوگوں کے کندھوں پر ناحق خونِ مسلم کا کتنا بوجھ ہے؟ اللہ اکبر کبیرا

آسمان سے بم گرتے ہیں تو ان اندھے بموں کو پتا نہیں ہوتا کہ ان کی زد میں کون آ گیا؟ پائلٹ تو صرف ایک بٹن دباتا ہے مگر اس بات کی خبر نہیں رکھتا کہ نیچے شیخ الحدیث مولانا محمد امین اورکزئی قدس سرہ جیسے جید اور ولی ا عالم دین کا جسم ٹکڑے ہو کر اس کی آخرت برباد کر گیا اور نہ جنت کے متلاشی کسی خودکش بمبار کو اس بات کا ادراک ہے کہ نماز کی حالت میں ٹکڑے ہو جانے والوں میں ان کے ہدف کے ساتھ کتنے معصوم اور بے گناہ لوگ بھی تھے جن کا خون قیامت کے دن قاتل کے کندھے پر سوار ہوگا۔جہاد کے نام پر قصداً کسی مسلمان کا خون بہا دینا ایسا گناہ ہے جس پر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے اپنے محبوب ترین صحابی اسامہ بن زید ؓ کو فرمایا تھا کہ تمہارے اس عمل سے میں بری ہوں۔سیف ا خالد بن ولید ؓ کو آقا مدنی ﷺ نے جس عمل پر سخت ترین الفاظ میں ڈانٹ پلا دی تھی۔آپ نے مسجد کی حرمت کے بارے میں پیچھے کچھ پڑھا، آیئے! اس پر بھی نظر ڈالیئے کہ مسلمان کے خون کی کتنی حرمت ہے اور کتنا تقدس ہے۔عام مسجد جتنا نہیں کعبۃ ا سے بھی بڑھ کر اور خصوصاً ان مسلمانوں کا خون کس بنیاد پر دونوں جانب سے بے دریغ بہایا جا رہا ہے جن کا فریقین سے کوئی تعلق ہی

نہیں۔ نہ وہ فوج کے ساتھ ہیں اور نہ مزاحم گروہوں کے ساتھ۔ جو بے چارہ صرف مومن ہونے کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے گیا ہے یا گھر کی ذمہ داری کی وجہ سے بازار گیا ہے اس کا خون کس بنیاد پر مباح سمجھ لیا گیا ہے؟ مسلمان کے خون کی قیمت بیان کرنے کیلئے تو ایک مستقل کتاب بھی ناکافی ہوگی یہاں پر ہم صرف چند احادیث اور ایک آیت عرض کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ) ''جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت ہوگی اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (نساء ۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ فرما رہے تھے ''اے کعبہ! تو کیسا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کیسی پاکیزہ ہے، تیری کیسی بڑائی ہے اور تیرا احترام کتنا بلند ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مومن کا احترام اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے احترام سے زیادہ ہے۔ اس کی جان کا احترام اس کے مال کا احترام اور اس بات کا کہ ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں''۔ (ابن ماجہ)

مسلمان کا قتل کن امور کی بنیاد پر مباح ہے اس بارے میں واضح ترین ارشاد حضرت عثمان غنیؓ سے مروی ہے جو آپ نے ان بلوائیوں کو سنایا جو آپ کے قتل کے درپے تھے۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، سوائے تین وجہوں کے (۱) اسلام لانے کے بعد کافر ہو جانا۔ (۲) شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرنا۔ (۳) کسی کو ناحق قتل کرنا''۔

پس اللہ کی قسم میں نے تو جاہلیت اور اسلام کی حالت میں کبھی زنا نہیں کیا اور نہ میں نے اپنے دین کو بدلنے کو پسند کیا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی اور نہ میں نے کسی کا ناحق خون کیا پھر یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے درپے کس وجہ سے ہیں؟ (ابوداؤد)

ان تین وجوہات کے علاوہ کسی مسلمان کو عمداً قتل کرنے میں کیا وعیدیں ہیں؟

(۱) ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ ''ہر گناہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ معاف کر دیں گے مگر اس شخص کو جو فکر کی حالت میں مر گیا اور دوسرے اس شخص کو جس نے عمداً کسی مسلمان کو قتل کیا''۔ (المستدرک)

(۲) ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے ''جس نے کسی مسلمان کو ظلماً (ناحق) قتل کیا اللہ تعالیٰ اس کے نہ فرض اعمال قبول فرمائیں گے نہ نفل'' (ابوداؤد)

(۳) ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک لوگوں پر ایک ایسا زمانہ نہ آجائے کہ قاتل کو معلوم نہ ہو کہ اس نے کس وجہ سے قتل کیا اور مقتول کو بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کیوں قتل کیا گیا''۔ (مسلم)

ایسے فتنے کے وقت میں اگر قاتل و مقتول دونوں ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہوں گے تو دونوں جہنم میں جائیں گے اور اگر مقتول اس لڑائی میں شریک نہ ہوگا بلکہ بے گناہ مارا جائیگا تو شہید ہوگا جیسا کہ احادیث میں صراحت سے مذکور ہے۔ اب ذرا غور کرنے کی بات ہے، کیا مسجدوں میں نماز کیلئے آئے ہوئے بے گناہ خالی الذہن عوام جو فریقین میں سے کسی کے ساتھ نہیں ان کا اور ان کے قاتلوں کا حال اس حکم کے مطابق نہیں؟ پھر ہم اپنے لئے کیا خرید رہے ہیں؟ کیا کما رہے ہیں؟ گناہ ہر انسان سے ہوتے ہیں اور ان کے وبال سے بچنے کا طریقہ استغفار ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسے فتنے کے وقت میں مسلمانوں کا خون بہانے والے چونکہ خود کو حق پر سمجھتے ہیں اس لئے استغفار بھی نہیں کرتے اور سخت عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔ (ابوداؤد)

بات کتنی کرتے جائیں لمبی ہوتی جائے گی یہ موضوع ختم ہونے والا نہیں کالم ختم ہونے والا ہے بس ہم دونوں فریقوں کے آگے ہاتھ جوڑ کر منت کر کے عرض کرتے ہیں کہ آپ لوگ اپنی اس ''مقدس'' جنگ کو جب تک چاہیں جاری رکھیں بس اللہ کے واسطے دو کام نہ

کریں۔ا کے گھروں زمین پر جنتوں کو نہ اجاڑیں اور بے گناہ لوگوں کا خون نہ بہائیں۔ آپ کے پاس اپنی جنگوں اور ایک دوسرے کے سر اڑانے کے جواز پر سو دلائل ہو سکتے ہیں ا کے گھر اڑانے کی سچی دلیل کسی کے پاس نہیں ہو سکتی۔ بے قصور نمازیوں کے چیتھڑے اڑانے کا جواز کہیں سے ثابت نہیں ہو سکے گا۔ مسجد کے مقدس منور صحن کو خون آلود کرنے کی کوئی صحیح وجہ آپ بیان نہیں کر سکیں گے۔ قرآن پاک کے مقدس اوراق کی بے حرمتی کر کے ان کے بموں اور بارود سے ٹکڑے اڑا کر نہ آپ ''راہ راست'' واضح کر رہے ہیں نہ ''راہ جنت'' کے راہی بن رہے ہیں۔ا کے لئے اے مسلمانو!ا کیلئے۔

باقی یہ سب کچھ جہاد کے تقدس اور طالبان کے تقدس کو کس طرح پامال کر رہا ہے اس پر بات پھر کبھی.....

☆☆☆

مجرم کے ساتھ

امریکی عدالت نے صدیقؓ کی بیٹی، ہماری قابل فخر بہن
ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو ''مجرم'' قرار دے دیا.....
پوری دنیا امریکی عدالت ہے۔ کچھ لوگ اس کے ہمنوا ہیں اور کچھ محض
تماشائی۔ جبکہ تھوڑی سی تعداد اس کے ''مجرموں'' کی ہے۔
جو امریکہ کے ہمنوا ہیں وہ رب کے مجرم ہیں اور جو امریکہ کے مجرم ہیں
وہ رب کے سچے بندے۔
اور جو تماشائی ہیں وہ نہ تین میں نہ تیرہ میں۔
کیڑوں مکوڑوں جیسے انسان.....
ہماری بہن مجرم ہے اور ہم مجرم کے ساتھ ہیں۔

(شمارہ 235)

تم جانتے ہو وہ کس کی بیٹی ہے؟
اس کی خاندانی نسبت کس اونچے بہت اونچے انسان کی طرف ہے؟
وہ صدیق کائناتؓ کی بیٹی ہے۔
ثانی اثنین کے خاندان کی لخت جگر.....
تو تم نے یہ سوچا بھی کیسے کہ وہ دب جائے گی یا ڈر جائے گی؟

کیا تمہیں اس خاندان کا تعارف نہیں؟.....

محسن انسانیت آقائے کُل حضرت محمد ﷺ نے جب دین اسلام کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے اس دعوت پر لبیک کہنے والے.....

اسلام قبول کرنے کے ''جرم'' میں جنہیں اتنا مارا گیا کہ گھر والے بھی چہرہ نہ پہچان سکے مگر وہ ہر مکے پر ہر دھکے پر یہی پکارتے رہے

''اتقتلون رجلاان یقول ربی اللہ''

عافیہ تو اس باپ کی بیٹی ہے.....

نبوت کا عظیم بوجھ کندھوں پر اٹھانے والے نبی ﷺ کا بوجھ جن کندھوں نے اٹھالیا تھا عافیہ کی نسبت تو ان کندھوں سے جڑی ہے.....

عافیہ تو اس ایثار پیشہ باپ کی اولاد ہے جس نے اپنا سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا مگر اس کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔ تم کیا سوچتے ہو کہ اس باپ کی اولاد اسلام پر کچھ لٹانے سے رک جائے گی؟.....

عافیہ کے نام کا آخری حصہ اس عظیم انسان کی یاد دلاتا ہے جنہوں نے

''اینقص الدین واناحیی''

کا نعرہ مستانہ لگا کر دین میں کمی کرنے والوں کو قیامت تک یہ پیغام دے دیا تھا کہ دین پورا ہو چکا ہے اب پورا ہی زمین پر رہے گا اور اس میں کمی کی کوشش کرنے والے ہاتھ صدیقی تلوار سے کاٹ دیئے جائیں گے۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ عافیہ اس مقدس نام کی لاج نہ رکھے گی اور ادھورے دین پر راضی ہو جائے گی؟.....

کالے ناگ کے پھن پر اپنا پاؤں رکھ کر ! رہنے والے صدیق اکبرؓ کی بیٹی کے بارے میں تمہارا خیال کہ وہ امریکی ناگ کے سر سے اپنا پاؤں ہٹالے گی؟ نہیں ہرگز نہیں..... وہ جب تک اپنے عزم سے اپنی ا مت سے اس سانپ کا سر کچل نہ دے گی اسے تڑپاتی رہے گی.....

صدیقؓ کی بیٹیاں تو ہمیشہ سے جان جوکھم میں ڈال کر اسلام کی خدمت کرتی چلی

آئی ہیں۔کیا تم نے ہماری روشن تاریخ میں چمکتا دمکتا ''اسماء بنت ابی بکرؓ'' کا نام نہیں پڑھا جو ساری دنیا کی نظروں سے چھپ کر مشرکین کے پہرے کے بیچوں بیچ اپنے پیٹ پر کھانا باندھ کر آقا مدنی ﷺ اور اپنے والدگرامی کی خدمت میں پہنچا آتی تھیں۔تو تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ صدیقؓ کی بیٹیاں اب اسلام کی خدمت سے تھک جائیں گی؟.....

تم نے اسے مجرم قرار دیا.....کس چیز کی مجرم؟

ایمان کی.....

اس کا جرم؟؟

پورا اسلام.....

تو یہ جرم تو شروع ہی اسی خاندان سے ہوا تھا۔اب ان کی یہ روایت کیسے ٹوٹ جاتی.....

تم نے سوچا ہوگا کہ ایک بوڑھی ماں ہزاروں میل دور اپنی اس لخت جگر پر فرد جرم عائد ہوتے دیکھ کر ٹوٹ جائے گی جسے نہ وہ دیکھ سکتی ہے نہ سینے سے لگا سکتی ہے۔لاکھوں دشمنوں میں گھری اپنی نورِ نظر کی مظلومیت،اس کے انجام کا خوف،طرح طرح کے اندیشے اور فطری مادری بوڑھی کمر کو جھکا دے گی۔وہ ماں چیخے گی،چلائے گی، دھائیاں دے کر تم سے اپنی بچی کی بھیک مانگے گی،تمہارے سفارت خانے کے چکر لگائے گی،میمورنڈم جمع کرا کے تمہاری اذیت پسندی کی حس کو تسکین پہنچائے گی،تمہاری درندگی کو سکون آئے گا تو تم طاقت کے نشے میں ڈوب ڈوب کر جشن فتح مناؤ گے مگر.....

سنا تم نے.....

وہیل چیئر پر بیٹھی ''صدیقی'' ماں نے ساری امت کا سر فخر سے بلند کر دیا۔اس دن تمہارے خلاف محاذوں پر لڑ رہے ہر شیر جوان اور تمہاری جیلوں میں سسک رہے ہر مظلوم مسلمان کی ماں کو قرار آ گیا۔اس ماں نے تمہارے منہ پر تو رسوائی اور ذلت کی کالک مل دی مگر نبی ﷺ کی پوری امت کا سینہ ٹھنڈا کر دیا۔اس نے کہا.....

''اسلام کی بیٹیاں اسی طرح قربانیاں دیا کرتی ہیں اسے عافیہ جیسی بیٹی کی ماں

ہونے پر فخر ہے''.....

تم نے اپنا کردار دکھایا کہ تم بے انصاف ہو، جھوٹے ہو، تم نے اپنی روشن خیالی خود بے نقاب کر دی، اپنے انصاف کے چہرے کا پردہ خود نوچ ڈالا، تم نے دکھا دیا کہ تم بزدل بھی ہو کہ ایک مسلمان عورت کو رہا کرنے سے ڈر گئے، تم نے بتا دیا کہ تم وحشی درندوں سے بھی بدتر ہو کہ کمزوروں پر ظلم کرتے ہو۔

اور ادھر.....

ہماری ایک بہن نے اپنا کردار دکھا دیا کہ اسلام کی بیٹیاں قربانیاں پیش کرنے میں، عزیمت میں، ا مت میں اپنے بھائیوں سے کسی طرح کم نہیں.....

ہماری ایک ماں نے اپنا روشن کردار دہرا دیا کہ مسلمان ماؤں کی تو فطرت ہی جنازوں کو چومنا اور قربانیوں پر فخر کرنا ہے۔

فیصلہ تم خود کرو.....تم جیتے یا اسلام؟

فتح تمہاری ہوئی یا ایک مسلمان ''صدیقی'' ماں بیٹی کی؟.....

تم نے اسلام کی فطرت کو میں غلطی کی۔ حالانکہ مسلمان بیٹوں کی اتنی مار سے تمہیں یہ نکتہ اب تک سمجھ آ جانا چاہیے تھا۔ اسلام دبانے سے ابھرتا ہے، یہاں ہر سزا ذوقِ جرم میں اضافہ کرتی ہے۔

یہاں تڑپتے لاشے خون منجمد نہیں کرتے اسے گرماتے ہیں۔ یہاں ہر تازیانہ جوش بڑھاتا ہے اور ہر گرتا ہوا علَم نئے علمبرداروں کے قافلے نکالتا ہے۔

تم شاید بے خبر ہو کہ عافیہ کی مظلومیت روزانہ کتنے سجدوں کو تڑپاتی ہے اور اس کی عزیمت روزانہ کتنے جوانوں کا گھر بار چھڑاتی ہے۔ تم اسے چھوڑنے سے ڈرتے ہو کہ وہ رہا ہو کر تم سے انتقام لے لے گی.....سنو! تم اس کے ان بھائیوں کے انتقام سے ڈرو.....

طالبان نے کہا ہے کہ وہ اپنی اس صدیقہ بہن کا سخت انتقام لیں گے.....

امت مسلمہ کے سینکڑوں جوان عافیہ کا بدلہ لینے اور تمہارے ساتھ انصاف کرنے کے

لیے میدانوں کا رخ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں.....

تم نے عراق کی بہن ''نور'' کا انتقام دیکھ لیا اب ''عافیہ'' کا اس سے بھی سخت انتقام دیکھو گے.....

تم نے اپنا انصاف دکھا دیا.....اب ہمارا انصاف دیکھو گے.....

ہمارے اسلامی، جہادی آئین میں ایک مسلمان بہن کی پامالی کا بدلہ درج ہے اور اس آئین کو پڑھنے والے اور اسے نافذ کرنے والے آج بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

آج کٹہرے میں صرف صدیقؓ کی بیٹی عافیہ نہیں.....

سارے مسلمان کٹہرے میں ہیں.....

ہاں مگر تقسیم ہے.....اپنی اپنی قسمت کے مطابق.....اپنے اپنے نصیب کے بقدر.....

کوئی منصف کے ساتھ ہے.....سیاہ رو.....کور باطن منصف کے ساتھ.....

ہائے اس کا نصیب.....

اس کی بندوق بھی اس منصف کے اشارۂ ابرو پر چلتی ہے اور قلم بھی اس کے لفافوں سے سیاہی [redacted] ہے.....

کوئی مقدمے کا تماشائی ہے.....محض تماشائی.....

کروڑوں بلکہ اربوں کیڑوں مکوڑوں کا گروہ.....زندہ مگر مردوں سے بدتر.....حمیت سے محروم غیرت سے عاری.....

اور کوئی مجرم کے ساتھ ہے.....کٹہرے میں کھڑی صدیقؓ کی بیٹی کے ساتھ.....

شریک جرم.....عادی مجرم۔

ہاں!

سن لیں کراماً کاتبین بھی اور.....امریکی رپورٹر بھی.....

ہم مجرم کے ساتھ ہیں.....یہاں بھی اور وہاں بھی.....

ہم مجرم کے ساتھ ہیں۔

☆.....☆.....☆

آپ بھول گئے؟

کیا آپ بھول گئے ہیں.....

انہیں جو پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے

ڈھائی لاکھ کی تعداد میں قتل ہوئے۔

انہیں جو ۱۷ سال سے آپ کی دشمن ۸ لاکھ انڈین آرمی

کو آپ کی طرف آنے سے روکے ہوئے ہیں۔

انہیں جو آج تک آپ کے پانی کے محافظ بنے رہے۔

انہیں جو صرف آپ کی کے جرم میں ہر ظلم وتشدد سہہ رہے ہیں

مگر اس سے دستبردار نہیں ہو رہے۔

کیا آپ اپنے کشمیری بھائیوں کو بھول جائیں گئے ہیں؟.....

(شمارہ:38)

کیا آپ بھول گئے ہیں؟.....جی ہاں! لگتا ہے آپ بھول گئے ہیں،

ان ڈھائی لاکھ شہداء کو جو تقسیم ہند کے وقت پاکستان زندہ باد، پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا ا کے نعرے لگاتے ہوئے قتل ہو گئے اور ان کا خون جموں کی سڑکوں اور گلیوں میں بہتا رہا۔

آپ کو یاد نہیں رہے وہ معصوم بچے جو نیزوں اور برچھیوں کی انیوں پر پرو دیئے گئے تھے وہ عفت مآب بہنیں جنہیں ماں باپ کے ہاتھوں سے چھین لیا گیا تھا اور پھر ان کی خبر نہ

ملی۔ وہ پاک دامن عورتیں جو پاکستان تو نہ پہنچ سکیں عزت بچانے کے لئے دریاؤں اور کنوؤں میں کود%، ہر طرف بکھری ہوئی لاشیں، جلے ہوئے گھر، کٹے ہوئے اعضاء، چیخ و پکار، آہیں اور نالے، جی ہاں! آپ سب کچھ بھول گئے ہیں، حالانکہ صدیوں پرانی داستان نہیں صرف ۵۸ سال ہی تو گزرے ہیں، تاریخ اتنی جلدی تو فراموش نہیں کردی جاتی۔

چلئے! ۴۷ء کی یہ المناک روداد ممکن ہے آپ کی نظر سے نہ گزری ہو، پچھلے ۱۵ سال سے کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے آپ ناواقف نہیں ہوں گے۔

ظلم و بربریت کے خلاف گھروں، دوکانوں اور تعلیم گاہوں سے اٹھ کر مزاحمت کا اعلان کرنے والے جوانوں کے قافلے، ہاتھوں میں ڈنڈے اور چمچے لے کر پولیس اور فوج کا راستہ روکتی باہمت عورتیں، نعرے لگا لگا کر وحشیانہ انداز میں پٹتے ہوئے معصوم بچے، اور پھر اس انداز میں شروع ہونے والی تحریک کا عروج، سینے پر اسلحہ سجا کر میدان کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے مسلح گروپ، منظّم کارروائیاں، جہاد کی دعوت کا غلغلہ، ہر طرف حی علی الجہاد کی صدائیں، ۷ لاکھ ہندوستانی فوج کی بے بسی، اور کشمیر کی گلیوں بازاروں میں مجاہدین کا راج، آپ کو یہ سب یاد ہے یا نہیں؟؟؟

کیا آپ کو بوکھلائے ہوئے ہندو کا دنیا بھر سے مدد کی بھیک مانگنا معلوم ہے؟ کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ مجاہدین کو کنٹرول کرنے کے لئے بنیا یہودیوں کو بھی کشمیر میں گھسیٹ لایا تھا؟ اور پھر انہیں بھی خائب وخاسر واپس لوٹنا پڑا تھا۔

جہاد کشمیر کو ایک نیا رخ دینے والا آفاق شہید تو آپ کو یاد ہی ہوگا جس نے فدائی حملوں کا آغاز کر کے گائے کا پیشاب پینے والوں کے پیشاب خطا کرا دیئے تھے اور پھر ایک کے بعد دوسرا، کبھی بلال کبھی سیف اللہ خان اور کہیں ننھا منا ضرار اپنے جسموں کے ٹکڑے ہوا میں اڑا کر اس تحریک کو کس طرح بام عروج پر پہنچا گئے۔

کل تک آپ اس مقدس تحریک کے محیر العقول واقعات وہاں سے لوٹ کر آنے والوں سے گھنٹوں گھنٹوں سرمستی سے سن کر سر ہلاتے تھے اور ان پر بر ملا فخر کرتے تھے، آپ جہاد کشمیر کے غازیوں کے پاؤں کی دھول کو آنکھوں کا سرمہ بناتے اور ان کو ایک نظر دیکھنا

اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے، حکمران اور سیاستدان، سرمایہ دار اور زمیندار سب ان کے راستوں پر آنکھیں بچھاتے تھے، کشمیر کی مظلوم بیٹیوں کے تذکرے مجمعوں میں اضطراب پیدا کر دیتے تھے، مائیں اپنے بچے قربان کرانے کے لئے مجاہدین کو لاسونپتی تھیں، بہنیں اپنا زیور مجاہد کا اسلحہ خریدنے کیلئے نچھاور کر دیتی تھیں، جن کے بچے اللہ تعالیٰ اس میدان میں قبول فرما لیتے ان کے گھروں پر کئی دن مبارک بادیوں کا تانتا بندھا رہتا، کشمیر، جہاد کشمیر اور مجاہدین کشمیر کے خلاف کوئی زبان یا کوئی سازش منظر عام پر آتی تو لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔

کیا آپ کو یہ سارے مناظر یاد نہیں؟؟؟ کہیں آپ بھول تو نہیں گئے؟

معذرت! غلطی تو شاید مجھ سے ہو رہی ہے، بھول تو غالباً میں رہا ہوں کہ اس دور میں اتنی پرانی باتوں کو یاد رکھنا کتنا غلط کام ہے؟ میں فراموش کر رہا ہوں کہ ہم روشن خیالی کے عظیم دور سے گزر رہے ہیں جس میں صرف آگے دیکھنا ہی عقلمندی ہے گزری ہوئی یادیں دل میں بسانے اور انہیں سوچتے رہنے والے لوگ تو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ نئی نسل کو یہ بھی نہیں معلوم کہ تحریک کشمیر کیوں شروع ہوئی اور اب ختم کیوں کی جا رہی ہے؟ کیونکہ ان کے نصاب سے اس طرح کا نفرت پھیلانے والا مواد خارج کر دیا گیا ہے۔

اُف میرے اللہ! کیسی زہریلی ہوا ہے اس روشن خیالی کی، سارا کا سارا منظر ہی آناً فاناً بدل کر رکھ دیا، پہلے دعوت جہاد بند، جماعتوں پر پابندی، فنڈ جمع کرنا ممنوع، چندے کے بکس رکھنا قابل دست اندازی پولیس جرم، مجاہدین کو چندہ دینا مشکوک شخصیت قرار پانے کے لئے سند، پھر فائر بندیاں، اور اس کی آڑ میں دشمن کو مضبوط ہونے اور مجاہدین کے خلاف کھلا ہاتھ استعمال کرنے کی چھوٹ، پھر دوستی کی چھیاں، تجارتی معاہدے، مذاکرات اور اب جہاد کو بالکل ختم کرنے اور کشمیر کو فروخت کرنے کا کھلم کھلا اعلان، کہاں ہو شہ رگ، شہ رگ کی رٹ لگا کر سیاست اور حکومت چمکانے والو! کچھ اپنی باتیں ہی یاد ہیں؟

جی ہاں! نوبت ہوتے ہوتے اس مقام تک آ پہنچی ہے کہ آج تک غدار اعظم کہلانے والے فاروق عبداللہ کا بیٹا سرکاری مہمان ہے اور محافظ پاکستان جانا جانے والا سید صلاح الدین..... معلوم نہیں کہاں ہے، کشمیر کو فحاشی کا اڈا اور بین الاقوامی سازشوں کا مرکز بنانے کا

ایجنڈ الانے والے کل کے ناپسندیدہ اور دشمن وطن لوگ عشائیے، ظہرانے اور عصرانے لوٹ رہے ہیں اور پاکستان کی تکمیل وحفاظت کی خاطر تن، من دھن اور بچے لٹوانے کٹوانے والے احتجاجاً بھوک ہڑتال پر ہیں، فیاللعجب!

بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

چلیں حکمرانوں کی بات چھوڑ دیتے ہیں، آپ ہی اپنے طرز عمل پر غور کرلیں، کل تک جہاد کشمیر کو افضل ترین جہاد کہنے والے حاملین شریعت کو آج جہاد کشمیر کی شرعیت میں ہی شک واقع ہونے لگا ہے، مال دینے والوں میں سے کئی منہ چڑھ کر حساب مانگ رہے ہیں۔ کل تک مجاہدین کے پیچھے چلنے والے اور ان کی بلائیں لینے والے آج بڑھ چڑھ کر طعنہ زنی کرنے میں مصروف ہیں، ماؤں بہنوں نے اپنے جذبوں کو لگام دے دی ہے اب بچے بھی کم آتے ہیں اور زیور بھی، آپ لوگ حکمرانوں سے مایوس ہو کر ا سے بھی مایوس ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ جہاد صرف حکومت کی مدد سے ہو سکتا ہے تو آپ کل بھی غلطی پر تھے اور آج بھی غلط ہیں۔ حکومتیں تو روز بدل جاتی ہیں اور ساتھ میں پالیسیاں بھی، جہاد اس ذات کے لئے ہوتا ہے جس کے قول میں کوئی بدلاؤ نہیں جس کی طاقت کو زوال نہیں اور جس کے وعدوں کا ایفاء یقینی ہے۔

آپ بھول رہے ہیں کہ جہاد بند کرنے کی باتیں کرنے والے کتنے جابر قبروں میں چلے گئے، جہاد جاری رہا، کتنے نسیا منسیا ہو گئے جہاد کی آب وتاب میں کوئی فرق نہیں آیا۔ مجاہد تو قرآن پڑھتے ہیں جو انہیں جھکنے اور دبنے نہیں دیتا۔ آپ لوگ تو تاریخ بھی نہیں پڑھتے ورنہ کچھ سنبھل جاتے۔

جی ہاں! آپ شاید بھول گئے ہیں کہ مجاہدین کا انجام تو ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے ان کا ساتھ چھوڑ جانے والے بزدل، کم ہمت لوگوں اور دشمنوں کے آگے جھک جانے یا ان کے ساتھ مل جانے والوں کا انجام تاریخ کے اوراق پر محفوظ ہے۔

کیا آپ بھول گئے ہیں؟؟؟

☆☆☆

6

دینیات

مختلف اہم دینی موضوعات پر تبلیغی، اصلاحی، معلوماتی مضامین

امامت

یورپ کی ایک گھٹیا شرارت.....

منصب امامت کی توہین کی کوشش.....عورت کو امام بنا کر میڈیا کے ذریعے اس عمل کا پرچار.....

تاکہ مسلمانوں میں انتشار پھیلے.....بدکردار اسراء نعمانی، عیسائیت پسند امینہ ودود امامت کے مصلّے پر.....

امام کا کیا مقام ہے؟ اور.....زمانے کو کیسے امام کی ضرورت ہے؟.....

(شمارہ:۱-17)

نماز اسلام کا رکن ہے، محکم ترین فریضہ ہے، ایمان اور کفر کے درمیان حد فاصل ہے، دین کا ستون ہے، آقا مدنی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جس نے نماز چھوڑی اس نے گویا اپنا دین گرا دیا۔ بے نمازی ا کے ہاں خنزیر اور کتے سے بدتر ہے۔

قیامت میں سب سے پہلے مومنین سے نماز کی پرسش ہوگی۔ عمداً نماز ترک کرنے والا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب القتل ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے ہاں واجب التعزیر۔ نماز کیلئے جماعت قائم کرنا اور مساجد آباد کرنا اسلامی واجبات میں سے ہے۔

بے جماعت نماز کا درجہ باجماعت نماز سے چالیس گنا کم ہے۔ آقا مدنی ﷺ نے جماعت کی تاکید فرمائی اور تارکین جماعت کے گھروں کو جلا ڈالنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ خود آقا ﷺ نے سخت بیماری اور عذر کی حالت میں بھی جماعت کا چھوڑنا گوارا نہ فرمایا اور دو

دو آدمیوں کا سہارا لے کر بھی مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ سوچئے! جب نماز اور جماعت کی اتنی فضیلت اور تاکید ہے تو اس شخص کا مقام کتنا اعلیٰ وارفع ہوگا جو ان دونوں کے قیام کا کفیل اور ضامن ہے۔ جی ہاں! نماز کا امام کتنے مرتبے والا ہوگا۔ احادیث میں کتنے بلند فضائل بیان کئے گئے ہیں اس خوش نصیب کے جسے ا نے اپنے سب سے افضل فریضے کے قیام کا ذمہ دار بنایا اور امامت کا منصب جلیل عطا فرمایا ہو بالفرض اگر کوئی فضیلت بھی بیان نہ ہوتی تو اتنا ہی فضل کافی تھا کہ آقا مدنی ﷺ خود نماز کے امام تھے۔ پس جو شخص بھی امامت کے مصلیٰ پر کھڑا ہوگا وہ آقا مدنی ﷺ کا نائب ہے۔ امت نے بھی پھر اس امانت کی کیسے حفاظت فرمائی۔ کیسی شرائط وآداب رکھے اس شخص کیلئے جو اس مقام محمود پر کھڑا ہو۔ جو شخص اپنے وقت میں خیر الناس (لوگوں میں بہترین) ہوتا تھا اسے اس منصب کیلئے چنا جاتا تھا۔ قرآن وحدیث کا عالم ہوتا کہ شرائط وفرائض کا خیال رکھ کر نماز پڑھائے۔ امام سب لوگوں کی نماز کا ضامن ہے، اس کی نماز ٹھیک تو سب کی نماز درست اس کی نماز میں کوئی فساد آیا تو سب کی نماز باطل' اس بارگراں کو اٹھانے کیلئے اتنے علم کی ضرورت یقیناً ہے جس سے نماز کی صحت وفساد کا پتہ چل سکے۔

قرأت عمدہ کرتا ہو' تا کہ خود بھی قرآن کی سے سرشار ہو اور دوسروں کے دلوں کو بھی اس سے منور کر سکے۔

ا کے کلام کی عظمت اس کے لہجے سے عیاں ہوتی ہو اور لوگوں کے قلوب میں گھر کرتی ہو۔

اسلاف کے واقعات پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ امام صاحب جب نماز میں قرآن کی تلاوت کرتے تو عجیب سا سماں باندھ دیتے۔ جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر آ رہا ہے تو گویا نماز میں جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ا کی کا ذکر آ جائے تو گویا اس بحر بے کراں میں غوطہ زن ہیں۔ عقاب وعتاب کا ذکر آ جائے تو بدن کپکپانے لگے ہیں۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جہنم اور عذاب کی آیات آ جائیں تو چیخ وپکار اور آہ بکا کی آوازیں

بلند ہو جائیں۔ گویا کہ قرآن پاک کی عملی تفسیر نماز میں سمجھا دیں لہجے کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہی قرآن کا ترجمہ پڑھا دیں۔ کئی واقعات آپ کو ایسے مل جائیں گے کہ امام صاحب نے کوئی آیت عطاء ونوال کی یا عذاب مآل کی پڑھی اور مقتدی چیخ مار کر دنیا ہی سے کوچ کر گیا۔ یہ دراصل امام کی باطنی کیفیت کا اثر ہوتا تھا جو مقتدیوں تک منتقل ہو جاتا تھا۔ ہزاروں واقعات جن کا ذکر مقصود نہیں تاریخ کے صفحات پر بکھرے پڑے ہیں۔ امام اسی شخص کو بنایا جاتا تھا جو تقویٰ، طہارت، عفت اور قلبی کیفیات سے مالا مال ہو۔ خشوع وخضوع میں ممتاز ہوتا کہ اس کی ان صفات کا اثر نماز کے ذریعے نمازیوں تک پہنچے اور اس کے وسیلے سے ان کی نماز بھی وہ نماز بنے جو برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے روکنے والی ہو، ا کے ہاں مقبول ہو اور قیامت میں شفیع وگواہ بننے والی ہو نہ کہ وہ نماز جو میلے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جائے۔ اسلاف نے ایسے ائمۃ کے واقعات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن کا ہر واقعہ درس عبرت ہے۔ زیادہ دور کیوں جائیں ماضی قریب میں اور زمانہ حال میں بھی ا کے کئی ایسے بندے موجود ہیں جن کی نماز اور امامت اسلاف کی یادیں تازہ کرانے والی ہیں۔

سلطان القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی ؒ نے اپنی کتاب ''احاطہ دارا , م میں بیتے ایام'' میں مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔

''وہ قرآن کے حافظ تھے، میں نے سنا ہے مغرب کے بعد اوابین والی نماز میں آٹھ پارے روزانہ پڑھنے کے متلزم تھے۔ اپنی مسجد میں امامت خود کرتے تھے۔ ان کی قرأت پر ایک سیدھے ہندوستان کے قصباتی مسلمان کے لب ولہجہ کا رنگ غالب تھا۔ اگرچہ اصولاً تجوید کے ہر قاعدے کی پوری رعایت کی جاتی تھی بلکہ شاید تجویدی اصولوں کے مطابق قرأت ان کی عادت ہوگئی تھی مصنوعی قرآت سے دور کا سروکار بھی ان کی یہ قرأت نہیں رکھتی تھی کبھی کبھی کسی کسی وقت کی نماز کے پڑھ لینے کی سعادت اس کور بخت کو بھی ا کے اس ولی کے پیچھے میسر آ جاتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا شبیر احمد مرحوم پر صوفیانہ مشاغل کا غلبہ

تھا مفتی صاحب کی مسجد کے حجرے میں وہ چلہ کش تھے۔ فقیر بھی تراویح کے وقت حاضر ہو جاتا اور چند ٹوٹے پھوٹے سننے والے مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا۔ ایسا کیوں کرتا تھا' نہ قرأت ہی میں کان کو کوئی خاص لذت ملتی تھی نہ کچھ اور تھا دل یہ کہتا تھا کہ شاید زندگی میں پھر ایسے سیدھے سادے لہجے میں قرآن سننے کا موقع نہ ملے گا اور دل کا یہ فیصلہ صحیح تھا۔ نمازیوں میں مولانا شبیر احمد رحمہ ا علیہ بھی شریک رہتے تھے۔ اسی زمانے میں ایک دفعہ جو واقعہ پیش آیا اب بھی جب اسے سوچتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل کانپنے لگتا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ حسب دستور وہی اپنی نرم نرم سبک رو آواز میں قرآن پڑھتے چلے جاتے تھے۔ اسی سلسلہ میں قرآنی آیت وبرز واللہ الواحد القھار (اور کھل کر لوگ سامنے آ گئے ا کے جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے) پر پہنچے۔ نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب خود کس حال میں تھے کان میں قرآن کے الفاظ پہنچے اور کچھ ایسا معلوم ہوا کہ کائنات کا سارا حجاب سامنے سے اچانک ہٹ گیا اور انسانیت کھل کر اپنے وجود کے آخری سرچشمے کے سامنے کھڑی ہے۔ گویا جو کچھ قرآن میں کہا گیا تھا محسوس ہوا آنکھوں کے سامنے ہے۔ اپنے آپ کو اس حال میں پا رہا تھا۔ شاید خیال یہی تھا کہ غالباً میرا یہ ذاتی حال ہے مگر پتا چلا کہ میرے اغل بغل جو نمازی کھڑے ہوئے تھے ان پر بھی کچھ اسی قسم کی کیفیت طاری تھی' مولانا شبیر احمد صاحب کی بے ساختہ چیخ نکل پڑی۔ یاد آ رہا ہے کہ چیخ کر غالباً وہ تو گر پڑے دوسرے نمازی بھی لرزہ براندام تھے۔ چیخ و پکار کا ہنگامہ ان میں بھی برپا تھا مفتی صاحب کو وہ وقار بنے ہوئے امام کی جگہ اس طرح کھڑے تھے۔ جدید کیفیت ان پر جو تھی وہ صرف یہی تھی۔ کہ خلاف دستور بار بار اس آیت کو مسلسل دہراتے چلے جاتے تھے جیسے جیسے دہراتے 'نمازیوں کی حالت غیر ہوتی چلی جاتی۔ آخر صف درہم برہم ہوگئی کوئی ادھر گرا ہوا تھا' آہ آہ کی آواز مولانا شبیر احمد کی زبان سے نکل رہی تھی۔ صف پر ایک طرف وہ بھی پڑے ہوئے تھے کچھ دیر کے بعد لوگ اپنے آپ میں واپس ہوئے۔ تازہ وضو کر کے پھر نئے سرے سے صف میں شریک ہوئے جہاں تک خیال آتا ہے مفتی صاحب دار و گیر چیخ و پکار' صیحہ اور نعرہ

کے ان تمام ہنگاموں میں اپنی جگہ کھڑے ہوئے اس آیت کریمہ کی تلاوت میں مشغول رہے۔ جب دوبارہ صف بندی ہوئی تب پھر آگے بڑھے''۔

یہ پہلی یا دوسری صدی ہجری کے کسی بزرگ کا نہیں بلکہ پچھلی صدی کے ایک عالم دین کا واقعہ ہے۔ سوچتا ہوں اس زمانے میں اگر اس مضمون کا کوئی اشتہاری طبع ہوتا

''ضرورت ہے ایک امام کی''

تو اس کا مضمون کچھ یوں ہوتا۔ ضرورت ہے ایک امام کی جو مرد ہو، قرآن وسنت کا عالم ہو، اپنے علم پر عامل ہو، قرآن تجوید کے ساتھ ٹھیک ٹھیک پڑھتا ہو، متقی اور پرہیز گار ہو، اچھا خطیب ہوتا کہ لوگوں کو دین کی طرف بلا سکے۔ حق گو ہوتا کہ گناہوں اور برائیوں سے روک سکے۔ اہل ا میں سے ہوتا کہ لوگوں کے باطنی امراض کا اعلاج کر سکے اور اصلاح وارشاد کا سلسلہ جاری کر سکے۔

بعد کے زمانے کی اقدار کچھ بدل % ۔ نمازیوں کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں جو قلب کی دنیا سے متعلق ہوں بس اس قدر ذوق وشوق رہ گیا کہ وقت پر مسجد آ کر جیسے تیسے نماز پڑھ کر نکل جائیں تا کہ بزعم خود اہم کاموں میں زیادہ حرج واقع نہ ہو۔ نہ ہی لوگوں میں اس چیز کی برداشت باقی رہی کہ امام صاحب ان کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی کریں اور معاشرے میں رائج گناہوں اور برائیوں پر تنقید کر کے ان کا عیش مکدر کریں۔

بقول حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی ؒ کے ''امام محلے بھر کی بیوی بن کر رہ گیا ہے'' تھوڑا بعد کے علماء کرام نے میاں بیوی کے حالات میں تبدیلی کی بناء پر اس مقولے میں یوں تغیر کر دیا ''امام محلے بھر کا شوہر بن کر رہ گیا ہے'' یعنی نمازی اپنے امام کے ساتھ یوں سلوک روا رکھتے ہیں جیسا کہ بیویاں آج کل شوہروں کے ساتھ رکھتی ہیں۔ ساتھ ہی ہر چیز میں کچھ فیشن کا عنصر بھی شامل ہو گیا ہے۔ تلاوت میں، لباس میں، شکل وصورت میں، ہر چیز میں جدت اور قدرے روشن خیالی پیدا ہو گئی۔ ایسے لوگ آگے آ گئے جن کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا یعنی دل میں نہیں اترے گا اور جب

اپنے دل میں ہی نہیں اترے گا تو دوسرے لوگوں تک منتقل کیا ہوگا۔اب تو نمازیوں کی کیفیات بھی یہ ہوتی ہیں کہ چار رکعتوں میں چار دکانوں یا فیکٹریوں کا حساب مکمل کرلیا جاتا ہے۔ ضرورت امام کا اشتہار اس دور کے حساب سے اس مضمون پر مشتمل ہوسکتا ہے۔

ضرورت ہے ایک امام کی جو مرد ہو خوبصورت ہو خوش لباس اور خوش الحان ہو کم از کم حرمین کے تمام ائمہ کی نقل کرسکتا ہو تا کہ فجر کی نماز شیخ سدیس اور عشاء کی نماز شیخ حذیفی کے پیچھے ادا کرنے کا مزہ آئے۔نرم مزاج ہو تا کہ کمیٹی کے ساتھ جھگڑا نہ کرے بلکہ ان کی اطاعت کرے، تھوڑا سا مداہن بھی ہو تا کہ برائیوں سے روکنے پر شدت نہ کرے بلکہ اپنے کام سے کام رکھے۔رومال باندھنے کے کم از کم پانچ مختلف طریقے جانتا ہو تقریر میں انگریزی الفاظ کا استعمال بخوبی کرسکتا ہو تا کہ موڈریٹ نظر آئے وغیرہ وغیرہ۔

اس حلیے میں بھی چونکہ انتہا پسندی کا تھوڑا بہت عنصر شامل ہے اس لئے لگتا ہے چند سالوں میں ایسا امام بھی قابل قبول نہیں رہے گا کیونکہ انتہا پسندی کو ختم کرکے دنیا بھر کو روشن خیال بنانے کا عزم مصمم کرلیا گیا ہے۔خصوصاً مساجد کے ذریعے پھیلائی جانے والی شدت پسندی اور بنیاد پرستی کی روک تھام انتہائی ضروری قرار دے دی گئی ہے اور عوام کو اس سے 6 سے نمٹنے کی سرکاری ہدایت جاری کی جاچکی ہے۔ایسے میں ضروری ہے کہ امام کا اسٹیٹس بھی تبدیل کیا جائے اور سرتاپا روشن خیالی اور ترقی کی تصویر ایسے ائمہ کرام بھرتی کئے جائیں جو مساجد کو انتہا پسندی سے مکمل پاک کریں۔ان حالات میں ''ضرورت امام'' کا کہیں اشتہار دیا جائے تو اس کی عبارت کچھ یوں ممکن ہے۔

ضرورت ہے امام کی (خواتین وحضرات) اگر مرد ہو تو بے ریش ہو (تا کہ خواتین کو بھی اس کی امامت پر اعتراض نہ ہو) کسی بھی مدرسے میں تعلیم یافتہ نہ ہو (اس صورت میں انتہا پسندی کے جراثیم موجود ہو سکتے ہیں جو کہ خطرناک امر ہے) کم لباس ہو (لباس کا بوجھ جتنا کم ہوتا ہے خیالات اتنے ہی روشن ہوتے ہیں) انگریزی لہجے میں قرآن پڑھتا ہو۔میوزک سنتا ہو مخلوط محافل میں شرکت بھی کرتا ہو اور ضروری تاکید یہ ہے کہ قرآن کی آیات جہاد وقتال نماز

میں تلاوت کرنے سے مکمل اجتناب کرتا ہو وغیرہ وغیرہ۔

اگر عورت ہو تو مغرب زدہ ہو جینز اور شرٹس پہنتی ہو، کسی مندر میں ننگا ہونا پڑے تو روشن خیالی کا ثبوت دیتے ہوئے ہچکچائے نہیں۔ آزاد جنسی تعلقات کی حامی ہو۔ (نشانی کے طور پر حرامی بچہ رکھنے والی خواتین کو ترجیح دی جائیگی) امامت کرنے سے پہلے نماز نہ پڑھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔

ایسے ائمہ کی آمد سے دنیا سے انتہا پسندی کا بیج ہی ختم ہو جائے گا اور کافر و مسلم مل کر دنیا کی ترقی کیلئے بہتر اقدامات کر سکیں گے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اصل میں ضرورت ایک مجدد کی ہے ایک امام وقت کی ہے، ایک پیکر عزیمت و جرأت کی ہے جو اپنے آپ سے ایوان حکومت تک، گھر سے بازار تک، بوڑھے سے بچے تک، ہر کسی کو صرف اور صرف خالص حق کے راستے پر چلا سکے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو دنیا پر قائم کر کے الحاد و ضلال کے ہر سوراخ کو بند کر سکے۔

دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالم افکار

تحفہء مظلومین

ظلم کی آندھیوں سے حفاظت کی دعائیں

حضرت سعدی حفظہ ا کی پیش کردہ دعاؤں پر ایک کالم

(شمارہ)

رنگ ونور میں آپ سب حضرات نے پڑھ لیا ہوگا کہ سعدی صاحب دام ظلہم نے تین دعائیں نقل فرمائیں ہیں۔ جو اپنی قوی تاثیر کے سبب ان حالات میں ایک عظیم الشان تحفہ ہیں' ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا ترجمہ کسی سے پوچھ لیں' کیونکہ مزہ تو تب ہی آئے گا جب معنیٰ' مفہوم اور مطابقت سمجھ کر ان دعاؤں کو حرز جاں بنائیں گے' میں نے سوچا کہ القلم کے قارئین کسی کے محتاج کیوں بنیں ان کا یہ مسئلہ بھی القلم کے صفحات میں ہی حل ہو جائے تو اچھا ہے۔ ا ان دعاؤں کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ لکھ دوں' آپ حضرات کو فائدہ ہوگا اور میرے لئے انشاءا اجروثواب کا باعث ہوگا امید ہے کہ آپ حضرات بھی میرے حق میں ضرور دعا فرمائیں گے۔

ان دعاؤں کی تاثیر اور ثبوت میں تو کوئی شک نہیں ایک بات کا پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ اس دنیا میں اہلِ ایمان پر عموماً اور دین کا کام کرنے والوں پر خصوصاً سخت حالات کا آنا اور مشکلات کا سامنا ہونا کوئی ا کی بات نہیں بلکہ ایک یقینی امر ہے' کیونکہ دین کی انبیاء کرام علیہم اسلام کی وراثت ہے اور انبیاء دین کے راستے میں جتنا ستائے گئے اور جتنی تکلیفیں اور ایذائیں انہوں نے جھیلیں بعد کے لوگوں میں کوئی ان کا تصور بھی

نہیں کرسکتا۔ وہ آروں پر چیرے گئے' تلواروں اور خنجروں سے کاٹے گئے' لوہے کی آہنی کنگھیوں سے نوچے گئے' قینچیوں سے کترے گئے' پتھروں اور ڈنڈوں سے مضروب کئے گئے' گلیوں میں گئے' خود امام الانبیاء ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب بارگاہ کبریا ہیں دین کی خاطر اتنا ستائے گئے کہ نہ ان سے پہلے کوئی اتنا ستایا گیا اور نہ ہی ان کے بعد کوئی اتنی ایذاء اُٹھائے گا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں آقا ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہونے کا موقع ملتا ہے' لائق صد تبریک ہیں وہ جماعتیں جن پر دین اسلام کی حفاظت کے جرم میں پابندیاں لگتی ہیں کہ ان کی نسبت اس جماعت سے ہے جو دین کی خاطر سب سے پہلے ابو طالب کی گھاٹی میں پابند کی گئی' سماجی' اقتصادی اور معاشرتی مقاطعات کا سامنا کرنا میرے آقا ﷺ کی سنت ہے' قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا آقا ﷺ کے جانثاروں نے عملی طور پر کر دکھایا۔ کیا ان کی دعائیں قبول نہ ہوتی تھیں؟ کیا انہیں یہ طاقت نہیں دی گئی تھی کہ آسمان کی بجلیوں کو اتار لائیں؟ کیا ان کے قبضے میں نہیں تھا کہ فرشتوں کو حکم دے کر پہاڑوں کو ٹکرا دیں اور دشمنوں کو نیست و نابود کر دیں؟ یہ دعائیں جن لوگوں نے ہم تک پہنچائی ہیں کیا وہ خود اپنے معاشرے' اپنے حکمرانوں اور کافروں کے جبر واستبداد کا نشانہ نہیں بنتے رہے؟ کیا ان کے حق میں نعوذ باللہ یہ دعائیں بے اثر ہوگئی تھیں؟ ایسا نہیں تھا! بلکہ محبوب کی راہ میں تکلیف اُٹھانا' اس کی خاطر ایذاء جھیلنا انہیں اچھا لگتا تھا' وہ اس میں اپنی سعادت سمجھتے تھے کہ مالک کی خاطر ستائے جائیں اور جب 6 اور تنگی حد سے بڑھنے لگتی تو اسکی مدد اور نصرت مانگتے ان دعاؤں کے ذریعے اور اللہ ان کی نصرت کرتا۔ دین کی خاطر تنگ کئے جانے والوں کا مقام تو واضح ہے کہ وہ ہی صحیح اور سچے راستے پر ہیں' آقا مدنی ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے وارث ہیں' دین کے مخلص خادم اور حقیقی علمبردار ہیں' سوچنے کا مقام ان لوگوں کیلئے ہے جو آزمائے نہیں گئے' دین کی خاطر جن کی پیشانیاں خون آلود اور جسم داغدار نہیں ہوئے' جن سے اپنے بیگانے سب راضی ہیں' کافر اور منافق جن سے خوش ہیں' آیا وہ سیدھے راستے پر ہیں؟ مولانا محمد علی جوہر ؒ نے توحید کی جو تعریف

اپنے اس شعر میں کی:

؎ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لئے ہے

حشر میں یہی تعریف سہی! آج کل کی دنیا میں معاملہ کچھ یوں ہے کہ جس بندے کے بارے میں یہ کہا جا سکے..... دوعالم اس بندے سے خفاء میرے لئے ہے۔

وہی مومن مخلص اور موحد ہے۔ا تعالیٰ سے ہر حال میں خیر ہی خیر مانگنی چاہئے۔

اس کی طرف سے دین کی راہ میں آنے والی تکلیف کو برضا وخوشی جھیلنا اور گلے سے لگانا ہمیشہ سے ہی اہل ایمان کا شیوہ رہا ہے' حضرت خواجہ بختیار کا کی ؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ جس دن کوئی مشکل اور تکلیف پیش نہ آتی اس روز روتے تھے اور فرماتے کہ معلوم نہیں کیا گناہ ہو گیا آج محبوب کی خاطر کوئی پریشانی نہ آئی۔

نائن الیون کے بعد سے دنیا بھر میں ا کے مخلص بندوں پر امتحانات کا دور دورہ ہے' زمین ان کے لہو سے لالہ رنگ ہے۔' قید خانے ان کی اذانوں آہوں' سسکیوں اور چیخوں سے آباد ہیں' پابندیوں اور تلاشیوں کا ہر طرف غلغلہ ہے' ایک امتحان ابھی پوری طرح گزرتا نہیں کہ دوسرا آن وارد ہوتا ہے یہ مردان خود آگاہ خدامست نہ اپنا راستہ چھوڑنے پر تیار ہیں نہ نظریات وخیالات سے روگردانی پر آمادہ نظر آتے ہیں۔بس ایک سودائے جنوں سروں میں سمائے ہوئے اپنی دھن میں مگن' کوئی کافر ستائے تو فدائی بن جاتے ہیں اور تنگ کرنے والا ہاتھ کسی ناسمجھ مسلمان کا ہو تو دعائی' یعنی دعا دے کر گزر جاتے ہیں۔خود ستم سہہ رہے ہیں' بدزبانیاں اور بدگمانیاں برداشت کر رہے ہیں اپنے ہاتھوں کو اپنے بھائیوں کے لہو میں رنگنے پر تیار نہیں' ظلم وستم اور امتحان کی اس رات کو صبر وشکر اور اس یقین کے ساتھ کاٹ رہے ہیں کہ سحر طلوع ہونے والی ہے۔

خود ہی ان سرمستوں کے حالات پر غور کر لیجئے ان دعاؤں کی تاثیر خود بخود سمجھ آ جائے گی کہ آخر کوئی قوت تو ان فاقہ مستوں تہی دستوں کے ہاتھ میں ہے جو انہیں بچا رہی ہے اور ان کے

اعداء کے عزائم کو ناکام بنا رہی ہے، جی ہاں! یہی نیم شب کی دعائیں اور آقا ﷺ کے طریق پر مضبوطی۔

آیئے! ہم بھی یہ صفات اپنا لیں تاکہ ہمیں بھی اس دنیا اور اس کے امتحانات کی حقیقت سمجھ آ جائے..... پھر کوئی تکلیف رہے نہ پریشانی، بس محبوب جیسے بھی رکھے اس کی رضاء، بندے کا کام کہ مانگتا جائے اور جو ملے جس شکل میں ملے خوشی سے ## جائے..... ابھی پھر کچھ ایسا ہی موسم قریب نظر آ رہا ہے، شاید اہلِ ایمان اور دین کے خدمت گار پھر آزمائے جائیں اور اخلاص کی کسوٹی قائم کی جائے، ہم ان حالات میں اپنے ربّ سے خیر مانگتے ہیں..... اس یقین کے ساتھ کہ مظلوموں کی دعائیں بہت جلد عرش تک پہنچتی ہیں اور قبولیت پاتی ہیں۔

☆☆☆

ایک فریضہ

قیدی مسلمان.....

امت مسلمہ کا مظلوم ترین طبقہ جو ایک طرف کفار کے ظلم وستم کا شکار ہے

تو دوسری طرف ہماری بے حسی اور بے رخی کا.....

حالانکہ ان قیدیوں کی فکر کرنا اور انہیں آزاد کرانا ہم پر فرض کیا گیا.....

اسی بھولے ہوئے فریضے کی یاد دہانی.....

اسلامی تاریخ کا ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت معاویہ ؓ کے زمانے میں ایک مسلمان کو گرفتار کر کے رومیوں کے پایۂ تخت قسطنطنیہ پہنچا دیا گیا۔ اس مسلمان نے رومی بادشاہ کے سامنے جرأت کے ساتھ بات کی تو سپہ سالار نے اسے تھپڑ مار دیا، اس قریشی قیدی کی زبان سے نکلا: اے معاویہ! ہمارا اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم اس طرح سے ضائع کیے جا رہے ہیں، یہ بات جب حضرت معاویہ ؓ تک پہنچی تو آپ نے فدیہ بھجوا کر اس قیدی کو آزاد کروالیا اور اس سے اس رومی سپہ سالار کا نام پوچھ لیا جس نے اسے تھپڑ مارا تھا، پھر حضرت معاویہ ؓ نے بہت زیادہ غور وفکر کے بعد اپنے ایک نہایت معتمد اور صاحب فراست اور تجربہ کار عسکری قائد کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا اور اسے کہا تم کسی تدبیر سے اس سپہ سالار کو پکڑ کر لے آؤ اس قائد نے کہا اس کے لئے میں پہلے ایک ایسی کشتی بنانا چاہتا ہوں جس کے چپو خفیہ ہوں اور وہ بے حد تیز رفتار ہو۔ حضرت معاویہ ؓ نے فرمایا تمہیں جو سمجھ آئے وہ کرو اور آپ نے اسے ہر طرح کے

اسباب فراہم کرنے کا حکم جاری فرمادیا۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو آپ نے اسے بے شمار مال ودولت اور تحفے تحائف دیکر فرمایا کہ تم ایک تاجر بن کر قسطنطنیہ جاؤ اور کچھ تجارت کرنے کے بعد بادشاہ کے وزیروں سپہ سالاروں اور خصوصی درباریوں کو تحفے تحائف دینا، مگر اس سپہ سالار کو کچھ نہ دینا جب وہ تم سے شکوہ کرے تو کہنا کہ میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا اب میں نے آپ کو پہنچانا ہے تو اگلی بار آپ کے شایان شان تحفے لے کر آؤں گا فی الحال تو آپ کے مناسب میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ چنانچہ اس قائد نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ قائد واپس آ گیا اور اس نے پوری کارگزاری حضرت معاویہ ؓ کو سنائی، انہوں نے پہلے سے کئی گنا زیادہ مال ودولت اور تحفے تحائف دے کر اسے کہا کہ روم واپس جاؤ دوسروں کے ساتھ اس سپہ سالار کو بھی تحفے دینا اور واپسی کے وقت اسے کہنا کہ میں تم سے خصوصی مگر خفیہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں، تمہیں جو چیز ضرورت ہو مجھے بتادو میں تمہارے لیے لے آؤں گا تاکہ پہلے والی کمی کی تلافی ہو سکے۔ اس سپہ سالار نے ایک رنگ برنگی منقش ریشمی چادر کی فرمائش کی اور اسکی لمبائی چوڑائی بھی بتائی۔ وہ قائد جب واپس آئے تو حضرت معاویہ ؓ نے مطلوبہ چادر تیار کروانے کا حکم دیا اور ایسی چادر تیار کروائی جسے دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ حضرت معاویہ ؓ نے یہ چادر اسے دے کر فرمایا کہ جب تم قسطنطنیہ کے ساحل کے قریب پہنچنا تو اس چادر کو کشتی کے اوپر بچھا دینا اور اسے کسی طرح اپنی کشتی پر بلوالینا جب وہ آ جائے تو اسے یہ چادر اور دوسرے تحفے دے کر باتوں میں لگا دینا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دینا کہ وہ خفیہ چپو چلا کر کشتی کو O سمندر میں لے آئیں وہاں آ کر کشتی کے بادبان کھول لینا اور سپہ سالار کو باندھ کر میرے پاس لے آنا۔ عسکری قائد چادر لے کر روانہ ہوگیا رومی سپہ سالار کو جب کشتی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اسے دیکھنے کیلئے نکل آیا جب اس نے وہ ریشمی چادر دیکھی تو اس کی عقل اڑ گئی اور وہ خود اس کشتی پر جا پہنچا۔ خفیہ چپو چل رہے تھے اور رومی کو کچھ پتہ نہیں تھا جب کشتی کے بادبان O تو اس نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا ہوا؟ مسلمانوں نے اسے اس کے ساتھیوں سمیت باندھ دیا اور حضرت معاویہ ؓ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اس قریشی مسلمان کو

بلوایا اور فرمایا کیا اس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا؟ اس نے کہا ہاں، فرمایا اٹھو اور ویسا تھپڑ تم بھی مار لو مگر اس سے زیادہ نہیں۔ قریشی نے اٹھ کر تھپڑ مار دیا۔ آپ نے عسکری قائد سے کہا کہ اب اس رومی کو وہ چادر دے کر واپس چھوڑ آؤ اور اس رومی سے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہہ دو کہ مسلمانوں کا خلیفہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تمہارے تخت پر بیٹھنے والے تمہارے سپہ سالاروں اور سرداروں سے اپنے کسی مسلمان کا بدلہ لے سکے۔ جب کشتی والے اسے لے کر قسطنطنیہ پہنچے تو دیکھا کہ رومیوں نے ساحل پر حفاظتی زنجیریں لگا دی ہیں چنانچہ انہوں نے اس رومی سپہ سالار کو وہیں پھینکا اور اسے چادر بھی دے دی۔ جب یہ واقعہ رومی بادشاہ تک پہنچا تو اس کے دل میں حضرت معاویہ ؓ کی عظمت و ہیبت اور زیادہ بڑھ گئی۔ (تاریخ قرطبی)

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سلیمان بن عبدالملک ؒ نے صرف ایک مسلمان عورت کی رہائی کیلئے ایک لاکھ بیس ہزار کا بڑی لشکر اور ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل بحری لشکر روانہ فرمایا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح ایک بار مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ کچھ مسلمان قیدی انطاکیہ میں لائے گئے ہیں۔ غلام زرافہ ؒ نے فوراً اسلامی لشکر لے کر طرسوس کی طرف سے حملہ کر دیا اور محاصرے کے بعد شہر فتح کر کے چار ہزار قیدیوں کو آزاد کرا لیا۔

حضرت عمادالدین زنگی ؒ نے رہاء نامی شہر پر حملہ کیا اور منجنیقوں کے ذریعے ان پر پتھر اور آگ برسائی اور اس کی حفاظتی دیوار کو منہدم کر دیا اور اندر داخل ہو کر جنگ فرمائی اور اپنے پانچ سو قیدی رہا کرا لیے اور دشمن کو خوب نقصان پہنچایا اور ان کے افراد کو قیدی بنا لیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی ؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ۵۸۳ء میں حطین پر حملہ کر کے اپنے بیس ہزار قیدی آزاد کروائے اور کافروں کے ایک لاکھ افراد کو قیدی بنا لیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہشام بن عبدالملک ایک باعزم اور بیدار مغز حاکم تھے اور انہوں نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے اور اپنے والیوں کو متحرک کر کے ہر طرف اسلامی

لشکر پھیلا دیا۔ ان میں سے ایک لشکر نے بلاد حریر پر حملہ کر کے دس ہزار مسلمان قیدی آزاد کرائے انہیں قید کرنے والے دس ہزار گھڑ سواروں کو ان کے بادشاہ ابن خاقان سمیت قتل کر دیا اور ان کے دوسرے لشکر نے السریر پر حملہ کر دیا اور پندرہ سو جوان غلام لے کر صلح کی ان کے مغربی لشکر نے روم پر حملہ کیا اور اتنی غنیمت حاصل کی کہ اس میں سے بیس ہزار غلام اور بے شمار کپڑے اور تحفے ہشام بن عبدالملک کے لئے روانہ کیے ان کے سندھ والے لشکر نے کئی علاقے فتح کیے اور مال غنیمت کا جو پانچواں حصہ ہشام بن عبدالملک کے لئے روانہ کیا وہ ساڑھے تین لاکھ غلاموں اور دو لاکھ دراہم پر مشتمل تھا۔ (تاریخ قرطبی)

حضرت موسیٰ بن نصیر ؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے مروان کو ایک لشکر دے کر بھیجا تو اس نے ایک لاکھ قیدی لائے اور اپنے بھتیجے کو لشکر دے کر بھیجا تو اس نے بھی ایک لاکھ بربری قیدی لائے۔ (سیر اعلام النبلاء)

یہ واقعات آپ کئی مرتبہ پڑھ، سن چکے ہوں گے، اس وقت یاد دہانی کا مقصد صرف آج اپنی ملی بے حسی اور قیدی چھڑانے کے عظیم فریضے سے اپنی غفلت کا رونا رونا ہے، ہندوستان کا ایک پندرہ سال پرانا دہشت گرد قیدی، سربجیت عرف منجیت آج کل خبروں میں ہے، اس شخص نے لاہور ڈویژن کے مختلف علاقوں میں دہشت گردی کی مختلف وارداتوں میں درجنوں پاکستانی شہریوں کا خون کیا اور اپنے جرائم کا اقرار کرنے پر اسے موت کی سزا سنائی گئی۔ ہندو قطعاً ایسی قوم نہیں جن کی مذہبی یا قومی تاریخ میں قیدیوں سے ہمدردی کا کوئی واقعہ ہو یا ان کا مذہب انہیں اس ہمدردی پر اکساتا ہو اور اس کے فضائل سناتا ہو۔ اس کے باوجود سرکاری اور عوامی سطح پر پورا ہندوستان اس فیصلے پر سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، عوام احتجاجی جلوس نکال رہے ہیں، اس کے اہل خانہ گلے میں علامتی پھانسیاں لٹکا کر سڑکوں پر آ ! ہیں اور ہندوستان کی حکومت اور اپوزیشن کے تمام بڑے لیڈروں نے متفقہ طور پر حکومت پاکستان سے اپیل کی ہے کہ وہ سربجیت کی سزائے موت ختم کرے، انسانی حقوق کی تمام عالمی تنظیمیں بیک زبان یہ مطالبہ کر رہی ہیں اور اسے پاکستان کیلئے ایک ٹیسٹ کیس قرار دیا

جارہا ہے۔

اس کے برخلاف جس قوم کو اور رسول ﷺ نے جسد واحد کی طرح قرار دیا ہے، جس کی تاریخ غیرت وحمیت کے ایسے واقعات سے اٹی پڑی ہے، جس نے کبھی ایک مسلم عورت کی فریاد پر لبیک کہتے ہوئے عراق سے ہندوستان کا فاصلہ لمحوں میں سمیٹ دیا تھا، ایک غیر مسلم کی چیخ وپکار سن کر اندلس کے ساحلوں تک دیوانہ وار پہنچ کر کشتیاں جلا ڈالی تھیں، اس کے حکمرانوں اور عوام کو علم ہی نہیں کہ ان کے کتنے بھائی دشمنوں کی قید میں کس حال میں ہیں؟ آقا ﷺ نے فرمایا:

مومن تمام کے تمام ایک جسد کی مانند ہیں، اگر کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔

کیا ہم نے آقا ﷺ کے فرمان کے برخلاف اپنے ان جوانوں کو اس اسلامی وایمانی جسد سے ہی الگ گمان کرلیا ہے کہ ان کی کسی تکلیف کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا؟ کتنے جوان ہندوستان کے قید خانوں میں اپنی جوانیاں بڑھاپے میں تبدیل کر چکے، کتنے اپنے اعضاء کی قربانیاں دے چکے اور کتنے تو جانوں سے ہی گزر گئے اور پاکستان میں خبر ہی نہ ہوئی، ہندوستان کتنے قیدیوں کو سزائے موت سنا چکا ہے کیا کسی کو علم ہے؟ یا معلوم کرنے کی کوئی کوشش کی گئی ہے؟

کتنے جوان تو صرف اس وجہ سے انڈیا کی بدترین جیلوں میں پڑے ہیں کہ پاکستان کی حکومت انہیں اپنا شہری تسلیم کرنے سے انکاری ہے، ہندوستان کی حکومت بم دھماکوں میں عوام کو نشانہ بنانے والے شخص کو جب اپنا شہری ماننے سے منکر نہیں اور اسے اپنا کہنے میں کوئی ذلت اور شرم محسوس نہیں کر رہی تو پاکستانی حکومت مظلوم مسلمانوں کی مدد اور ان کی زمین کافروں کے قبضے سے آزاد کرانے کی غرض سے جا کر غاصب فوج سے لڑنے والے جوانوں کو اپنا تسلیم کرنے میں کیوں شرم محسوس کرتی ہے؟ اب جبکہ ہندوستان کے وزیر اعظم من موہن نے خود پیشکش کی ہے کہ پاکستان ان کے قیدی چھوڑ کر اپنے قیدی رہا کرالے،

یقیناً پاکستانی حکومت کیلئے اچھا موقع ہے کہ قومی اور ملی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے ان مجاہدین قیدیوں کو اپنا شہری تسلیم کرے اور اس اسلامی فریضے کی ادائیگی میں غفلت نہ برتے، خدارا! روشن خیالی اور نام نہاد اعتدال پسندی کے خول سے باہر آ کر بھی کچھ مسائل پر غور کریں۔ اپنے ایمانی اور دینی رشتوں کو ملحوظ رکھ کر بھی کچھ فیصلے کریں، تکمیل پاکستان کی جنگ میں پکڑے جانے والے یہ ا کے سپاہی آپ کے بھائی اور محسن ہیں دشمن نہیں جن سے اتنی بے رخی برتی جارہی ہے۔

اسلام، مجاہدین، جہاد اور امریکہ مخالفت کے نام پر منتخب ہو کر اسمبلیوں اور صوبائی حکومتوں تک رسائی حاصل کرنے والے اہل ایمان بھی اس موقع پر دینی غیرت کا ثبوت دیں اور اپنے قیدی بھائیوں کے مسئلے پر حکومت پر اپنا دباؤ ڈالیں اور اپنی عوامی قوت کو استعمال کریں۔ انشاءا ان قیدیوں کی دعاؤں اور ان کی نصرت کی برکت سے ا کی رحمت متوجہ ہوگی۔ مجاہدین کے معاملات سے کلی طور پر دامن چھڑا کر چلنے کی پالیسی آپ کے سیاسی قد کاٹھ میں اضافے کی بجائے کمی کا باعث ثابت ہورہی ہے، خدارا! اسلامی سیاست کے علمبردار امت کے اجتماعی مسائل کے حل پر توجہ دیں اور اپنی ذات کے خول سے باہر آئیں ورنہ تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی، آج تک پاکستان میں کبھی اتنی تعداد میں علماء اور دین دار $ کے افراد کو قوم نے منتخب نمائندوں کی شکل میں اسمبلیوں تک نہیں پہنچایا تھا، پہلی بار اس $ پر اتنے اعتماد کا اظہار نظر آیا ہے، بدقسمتی سے اتنی بڑی تعداد کی اسمبلی میں موجودگی کے باوجود دینی $ کی مشکلات میں پہلے سے اضافہ ہی نظر آیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اعتماد بھی ٹوٹ جائے، اس لیے قطع نظر سیاسی وابستگیوں کے ہر دینی $ کے مسائل کو اپنا مسئلہ سمجھیں اور خصوصاً جہاد اور مجاہدین سے دامن کشی کی پالیسی ختم کریں۔

امت کا درد رکھنے والے اہل قلم حضرات اس موقع پر اپنی زبان وقلم سے قیدیوں کے درد کو عام کریں اور عوام الناس میں اس فریضے کا شعور بیدار کریں جو قیدیوں کے سلسلے میں ان پر عائد ہوتا ہے، تاکہ عوام کی آواز اٹھے اور حکمران بھی خواب غفلت سے بیدار ہوں۔

آیئے! سب مل کر اپنے ان محسنین کے لئے کوشش کریں جنہوں نے پوری امت کیلئے اپنی جوانیاں جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے بتا دیں اور دعاء کریں کہ ا تعالیٰ انہیں رہائی نصیب فرمائے، ا مت عطاء فرمائے اور ہمیں ان کا درد اور غفلت سے توبہ کرنے کی توفیق فرمائے۔آمین

☆☆☆

گنہگار کون؟

رمضان المبارک کا عشرۂ رحمت کا تذکرہ.....

رحمت الٰہی کا دریا جوش میں آتا ہے تو گناہ کیسے جھڑتے ہیں.....

ہم سب گنہگار ہیں..... ہمارے لئے ربّ کی

رحمت حاصل کرنے کا نسخہ کیا ہے؟

مصیبت زدہ مسلمانوں کے لئے ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟.....

(شمارہ:17)

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ جاری ہے، احادیث مبارکہ کی رو سے یہ عشرہ، رحمت والا عشرہ ہے۔ ان دس ایام میں ا رب العزت کی رحمتیں زمین والوں پر برستی ہیں، جی ہاں! رحمٰن و رحیم رب کی بے پایاں رحمتیں، وہ رحمتیں جن کا ایک ذرہ گناہوں کے سمندروں کو خشک کر دیتا ہے۔ وہ رحمتیں جن سے معمور ایک نظر جبال تہامہ کے برابر گناہوں کو ریزہ ریزہ کر کے مٹا دیتی ہے۔ وہ رحمت جو ڈاکوؤں، زانیوں، شرابیوں اور سود خوروں کو پل بھر میں ولایت کبریٰ پر فائز کر دیتی ہے، وہ رحمت جو کسی سبب کی محتاج نہیں بلکہ جب چاہے کسی کے سر پر برس جائے، سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے۔ ہمارے رب کی صفت رحمٰن کا معنی یہ بھی ہے کہ اس کی رحمت بے سبب ہے، ذات پات، شخصیت، نسب اور نیکیوں کی محتاج نہیں، میرے رب نے خود فرمایا ہے: رحمتی وسعت کل شیء۔ میری رحمت ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی کتنا بڑا گنہگار بن جائے زندگی کا کوئی لمحہ نیکی میں بسر نہ کیا ہو، ہمارے رب

کی رحمت اسے بھی گھیرے ہوئے ہے، کیا یہی رحمت کم ہے کہ توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ پکار پکار کر بلا رہے ہیں، اے میرے گنہگار بندے! الذین اسرفوا علی انفسھم۔ اے میرے وہ بندے جس نے اپنے آپ پر زیادتی کی، گناہوں کے ذریعے خود کو جہنم کی آگ اور قبر کے عذاب کا حق دار بنایا، اے میرے بندے! آجا! لوٹ آ! لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ۔ میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ توبہ کرلے، اگر تو نے ۱۰۰ قتل کیے ہیں تب بھی مایوس نہ ہو، زنا کر کے مجھے ناراض کیا ہے تب بھی دل نہ ہار، اور بھی کبائر کا ارتکاب کر کے میرے غضب کو دعوت دی ہے، میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرمانے والے ہیں۔ بندو! رب کی رحمت کی طرف آؤ، وہ فرماتے ہیں تم ایک بالشت آؤ وہ ایک ذراع آئیں گے، تم ایک ذراع کی بقدر آگے بڑھو وہ ایک پھلانگ کی بقدر تمہاری طرف بڑھیں گے، تم چل کر جاؤ رب کی رحمت دوڑ کر تمہاری سمت آئے گی۔ وہ فرماتے ہیں: رحمتی سبقت غضبی۔ میرے رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے، جتنا بھی ناراض کیا ہے بس ایک بار نیت کرو کہ اب نہیں کروں گا، رحمت فوراً غضب سے آگے بڑھ جائے گی، غصے کی آگ ٹھنڈی ہوجائے گی، رحمت کے پھول کھل اٹھیں گے، جہنم ماتم کرے گی اور جنت اور اس کے ساکنین خوشیاں منائیں گے۔

دیکھو! اللہ نے اپنی رحمت کے ۱۰۰ حصے کیے، ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ایک حصہ اپنی مخلوقات میں تقسیم فرمادیا، وہی ایک حصہ ماں کی شفقت، باپ کی رأفت بیوی بچوں کی کی شکل میں دیکھ لو اور پھر اپنے رب کی رحمت کا اندازہ لگاؤ۔ ماں باپ اپنے بچوں کو ادنیٰ سی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے، اس کی بے چینی کو برداشت نہیں کرسکتے، تھوڑے سے بخار کی حرارت اس کیلئے پسند نہیں کرتے کیا وہ اللہ جو ان سے ننانوے گنا زیادہ اور شفقت والے ہیں، اپنے بندوں کو آگ کا عذاب دے کر خوش ہوں گے؟ نہیں نہیں! ہرگز نہیں۔ سنو! اللہ رب العزت کس بات سے خوش ہوتے ہیں:

آقا مدنی ﷺ فرماتے ہیں، ''اللہ رب العزت کو اپنے اس بندے پر اتنی خوشی ہوتی

ہے جو گناہوں سے توبہ کر کے اس کی رحمت مانگے۔ جتنی خوشی اس مسافر کو ہوتی ہے جو لق ودق صحرا میں اونٹنی پر سوار ہو کر جا رہا ہو، تھکن کی وجہ سے آرام کرنے کو رُکے اور اس کی اونٹنی بھاگ جائے، پیاس اور تھکاوٹ سے چور ہو، مایوس ہو کر موت کے انتظار میں سو جائے، جب بیدار ہو تو دیکھے کہ اونٹنی پاس ہی کھڑی ہے اور اس پر پانی بھی موجود ہے، فرط مسرت میں زبان پر قابو نہ رہے اور یوں کہہ دے یا اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب''

یعنی خوشی سے اتنا بے قابو ہو جائے کہ الفاظ پر اختیار نہ رہے، میرے اللہ اپنے تائب اور رحمت کے طلبگار بندے پر اس طرح خوش ہوتے ہیں۔

قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب کتاب ہونا ہے، اس میں رحمت دیکھئے، ایک نیکی بڑھتے بڑھتے سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ بڑھا کر ترازو میں رکھی جائے گی جبکہ گناہ کی مقدار ایک ہی رہے گی، فرائض کم پڑیں گے تو نوافل کا رتبہ بڑھا کر ان کی کمی پوری کی جائے گی، ایک تسبیح کا کلمہ میزان میں بڑے بڑے گناہوں پر بھاری پڑ جائے گا۔ یہ سب ہمارے رب کی رحمت ہے۔

حساب کتاب ختم ہونے کے بعد جب لوگ جنت اور جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے تب جنت شکایت کرے گی! یا اللہ میرے دامن میں تو ابھی کافی وسعت ہے جبکہ جنتی آنا بند ہو گئے ہیں، اللہ رب العزت اس کی درخواست پر جہنم سے تین لپیں بھر کر لوگوں کو نکال کر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دیں گے، جنت پھر بھی کہے گی کہ جگہ ابھی باقی ہے۔ اللہ رحمٰن ورحیم ایک نئی مخلوق پیدا فرمائیں گے اور انہیں بغیر عمل اور بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل فرما کر اس کا دامن بھر دیں گے۔

جبکہ جہنم جب کہے گی کہ میرا پیٹ ابھی نہیں بھرا اور مجھ میں گنجائش باقی ہے تو اللہ رب العزت اس پر اپنا پاؤں ماریں گے جس سے وہ سکڑ جائے گی اور اس کی گنجائش ختم ہو جائے گی، یہ ہے ان کی وہ رحمت جو غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ ہے کوئی اس کی طرف دوڑنے والا؟

یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ دنیا میں بندوں پر ان کی رحمت کی شکلیں مختلف

ہوتی ہیں، وہ کبھی آسودگی کے ذریعے رحمت فرماتے ہیں کبھی فقر وفاقہ کے ذریعے، کہیں ان کی رحمت عطا کی شکل میں کہیں بلا کی شکل میں، بدر بھی رحمت، احد بھی رحمت، فتح بھی رحمت، ظاہری شکست بھی رحمت، جی ہاں! وہ بندوں کو جس حال میں بھی رکھتے ہیں وہ رحمت ہوتا ہے بشرطیکہ بندے غور کریں۔ وہ نعمتوں کی بارش، فتح ونصرت اور غنائم کی کثرت کے ذریعے رحمت فرماتے ہیں تاکہ بندے شکر کریں اور ان کے ایمان مضبوط ہوں۔ اور کبھی ظاہری شکست، اموات کی کثرت، امراض کی شدت اور اموال کی قلت کو رحمت بناتے ہیں کہ بندے ان کی طرف متوجہ ہوں، گناہوں سے توبہ کریں، روئیں گڑگڑائیں، بندگی کا اظہار کریں، تاکہ ان کے ایمان خالص ہوجائیں۔ بندہ وہی ہے جو ان کے ہر سلوک کو رحمت سمجھے اور بندگی کے دائرے میں رہے، قرآن میں جگہ جگہ یہ مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے۔ غور کیجئے! اگر تکلیف ان کی رحمت نہ ہوتی تو شہادت کو اتنا اونچا مقام کیسے نصیب ہوتا؟ تلواروں کے زخم، نیزوں کے گھاؤ، تیروں اور گولیوں کے سوراخ، کہیں ٹکڑے ٹکڑے کیے جانے کی اذیت، جیلیں کوڑے اور ا کے راستے کی دربدری یہ سب چیزیں نعمت نہ ہوتیں تو ا کے نیک بندوں کے حصے میں کیوں آتیں؟

ا کے بندے تو یوں کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو محبوب سے ملادے اور محبوب بھی ا رب العزت جیسا وہ رحمت ہے، خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ ہمارے ملک میں زلزلہ آیا ہوا ہے ہزاروں لوگ جاں بحق ہوگئے ہیں، کتنے ان میں سے روزے کی حالت میں ا رب العزت کے حضور پیش ہوئے، بعض روایات میں بوجھ تلے دب کر مرنے والوں کو شہید کہا گیا ہے۔ ا رب العزت نے ہزاروں لوگوں کو روزے کی حالت میں شہادت دے دی ان کیلئے رحمت ہے۔ کتنے گنہگاروں کو ان واقعات سے تنبیہ ہوگی، موت اور آخرت کی یاد ان کے دلوں میں بیدار ہوگی، گناہوں سے توبہ کی توفیق ہوگی، فکر آخرت نصیب ہوگی، ان کے لیے رحمت ہی رحمت ہے۔ کتنے مسلمان اپنے پاک اموال سے بے گھر ہوجانے والے مسلمانوں کی مدد کریں گے اور ایثار وقربانی کی عظیم مثالیں قائم کریں گے۔ ان کیلئے رحمتیں ہی رحمتیں ہیں۔

مسلمانو! اس زلزے کو متاثرین کے اعمال کا شاخسانہ قرار دے کر ان کے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو، اگر ایسا ہی ہے تو شہروں میں رہنے والے لوگ، ڈش کیبل زدہ معاشرے کے لوگ، ایف ایم چینلوں اور میوزک سے آلودہ لوگ، رمضان میں کھلم کھلا فحاشی اور عریانی کا پرچار کرنے والے لوگ اس عذاب کے ان دیندار پہاڑی لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو ان گندگیوں سے پاک تھے۔ زلزلے اگرچہ عذاب الٰہی ہیں ان کا شکار ہونے والے تمام لوگ گنہگار نہیں ہوتے بلکہ صحابہ کرام رضوان ا علیہم اجمعین میں کئی حضرات اور بڑے بڑے اولیاء آسمانی آفات میں ا کو پیارے ہوئے۔ اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ؓ اپنے کئی ساتھیوں سمیت طاعون میں شہید ہوئے جسے عذاب الٰہی کی ایک شکل کہا جاتا ہے، اس لیے اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مغفرت کی دعاء کرتے ہوئے جنہیں ا تعالیٰ نے شہداء کی صف میں شامل فرمالیا اس واقعے کو اپنے لیے رحمت کے حصول کا ذریعہ بنالیں اور زندہ بچ جانے والے لوگوں کی ہر ممکن مدد کر کے ان کی دعاؤں اور ا کی رحمتوں کے حقدار بنیں۔

اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں، توبہ کر کے غضب کے دروازے بند کر دیں اور رحمت کی بارش ا سے مانگیں، یقیناً گناہوں سے رحمت دور ہو جاتی ہے توبہ اسے فوراً واپس لے آتی ہے۔

حضرت ؑ ایک مرتبہ اپنی قوم کے ساتھ بارش کی دعاء مانگنے نکلے، ساری قوم مع اپنے نبی کے رو رو کر بارش مانگتے رہے کچھ اثر نہ ہوا۔ ا تعالیٰ نے موسیٰ ؑ کو وحی فرمائی کہ قوم میں ایک گنہگار ایسا موجود ہے جس کی وجہ سے بارش منقطع ہے وہ نکل جائے تو میری رحمت کی بارش آجائے گی، موسیٰ ؑ نے قوم میں اعلان فرمادیا کہ وہ شخص نکل جائے تاکہ باقی لوگ رحمت سے محروم نہ رہیں۔ سب قوم کی نظریں اٹھ 0% کہ دیکھیں کون اتنا بڑا نافرمان ہے جس کی وجہ سے پوری قوم سے رحمت دور ہوگئی، مجمع میں سے کوئی بھی نہ نکلا تھا کہ بارش شروع ہوگئی، موسیٰ ؑ نے ا تعالیٰ سے سوال کیا یا ا ! یہ کیا ماجرا ہوا؟ نکلا تو کوئی نہیں تھا اور بارش

ہوگئی؟ا تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میرے اس بندے نے توبہ کرلی میری رحمت نے گوارہ نہ کیا کہ اس کی اب پردہ دری کروں۔

سبحان ا سبحان ا سبحان ا ، رحمت کی وسعت دیکھئے، ادھر توبہ کی اور ادھر رحمت متوجہ ہوئی، اور پھر اسی گھڑی میں اتنا تقرب کہ اب اپنے نبی کو بھی اس کی اطلاع دینا گوارہ نہیں کہ گنہگار تھا کون۔

ہم سب گنہگار ہیں، ہم نے اپنے رب کو ناراض کیا ہے، اس کی رحمت کو دور کیا ہے، آئیں! رمضان ا کا بہت مقرب مہینہ ہے اسے گواہ بنا کر توبہ کرلیں، سچی اور پکی توبہ، پھر ہم بھی اپنے رب کی رحمتوں کے مزے لوٹیں، امارت اسلامیہ کی رحمت واپس مل جائے، مجاہدین پر سے پابندیاں ہٹ جائیں، غلامی کی ذلت دور ہوجائے، مدارس آزاد ہوجائیں، اچھے حکمران نصیب ہوجائیں، آسمانی بلائیں ٹل جائیں، بس ہر طرف رحمتیں ہی رحمتیں ہوں۔

اللھم ارحمنا اللھم ارحمنا اللھم ارحمنا برحمتك یا ارحم الراحمین

☆☆☆

کا تقاضہ

رمضان المبارک ماہ ہے.....

کے بعض تقاضوں کا بیان.....

جہاد.....جس کے بغیر دعویٰ محض دعویٰ بے دلیل رہ جاتا ہے.....

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے آگہی.....

کہ محبوب کی اداؤں سے واقفیت کے بغیر کیسے؟

رمضان المبارک میں مساکین پر خرچ کرنے کی فضیلت.....

(شمارہ:165)

رمضان المبارک کے ایام تیزی سے گزرتے جارہے ہیں۔ا تعالیٰ توفیق دے کہ ہم سب اسے خوب کمالیں۔نیکیوں کا یہ موسم بہت جلد گزر جاتا ہے،خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کے دنوں اور راتوں کو اچھے اعمال کے ذریعے قیمتی بنالیتے ہیں اور بخشش کے پروانے پا لیتے ہیں۔اس مہینے کے تین عشروں کی الگ الگ خصوصیات حدیث میں وارد ہوئی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت ہے، دوسرا عشرہ مغفرت ہے اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی ہے۔رحمتوں والا عشرہ ختم ہونے والا ہے بلکہ یہ اخبار آپ کے ہاتھ آنے تک مکمل ہو چکا ہوگا۔ا تعالیٰ توفیق بخشیں کہ ہم سب خوب رحمتوں کے مستحق ہوئے ہوں۔

وہ اعمال جن پر ا رب العزت کی رحمت خصوصیت کے ساتھ متوجہ ہوتی ہے ان میں ''جہاد'' کا عمل سرفہرست ہے۔ا رب العزت نے قرآن پاک میں کئی جگہ پر مجاہدین کے

لئے خصوصی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے، لہذا وہ لوگ جو اس ماہ مقدس کی ساعات کو ''عمل جہاد'' میں خرچ کر رہے ہیں خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس مہینے کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں نفل اعمال کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا اجر ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ جہاد اللہ تعالیٰ کے محکم فرائض میں سے ایک ہے اور قرآن مجید میں دو جگہ اسے واضح الفاظ میں دیگر تمام اعمال سے افضل بتایا گیا ہے، ایک جگہ سورۃ النساء میں اور دوسری جگہ سورۃ التوبۃ میں اور پھر یہ ایسا فریضہ ہے جسے مٹانے پر زور صرف کیا جا رہا ہے اور امت مسلمہ عمومی طور پر اس کے بارے میں غفلت کا شکار ہے۔ ایسے میں کسی فریضے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس کی ادائیگی پر ایک ثواب تو فرض پورا کرنے کا ملتا ہے اور دوسرا بڑا ثواب احیاء دین کا ملتا ہے اور پھر اس مبارک عمل کو اگر رمضان کے دنوں میں ادا کیا جا رہا ہو تو کیا ہی کہنے۔ اس کے اجر و ثواب کا حساب کرنا کسی انسانی کمپیوٹر اور کیلکولیٹر تو کیا دماغ کے لئے صرف تصور کر لینا بھی محال ہوگا۔ جہاد کی دعوت بھی اللہ تعالیٰ کے فرمودہ اعمال میں سے ہے، اس کام میں لگے لوگ بھی رمضان میں خوب ہمت اور سے کام لیں اور خوب خوب اجر حاصل کریں۔

اسی طرح جہاد کی تقویت اور مجاہدین کے لئے اموال جمع کرنا بھی نبی کریم ﷺ کی پیاری سنت ہے۔ ہمارے آقا ﷺ نے خود جہاد کے لئے مال مانگا۔ اس کام میں جڑے ساتھی بھی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہیں رمضان میں سنت پر عمل کرنے کا موقع مل رہا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی انشاء اللہ خصوصی رحمتیں لوٹ رہے ہوں گے۔ مال مانگنا بظاہر ایک عیب کا کام ہے جہاد کے لئے مال مانگنا قطعاً عیب یا عار نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کائنات کے سب اعلیٰ، ارفع، غیور اور عزت والے انسان حضرت محمد ﷺ نے یہ کام کیا، اگر اس میں کوئی عار ہوتی تو آقا ﷺ کو کبھی اسکا حکم نہ دیا جاتا اس لئے اس کام کو عیب والے لوگ اپنے ایمان اور عقیدے کی اصلاح کریں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی منافقین نے اسے عار سمجھا اور نبی کریم ﷺ پر زبانیں چلائیں۔ سو اگر اس کام میں جڑے کسی بھائی کو ایسی کسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اس پر بھی شکر کرنا چاہیئے کہ سنت ادا ہوئی اور کسی احساسِ کمتری کا قطعاً شکار

نہ ہوں کہ یہ بہت اونچا کام ہے اس کی نسبت آقا مدنی ﷺ کی طرف ہے۔

تین دن پہلے میں نے اخبار میں ایک سروے پڑھا جو ایک سعودی نجی ٹی وی چینل نے کیا۔ اس چینل کی ٹیم نے سعودیہ کے بازاروں اور ہوٹلوں میں ۱۰ ہزار نوجوانوں سے چند سوالات کئے جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اور صحابہ کرام رضوان ا علیہم اجمعین سے تھا۔ افسوسناک رپورٹ اس سروے کی یہ تھی کہ ان میں سے صرف تیس فیصد نوجوان ایسے تھے جنہیں آقا مدنی ﷺ کے والد ماجد کا نام معلوم تھا۔ ۸۷ فیصد نوجوان یہ نہیں بتا سکے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا کیا نام تھا اور دادا کا نام دس ہزار میں سے صرف تین کو معلوم تھا۔ اسی طرح ان نوجوانوں سے یہ پوچھا گیا کہ تین صحابہ کرام کے نام بتا دیں تو ان میں سے صرف ۱۰ فیصد لوگ اس کا جواب دے پائے۔

استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ یہ ان عرب کا حال ہے جو اپنے آپ کو صحابۂ کرام کی اولادیں قرار دے کر عجم پر فضیلت کے مدعی ہیں۔ کتنی افسوسناک بات ہے کہ مولد النبی ﷺ کے مکینوں کی آپ کے بارے میں معلومات کا یہ حال ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے کہ ہمیں اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کی ذات اور تعلیمات کا خوب علم ہونا چاہیئے اسی طرح صحابہ کرام رضوان ا علیہم اجمعین کے بارے میں بھی کما حقہ معلومات ہونی چاہئیں کیونکہ قرآن کریم ہمارے ایمان کی درستگی اور دعویٰ ایمان کی قبولیت کا معیار یہ قرار دیتا ہے کہ ہمارا ایمان حضرات صحابہ کرام کے ایمان جیسا ہونا چاہیے ورنہ مقبول نہ ہوگا۔ جب ہمیں یہ علم ہی نہیں ہوگا کہ حضرات صحابہ کرام کون تھے ان کا ایمان کیسا تھا اور اعمال کیا تھے تو ہم خود کو ان کے نقش قدم پر کس طرح چلا سکیں گے؟ اور پھر کا تقاضہ بھی تو یہی ہے کہ ہم جن مقدس نفوس سے کے مدعی ہیں ان کے بارے میں اچھی طرح جانیں اور ان کی عادات، صفات خوب پڑھ پڑھ کر اپنے دل و دماغ پر نقش کریں۔ ہم کیسے محبّ ہیں جو اپنے محبوبوں کو جانتے تک نہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا با العلی العظیم۔

اس رپورٹ کی حقیقت نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ المیہ صرف ان کا نہیں ہم

بھی اگر اپنے ملک کے نوجوانوں سے یہی سوالات پوچھ لیں تو ممکن ہے نتائج اس سے مختلف نہ ہوں۔ ''القلم'' والوں نے اس دعوت کے احیاء کے لئے مستقل سلسلے سیرت النبی ﷺ اور سیرت صحابہ ؓ سے متعلق رکھے ہیں تاکہ قارئین اپنے حسین ماضی سے جڑے رہیں اور ان کے دل ان معطر تذکروں سے آباد رہیں۔ ہماری جماعت کی کا عنوان بھی یہی ہے کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو مدینہ سے جوڑ دیا جائے، مدینہ سے ہم تب جڑیں گے جب مدینہ والوں کو جانیں گے۔ اس لئے دعوت جہاد اور احیائے دین کی کرنے والے بھائیوں کو چاہیئے کہ لوگوں کو دعوت دیتے وقت حضرات صحابہ کرام ؓ کے واقعات خوب بیان کیا کریں۔ فضائل جہاد اور دیگر مستند کتب سے ان واقعات کو اچھی طرح یاد کریں اور اپنی دعوت کو ان سے مزین کریں تاکہ لوگوں کو علم ہو کہ ہم جس راستے کی طرف بلا رہے ہیں امت کے اعلیٰ اور ارفع لوگ اس راستے پر چلے اور انہوں نے اس دین کی خاطر کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ حضرات صحابہ کرام کا تذکرہ کرنے سے ا تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں، برکتیں نازل ہوتی ہیں، رحمتوں اور برکتوں کے نزول سے انشاء ا آپ کی دعوت میں قوت آئے گی اور تاثیر پیدا ہوگی۔

رمضان المبارک کی ساعات گزر رہی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہم کچھ تذکرہ اس بات کا کرلیں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام ؓ رمضان کس طرح گزارہ کرتے تھے۔ اس طرح انشاء ا ہمیں توفیق ملے گی کہ ہم بھی ان جیسا طرز عمل اپنانے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور ہمت کرکے رمضان کے بقیہ وقت کو مزید قیمتی بنائیں۔

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول ا ﷺ جب رمضان داخل ہوتا تو اپنی کمر کس لیتے اور بستر پر رات نہ گزارتے حتی کہ رمضان چلا جاتا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ رمضان آتا تو نبی کریم ﷺ کا رنگ مبارک تبدیل ہوجاتا اور آپ ﷺ نماز اور دعا کی کثرت فرماتے۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب رمضان آتا تو نبی کریم ﷺ تمام قیدیوں کو آزاد فرما دیتے اور ہر سائل کو عطا کرتے۔

استقبال رمضان

حضرت ابن عمرؓ رمضان المبارک کا ان الفاظ میں استقبال کیا کرتے تھے:

مرحباً بمطهرنا من الذنوب

(ہمیں گناہوں سے پاک کرنے والے مہینے کو خوش آمدید)

کثرت تلاوت قرآن

حضرت صحابہ کرامؓ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کی کثرت کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے تھے نماز میں بھی اور خارج نماز بھی۔

حضرت عثمانؓ رمضان میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم فرماتے اور یہ آپ کا دائمی معمول تھا۔

صائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے تمیم داریؓ اور ابی بن کعبؓ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو تراویح پڑھائیں۔ تو امام سو سے زائد آیتیں پڑھتے حتی کہ لوگوں کو عصا کا سہارا لیکر پڑتا قیام کی طوالت کی وجہ سے، اور ہم تراویح سے فجر کے قریب واپس لوٹتے۔

عبدالرحمٰن بن ہرمز فرماتے ہیں کہ رمضان میں قاری سورۃ بقرۃ آٹھ رکعتوں میں پڑھاتے، اگر کبھی سورۃ بقرۃ بارہ رکعتوں میں پڑھتے تو لوگ یہ سمجھتے کہ قاری نے کم قرأت کی۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رمضان کی راتوں میں اتنی تاخیر سے مسجد سے لوٹتے کہ خادم صبح ہوجانے کے خوف سے سحری کا کھانا جلد لگا دیتے۔

ابو رجا العطاروی ؒ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک سو تیس سال کی عمر میں رمضان میں ہر دس دن میں ایک قرآن پاک تراویح میں ختم کرتے۔

خلوت میں عبادت

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں ان کے غلام نافع ؒ فرماتے ہیں کہ آپ رمضان

میں لوگوں کے چلے جانے کے بعد پوری رات مسجد نبوی میں عبادت کیا کرتے اور صبح کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لاتے۔

مساکین پر خرچ

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ہمیشہ مساکین کے ساتھ افطار فرماتے۔ سحر کے وقت جب اپنے گھر میں کھانا کھا رہے ہوتے اور کوئی سائل آجاتا تو اپنا حصہ اسے دے دیتے اور خود بغیر کچھ کھائے روزہ رکھ لیتے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد کے زمانوں میں بھی اولیاء اور صلحاء کا طریق یہی رہا کہ رمضان المبارک میں عبادات میں خوب کرتے اور لوگوں سے کٹ کر رہتے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے رمضان میں نماز کے علاوہ ۶۰ قرآن پاک ختم کئے۔

امام زہری رحمہ اللہ رمضان میں درسِ حدیث وغیرہ چھوڑ دیا کرتے اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ رمضان میں دیگر نفل عبادات چھوڑ دیتے تلاوت قرآن کی کثرت کیا کرتے۔

☆☆☆

ا سے جنگ (1)

دو گناہ جوا تعالیٰ سے جنگ کے مترادف ہیں.....

(۱) سود.....(۲) ا تعالیٰ کے اولیاء کو ستانا پوری قوم

سود میں سرتاسر غرق ہے، ہر کام سود پر ہو رہا ہے

اور دوسری طرف ا تعالیٰ کے سچے اولیاء مجاہدین کو

مسلسل تنگ کیا جا رہا ہے

ایسے میں امن اور بہتر معیشت کا خواب پورا ہو سکتا ہے؟

کیا ا تعالیٰ سے جنگ اور پُرسکون زندگی دونوں

ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں؟

(شمارہ:170)

آج کل دنیا میں دو مسئلے ہیں جن پر ہر شخص پریشان ہے، انہی کے بارے میں تبصرے ہیں۔ ہر طرف انہی دو مسائل کا چرچہ ہے اور دانشوروں کی تمام تر دانش اور قلم کاروں کا سارا زور قلم انہی پر صرف ہو رہا ہے۔ اخبارات کے کالم انہی کے ذکر سے پر ہیں اور خبریں بھی زیادہ تر انہی سے متعلق ہیں۔

یہ دو مسئلے ہیں ''معیشت'' اور ''امن وامان''

معیشت ڈوب رہی ہے اور امن وامان عنقا ہو رہا ہے۔ بھوک اور خوف نے ہر کسی کو

موت سے پہلے ہی مار رکھا ہے، کوئی بھی آسودہ حال نہیں نہ ہی خوف سے آزاد۔ جہاں اللہ تعالیٰ سے علانیہ بلکہ فخریہ جنگ جاری ہو وہاں یہ سب تو یقینی ہوگا اور یہ جنگ بند کرنے پر کوئی تیار نہیں۔

ذرا سوچیئے! کسی معمولی سے حکمران سے کسی کی علانیہ جنگ ہو اور طاقت وقوت میں وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ہو تو کیا اسے امن، چین اور اچھی معیشت نصیب ہو سکتی ہے؟ کیا وہ تین وقت کا کھانا اطمینان سے کھا سکے گا؟ کیا وہ اپنی جان پر مامون ہو سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ بادشاہوں سے لڑنے والوں کا کھانا بند کر دیا جاتا ہے، وہ تنگی سے زندگی گزارتے ہیں، اپنے مال و دولت سے صحیح انتفاع نہیں کر سکتے اور ان کا خوف کبھی ختم نہیں ہوتا۔ تو پھر سوچیئے! کیا اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان طاقت کا اتنا بھی توازن ہے جتنا ایک عام شخص اور ایک حکمران کے درمیان ہوتا ہے؟ یہاں تو اتنا بھی توازن نہیں جتنا ایک انسان اور ایک حقیر مچھر کے درمیان ہوتا ہے۔ اور کسی ایک شخص یا ایک ملک تو کیا ساری دنیا کی طاقت، قوت، وسائل مل کر بھی ایک مچھر جتنی حیثیت حاصل نہیں کر سکتے۔ پھر بتایئے! ایسی جنگ میں امن کہاں اور اطمینان کہاں؟.....

دو گناہ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ علانیہ جنگ قرار دیا گیا ہے۔

ایک ''سود'' اور دوسرا ''اولیاء اللہ'' کو ستانا.....

جس معیشت کا تمام تر دارومدار سود کی لعنت پر ہو، لینا بھی سود پر اور دینا بھی سود پر۔ ایسی باغی معیشت کس طرح ترقی کر سکتی ہے اور کس طرح آسودگی کی ضامن بن سکتی ہے؟ سورۃ بقرۃ کی آیت ۲۷۹ میں واضح طور پر ارشاد فرما دیا گیا کہ اگر تم سود کا معاملہ ترک نہیں کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف واضح اعلان جنگ ہے۔ دنیا پریشان ہے کہ معیشت ڈوب رہی ہے یہ کوئی نہیں سوچتا کہ رب سے جنگ کرنے والوں کو تو ڈوبنا ہی ہوتا ہے، ہلاک ہونا ہی ہوتا ہے۔ دنیا پریشان ہے کہ مال کو بڑھانے کی جتنی تدبیریں کی جا رہی ہیں مال اس قدر تیزی سے کم ہو رہا ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ یہ اس احکم

الحاکمین کا فیصلہ ہے جس کا ہر فیصلہ اٹل ہے۔ یمحق اللّٰہ الربوا ۱ تعالیٰ سود کو مٹا دیں گے۔ سود کو مٹنا ہی پڑے گا کم ہونا ہی پڑے گا۔ معاشی بے نا کامی کا شکار ہیں۔ دنیا کو اس بھنور سے نکالنے کی ہر تدبیر بیکار اور رائیگاں جا رہی ہے۔ معیشت کو کنٹرول کرنے میں کامیابی نہیں مل رہی اس لیے کہ کامیابی سود کو چھوڑنے اور اس سے پرہیز کرنے میں رکھی گئی ہے۔ یہاں کامیابی پھر سود میں ہی ڈھونڈھی جا رہی ہے وہ کہاں ملے گی؟ یہاں مرض میں ہی علاج تلاش کیا جا رہا ہے تو اس سے صرف مرض بڑھے گا اور کچھ نہیں۔ ساری دنیا بھوک بھوک، قلت قلت، پریشانی پریشانی کا واویلا کر رہی ہے، ہر طرف بحران ہی بحران ہیں۔ مالیاتی ادارے تباہ ہو رہے ہیں۔ فیکٹریاں کم ہو رہی ہیں، کمپنیاں ختم ہو رہی ہیں، جبکہ جہاد بڑھ رہا ہے، دینی مدارس بڑھ رہے ہیں، مجاہدین اور طلبہ کی تعداد میں ہر طرف اضافہ ہی اضافہ ہے۔ حالانکہ ان سب کو مٹانے پر مال خوب خرچ ہو رہا ہے۔ زور خوب صرف ہو رہا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے ان سارے کاموں کے پیچھے ''صدقہ'' کی طاقت ہے جس کے بارے میں احکم الحاکمین کا فیصلہ ہے صدقہ کو بڑھایا جائے گا۔ اس میں برکت دی جائے گی۔ صدقہ دینے والے کا مال بھی بڑھتا ہے اور اس سے شروع ہونے والا کام بھی۔ جبکہ سود کے مال کے زور پر ان کاموں کو مٹانے کی ہر کوشش مٹتی جا رہی ہے نا کامی کا شکار ہے۔ سو یاد رکھیں! جہاں معیشت کا تمام تر انحصار سود پر ہوگا وہاں بھوک ہوگی، افلاس ہوگا، خودکشیاں ہوں گی، بے یقینی ہوگی، خسارہ ہوگا، تباہی و بربادی ہوگی۔ لاکھ بے بنا لیے جائیں، ہزار کمیشن قائم کر لیے جائیں سینکڑوں اقدامات کر لیے جائیں، بھیک کے کشکول لے کر دنیا بھر کے چکر لگا لیے جائیں، تجزیوں، تبصروں کے دفاتر بھر لیے جائیں۔ حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ جنگ جاری رہے گی تو اطمینان کی روٹی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ ہماری زمینیں دنیا میں سب سے زیادہ گندم اگاتی رہیں اور ہمارے ملک میں گندم اور آٹے کا بحران رہے؟ اس کا سبب اس جنگ کے کوئی نہیں۔ اس جنگ کو روکنا ہوگا پھر ہی اچھی معیشت نصیب ہو سکے گی ورنہ یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

اور جس ملک کی حکومتوں کا تمام تر مطمحِ نظر ا کے اولیاء کو ستانا ہو، ان کے خلاف کارروائیاں کرنا ہو، غیروں کے اشارے پر یہ سب کر کے اسے صبح شام اپنا کام قرار دینا ہو، اپنی ضرورت گردانا ہو اور اپنا فرض منصبی سمجھنا ہو اس ملک کو امن نصیب نہیں ہوسکتا۔

مجاہدین ا کے سب سے بڑے ولی ہیں کیونکہ وہ موت سے سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ قرآن نے موت کی تمنا اور شوق کو ولایت کی نشانی کے طور پر ذکر کیا ہے۔ طلبہ ا کے ولی ہیں جو ا کے دین کا علم حاصل کرنے اور اس کے فروغ کا جذبہ لے کر گھر بار، ماں باپ چھوڑ کر مسافرت کی زندگی اختیار کرتے ہیں اور اپنا وقت ا کے راستے میں گزارتے ہیں۔ علماء ا کے ولی ہیں جو دین کے فروغ کی میں مصروف رہتے ہیں۔ تزکیہ نفس کی کرنے والے ا کے والی ہیں جو غیر ا کو دلوں سے نکالنے کی کرتے ہیں۔ ان سب کو جب ستایا جائے، ان کے خلاف کارروائیاں کی جائیں، ان پر ناروا پابندیاں عائد کی جائیں، انہیں ڈرایا دھمکایا جائے تو ا تعالیٰ سے جنگ ہوتی ہے۔ مظلوم بے گناہ مسلمان جنہیں دین کی نسبت سے ستایا جائے، عورتوں بچوں پر بم برسائے جائیں، ان کی معاشی ناکہ بندیاں کی جائیں، انہیں گھروں سے بے گھر کیا جائے تو ا تعالیٰ سے جنگ ہوتی ہے۔

من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب

جو میرے اولیاء سے دشمنی رکھے گا انہیں ستائے گا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

کا نقارہ بجتا ہے۔ پھر بھی اس عمل پر اصرار ہو، مداومت ہو اور اس کے حق میں دلیلیں گھڑی جائیں تو جنگ شدت پکڑ لیتی ہے۔ ایسے میں امن کا کیا سوال اور خوف سے نجات کا کیا راستہ؟ ایسا ممکن نہیں کہ ا سے لڑنے والوں اور اس پر خاموش رہنے والوں کو امن مل جائے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ا کے اولیاء کو ستایا جائے اور باقی لوگ اطمینان پالیں۔ ایسا غیر ممکن ہے کہ ضعیفوں، کمزوروں کی زندگی داؤ پر لگی رہے اور باقی لوگ مامون ہو جائیں، یہ مشکل ہے کہ ا کے ولی بموں کی زد میں رہیں۔ ان کے گھروں میں بے رحم کالے بوٹوں کی

دھمک سے گونجتے رہیں، انہیں خوفزدہ کرنے کی کوششیں جاری رہیں اور ملک سے خوف کا راج ختم ہوجائے۔

اگر امن چاہیئے، اگر رزق میں فراخی چاہیئے، اگر سکون درکار ہے تو جنگ روکنا پڑے گی۔ ہمارے حکمران امریکہ سے نہیں لڑتے کہ ان کے خیال میں اس جنگ کے نتائج کا تحمل ان میں نہیں۔ ہمارے دانشور جہاد نہیں کرنے دیتے کہ ان کے کمان میں ہم اسے برداشت کرنے کے قابل نہیں۔ ہم ہندوستان کے آگے جھلکتے جارہے ہیں کہ ہم جنگ کا خطرہ مول لینے کے اہل نہیں تو ذرا سوچیئے! کیا ہم اللہ تعالیٰ سے لڑنے اور لڑتے رہنے کے متحمل ہیں؟ کیا ہم اس جنگ کے نتائج جھیلنے کے اہل ہیں؟ کیا ہم اس جنگ کے چلتے ہوئے امن پاسکتے ہیں؟

اگر ہم امریکہ سے لڑ لیتے اور اس پر کمر باندھ لیتے تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے مستحق بن جاتے اور رزق کے دروازے ہم پر کھل جاتے، ہم وہ آسودگی دیکھتے جو ان جہاد سے روکنے والے دانش خوروں نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی ہم وہاں کم ہمت نکلے اور جہاں ہمیں بالکل سہم جانا چاہیئے تھا، دب جانا چاہیئے تھا اور پناہ مانگ لینی چاہیئے تھی وہاں ہم دیدہ دلیری کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی توبہ کی توفیق عطاء فرمائیں اور سب مسلمان اس جنگ سے باز آجائیں تاکہ اچھی معیشت اور امن نصیب ہوسکے۔ انشاءاللہ آئندہ اس موضوع پر کچھ احادیث پیش کریں گے جن سے اندازہ ہوسکے کہ یہ دونوں گناہ کتنے بڑے ہیں اور ان کی وجہ سے کیسے کیسے وبال آتے ہیں۔

☆☆☆

ا سے جنگ (۲)

سود کتنا بڑا گناہ اور ا تعالیٰ کی کتنی بڑی نافرمانی ہے

پڑھتے ہیں چند تفسیری اقوال اور آقا مدنی ﷺ

کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں

(شمارہ:171)

سود کے بارے میں قرآن کریم کی سورۃ بقرۃ میں آیت (۲۷۹) کے اندر واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اگر ا کا حکم مان کر اسے ترک نہ کیا جائے گا تو یہ عمل ا تعالیٰ سے اعلان جنگ کے مترادف ہوگا۔ دیکھئے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کیا فرماتے ہیں:

مسلمانو! ا تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو تو جس قدر سود رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اور اگر ایسا نہ کرو تو ا تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ.....

یقیناً تمام انسانی گناہوں میں صرف یہی معیت حرب من اللہ و رسولہ ہے کیونکہ اور کسی معصیت میں انسان، خدا کے بندوں کیلئے اس درجہ بے رحم اور خونخوار نہیں ہو جاتا، جس درجہ سود کو اپنا وسیلہ معاش بنا لینے کے بعد از سر تا پا مجسمہ شقاوت وقساوت اور غلظت وصلابت بن جاتا ہے اور خدا کے بندوں کے آگے بے رحمی سے مغرور ہونا فی الحقیقت خدا کے آگے مغرور ہو کر آمادہ جنگ و پیکار ہونا ہے۔

اگر ایک شخص چور ہے، ڈاکو ہے، قاتل ہے تو قانون اس کو سزا دیگا اور انسانی آبادی اس سے پناہ مانگے گی ایک سود خور کہتا ہے کہ انما البیع مثل الربوا، اس نے تجارت

کی ایک دوکان کھول دی ہے اور ضرورت واحتیاج انسان کے ہوش وحواس معطل کر دیتی ہے ،ڈاکو سے انسان بھاگتا ہے مگر مظلوم قرضدار خود دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہے پس فی الحقیقت قتل وغارت کسی قانون اور مذہب کیلئے اس درجہ 6 کی مستحق نہیں جس قدر سود اور سود خوری کی مہیب زندگی پھر کیا حرب من اللہ و رسولہ سے اس کی تعبیر صحیح نہیں ہے۔

دنیا میں خود غرضی کے جس قدر اعمال کئے جاتے ہیں ان میں سے کسی میں بھی اس درجہ ا ; ار اور مداومت نہیں جیسی کاروباری بے رحمی۔ سود خوار کا عمل ظلم دائمی اور انسانی عمروں خاندانوں اور نسلوں تک جاری رہتا ہے اور وہ جس شکار کو پکڑتا ہے اس کی بیکسی اور مظلومی کا نظارہ برسوں تک دیکھتا رہتا ہے اور جب تک ہمیشہ کیلئے اس کے تڑپنے لوٹنے اور کراہنے کا تحمل اپنے اندر پیدا نہ کرے وہ سود خوار نہیں بن سکتا۔ اس لئے صرف اسی معصیت کو حرب من ا ورسولہ سے تعبیر کیا گیا (تفسیر الفرقان فی معارف القرآن)

یعنی تم پر باغیوں اور مرتدوں کی طرح جہاد کیا جائے گا.....اتنی شدید تہدید قرآن مجید میں کسی دوسری معصیت کیلئے نہیں آئی۔

العظمۃ ا !حرمت سود کا کس قدر درجہ ا م ہے اور اس باب میں کس درجہ شدید احکام ہیں۔ اس کے بعد کچھ حد ہے اس ڈھٹائی اور جسارت کی کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر رسالے ''جواز سود'' پر شائع کئے جائیں۔ اور اپنی تحریر وتقریر سے لوگوں کو سودی کاروبار کی ترغیب دلائی جائے حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسول سے یہ منقول ہے کہ سود کو بھی چھوڑو اور اس کے مشابہ چیزوں کو بھی، وہ اسی قرآنی تہدید کا قدرتی نتیجہ ہے۔ جب جسمانی بیماریوں کا یہ حال ہے کہ کسی مریض کو طبیب اگر سخت مرض کے مشابہ ہوتا ہے کہ احتیاط علاج اس سخت تر مرض کا شروع کر دیتا ہے۔ تو جو مسلمان تقویٰ کا ادنی درجہ بھی رکھتے ہیں ان پر بھی یہی لازم ہے کہ نہ صرف 0 ہوئے سود سے بچیں بلکہ ایسی مالی اور کاروباری صورتوں سے بھی احتیاطاً بچتے رہیں جن کا سودی ہونا قطعی نہیں صرف اغلب ہے۔ (تفسیر ماجدی)

نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ میں بھی اس بارے میں سخت وعید اور تہدید واضح

الفاظ میں موجود ہے۔ چند احادیث ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں جن سے کچھ اندازہ ہوگا کہ سودا کے حبیب ﷺ کی نظر میں کتنا بڑا جرم ہے اور اس پر ا رب العزت نے کیسے سخت عذاب تیار فرمائے ہیں:

(۱)۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات مہلک چیزوں سے بچو صحابہ کرام ؓ نے دریافت کیا یا رسول ا ﷺ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک ا تعالیٰ کے ساتھ (عبادت میں یا اس کی مخصوص صفات میں) کسی غیر ا کو شریک کرنا، دوسرے جادو کرنا، تیسرے کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، چوتھے سود کھانا، پانچویں یتیم کا مال کھانا، چھٹے جہاد کے وقت میدان سے بھاگنا، ساتویں کسی پاک دامن عورت پر تہمت باندھنا۔ (بخاری شریف)

(۲)۔رسول ا ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس تک لے گئے، پھر ہم آگے چلے تو ایک خون کی نہر دیکھی جس کے اند رایک آدمی کھڑا ہوا ہے، اور دوسرا آدمی اس کے کنارہ پر کھڑا ہے جب یہ نہر والا آدمی اس سے باہر آنا چاہتا ہے تو کنارہ والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے جس کی چوٹ سے بھاگ کر پھر وہ وہیں چلا جاتا ہے جہاں کھڑا ہوا تھا، پھر وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر یہ کنارہ کا آدمی یہی معاملہ کرتا ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ان دو ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے بتلایا کہ خون کی نہر میں قید کیا ہوا آدمی سود کھانے والا ہے (اپنے عمل کی سزا پا رہا ہے) (بخاری)

(۳)۔رسول کریم ﷺ نے سود لینے والے پر بھی لعنت فرمائی، اور سود دینے والے پر بھی، اور بعض روایات میں سودی معاملہ پر گواہی دینے والے اور کاوثیقہ لکھنے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں اور بعض روایات میں شاہد وکاتب پر لعنت اس صورت میں ہے جبکہ ان کو اس کا علم ہو کہ یہ سود کا معاملہ ہے۔

(۴)۔رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ چار آدمی ایسے ہیں کہ ان کے بارہ میں ا تعالیٰ نے

اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور جنت کی نعمت نہ دیکھنے دے، وہ چار یہ ہیں: شراب پینے کا عادی اور سود کھانے والا اور یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا (مستدرک حاکم)

(۵)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی سود کا ایک درہم کھاتا ہے وہ چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جو گوشت مال حرام سے بنا ہو اس کے لئے آگ ہی زیادہ مستحق ہے اسی کے ساتھ بعض روایات میں ہے کہ کسی مسلمان کی آبروریزی سود سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ (مستدرک الحاکم)

(۶)۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ پھل کو قابل استعمال ہونے سے پہلے فروخت کیا جائے، اور فرمایا کہ جب کسی بستی میں بدکاری اور سود کا کاروبار پھیل جائے تو اس نے ا تعالیٰ کے عذاب کو اپنے اوپر دعوت دیدی۔ (مسند احمد، طبرانی)

(۷)۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی قوم میں سود کے لین دین کا رواج ہوجائے تو ا تعالیٰ ان پر ضروریات کی گرانی مسلط کر دیتا ہے اور جب کسی قوم میں رشوت عام ہوجائے تو دشمنوں کا رعب غلبہ ان پر ہوجاتا ہے۔ (مسند احمد)

(۸)۔ رسول ا ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اپنے اوپر رعد و برق کو دیکھا، اس کے بعد ہم ایک ایسی قوم پر گزرے جن کے پیٹ رہائشی مکانات کی طرح پھولے اور پھیلے ہوئے ہیں جن میں سانپ بھرے ہیں جو باہر سے نظر آرہے ہیں، میں نے جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ سود خور ہیں۔ (مسند احمد)

(۹)۔ رسول اکرم ﷺ نے عوف بن مالک ؓ سے فرمایا کہ ان گناہوں سے بچو جو معاف نہیں کئے جاتے، ان میں سے ایک مال غنیمت کی چوری ہے اور دوسرے سود کھانا۔ (طبرانی)

(۱۰)۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا

زمانہ آئیگا جس میں سوائے سود خود کے اور کوئی نہیں ہوگا اگر کھلا ہوا سود نہ بھی کھایا تو اس کا دھواں بہر حال اس تک پہنچے گا۔ (صحیح مسلم)

(۱۱)۔حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کے ستر گناہ ہیں کم از کم گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ)

(۱۲)۔حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص سودی مال کو کتنا ہی بڑھالے انجام کار خسارہ اور نقصان ہی ہوگا۔ (ابن ماجہ)

(۱۳)۔ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرب قیامت میں سود، زنا اور شراب نوشی عام ہو جائے گی (المعجم الاوسط)

(۱۴)۔عبدا ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی نبی کی قوم ہلاک نہیں ہوئی جب تک ان میں زنا اور سود عام نہیں ہوا۔ (المعجم الکبیر)

(۱۵)۔حضرت سعید بن جبیر ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آیت **الذین یاکلون الربا الخ** کی تفسیر میں فرمایا: جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن پاگلوں کی طرح گلے میں رسی ڈالے ہوئے پیش کئے جائیں گے۔

مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ کیا اتنے بڑے گناہ میں علانیہ اور بکثرت ملوث ہو کر سکون، اطمینان، معاشی آسودگی اور امن حاصل کیا جا سکتا ہے؟

یقیناً جواب نہیں میں ہوگا۔

تو پھر کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ اس گھناؤنے جرم اور گندے گناہ سے توبہ کی جائے؟

کیا اس سے بھی بدترین حالات کا انتظار کیا جائے گا؟

کیا اس عذاب کو جھیلتے رہنے کی طاقت ابھی قوم میں باقی ہے؟

معاشی بحران کے ایک جھٹکے نے ہی سب کے کس بل نکال دیئے ہیں۔ روزانہ درجنوں خودکشیاں ہو رہی ہیں۔ سرمایہ دار اسٹاک ایکسچینج کی چھتوں سے کود کر خودکشیاں کر رہے ہیں۔ اعلیٰ معیار اور آسودگی کی زندگی حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا جانے والا راستہ گھیر کر حرام

موت کے دہانے پر لے آیا ہے۔ ایسے میں قرآن کریم کے یہ واضح فرامین اور نبی اکرم رحمت للعالمین ﷺ کے روشن ارشادات ہمیں نجات کا راستہ دکھا رہے ہیں۔ عقلمند وہی ہے جو اس عذاب کے اصل سبب کو سمجھ لے، ماہرین معاشیات کی حکمی چپڑی باتوں اور نت نئے بوں پر غور کرنے کی بجائے قرآن وحدیث میں غور کرکے اور اس جنگ سے باز آ جائے۔ ورنہ عذاب ہی عذاب رہے گا۔ پریشانی ہی پریشانی رہے گی.....

☆☆☆

رمضان مبارک

برکتوں والا، رحمتوں والا، مغفرتوں والا رمضان المبارک آ گیا.....

مبارک ہو.....

رمضان المبارک کے فضائل اور پہلے عشرے یعنی ''عشرۂ رحمت'' کے حوالے سے چند گذارشات.....اور رحمت پانے کے چند نسخے.....

(شمارہ 213)

رمضان شریف کی آمد مبارک ہو!

امی عائشہ ؓ فرماتی ہیں

''جب رمضان کا مہینہ شروع ہوجاتا نبی کریم ﷺ کا رنگ مبارک بدل جاتا، آپ کی نمازوں میں زیادتی ہوجاتی تھی اور دعاء میں تضرع وزاری بڑھ جاتی تھی اور آپ ﷺ کا رنگ سرخ ہوجاتا تھا''۔

انہی سے ہی ایک اور روایت ہے:

''جب رمضان کا مہینہ داخل ہوجاتا تو رسول ا ﷺ اپنا ازار کس لیتے، پھر اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا''۔

رمضان المبارک میں دن کی عبادت روزہ ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں ا تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے رکھے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

اور جس نے اس میں کوتاہی کی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص قصداً بلا کسی عذر کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو پھر رمضان کے علاوہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا''۔

رمضان میں رات کی عبادت قیام ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان کی حالت میں ا تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے قیام کیا اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے''۔

اور قرآن پاک کے ساتھ تو اس ماہِ مبارک کا بہت گہرا اور خاص تعلق ہے۔

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا''۔(القرآن)

''ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا''۔(القرآن)

اور ''لیلۃ القدر'' کا زیادہ احتمال رمضان المبارک میں ہی ہے۔

رمضان المبارک قرآن کا مہینہ ہے اس لئے اس میں دن رات قرآن پاک کی کثرت کی جائے، یہ قرآن اس مبارک مہینے کی مقدس ساعات میں زمین پر اترا، ہم ان ساعات میں اس کا خوب ورد کریں اس دعاء کے ساتھ کہ یہ ہمارے دل میں اتر جائے، ہم صبح شام قرآن مجید کی خوب تلاوت کریں اور نبی کریم ﷺ کی اس مسنون دعاء کا بھی معمول بنائیں اور پورے کیف وسرور کے ساتھ یہ دعاء کیا کریں۔

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ اِبْنُ عَبْدِکَ اِبْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِی بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُ کَ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ إسْمٍ ھُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ أَوْعَلَّمْتَہٗ اَحَدًامِنْ خَلْقِکَ أَوْاَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِی وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّی''۔

ہم سب پریشان ہیں، غموں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں، آقا مدنی ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میرا جو امتی غم اور پریشانی کے عالم میں یہ دعاء کرے گا ا تعالیٰ اس کا غم دور فرما کر اس

کے بدلے خوشی اور راحت نصیب فرمادیں گے۔آج ہر طرف پریشانیوں کا رونا ہے، ہر دل ودماغ پر غموں کا ہجوم ہے، ایسے میں یہ دعاء ہم سب کیلئے خوشی کا ایک پیغام ہے۔مختصر سی ہے اگر ہم تھوڑی سی ہمت کر کے انہی مسنون الفاظ میں حفظ کرلیں اور معمول بنالیں اور رمضان المبارک کے قبولیت والے دنوں اور اجابت والی راتوں میں یہ دعاء خوب پڑھیں، خوب مانگیں تو یقیناً تمام غموں سے اور پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔قرآن کریم جس دل کی بہار، جس سینے کا نور بن جائے غم اس دل میں رہ بھی کیسے سکتے ہیں۔قرآن کریم تو ہر غم کا علاج ہے، ہر درد کی دوا ہے۔

رمضان المبارک رحمت، مغفرت اور بخشش والا مہینہ ہے۔اس کا پہلا عشرہ رحمت ہے، ا رب العزت کی رحمت اس عشرے کے دوران خوب جوش میں ہوتی ہے اس لئے خوب رحمت مانگی جائے۔ہم اس وقت فتنوں کا شکار ہیں ہر طرف سے آفات کی زد میں ہیں۔ بلائیں اور فتنے بارش کی طرح ہم پر برس رہے ہیں۔ا تعالیٰ کی نظرِ رحمت ہی ہمیں ان آفات وبلیات سے نکال سکتی ہے اور ہماری شقاوتوں کو سعادتوں سے بدل سکتی ہے اس لئے ہم خوب رو رو کر اس رحمت والے عشرے میں وہ رحمت کی نظر مانگ لیں۔ایسا نہ ہو کہ یہ قیمتی وقت گزر جائے اور ہماری حالت جوں کی توں رہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم خود کو ایسا بنائیں کہ رحمت ہماری طرف متوجہ ہو۔ایسے اعمال، ایسے اسباب، ایسا لباس، ایسی ہیبت ترک کردیں جس کی وجہ سے ہم رحمت سے محروم ہوسکتے ہیں۔ہم اگر علانیہ بغاوتیں جاری رکھیں گے، نبی کریم ﷺ کی سنتیں سرعام ذبح کرتے رہیں گے، شعائر اسلام کی توہین کا حسب سابق ارتکاب کرتے رہیں گے، ٹی وی جیسی لعنت سے اپنا تعلق جوڑے رکھیں گے، بے پردہ عورتوں کی تصویروں سے سارے ماحول کو آلودہ کئے رہیں گے تو رحمت کہاں سے نصیب ہوگی؟ ساری دنیا کے مسلم وغیر مسلم ممالک حتیٰ کہ بنگلہ دیش جیسے غریب ملک کے تاجروں نے بھی رمضان المبارک کے احترام میں اپنے صارفین کیلئے اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں رضا کارانہ کمی کردی، کئی ملکوں کی حکومتیں باقاعدہ قانون سازی کر کے عوام کو

ریلیف مہیا کررہی ہیں جبکہ ہماری حکومت اور تاجر برادری نے حد درجہ بے رحمی کا ثبوت دیتے ہوئے تمام اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافہ کردیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''رحم کرنے والوں پر ارب العزت رحم فرماتے ہیں، زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا''۔

چند روپے کا منافع کمانے کیلئے پوری قوم پر بے رحمی سے چھری چلانے والے سوچ لیں کہ اس طرح وہ خود رب کی رحمت سے محروم ہورہے ہیں۔ عوام بیچارے تو جیسے تیسے گزارہ کرلیں گے یہ محروم لوگ جنہوں نے مال کی خاطر رب کی رحمت سے محرومی خریدی کہاں جائیں گے؟ یہ مال دنیا میں بھی انہیں نصیب نہ ہوگا، ڈاکٹروں کی خوراک بنے گا اور آخرت میں بھی وبال کا ذریعہ بنے گا۔ خیر ان لوگوں کا ذکر چھوڑیں ہم سب اس عشرے میں رحمت حاصل کرنے کی بھرپور جدوجہد کریں۔ خود کو ایسا بنائیں کہ رب کی رحمت متوجہ ہو، ایسے اعمال کریں جن پر رب کی رحمت برسے، دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جو ہم پر رحمت کے نزول کا باعث بنے۔

رمضان جہاد کا مہینہ ہے۔ اس بدر کا مہینہ ہے جو قیامت تک کیلئے اہل ایمان اور کفار کیلئے حجت ہے۔ جہاد کیسے ہوگا، اس کا نتیجہ کیا نکلے گا، کون سرفراز اور کون رسوا ہوگا، کسے جنت ملے گی اور کون جہنم کا ایندھن بنے گا، کون اونچے مراتب پائے گا اور کون کتوں کی طرح گھسیٹ کر بدر کے گندے کنویں میں ڈالا جائے گا، طاقت، کثرت، مادیت اور اسباب کے بل بوتے پر میدان میں آنے والوں کا کیا انجام ہوگا اور قلت، بے سروسامانی اور کمزوری کے عالم میں رب کو پکارنے والوں کو کیا ملے گا، یہ سب ہم اس ''یوم الفرقان'' سے سیکھتے ہیں جسے بدر کا کہا جاتا ہے۔ یہ عظیم معرکہ بھی اسی مقدس مہینے میں پیش آیا، اب جب بھی یہ مہینہ آتا ہے بدر والوں کے وارث اہل ایمان، اہلِ جہاد زمانے کے ابوجہلوں پر جھپٹتے ہیں اور انہیں نشانِ عبرت بناتے ہیں۔ رمضان اور جہاد کا گہرا تعلق ہے جسے مٹایا نہیں جاسکتا نہ بھلایا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہم رمضان میں جہاد کے عمل میں ضرور حصہ لیں تاکہ ہماری نسبت بھی اہل بدر

کے ساتھ ہو جائے اور ہم اس لشکر کا حصہ بن جائیں جو بدر سے چلا تھا اور دجال کے قتل تک اس کا سفر جاری رہے گا۔ اس لشکر کے جو سپاہی محاذوں پر ہیں وہ دشمنوں پر وار کر کے اس سبق کو زندہ کریں گے۔ جو پیچھے ہیں وہ مجاہدین کی خدمت کیلئے اور ان کی پشت مضبوط کرنے کیلئے گلی گلی دعوتِ جہاد دیں گے اور اپنے ان بھائیوں کیلئے اموال و اسباب اکٹھے کریں گے اور عام اہل ایمان اپنا مال خرچ کر کے بدر کی نسبت میں شریک ہو جائیں۔ ا نے جن کو زیادہ زیادہ دیا ہے وہ بہت سا مال دیں گے جن کے پاس کم ہے وہ اسی نسبت سے دیں گے، ا تعالیٰ کے ہاں مال کو اس کی تعداد سے نہیں تولا جاتا نہ ہی مقدار دیکھی جاتی ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ دینے والے نے کس حالت اور کیفیت میں دیا ہے، اسی کے موافق اسے اجر سے نوازا جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل کو اختیار کر کے انشاءا ہم سب جہاد میں شریک ہو جائیں گے، اس طرح ہمیں رمضان المبارک میں بدر ''یوم الفرقان'' کی نسبت بھی حاصل ہو جائے گی اور ہمارا رمضان خوب قیمتی ہو جائے گا۔ انشاءا

جہاد میں حصہ لینے والوں کیلئے ا رب العزت کی طرف رحمت، مغفرت اور بخشش کا وعدہ ہے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ پر یہ مضمون آیا ہے۔ ہم رمضان المبارک کی ان ساعات میں جہاد کی میں بھی شریک ہو جائیں تو انشاءا ہمارے لئے رحمتوں اور مغفرتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ رمضان المبارک شروع ہو چکا ہے دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں سے کون ا تعالیٰ کی توفیق سے اس میدان میں کتنی سبقت کرتا ہے۔

☆☆☆

رحمت، مغفرت، بخشش

رحمت، مغفرت، بخشش

رمضان المبارک کی تین سوغاتیں اوران کا آپس میں تلازم

ایک ایسا عمل جوان تینوں کے حصول کا ضامن

اوروہ کوئی مشکل عمل بھی نہیں انتہائی آسان ہے

پڑھ کرتو دیکھئے!

(شمارہ216)

ا تعالیٰ نے فضل وکرم فرمایا ہمیں رمضان المبارک نصیب ہوا، ا کرے ہمیں اس میں خوب اعمال کرنے اوررب کوراضی کرنے کی توفیق نصیب ہوئی ہو، ہم سب رمضان کے مرحومین میں سے ہوں محرومین میں سے نہ ہوں اس لئے کہ رمضان کے محروم کا معاملہ بہت سخت ہے۔اس کے لئے بددعاء فرشتوں کے سردار جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمائی اوراس پرآمین دوعالم کے سردار حضرت محمد ﷺ نے فرمائی، اب اس بددعاء کی قبولیت میں کیا شک و شبہ باقی ہوسکتا ہے؟ ا تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں اورفکر نصیب فرمادیں، رمضان المبارک جانے والا ہے تھوڑے سے دن اوررا تیں باقی رہ گئے ہیں ہم ان کی قدر کرلیں۔

رمضان المبارک کا اول عشرہ رحمت، وسطی عشرہ مغفرت یعنی گناہوں کی معافی اورآخری عشرہ بخشش یعنی جہنم سے آزادی کے پروانے تقسیم ہونے کا ہے۔یہ تینوں چیزیں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔رحمت کی نظر ہو جائے گی تو سچی توبہ کرنے اور گناہوں سے ندامت کے

ساتھ معافی مانگنے کی توفیق مل جائے گی اور جب سچی توبہ ہوگئی تو جہنم سے نجات، عذاب سے چھٹکارہ اور جنت کا حصول یقینی ہو جائے گا۔ پہلے عشرے میں سال بھر کی غفلت کا مارا انسان اپنے رب کی طرف لوٹ آتا ہے، عبادت سے لو لگا ## ہے دن کے روزے رکھتا ہے، راتوں کو قیام کرتا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، خوب لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے، ا تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرتا ہے تو رحمت کا مستحق بن جاتا ہے، ا تعالیٰ کی نظرِ رحمت جو ہر چیز سے وسیع ہے اس کے دل پر پڑ جاتی ہے، تب گناہوں میں گھرے، نافرمانیوں میں پھنسے اس انسان کو اور رحمت کی یہ نظر اپنی جانب کھینچ لیتی ہے، وہ ان ساری جھوٹی لذتوں سے منہ موڑ ## ہے، ابتک جو وقت ان کے حصول میں گزارا اس پر نادم ہو کر آنسو بہاتا ہے، اپنے محبوب رب کی ناراضی کا خیال کر کے تڑپ جاتا ہے، عذاب کا تصور اس کے دل اور جوارح پر کپکپی طاری کر دیتا ہے، وہ یہ جان ## ہے کہ اس نے اپنے مالک کی نافرمانی کر کے بہت غلط کیا، اب صرف یہ راستہ ہے کہ اسی رب کی طرف لوٹ آیا جائے، وہ دیوانہ وار دوڑتا ہے اور سجدے میں گر کر ایک ایک گناہ یاد کر کے اس کی معافی مانگ ## ہے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کر ## ہے، اس کے آنسو سجدہ گاہ کو گیلا کر دیتے ہیں تب وہ سجدے سے بعد میں اٹھتا ہے بخشش کا پروانہ پہلے حاصل کر ## ہے۔ ا رب العزت کی رحمت پورا رمضان جوش میں رہتی ہے کوئی خود کو اس کا مستحق تو بنا لے، توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے کوئی اس کی طرف قدم تو بڑھائے، جہنم سے آزادی کے پروانے تقسیم ہوتے رہتے ہیں کوئی سچی توبہ کر کے تو آئے۔

رمضان گزرتے ہی عید کا دن آتا ہے کس کی عید؟ بازاروں میں رمضان المبارک کی قیمتی ترین آخری راتیں بازاروں میں ضائع کرنے والوں کی؟ مارکیٹوں میں رمضان کو پامال کرتی بے پردہ لڑکیوں کی؟ بدنظری کی خارش مٹانے کے لئے چوراہوں پر ڈیرے ڈالے نوجوانوں کی؟ عید کے نئے لباس، جدید جوتے، مہنگے تحائف اور پارٹیوں کی خاطر رمضان المبارک میں رشوتیں لینے اور حرام کمانے والوں کی؟ نہیں۔ بلکہ ان کی جنہوں نے خود کو ایسا بنا لیا کہ آج جب وہ نماز ادا کر کے گھروں کو لوٹ رہے ہوں گے تو ملأ اعلیٰ میں سجی

ایک مجلس میں ان کے رب کریم نے اپنے فرشتوں کو گواہ بنا کر ان کی مغفرت کا اعلان فرما دیا ہوگا۔ عید کے دن تو رحمت اور مغفرت بہت جوش میں ہوتی ہے۔ پورے رمضان میں جتنے لوگوں کی بخشش ہوئی صرف آج کے دن ان سب سے زیادہ لوگ بخشے جائیں گے۔ جی ہاں! عید تو اس کی ہے جسے اس بحر بے کنار کی شناوری نصیب ہوگئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا امیر المؤمنین! مومن کی عید کونسا دن ہے؟ فرمایا جس دن اسے سچی توبہ کی توفیق مل جائے۔ جس نے رمضان کو بھی گناہوں میں گزار دیا، سچی توبہ نہ کی، عید کے دن بھی سچی توبہ سے محروم رہا وہ آج اچھے کپڑے پہننے کی بجائے اپنے کپڑے پھاڑے، اسے چاہئے کہ قہقہے نہ لگائے، اچھل کود نہ کرے، بلکہ ماتم کرے اور چیخے چلائے۔ وہ آج زیب و زینت کر کے لوگوں سے نہ ملتا پھرے بلکہ سر میں خاک ڈال کر ویرانوں میں نکل جائے۔ اس نے تو کوئی خوشی نہیں کمائی بلکہ اپنی ہلاکت کا سامان کر لیا وہ جبرئیل امین علیہ السلام اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی بددعاء کا مستحق ہوگیا (نعوذ باللہ من ذلک) آئیں پھر فکر کریں کہ رحمت، مغفرت اور بخشش ہمیں کیسے ملے؟

جہاد (اللہ کے دشمنوں سے لڑنا) ایسا عمل ہے جو رب کی رحمت کو لازمی متوجہ کرتا ہے اور مومن کو اس کا مستحق بناتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں لڑے وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں''۔ (ال عمران ۲۱۸)

یہ عمل گناہوں کی بھی یقینی معافی دلاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو مٹا دینے کا پختہ وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جان سے لڑو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔ وہ تمہارے سب گناہ معاف کر دے گا۔ آیہ (الصّف، ۱۱)

جہاد سے مغفرت بھی یقینی ہے، قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔'' (سورۃ انفال آیت ۷۴)

جہاد تو بہت مشکل عمل ہے ہم سب اس میں جا کر کس طرح شرکت کریں اور رحمت، گناہوں کی معافی، بخشش پائیں؟

جناب مشکل نہیں بہت آسان ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس نے کسی مجاہد کو سامان فراہم کیا اس نے بھی جہاد کیا۔''

کشمیر کے، افغانستان کے کسی مجاہد کو گھر ! سامان فراہم کر دیجئے اور جہاد میں شرکت کے مزے لیجئے۔

''جس نے کسی مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔''

شہداء، اسیران، غازیان کے گھروں کی کفالت کرنے والوں کو اکرام کے ساتھ اپنا مال دے دیجئے اور بغیر کوئی تکلیف اٹھائے مجاہد بن جایئے!

''اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے میں تین لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے، (۱) تیر دشمن کی طرف پھینکنے والے مجاہد کو (۲) جہاد اور ثواب کی نیت سے یہ تیر بنانے والے کو (۳) اسے تیر پکڑانے والے کو۔

اکبر! اتنی آسانی، ایک گولی میدان جنگ کے مجاہد کو پہنچا دیجئے اور مزے کیجئے۔

مجاہد کو یہ تیر اور گولی پکڑانے والا جنت میں داخل ہوگا تو خرید کر دینے والا بطریق اولیٰ اس کا مستحق بنے گا۔

اب بتایئے! جہاد میں شرکت آسان ہوئی یا مشکل؟

یقیناً بہت آسان۔ تو پھر عید سے پہلے پہلے اور عید کے دن یہ آسان مگر بہت اونچا کام کر کے رحمت، گناہوں سے معافی اور بخشش کے خزانے سمیٹ کر مزے کریں۔

آپ سب کو عید مبارک ہو۔

☆☆☆

الصلوٰۃ معراج المؤمن

نماز کا مقام بہت اونچا ہے کہ یہ رب کریم عظیم
کے دربار میں حاضری ہے۔
اس لئے اس کی شرائط، آداب اور مقام کا خیال رکھنا ضروری ہے۔
نمازی کا مقام بہت اونچا ہے کہ زمین کی آلائشوں بھری
زندگی سے اٹھ کر عالم ملکوت میں پہنچ جاتا ہے
اور رب کریم سے ہم کلام ہوتا ہے۔
نماز مومن کی معراج کیسے ہے؟
''ا = ت''، یعنی ادھر اُدھر توجہ کرنا کتنا نقصان دہ عمل ہے.....

چند احادیث کی تشریح

(شمارہ 241)

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ان المصلی اذا صلی یناجی ربہ فلیعلم احدکم بمایناجیہ (الحدیث مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں:
بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے پس تم میں سے ہر شخص اس بات کو دیکھے کہ وہ اپنے رب سے کیا مناجات کر رہا ہے۔

اس حدیث سے علماء امت نے بے شمار معارف ومسائل مستنبط کئے ہیں یہ حدیث علم کا خزانہ ہے اور اس کی تفصیل وتشریح میں حضرات شراح حدیث نے بہت کلام فرمایا ہے، دو مسائل اس حدیث سے بہت واضح انداز میں معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) نماز کا مقام

(۲) نمازی کا مقام

نماز کا یہ عالی شان مقام معلوم ہوا کہ یہ عمل دنیاوی آلائشوں میں لتھڑے، گناہوں سے آلودہ اور نافرمانیوں میں مبتلا ایک انسان کو اتنا اونچا کر دیتی ہے کہ وہ اپنے رب کریم سے مناجات کرنے، عرض احوال کرنے، دربار میں حاضر ہو کر مانگنے اور سرگوشی کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ ذرا سوچے تو سہی انسان کہ آیا وہ اس اعزاز واکرام کے قابل تھا بھی؟ مگر مالک نے اپنی شان کریمی سے اسے خود ایک ایسا آسان راستہ سکھلا دیا کہ ماسوائے چند مختصر اوقات کے جب چاہے دربار میں آن کھڑا ہو، نہ پیشگی درخواست کی حاجت نہ دربان کا جھنجھٹ، نہ سرکاری پروٹوکول نہ کاغذی کارروائیوں کی پریشانی۔

اور نمازی کا مقام بھی معلوم ہوا کہ وہ عام بندوں سے اونچا ہو جاتا ہے، اسے دربار عالی کی حاضری نصیب ہو رہی ہے، نعمت مناجات حاصل ہو رہی ہے، قرب سے نوازہ جا رہا ہے، بس اتنا ہی کافی ہے کہ اسے دربار میں آواز دے کر خود بلایا جا رہا ہے، گویا کہ یہ سرکاری مہمان ہے جسے ہرکارہ آواز لگا کر دربار میں آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ اللہ اکبر! بندہ اتنا ہی سوچ لے تو قربان ہو جائے۔

ہاں! مگر یہ بارگاہ بہت اونچی ہے بلکہ سب سے اونچی ہے۔ اس بارگاہ میں حاضری کی < اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ ہم سب سے بڑے دربار میں جا رہے ہیں، ''اللہ اکبر'' کہے بغیر تو دروازہ ہی نہیں کھل سکتا، اس لئے اس بارگاہ کے آداب ہیں اور حقوق بھی۔

پاک ہو کر آؤ، بغیر طہارت آلودہ حالت میں نہ چلے آؤ، اس لئے طہارت کی شرط لگائی گئی، اس کا ایک تو ظاہری پہلو ہے کہ ظاہری اعضاء کو دھو کر آؤ۔ ہاتھ، پاؤں، چہرہ وغیرہ

صاف ہو، گرد آلود نہ ہو، داغدار نہ ہو۔ اسے پانی سے صاف کر کے آؤ اور ایک باطنی پہلو ہے کہ گناہوں سے پاک ہو کر آؤ اس لئے اس ظاہری طہارت کے عمل یعنی وضو کو گناہوں کو دھو ڈالنے والا بنایا گیا۔ قطرات وضو کے ساتھ ساتھ ہاتھ، پاؤں، چہرہ، آنکھیں گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ''حتی یخرج نقیامن الذنوب'' (یہاں تک کہ وہ گناہوں سے صاف ہو کر نکل آتا ہے) پھر وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے گویا عالم بھر سے کٹ کر اپنے مالک کی طرف رخ کر لیتا ہے، اتنا قرب ہو جاتا ہے کہ ''فان اللہ بینہ وبین القبلہ'' تعالیٰ اس نمازی کے اور قبلہ کے درمیان آجاتے ہیں۔

پھر باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ صرف یہ نہیں بول رہا بلکہ ہر بات کا ساتھ ساتھ جواب بھی مل رہا ہے

قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین فاذا قال العبد الحمدللہ رب العلمین قال اللہ حمدنی عبدی، الخ

تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھوں آدھ تقسیم کر دیا ہے پس جب بندہ کہتا ہے، الحمد رب العلمین، تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اپنے بندے نے میری تعریف کی اور جب کہتا ہے کہ الرحمٰن الرحیم تو تعالیٰ فرماتا ہے، ثناء کی میرے بندے نے میری، اور جب مالک یوم الدین کہتا ہے تو تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرے بندے نے میری عظمت بیان کی اور جب ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے تو تعالیٰ فرماتے ہیں یہ آیت میرے اور میرے بندے کے لئے ہے اور جو میرا بندہ مانگے وہ اس کے لئے ہے۔ (مسلم)

اس مکالمے میں بندے نے اپنی سب سے بڑی اور بنیادی ضرورت ''ہدایت'' مانگ لی اور اسے کہا گیا ''ولعبدی ما سئل'' بندے نے جو مانگا اسے وہی مل جائے گا۔

پھر مزید انعام واکرام یہ کہ عرض معروض کے لئے رب العزت نے اپنا کلام عطاء فرمایا، بندے اپنے الفاظ میں باتیں کرتے تو نہ جانے کیا کہہ بیٹھتے؟ کچھ کہہ بھی پاتے یا گنگ

ہو جاتے، ان کی باتیں آداب کے قرائن پورے کر پاتیں یا نہیں اس لئے کلام بھی اپنا عطاء فرما دیا۔ پھر اس کرم پر مزید کرم، ایک ایک حرف کے ساتھ نیکیوں کی برسات، الحمد کہا پچاس نیکیاں مل% کہ

من قرأ حرفا من القران کتبت له عشرة حسنات (الحدیث)

جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اسے کیلئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

دیکھئے! کیسی بلندی والی چیز ہے نماز، دربار کی حاضری بھی، بات کی اجازت بلکہ حکم بھی، ہر بات کا نقد جواب بھی اور پھر ہر بات کے ہر حرف پر نیکیوں کی بارش بھی۔ بندہ پھر بھی اس کی طرف نہ آئے تو وہ بندہ ہی کہاں ہے.....

اور پھر یہ پابندی بھی نہیں ہے کہ صرف یہی سنا سکتے ہیں جو قرآن میں اتارا گیا ہے بلکہ دل میں جو کچھ اور مانگنے کا خیال آرہا ہے وہ بھی مانگ سکتے ہیں، رکوع میں مانگو، سجود میں مانگو، قعدہ میں مانگو، قنوت میں مانگو، جلسات میں مانگو

واذسجدتم فاجتهدوا فی الدعاء فانه قمن ان یستجاب لکم

(الحدیث، سنن نسائی)

اور جب سجدے میں جاؤ تو خوب دعاء کرو بے شک اس کی قبولیت کا بہت امکان ہے۔

اقرب مایکون العبدمن ربه وهو ساجد فاکثروا الدعاء فیه

(السنن الکبری للبیہقی)

بندہ اپنے رب کے سب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے پس اس حالت میں دعاء زیادہ کیا کرو۔

سجدے والا بندہ سب سے قریب ہے تو سب سے بعید کون ہوگا؟

اور جو رب سے دور وہ سب سے دور، ہر خیر سے دور، ہر بھلائی سے دور، ہر نعمت سے دور، ہر راحت سے دور

امام الہند حضرت شاہ ولی ا محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''حجۃ

ا البالغہ'' میں نماز کا بیان شروع کرتے ہوئے لکھا ہے:

''نماز اپنی عظمت شان اور مقتضائے عقل وفطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز رکھتی ہے اور خداشناس وخداپرست انسانوں میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور نفس کے تزکیہ اور تربیت کے لئے سب سے زیادہ نفع مند ہے، اور اسی لئے شریعت نے اس کی فضیلت اس کے اوقات کی تعیین وتحدید اور اس کے شرائط وارکان اور آداب و نوافل اور اس کی رخصتوں کے بیان کا وہ ا م کیا ہے جو عبادات وطاعات کی کسی دوسری قسم کے لئے نہیں کیا اور انہی خصوصیات وامتیازات کی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے۔''

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر نماز کے اجزاء اصلیہ اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نماز کے اصل عناصر تین ہیں: ایک یہ کہ قلب ا تعالیٰ کی لاانتہا عظمت وجلال کے دھیان سے سرافگند ہو اور دوسرے یہ کہ ا تعالیٰ کی اس عظمت وکبریائی اور اپنی عاجزی و سرافگندگی کو بہتر سے بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے ادا کرے، اور تیسرے یہ کہ باقی تمام ظاہری اعضاء کو بھی ا تعالیٰ کی عظمت وجبروت اور اپنی عاجزی وبندگی کی شہادت کے لئے استعمال کرے۔'' پھر اسی سلسلہ کلام میں چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:۔

''نماز کی حقیقت تین اجزاء سے مرکب ہے:۔ ایک ا تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا تفکر واستحضار۔ دوسرے چند ایسی دعائیں اور ایسے اذکار جن سے یہ بات ظاہر ہو کہ بندہ کی بندگی اور اس کے اعمال خالص ا کے لئے ہیں اور وہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ ا تعالیٰ ہی کی طرف کر چکا ہے، اور اپنی حاجات میں صرف ا تعالیٰ ہی کی مدد چاہتا ہے اور تیسرے چند تعظیمی افعال جیسے رکوع وسجدہ وغیرہ، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے اور اس کی طرف دعوت وترغیب کا ذریعہ بنتا رہتا ہے۔'' آگے فرماتے ہیں:

والصلوٰۃ معراج المومنین معدۃ للتجلیات الاخرویۃ.....الخ

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب ؒ نے نماز کی مندرجہ ذیل چند خصوصیات اور تاثیرات بیان کی ہیں، اول یہ کہ وہ اہل ایمان کی معراج ہے، اور آخرت میں تجلیات الٰہی کے جو نظارے اہل ایمان کو نصیب ہونے والے ہیں، ان کی استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کا وہ خاص ذریعہ ہے۔ دوم یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ورحمت کے حصول کا وسیلہ ہے۔ سوم یہ کہ نماز کی حقیقت جب کسی بندہ کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی روح پر نماز کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ نور الٰہی کی موجوں میں ڈوب کر گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے (جیسے کہ کوئی میلی کچیلی چیز دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک صاف ہو جاتی ہے، یا جیسے لوہا آگ کی بھٹی میں رکھ کر صاف کیا جاتا ہے)..... چہارم یہ کہ نماز جب حضور قلب اور صادق نیت کیساتھ پڑھی جائے تو غفلت اور برے خیالات ووساوس کے ازالہ کی وہ بہترین اور بے مثل دوا ہے۔ پنجم یہ کہ نماز کو جب پوری امت مسلمہ کے لئے ایک معروف ومقرر رسم اور عمومی وظیفہ بنا دیا گیا تو اس کی وجہ سے کفر وشرک اور فسق وضلال کی بہت سی تباہ کن رسوم سے حفاظت کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کا وہ ایک ایسا امتیازی شعار اور دینی نشان بن گیا، جس سے کافر اور مسلم کو پہچانا جا سکتا ہے۔ ششم یہ کہ طبیعت کو عقل کی رہنمائی کا پابند اور اس کا تابع فرمان بنانے کی مشق کا بہترین ذریعہ یہی نماز کا نظام ہے۔

نماز مومن کی معراج ہے۔

یا تو وسیلۂ عروج ہے۔ اس معنی میں جو پچھلی سطور میں گزرا کہ بندے کو اونچا کر دیتی ہے، دنیا کی غفلتوں اور مستیوں سے نکال کر رب کریم کے ساتھ مناجات کے بلند مقام پر پہنچا دیتی یا اس کا معنی ہے کہ نماز حقیقی معنوں میں مومن کے لئے معراج ہے، اور عام مومن کے لئے ایسے ہے جیسے نبی کریم ﷺ کو معراج سے نوازہ گیا۔ آپ ﷺ کو زمین سے اٹھایا اور اوپر لے جایا گیا۔ مومن کو بھی عام حالت سے اٹھا کر خاص بلندی سے نوازہ جاتا ہے۔ آپ ﷺ کو قرب خاص سے نوازہ گیا مومن کو بھی قرب نصیب ہوتا ہے ''فان ربه بينه وبين القبله'' پیچھے گذرا۔ آپ ﷺ کو ہمکلامی کا شرف بخشا گیا مومن سے بھی کلام ہوتا ہے

''قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی'' میں اسی کا ذکر ہے۔آپ ﷺ کو رویت باری عطاء ہوئی مومن سے بھی اس کیفیت کا استحضار مطلوب ہے،مشہور حدیث کا ٹکڑا ہے:

''ان تعبد اللہ کأنک تراہ''

ا تعالیٰ کی عبادت ایسے کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔

ہاں مگر نبی کریم ﷺ کے حق میں معراج کامل تھی ،ان کی شان کے مطابق تھی عام بندوں کے حق میں ان کی استعداد کے مطابق ہے اس لئے اس معراج سے کم درجے کی ہے۔

حضوری،قرب،مناجات کی یہ کیفیت نصیب کیسے ہوگی؟

اس نعمت عظمیٰ کی ایک ایک کیفیت کا مکمل استحضار کرنے سے، ہر لفظ کے معنی پر غور کرنے سے،اپنے خیالات واحساسات پر قابو پا کر خود کو متوجہ رکھنے سے،دل حاضر رہے گا تو نماز معراج بن جائے گی اور دل حاضر رہے گا آنکھوں کو قابو میں رکھنے سے، جو بندہ نماز میں ''ا = ت'' (دوسری جانب متوجہ) کا مرتکب نہ ہوگا اس کا دل نہ بھٹکے گا۔

کیونکہ تب تک رب کریم کی رحمت متوجہ رہتی ہے جب تک یہ حرکت نہ کی جائے۔

لا یزال اللہ مقبلا علی العبد فی صلاتہ مالم یلتفت (فتح الباری)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ا رب العزت اس وقت تک نمازی کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک وہ دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ کرے۔

حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ جن صاحب نے انہیں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے وہ نماز میں یوں کھڑے ہوتے تھے گویا کیل زمین میں گڑی ہوئی ہے۔

مرقاۃ میں اس پر اضافہ ہے

''فاذا التفت انصرف عنہ''

جب بندہ توجہ پھیرتا ہے تو ا تعالیٰ بھی پھیر لیتے ہیں۔

مجاہد ؒ فرماتے ہیں: جو شخص نماز میں نظریں بھٹکاتا رہتا ہے اس بات سے ڈرے کہ ا تعالیٰ اس کے دل کو نہ پھیر دیں،کیسی بات ہے کہ ا تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہیں اور وہ

کسی اور طرف (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نماز میں توجہ کا ہٹنا ان کے اچانک خفیہ حملے سے ہوتا ہے، امام التابعین عطاء بن رباحؒ فرماتے ہیں ''مجھے یہ بات پہنچی ہے'' کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے فرماتے ہیں اے ابن آدم! میں تیرے لئے اس چیز سے بہتر تھا جس کی طرف تو نے توجہ کر لی'' (المصنف لابن ابی شیبہ)

نماز کو ''معراج'' بنانے کے لئے ضروری امر ہے کہ نمازی توجہ سے نماز پڑھے، ادھر ادھر نہ نظر بھٹکائے نہ دل کو بھٹکنے دے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس بات کا استحضار کرے کہ میں نماز میں ہوں، رب کے سامنے ہوں، ادب والے دربار میں ہوں، اس مقام کا حق یہ ہے کہ خشوع وخضوع سے اپنے رب کی طرف متوجہ رہوں۔ ان حملہ کر کے بھٹکائے بندہ پھر خود کو سنبھالے اور متوجہ ہو جائے۔ ان اپنے کام میں لگا رہے گا بندہ اپنے کام میں لگا رہے حتی کہ رب کریم کی مدد سے یہ ان پر غالب آجائے گا اور اسے نماز میں توجہ نصیب ہو جائے گی۔ حضرات مشائخ توجہ حاصل کرنے کا یہی طریقہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ کرے، کوشش کرے اور ایک ایک رکن میں توجہ جمانے کی کوشش کرتا رہے، تاوقتیکہ اسے پوری نماز میں توجہ حاصل ہو جائے۔ کچھ اور امور بھی ہیں جن سے یہ کام آسان ہو جاتا ہے،

مثلاً یہ کہ فرض نمازوں کے علاوہ دیگر نمازوں کے لئے گھر کے کسی خاموش گوشے کو نماز کے لئے مخصوص کر لے، اس جگہ کچھ ساز وسامان نہ ہو جس پر نظر پڑ کر توجہ بٹے، جائے نماز نقش ونگار والی نہ ہو، روشنی کم ہو، ایسی جگہ توجہ جما کر نماز پڑھنے سے نماز میں حضور قلب نصیب ہو جاتا ہے اور جب مشق جم جائے تو پھر کہیں بھی نماز پڑھی جائے یہ کیفیت حاصل رہتی ہے۔ اس کے علاوہ نماز میں قرآن پاک کے معانی اور دیگر جو دعائیں ہیں ان کے معانی پر غور کرنے سے بھی توجہ حاصل ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو ''معراج'' والی نماز اور اس کے ذریعے ''عروج'' نصیب فرمائیں آمین۔

☆☆☆

7

شخصیات

ظلمتوں کے دور میں شمع ہدایت کی طرح چمکنے اور مینارۂ نور کی مانند
راستہ دکھانے والی دور حاضر کی اہل علم وعمل شخصیات کا تذکرہ جن کی
زندگی جہاد، ا مت اور جانثاری کا مطلب واضح کرتی ہے، جادۂ
شریعت کی حقیقی ر ئی فراہم کرتی ہے
اور دین پر قیام کی ہمت عطاء کرتی ہے۔

ایڈوانی بھول نہ پائے گا

ہندوستان کا بدبودار متعصب ہندو لیڈر لال کرشن المعروف ایل کے

ایڈوانی ایک شخص کو بھول نہیں پاتا.....

اور بھول نہ پائے گا انشاءا .....

ہندوستان میں پتھر گرے یا پتّہ کھڑکے، اسے ''وہ'' ضرور یاد آتے ہیں

اور پھر وہ باؤلا ہو کر اپنا گنجا سر نوچتا ہے

اور ان لوگوں کو کاٹنے کو دوڑتا ہے جنہیں مجبور ہو کر

''انہیں'' رہا کرنا پڑا تھا۔

جی ہاں! میرے شیخ و مربی امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ

ایڈوانی کو ہمیشہ یاد رہیں گے

ایک خوفناک خواب یا ایک بڑی حسرت کی طرح.....

(شمارہ:44)

وہ بھلانہیں پا رہا، کوشش کرتا ہے اپنے آپ پر قابو نہیں پاتا، ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے اسے اچانک پھر ''وہ'' یاد آجاتے ہیں اور بے ساختہ ''ان'' کا ذکر اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے، تب دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ اس کی کیفیت عجیب ہو جاتی ہے، غیظ و غضب، ندامت، حسرت اور نہ جانے کیا کیا مل جل کر عجیب بے نام سا منظر پیش کرتے

ہیں، قران اس کیفیت کی منظر کشی اس طرح کرتا ہے۔

قدبدت البغضاء من افواھھم و ما تخفی صدورھم اکبر

جی ہاں! زبان کچھ بولتی تو ہے مگر دل کی پوری ترجمانی نہیں کر پاتی، اس کے بعد جس کیفیت کا ظہور ہوتا ہے وہ قران کی زبان میں، **عضوا علیک الانامل من الغیظ** سے تعبیر ہے اور قرآن ہی اس حسرت وندامت کے ختم نہ ہونے کی خبر دے کر کہتا ہے۔ **موتوا بغیظکم۔**

دونوں میں عجیب ا مت والی دشمنی ہے۔ کافی سال پہلے بابری مسجد شہید کرنے کیلئے ایک نے آواز لگائی اور لاکھوں بد بخت جنونی ہندوؤں کو جمع کر کے اس پر چڑھ دوڑا، مسلمان حسرت کے عالم میں دیکھتے رہ گئے اور اس نے بڑے تکبر کے ساتھ مسجد گرا کر وہاں جلد از جلد مندر بنانے کا اعلان کر دیا۔ تب اس سے سینکڑوں ہزاروں میل دور ایک ''نوجوان'' نے اٹھ کر دیوانہ وار نعرہ مستانہ لگا کر اسے چیلنج کر دیا کہ ایسے نہیں کرنے دیا جائے گا۔ سرحدی بندشوں، بین الاقوامی پابندیوں اور لمبی دوریوں کے حائل ہوتے ہوئے کسی کو یہ امید نہ تھی کہ چیلنج کامیاب رہے گا، ہر کوئی سوچ رہا تھا کہ جس شخص نے کروڑوں مسلمانوں کے بیچ اٹھ کر مسجد گرا دی اسے اتنی دور بیٹھ کر مندر بنانے سے روکنے کی بات یا تو دیوانے کی بڑ ہے یا صرف حصول شہرت کا ذریعہ۔ عقل کی کسوٹی پر بس یہ دو باتیں ہی فٹ بیٹھیں، عزم کی سچائی نے کچھ اور ہی کر دکھایا، ادھر سے شور کے مندر آج بنایا کل اور ادھر سے تکرار کے مندر نہ آج بنے گا نہ کل۔ دو سال تک دنیا کے ایک کونے سے دوسرے تک ''وہ'' اکیلا یہ آواز لگاتا رہا اور وقت ثابت کرتا رہا کہ کافر کا غرور مومن کے چیلنج کے آگے سرنگوں ہے، پھر اسے پکڑ لیا گیا، تب بوڑھا مشرک پھر بیدار ہوا اور موقع سے فائدہ اٹھانے میدان میں اتر آیا، یاترائیں کی، جلوس نکالے، جلسے بھڑکائے اور شور برپا کیا کہ مندر بنے گا، اسے کوئی روک نہیں پائے گا، اسے تسلی تھی کہ ''وہ'' اندر ہے اب تو کوئی چیلنج کرنے والا نہیں ہے، اب ہاتھ کون روکے گا، میدان میں آکر اسے اندازہ ہوا کہ ''اس'' کی لگائی ہوئی آگ بجھی نہیں بلکہ

روز افزوں ہے، اس نے جب بھی ہاتھ بڑھایا شعلوں کو اپنی جانب لپکتے دیکھا، جب بھی اینٹ اٹھائی پتھروں کو خود پر برستے پایا، تب اسے اندازہ ہوا کہ کام آسان نہیں اس کی تکمیل کے لئے حکومت کی ضرورت ہوگی جب سرکار اپنی ہوگی، مشینری تابع ہوگی، فوج اور پولیس پر اپنا حکم چلے گا تب کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے گی اس لئے حکومت حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کر دی اور بالآخر اسے پالیا، ایک کھوسٹ بڈھے کو وزیر اعظم بنا کر خود وزیر داخلہ بنا تاکہ اپنا مقصد پا سکے، آواز لگائی کہ اب میں پوری طاقت اور قوت لے کر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے آ رہا ہوں، صرف عوامی طاقت نہیں بلکہ سرکاری قوت بھی ساتھ لے کر، کوئی ہے جو اب چیلنج کر سکے؟ تب اچانک آسمان سے کچھ شعلے برسے، زمین سے قہر نمودار ہوا اور مشرک کی 7 کھوپڑی گھوم گئی، طیارہ اغواء ہوا اور نادیدہ ناشناسیدہ نقاب پوش ''القادر المقتدر'' کے دست قدرت کے آلہ کاروں نے مانگ کی کہ ''اسے'' رہا کرو ''جسے'' بند کر کے تم نے سمجھ لیا کہ مندر کی راہ کی آخری رکاوٹ ہٹالی گئی ہے۔ مشرک چیختا چلاتا رہا کہ ان کی مانگ سو یکار (تسلیم) نہ کی جائے۔ اسے نظر آ رہا تھا کہ اگر یہ بات مان لی گئی تو اس کے سارے خواب چکنا چور ہو جائیں گے، اس کے ساتھی مجبور ہو چکے تھے تب اسے ملک سے باہر بھیج کر انہیں مجاہدین کے آگے جھکنا پڑا، یہ گنجے مشرک کی کھوپڑی پر آخری وار تھا۔ اس نے دیکھ لیا کہ بارہ برسوں کی کمائی لٹ گئی، رائیگاں ہوگئی اور دعوؤں پر پانی پھر گیا، وہ بہت چیخا، چلایا، گرجا، برسا، کیا ہو سکتا تھا، تیر کمان سے نکل گیا، وزیر خارجہ خود آ کر ''اسے'' آزاد فضاؤں میں چھوڑ گیا تھا، گنجے مشرک کو شاید یہ خیال تھا کہ ''وہ'' اتنا عرصہ جیل کی تنگیوں اور سختیوں میں رہ کر جا رہا ہے، اسے مارا پیٹا بھی گیا، ممکن ہے ''وہ'' آزادی پا کر اپنا چیلنج بھول گیا ہو، ہو سکتا ہے ''وہ'' اس زندگی کو ترک کرنے کا ارادہ کر چکا ہو جس میں ''اسے'' ایسی تکلیفیں اٹھانا پڑیں، مشرک متوجہ رہا کہ ''وہ'' جا کر کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے، اور اہی بہتر جانتا ہے اس کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی جب اسے معلوم ہوا ہوگا کہ ''اس'' نے پہلی ہی تقریر میں اپنے اس پرانے عزم اور چیلنج کا اعادہ کیا ہے اور مشرکین کے امام کا نام لے کر اسے اپنا عہد دلایا ہے۔

ایڈوانی میں آ گیا ہوں، ایڈوانی میں آ گیا ہوں۔

جی ہاں! مرشد المجاہدین مجدد جہاد حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب دام ظلہم کے یہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور شاید ایڈوانی کے بھی، اس لئے وہ جہاں بھی ہو، جس محفل میں ہو، جس موضوع پر بات کر رہا ہو اسے میرے شیخ کا ذکر نہیں بھولتا، مجھے آج یہ سب اس لئے یاد آیا کہ اس ہفتے ایڈوانی نے ایک ہندی اخبار کو اپنی زندگی بارے میں تفصیلی انٹرویو دیا ہے اور اس میں اس نے کہا ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں یہاں کی حکومتوں نے جو چند ایسے غلط یا صحیح فیصلے کئے ہیں جن کے اثرات ہمہ گیر اور پائیدار ہیں ان میں ایک فیصلہ مولانا محمد مسعود ازہر کی رہائی کا بھی ہے، مجھے اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہئے کیونکہ میں خود اس حکومت کا حصہ تھا جس نے یہ فیصلہ کیا میں اس رائے کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ ایک انتہائی غلط فیصلہ تھا اور ہمیں نہ جانے کب تک اس کے اثرات کو بھگتنا پڑے گا۔

تب مجھے یہ ساری تاریخ یاد آ گئی، کہ ایڈوانی مولانا محمد مسعود ازہر کو کیوں نہیں بھول پاتا۔

یقیناً ایڈوانی سچ کہتا ہے، اسے مرتے دم تک بھگتنا پڑے گا رسوائیوں اور ناکامیوں کے ان گہرے زخموں کو جو حضرت مولانا محمد مسعود ازہر نے اسے لگائے ہیں، ایڈوانی بابری مسجد کی جگہ مندر نہ بنا سکا اور ان شاء اللہ نہیں بنا سکے گا۔ ایڈوانی ہندوستان کو ہندو اسٹیٹ نہ بنا سکا۔ ایڈوانی مسلمانوں کو زبردستی ہندو نہ بنا سکا۔ ایڈوانی گرانے کے لئے تین ہزار مساجد کی فہرست تو مرتب کر سکا انہیں گرا نہ سکا۔ ایڈوانی کشمیر کو ہندوستان کا اٹوٹ انگ تسلیم نہ کرا سکا۔ جب اپنے ان بکھرے خوابوں کی فہرست دیکھتا ہے تو اسے مسعود ازہر یاد آتے ہیں اور پھر وہ اپنے دل کا غضب چھپا نہیں سکتا، وہ اپنی زبان روک نہیں سکتا، وہ پھر اپنوں پر چلاّتا ہے، انہیں کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے اور اپنی انگلیاں چباتا ہے، کیونکہ اس نے ان خوابوں کی تعبیر پانے کے لئے اتنی طاقت جمع کی تھی، اب وہ خالی ہاتھ ہے نہ اس کے پاس حکومت ہے اور نہ پارٹی کی صدارت، نہ فوج ہے نہ پولیس۔ نہ اس کی مدد کے لئے

شیو سینا ہے اور نہ آر ایس ایس، اب تو بوڑھا واجپائی بھی اس کے حالیہ بیان کے بعد اس پر بھڑک اٹھا اور اسے ترکی بترکی جواب دیئے۔

ایڈوانی! ابوجہل سے لے کر تجھ تک ہر مشرک کا انجام یہی ہوا۔ ہمارا سچا قران ہمیں تم سب کی داستان سناتا ہے، بے جان پتھروں کے آگے سر جھکانے والے ایمان کی طاقت کو کیا جانیں۔ انہیں وہ اسباب کیسے سمجھ میں آئیں جو کمزوروں کو فرعونوں سے لڑاتے ہیں۔ انہیں اس قوت کا سراغ کہاں سے ملے جو نہتوں کو جابروں کے آگے سربلند ہونے اور انہیں للکارنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔

انہیں اس قدرت کاملہ کی سمجھ کیسے آئے جو حکمرانوں کو ذلیل ورسوا اور مظلوم قیدیوں کو معزز ومکرم بناتی ہے، جو ایڈوانی کے خواب توڑتی ہے اور مسعود ازہر کے عزم کو سچا ثابت کرتی ہے۔

ایڈوانی اب ساری ناکامیوں کی پوٹلی ہاتھ میں پکڑے اس لمحے کو کوس رہا ہے جب اس کی حکومت نے مولانا مسعود ازہر کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور مستقبل میں آنے والی ہر ناکامی اسے اس لمحے کی یاد دلاتی رہے گی۔ ایڈوانی کبھی نہیں بھول پائے گا کبھی نہیں بھول پائے گا، کبھی نہیں.....

☆☆☆

اے مرغ سحر

عاشقِ رسول ﷺ ''عامر چیمہ'' کو جرمنی کی
ایک جیل میں شہید کر دیا گیا.....
''القلم'' نے اس موقع پر ''غیر اعلانیہ'' خصوصی اشاعت کا ا م کیا جس
میں تمام اہل قلم نے اس ''پروانے'' کو خراج عقیدت پیش کیا۔
قربانی دینے والے کیا حسن اور نام پاتے ہیں؟
ایک عاشق کی داستان واضح کرتی ہے.....

(شمارہ:46)

معرکہ احد گرم تھا، مسلمان کافروں پر اور کافر مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے، ایک بد بخت شقی صفوں کو چیرتا ہوا آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی طرف بڑھا اور آستین سے پتھر نکال کر آقا کے چہرۂ اطہر کو نشانہ بنایا، آقا ﷺ جنگی لباس میں تھے، سر مبارک پر خود پہنا ہوا تھا جس کی کڑیاں رخ انور پر لٹک رہی تھیں، سبحان ا ، کتنا حسین منظر ہوگا، چاند سے بھی زیادہ چمکدار رخ انور کی روشنی خود کی کڑیوں میں سے چھن چھن کر آتی ہوئی کیسی دلفریب لگ رہی ہوگی، ظالم نے آقا ﷺ کے چہرۂ انور پر پتھر مارا، خود کی کڑیاں چمکتے دمکتے رخساروں میں پیوست ہو%، آقا ﷺ تکلیف کی شدت سے زمین پر گر گئے، پروانے شمع کے گرد جمع تھے، سوچ رہے تھے کہ کس طرح آقا مدنی ﷺ سے اس تکلیف کو دور کریں، عاشقوں میں سے ایک خوبصورت عاشق آگے بڑھے، آہنی کڑیوں کو اپنے دانتوں

میں دبا کر باہر کی طرف کھینچا، کڑیاں تو رخساروں سے نکل آئیں عاشق کے اگلے دو دانت بھی ساتھ ہی نکل کر زمین پر آن پڑے، کسی انسان کے منہ میں اگلے دانت نہ ہوں تو چہرے پر کچھ عیب سا آ جاتا ہے، خوبصورتی میں فرق پڑ جاتا ہے اور ساخت میں کچھ ٹیڑھا پن آ جاتا ہے، یہ دانت تو عشق کی راہ میں قربان ہوئے، سچے لوگوں نے گواہی دی کہ ان دانتوں کی قربانی کے بعد عاشق کے چہرے کا حسن دوبالا ہو گیا۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین نظر آتے اور ان کے چہرے سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا، ان کا نام تھا عامر بن الجراح ؓ جو ''امین الامۃ ابوعبیدہ بن الجراح ؓ'' سے مشہور ہیں۔

قربانی دے کر لازوال حسن پانے کا نکتہ مخصوص لوگوں کو ہی سمجھ میں آ جاتا ہے، ورنہ تو ہر ظاہر بین انسان بچانے اور سنوارنے کو حسن سمجھتا رہتا ہے، حقیقت شناس لوگ جان لیتے ہیں کہ جسم پر حسن ونکھار اس وقت آتا ہے جب اسے عشق کی راہ میں قربان کر دیا جائے تب اسے ایسا حسن نصیب ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتا ہے۔

ہاں! پڑھنے والوں میں سے کسی نے اگر قربان ہونے والوں میں سے کسی کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھا ہو تو وہ ضرور اس بات کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو گا جھٹلا نہیں سکے گا، یہ نکتہ جان لکھا ہے بہت مشکل۔ کیونکہ یہ راز فلسفیانہ موشگافیوں یا ادیبانہ بذلہ سنجیوں سے نہیں خون پیش کرنے سے سمجھ میں آتا ہے۔

کس نہ داند جز شہید ایں نکتہ را
کہ اوز خون خود خرید ایں نکتہ را

شاعر مشرق کہتے ہیں کہ فطرت کے اس راز کو شہید کے علاوہ کوئی نہیں جان سکا کیونکہ شہید نے اپنے خون کی قیمت ادا کر کے اس نکتے تک رسائی پائی ہے۔

عامر ؓ آقا ﷺ پر اپنے دانتوں کی قربانی دے کر حسن پا گئے، میری خواہش ہے کہ کاش میں پہنچ سکوں اس حقیقت کو جان کر جان وار دینے والے عامر چیمہ شہید کے جنازے پر جس نے آقا ﷺ کے ناموس پر قربانی دے کر حسن پایا ہے، لوگو! دیکھ لکھا، عامر بہت حسین

ہو گیا ہوگا، یہاں بھی اور وہاں بھی، ماں باپ کا اکلوتا بیٹا، بہنوں کا ایک ہی بھائی، جس کے سہانے مستقبل کے خواب بنے جاتے ہوں گے واقعی کتنا حسین مستقبل پا گیا۔ اس کے ایک باشرع استاذ محترم نے خواب میں دیکھا، آقا ﷺ اور خلفاء راشدین تشریف فرما ہیں، نور ہی نور پھیلا ہوا ہے اتنے میں شہید عامر چیمہ اس مبارک محفل میں آئے آقا ﷺ نے اپنے عاشق کو اٹھ کر گلے لگایا اور فرمایا آؤ میرے بیٹے آؤ!

قربان جائیے! اس رحمت کے، اس لطف وعنایت کے، اس بے پایاں کرم کے جس پر ہو جائے اسے کہاں پہنچا دے، جو منزلیں طے کرنے میں عابدوں کو صدیاں بیت جائیں، زاہدوں کی عمریں تمام ہو جائیں پھر بھی ان کا سراغ نہ ملے عاشق کیسے ایک جست میں اسے پھلانگ کر پار کر جاتے ہیں، بجلی کی تیزی سے۔

ہے قابل رشک اس محفل میں پروانے کا حال اے اہل نظر
اک رات میں وہ پیدا بھی ہوا عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

یہاں تو مرنے والی بات بھی نہیں بلکہ امر ہو گیا، کل تک جس کا نام کسی نے نہیں سنا تھا آج بڑے بڑے لوگ اس پر تبصرے لکھنے میں فخر محسوس کر رہے ہوں گے، ہر کوئی چیخ چیخ کر پکار پکار کر کہہ رہا ہے عامر ہمارا ہے عامر ہمارا ہے، مضمون لکھے جا رہے ہیں، تقریریں ہو رہی ہیں، جنازے میں شرکت کی دعوتیں چل رہی ہیں، کل تک جو انسان بے نام و گمنام تھا اب اسے نوازنے کے لئے القاب کا دامن تنگ نظر آ رہا ہے، صفات پوری نہیں بیٹھ رہیں اور مقامات فٹ نہیں آ رہے، وہ ان سب سے گزر گیا۔ پلک جھپکتے ہی گزر گیا۔ ہنستا مسکراتا نکل گیا اور سب کو پیچھے چھوڑ گیا۔

آقا ﷺ کی توہین کی گئی۔ اربوں مسلمانوں کے عشق رسول کے امتحان کا وقت آیا مسلمان بے چین ہو کر گھروں سے نکل آئے بات جلسوں، جلوسوں، زبانی احتجاج اور شکووں شکایتوں سے آگے نہ بڑھ سکی اس امتحان میں پہلی پوزیشن اس شخص کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی جو اصل میں کوئی اور امتحان پاس کرنے کیلئے اپنا گھر بار چھوڑ کر گیا ہوا تھا۔ عشق

کی لاابالی چوٹ پڑی، راستے کی ہر ظاہری و پوشیدہ رکاوٹ کو ٹھوکر پر رکھ کر نعرے لگاتے لوگوں کو کہا۔

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے
اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور شمع جلائے
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
اور عقل محو تماشہ ہے لب بام ابھی

عشق میدان میں اترا اور کامیاب بھی ہو گیا، عقل ابھی تک سوچ میں ہے اور مکڑی کے جالے بننے میں مصروف ہے۔ دور افق پار سے آقا ﷺ کا سچا عاشق، حوروں کا دولہا نوجوان عامر چیمہ شہید ہم سب عشق کے دعویداروں سے مخاطب ہے

اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

☆☆☆

وانا علی فراقك لمحزونون

دورِ حاضر کے میدان جہاد کا ایک پیارا اور بلند نام.....

جس نے ''فرعون زمانہ'' کے منہ میں لوہے کی لگام ڈال کر

اسے ذلت اور بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیا.....

ایک نابغہ مجاہد جس کے جہادی کارنامے ہمیشہ دلوں میں

جہاد اور شوق شہادت کی لو جلاتے رہیں گے۔

ابو مصعب زرقاوی شہید ؒ کی خدمت میں خراج عقیدت

(شمارہ:51)

روم و فارس کی فتوحات کا واقعہ ہے، مسلمان کسی جگہ کفار کے سخت محاصرے میں آ گئے، اسلامی فوج کے سپہ سالار نے جان توڑ کوشش کی کہ کسی طرح محاصرہ ٹوٹ جائے اور مسلمان بخیریت نکلنے میں کامیاب ہو جائیں ایسا نہ ہو سکا، آخر کار مدد کے لئے سیف من سیوف ا حضرت خالد بن ولید ؓ کو لکھا، آپ ایک دوسرے علاقے میں کفار سے برسر پیکار تھے، اپنے ساتھیوں کی پکار سن کر فوراً ادھر متوجہ ہوئے اور روانگی سے قبل رومی لشکر کے سردار کی طرف خط روانہ فرمایا:

امابعد! میں تجھے اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کر لے بچ جائے گا ورنہ سن!

ان الامیر خالد قادم علیک برجاله وای رجال

مسلمانوں کا امیر خالد تیری طرف بڑھ رہا ہے اپنے جوانوں کے ساتھ اور ان

جوانوں کا کیا کہنا۔

سبحان ا ، صرف آخری جملہ بار بار پڑھئے، میں تو جب بھی پڑھتا ہوں وجد میں جھومتا ہوں، وای رجال کیسے جوان؟ ایک جملے میں پوری کتاب کا مضمون سمیٹ دیا، وہ جوان جوا کے راستے کی موت کو شہد سے شیریں اور شراب سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں، وہ جوان جو جہاد کے غبار کو مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار محسوس کرتے ہیں، وہ جوان جو زخموں سے مزے لیتے ہیں۔ وہ جوان جو موت کا تعاقب کرتے ہیں اور وہ ان کے آگے بھاگتی ہے ،وہ جوان جو اپنے رب کا دیدار کرنے کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر پھرتے ہیں کہ کب یہ حجاب دور ہو اور محبوب کی دید سے آنکھیں ٹھنڈی کریں، وای رجال کیسے جوان؟ جو کفر کی طاقت کو مچھر جتنی حیثیت دینے پر تیار نہیں ہوتے، جن کی نظر میں کافروں کی بڑی بڑی فوجیں مردار لاشوں کے ڈھیر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، وای رجال کیسے جوان؟ زندہ رہیں تو فاتح اور غالب اور اگر ان کا دشمن انہیں ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے تب بھی فتح کی خوشی سے سرشار، ان کے لئے نہ شکست ہے نہ موت، وہ فاتح اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، نعمتوں اور خوشیوں بھری جنت میں، تاریخ کے اوراق میں اور اپنے دشمنوں کے خوابوں میں۔

حضرت خالد ؓ کا خط پہنچا اور ساتھ ہی وہ خود بھی آن پہنچے، رومی لشکر کا جو حشر ہوا وہ فتوح الشام میں محفوظ ہے، آج سے تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے، کمپیوٹر پر ایک ویڈیو ٹیپ چل رہی تھی، ایک چھوٹے قد کا نقاب پوش جوان اپنے چند مسلح ساتھیوں کے درمیان بیٹھا اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا خط سنا رہا تھا، خطاب دور حاضر کے فرعون جارج بش سے تھا، وہ جوان جوش وجذبے سے معمور لہجے میں کہہ رہا تھا،

امابعد! بش میں تجھے سچے دین اسلام کی طرف بلاتا ہوں قبول کر لے بچ جائے گا ورنہ سن، امت مسلمہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تیری طرف پھینک دیئے ہیں، اب بچ اس آگ سے جو تیرے دائیں بائیں اوپر نیچے سے تجھے گھیرنے والی ہے، اب تیرا مقابلہ اس امت کے جوانوں سے ہے جو امت سب پر غالب آنے والی ہے۔ وای رجال

خالد بن ولیدؓ کی زبان میں کفر کے سرغنوں سے بات کرنے والا شخص کون تھا؟ متجسس نگاہوں کا جواب تھا ابو مصعب الزرقاوی ؒ

جی ہاں! امت مسلمہ کا قابل فخر نوجوان جرنیل، کفر کی آنکھوں میں پھوڑے کی طرح دکھنے اور دل میں کانٹے کی طرح چبھنے والا عظیم سپوت، وہ بولتا جا رہا تھا، ظاہر بینوں کو لگ رہا تھا کہ صرف زبانی جمع خرچ ہو رہا ہے، امریکہ کی اتنی بڑی طاقت سے یہ نوجوان کتنے دن ٹکر لے پائے گا؟ یہ اپنے ان دعوؤں کو کس حد تک سچا ثابت کر سکے گا؟ وہ اپنے ان خیالوں میں حقیقت کا کتنا رنگ بھر پائے گا؟ اگلے دن سی این این پر تبصرہ آ رہا تھا، زرقاوی صرف ایک خیالی بھوت ہے امریکیوں کو اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، پینٹا گون والوں نے کہا وہ ایک تھکا ہوا ناکام شخص ہے، صرف شہرت حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کر رہا ہے وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا، بش خود میڈیا پر آیا اور کہا کہ میں نے بھی کچھ سنا ہے آپ بے فکر رہیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔

پھر چند دن بعد اس نے ایک ٹیپ مختلف ٹی وی چینلز پر بھیجی، اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کا ضبط شدہ چار ہزار ٹن بارود اقوام متحدہ کے مہر شدہ ڈبوں میں پیک اس کے قدموں کے نیچے پڑا تھا۔ بارود کے اس ڈھیر پر بیٹھ کر اس نے چیلنج کر دیا کہ اب یہ بارود فدائی دستے امریکیوں کے سروں پر برسائیں گے اگر امریکیوں کے لئے ممکن ہو سکے تو اپنا بچاؤ کر لیں، امریکیوں سے پوچھئے! غیر جانبدار ذرائع سے خود تصدیق کر لیجئے خالدؓ کے بیٹے کا دعویٰ سچ تھا یا غلط؟ کیا کسی کے پاس اب تک عراق میں ہونے والے فدائی حملوں کی اصل تعداد کا ریکارڈ ہے؟ امریکیوں نے اپنی ناکامی چھپانے کی ہر کوشش کر لی زرقاوی نے انہیں چھپنے نہیں دیا۔ اس نے اپنے میڈیا بنایا وہ روزانہ امریکیوں پر ہونے والے حملوں اور ان میں مارے جانے والے فوجیوں کی صحیح تعداد دنیا کو بتاتا، سمندر میں بہائے جانے والے تابوتوں، ہیلی کاپٹروں سے دریا میں گرائے جانے والے اور سڑکوں پر اوندھے منہ مردار جانوروں کی طرح پڑی ہوئی لاشوں کے راز فاش کرتا، وہ روتے ہوئے چلاتے ہوئے امریکی فوجیوں کو

بے نقاب کر کے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاتا، رمز فیلڈ اپنے فوجیوں کو تسلی دینے عراق گیا اس کی موجودگی میں موصل میں امریکیوں کے اڈے پر عراق میں ہونے والی سب سے بڑی فدائی کارروائی عمل میں آئی رمز فیلڈ کو اپنے فوجیوں کی گالیاں سن کر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ بش بڑا کھانا کھانے چوروں کی طرح عراق میں داخل ہوا اس دن زرقاوی ؒ نے چالیس امریکی فوجی ذبح کرا کے اسے پیش کئے۔ پھر اس نے ایک دن اعلان کیا کہ میں اپنی کارروائیوں کا دائرہ کار عراق سے باہر نکال رہا ہوں چند دن بعد اس کا ملک، اردن دھماکوں سے گونج اٹھا اور اہل خبر کہتے ہیں اردن میں ایک دن میں مرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد دنیا بھر میں کسی ایک دن میں ماری جانے والی سب سے بڑی تعداد ہے۔ اس نے اپنا ہر دعویٰ پر بھروسہ کر کے سچ کر دکھایا۔ امریکیوں نے اپنی حفاظت کے لئے بلٹ پروف جیکٹس منگوائیں، زرقاوی کا صرف دو لفظی بیان آیا ''آنکھیں بلٹ پروف نہیں ہوتیں''، کوئی مطلب نہ سمجھا، چند دن بعد عراق کے طول و عرض میں امریکیوں کے خلاف سنائپر کارروائیاں شروع ہوئیں، بے آواز گولی نامعلوم سمت سے آتی اور اپنے شکار کی آنکھ میں پیوست ہو جاتی۔ زیر زمین چھپے ہوئے بم تلاش کرنے اور انہیں ناکارہ بنانے والی گاڑی عراق میں لائی گئی ایک ہفتے کے اندر زرقاوی کی آواز دنیا نے سنی وہ مسلمانوں کو اس گاڑی کی تباہی کی خبر بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ سنا رہے تھے۔ امریکیوں اور ان کے ایجنٹوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ زرقاوی عراق کے رہنے والے نہیں دوسرے ملک سے آ کر یہاں کے حالات خراب کر رہے ہیں تاکہ علاقائیت کی آگ بھڑکا کر اہل عراق کو ان کے خلاف کر سکیں مجاہدین نے اپنی جماعتیں ختم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور انہیں امیر بنا کر اس بدبودار پروپیگنڈے کا زور توڑ دیا، اب امریکیوں کی پریشانی کئی گنا بڑھ گئی، کافر مسلمانوں کی مزاحمت کسی حد تک برداشت کر لیتے ہیں جہاد کی بیعت اور ایسی شخصیات جن کے ہاتھ پر بیعت کی جا سکتی ہو انہیں ایک لمحہ برداشت نہیں، یہ خبر پینٹاگون پر بجلی کی طرح گری اور اب سارے اسباب و وسائل جھونک دیئے گئے کہ کسی طرح زرقاوی کو تلاش کیا جائے اور ختم کیا جائے۔ ایک ساتھی

نے خبر دی کہ زرقاوی کی شہادت کا کہا جا رہا ہے میرے دل سے فوراً دعا نکلی یہ خبر بھی چند روز قبل ملا دادا والی خبر کی طرح غلط نکلے مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شد'' کچھ دیر میں مجاہدین کی طرف سے تصدیق آ گئی بالآخر یہ خبر سننے کو مل ہی گئی۔

زرقاوی اس دور کی ان چند عظیم شخصیات میں ایک تھے جن کے نام سے اسلام کی عزت وعظمت وابستہ ہے، جن کا نام زبان پر آتے ہی آنکھیں عزت کے احساس سے چمکنے لگتی ہیں اور دل ان کی سے معمور ہوتے ہیں، وہ امریکہ مخالف نوجوانوں کے ہیرو اور مجاہدین کے لئے رول ماڈل تھے، انہوں نے اس دور میں جہاد کا علم اٹھایا جب لوگوں کی اکثریت کفر کی طاقت کو سجدہ کر چکی ہے، انہوں نے کمزور سے معذور جسم کے ساتھ اتنے بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر ثابت کیا کہ جنگ نمائشی جسموں اور فرمائشی ہتھیاروں کی مدد سے نہیں سچے ایمان اور پکے نظریات کے بل پر لڑی جاتی ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کے مطابق جہاد کا عمل اپنایا اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت اونچا پہنچا دیا، کاش کافروں کی طاقت سے مرعوب ہو کر مسلمانوں کو ڈرانے اور صلح کی باتیں کرنے والے لوگ زرقاوی جیسوں کی خاک پا کو کحل بصر بنائیں تو انہیں بھی نظر آئے کہ امریکی سیٹلائٹ سٹریٹ لائٹوں سے زیادہ اندھے اور ان کے ڈیزی کٹر آلو کٹر بم سے بے ضرر ہیں۔ پھر وہ کبھی نہ ڈریں، اور نہ مسلمانوں کو ڈرائیں۔

اے شہید..... زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ! ہم آپ سے کرتے ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شہداء کے اعلیٰ منازل عطا فرمائے، آپ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن تھے، آپ کا نام ہمیشہ مجاہدین کے جذبات اور نظریات کو جلا بخشتا رہے گا اور ان کا راستہ روشن کرتا رہے گا، اور آپ کافروں کے دلوں میں ہمیشہ اس طرح کھٹکتے رہیں گے، کافر آپ کے بعد بھی امن نہیں پائیں گے اور آپ جو آگ جلا کر گئے ہیں انشاءاللہ وہ ان پر بھڑکتی رہے گی، ہماری آنکھیں آپ کی یاد میں نم ہیں اور دل ہیں۔ ہم آپ کے فراق میں حزین ہیں ہم صرف وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی کرنے والی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆

استاذ العلماء

استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا منظور احمد نعمانی قدس سرہ
ایک ایسی شخصیت جو اس زمانے میں تھے مگر قرون اولیٰ کے لگتے تھے
جن کے قرب میں ہر دن ان کی اور عقیدت میں اضافہ ہوتا تھا
حضرت کی تدریس، طرز حیات اور مجاہدین سے کے چند نقوش
جو ذہن سے کبھی محو نہ ہوسکیں گے.....
القلم کی خصوصی اشاعت ''استاذ العلماء نمبر'' کے لئے لکھی گئی تحریر.....

(شمارہ:134)

بعض ہستیوں کی محبتیں دل میں اس وقت سے جاگزیں ہوتی ہیں جب اس دل کو کا شعور بھی نہیں ہوتا۔ ایسی مقدس ہستیوں میں سے ایک حضرت الاستاذ مولانا محمد منظور احمد نعمانی صاحب نورا مرقدہ کی ذات بھی ہے۔ دنیا کے لئے امام المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ العلماء اور نہ جانے کیا کیا ہمارے لئے قطع نظر ان تمام القاب کے ایک ہستی جن کا نام آتے ہی دل سے لبریز ہوجائے، آنکھیں ان کی عظمت کے آگے جھک جائیں اور جن کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ایک خوبصورت سا احساس رگ و پے میں سرایت کر جائے۔

ایک بار برادر کبیر حضرت مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہ نے گاڑی میں !

اچانک ایک سوال کیا، مقصد ان کا سوال کرنا نہیں بلکہ جواب دینا تھا جواب میری زبان سے سبقت کر گیا اور ہم دونوں اس موافقت پر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ مفتی صاحب نے فرمایا: اپنے اساتذہ میں سے ایسی شخصیت کون سی ہے جن سے ملنے کے بعد ان کی میں روزانہ اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور ایسی کوئی بات کبھی سامنے نہ آئی جس سے عقیدت یا میں کوئی فرق آتا؟؟ میرے منہ سے فوراً نکلا ''حضرت نعمانی'' حضرت اس وقت حیات تھے، ان کا نام لینے سے کی گرمی اتنی شدت سے محسوس ہوئی کہ ہم نے گاڑی کا روٹ بدلا اور حضرت کی شفقت کے مزے لوٹ کر منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت نعمانی قدس سرہ کا نام تو میں نے بچپن سے حضرت امیر محترم مولانا محمد مسعود کی زبانی سنا اور ان کے کمالات کا تذکرہ بھی، اور یہ تذکرہ اتنا والہانہ ہوتا تھا کہ کچھ نہ سمجھ میں آنے کے باوجود حضرت سے ہوگئی، میرا درجۂ اعدادیہ کا سال تھا جب حضرت نعمانی نے افغانستان کا پہلا دورہ فرمایا، حضرت امیر صاحب جب وہاں سے واپس تشریف لائے تو حضرت کے بیان کی ایک کیسٹ بھی ہمراہ لائے۔ حضرت کی شیریں آواز سنی میں کچھ اور اضافہ ہوا۔ پھر حضرت امیر محترم گرفتار ہوگئے اور ہم ان کی زبانی بزرگوں کے شیریں تذکرے سننے سے محروم ہوگئے۔ میرا درجہ خامسہ کا سال تھا اور برادر کبیر مفتی عبدالرؤف صاحب درجۂ سابعہ سے فارغ ہوئے۔ ان کا ارادہ ہوا کہ دورۂ حدیث سے قبل تکمیل کرلیں بعد میں مصروفیات کی بناء پر اس بے کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہوجاتا ہے، سو حضرت امیر صاحب کے حکم پر وہ حضرت نعمانی ؒ کی خدمت میں جا پہنچے اور ہمارے گھر میں حضرت کا تذکرہ پھر زندہ ہوگیا۔ مفتی صاحب سے اس دوران جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ بھی حضرت نعمانی کے علمی مقام، اور عنایات کا اس انداز میں تذکرہ فرماتے کہ دل شوق سے اڑنے لگتا کہ ابھی جائیں اور حضرت کے سامنے بیٹھ کر آپ کے حسن بیان سے لطف اندوز ہوں اور پھر بالآخر وہ دن آ ہی گیا۔ حضرت امیر محترم حفظہ ا کے حکم پر میرے بڑے بھائی جان بندہ کو ''طاہر والی'' حضرت کی خدمت میں لے گئے۔ ۱۲ بجے کا وقت تھا، اسباق

ختم ہو چکے تھے حضرت اقدس نعمانی ؒ اپنے کچے کمرے میں پرانے بوریے پر تشریف فرما کر کھانا تناول فرما رہے تھے، ہمیں دیکھ کر کھانا ایک طرف رکھ دیا، تعارف ہوا تو کچھ دیر حضرت امیر صاحب کا حال دریافت فرماتے رہے۔

پھر حاضری کا مقصد دریافت فرمایا۔ بھائی جان نے عرض کیا کہ اسے آپ کی ''غلامی'' میں دینے حاضر ہوا ہوں۔ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''مولوی صاحب! کراچی سے پڑھ کر آئے ہو، یہاں خالص دیہاتی ماحول ہے کیسے رہو گے؟'' میں نے عرض کیا حضرت خوشی سے رہوں گا۔ فرمایا اچھا پھر امتحان دو، عرض کیا ضرور۔ حضرت نے دال کی کٹوری میرے سامنے کی اور فرمایا ''یہ کھا کر دکھاؤ، اگر سال بھر اس پر گزارہ کرنے پر دل راضی ہو تو شوق سے رہو ورنہ وہیں کراچی میں پڑھتے رہو۔''

بندہ نے دال چکھی، ایک بار تو دل نے یہی کہا کہ گزارہ مشکل ہے پھر فوراً خیال آیا کہ حضرت یہ دال نہ جانے کتنے عرصے سے کھا رہے ہیں اور پھر ان کا مقام دیکھو..... میں نے عرض کیا حضرت! انشاءا گزارہ ہو جائے گا۔ خوش ہو کر دعاء دی اور ناظم صاحب کو بلا کر رہائش کا انتظام کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی ایک گھنٹے کی ملاقات میں حضرت کی ، سادگی اور مجاہدے کا ایسا نقش ذہن پر ثبت ہوا جو ہمیشہ بڑھتا ہی رہا۔

اگلے دن بلایا اور پوچھا کیا کیا اسباق پڑھنے ہیں؟؟ بندہ نے موقوف علیہ کے اسباق عرض کیے۔ فرمایا کہ مولوی صاحب! میرے پاس ۱۱۸ اسباق ہیں اس لئے میں تو کوئی جدید سبق نہ پڑھاؤں گا، جو اسباق چل رہے ہیں ان میں شرکت کرنی ہو تو خوشی سے۔ ان اسباق کے لئے سب استادوں کے درس میں شرکت کرو، جن کا طرز پسند آئے مجھے بتانا میں تمہارے اسباق ان کے پاس رکھوا دوں گا۔ بندہ نے عرض کیا کہ آپ کے پاس ترجمہ کے علاوہ تمام اسباق معقول کے ہیں اور بندہ نے اس فن کی ابتداء ہی نہیں پڑھی اور یہاں تو اس کی انتہاء چل رہی ہے۔ حیران ہو کر فرمایا کیا واقعی آپ نے یہ فنون بالکل نہیں پڑھے؟ عرض کیا نہیں۔ حضرت مسکرائے اور پاس ! طلبہ سے فرمایا: ''دیکھو یہ ایک مولوی ہے جس

نے معقولات نہیں پڑھے اس سے دعاء کرایا کرو‘‘۔ بندہ نے سارے اسباق تقسیم کرا لئے مشکوٰۃ چھوڑ دی جو کہ موقوف علیہ کی بنیادی کتاب ہے۔ حضرت نے فرمایا مشکوٰۃ نہیں پڑھنی؟ میں نے عرض کیا: آپ سے پڑھنی تھی مگر آپ فارغ نہیں اور کسی کے پاس پڑھنے کا دل نہیں کیا۔ حضرت کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا ’’کل سے کتاب لے آنا، اگر مجھ سے سوال ہو گیا کہ منطق، فلسفہ والوں کو تو وقت دے دیا اور جس نے حدیث پڑھنے کی خواہش ظاہر کی اسے نہ دیا تو کیا جواب دوں گا۔

حضرت حدیث کا سبق بہت تحقیقی انداز میں پڑھاتے تھے اور صحاح ستہ تو گویا آپ کو حفظ تھی۔ ہر حدیث کے ساتھ اس قدر حوالہ جات ارشاد فرماتے کہ آپ کی قوت حافظہ پر رشک آتا۔ ایک بار بندہ نے پوچھ ہی لیا کہ علم حدیث میں اتنی مہارت کے باوجود طلبہ صرف آپ سے معقولات پڑھنے پر کیوں اصرار کرتے ہیں؟؟ حضرت کچھ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا ’’مولوی صاحب میرا بہت دل کرتا ہے کہ صرف حدیث پڑھایا کروں، میرے پاس یہ حضرت مدنی ؒ اور حضرت گمانوی ؒ کی امانت بھی ہے ایک واقعے کی وجہ سے امام المعقولات کا ایسا لاحقہ لگا ہے کہ ان فنون میں مہارت کی شہرت ہو گئی۔ واقعہ یہ تھا کہ تدریس کے ابتدائی زمانے میں ہی مولانا منظور الحق صاحب ؒ میرے پاس پڑھنے آ گئے، وہ چونکہ بہت ذہین اور میرے استاذ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نڑھالوی قدس سرہ کے تربیت یافتہ تھے میں نے انہیں دو سال بہت سے پڑھایا، بعد میں ان کا درس مشہور ہوا اور اس وقت بڑے اساتذہ ان کے شاگرد بنے، وہ اپنے شاگردوں کے سامنے میرا تذکرہ اس انداز میں کرتے کہ میری شہرت ہو گئی اور لوگ یہ فنون پڑھنے میرے پاس آنے لگے۔ اب جو طالبعلم آتا ہے وہ انہی چیزوں کی تعلیم کا مطالبہ کرتا ہے، میں سوچتا ہوں کہ یہ طلبہ ا نے میرے پاس بطور مہمان بھیجے ہیں یہ جو چاہیں گے وہی انہیں پڑھاتا رہوں گا۔

حضرت کی کا ایک اور نقش جو دل پر ثبت ہوا وہ آپ کی حد درجہ سادگی کا ہے، معقولات میں مہارت اور شہرت کے جو اثرات عموماً مرتب ہوتے ہیں حضرت کے قریب

سے بھی نہ گزر پائے تھے۔ حضرت نے اپنے استاذ و مربی حضرت گمانوی ؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے لئے مجاہدے والی زندگی اختیار فرمالی تھی، بس تادم آخر اسی پر قائم رہے۔ مدرسہ میں جو کھانا پکتا تھا وہ بہت معمولی نوعیت کا ہوتا تھا اس لئے طلبہ پیسے جمع کر کے تڑکے کا سامان خریدتے اور اس کھانے کو ذرا مزین کر کے کھایا کرتے، ہمارے کمرے میں بھی ایسا ہوتا، ہم نے چند بار حضرت کی خدمت میں یہ کھانا پیش کیا تو رغبت سے تناول فرمایا، جب یہ سلسلہ دراز ہونے لگا تو آپ نے ایک دن فرمایا ''فقیرو (یہ حضرت کا تکیہ کلام تھا) تم تو چلے جاؤ گے بعد میں میرے لئے وہ سادہ دال کھانا مشکل ہوجائے گا اور پھر منع فرمادیا کہ آئندہ انہیں یہ کھانا پیش نہ کیا جائے۔

بندہ نے مفتی عبدالرؤف صاحب کی قائم کردہ ''شکاری پارٹی'' کی قیادت سنبھالی تو شکار کردہ پرندوں کا گوشت حضرت کی خدمت میں بالالتزام پیش کرتا، یہ سلسلہ بھی زیادہ دیر قائم نہ رہا، حضرت قبول تو فرمالیتے تناول نہ فرماتے۔ مدرسہ کے اندر حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا گھر بھی تھا آپ وہاں سے بھی کھانا نہ منگواتے بلکہ طلبہ کو ملنے والا عام کھانا ہی آپ کا معمول رہا۔

البتہ ہمارے لئے حضرت کی زندگی کا سب سے گہرا نقش ان کی جہاد اور مجاہدین سے وابستگی تھی۔ حضرت امیر صاحب حفظہ ا کے بارے میں تو ہمیں معلوم تھا کہ انہیں حضرت نعمانی ؒ سے والہانہ ہے یہاں آکر علم ہوا کہ یک طرفہ نہیں دوطرفہ ہے۔ اس زمانے میں جیل سے جب امیر محترم کا خط آتا اس میں حضرت کے لئے سلام ضرور ہوتے، بندہ جا کر عرض کرتا تو حضرت اکثر آبدیدہ ہوجاتے اور بہت دعائیں فرماتے۔ طاہروالی جانے سے پہلے میرا ایک سال افغانستان میں گزرا تھا، اسی دوران مزار شریف میں طالبان کے قتل عام کا سانحہ اور بہت سے واقعات پیش آئے تھے۔ حضرت اکثر شام کو مجھے پاس بٹھا کر یہ واقعات سنتے، مزار شریف کے سانحہ کا حضرت کے قلب پر غیر معمولی اثر تھا اور اکثر خواہش کا اظہار فرماتے کہ ا تعالیٰ طالبان کو فتح دے دیں میں مزار شریف ضرور جاؤں گا۔

جس دن طالبان نے مزار شریف دوبارہ فتح کیا بندہ نے حضرت کو جا کر اطلاع دی۔ حضرت ظہر کی نماز کے لئے وضو کر کے باہر تشریف لا رہے تھے، خبر سن کر رک گئے، خوشی سے دو تین بار الحمد کہا اور پھر اچانک سے لہجے میں فرمایا ''یار ہوتا تو مجھے مزار شریف لے جاتا، ا اسے جلدی لے آئے'' میں نے عرض کیا کہ حضرت تیاری فرمائیں میں لے جاتا ہوں، فرمایا نہیں، یار کے ساتھ زیادہ مزا آتا ہے''

حضرت نے بندہ سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم دورۂ حدیث یہاں پڑھو تو میں ساری کتابیں تمہیں خود پڑھاؤں گا۔ میں بھی اس سعادت پر بہت خوش تھا، اگلے سال جب حاضر ہوا تو حضرت نے ایک عجیب مصلحت کے تحت خود ہی کراچی جانے کا حکم فرما دیا۔ جی ہاں! وہ بہت بڑے آدمی اور اپنے آپ کو چھپائے رکھنے میں ماہر تھے، وہ ''یار'' کی رہائی کی عملی میں ''شریک'' تھے اور اسے کمزور نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنا یہ مقام بھی دنیا سے چھپائے رکھا کہ وہ مجاہدین کے صرف محبّ اور محبوب ہی نہیں بلکہ عملی سرپرست بھی ہیں۔ اور پھر ان کی دعاؤں اور تڑپ سے ان کے ''یار'' آ گئے۔ حضرت امیر محترم حفظہ ا اور حضرت نعمانی ؒ کے باہمی تعلق اور ملاقاتوں کو دیکھنے والے خوب سمجھتے تھے کہ حضرت نے اس تعلق کو ''یاری'' کا نام کیوں دیا تھا۔ حضرت امیر صاحب مدرسہ میں تشریف لے جاتے حضرت کی خوشی دیدنی ہوتی۔ دو بار حضرت کے مدرسہ کے جلسے میں امیر محترم کی معیت میں حاضری ہوئی، جو الطاف عنایات ہوتے ہمیں بھی ان میں سے حصہ ملتا۔ آخری بار جب بندہ خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے جلدی میں خصوصی کھانا پکوایا ہوا تھا۔ امیر محترم کو دائیں طرف بٹھایا اور بندہ کو بائیں طرف، اس دن تو حضرت کی بہت جوش میں تھی۔ اپنے ہاتھ سے کئی بار لقمے حضرت امیر محترم اور بندہ کے منہ میں دیئے اور عجیب محبوبانہ دلنواز باتیں ارشاد فرماتے رہے۔ مجلس ختم ہوئی میں خوش خوش اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوا گاڑی میں آ بیٹھا، یہ کیا؟؟..... حضرت امیر محترم کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ فرمایا ''دعاء کرو، مجھے لگتا ہے حضرت ہمیں چھوڑ کر جانے والے ہیں''..... یہ وہ نسبت تھی جس نے صدیق اکبر ؓ کو سورۃ

النصر کے نزول پر رلا دیا تھا۔ جبکہ باقی حضرات خوش ہو رہے تھے۔ اس ملاقات میں حضرت نے صرف آخرت کی باتیں کیں۔ فرمایا: یہ ایک نابینا ساتھی ہیں انہیں حدیث پڑھا رہا ہوں، حدیث کی عبارت پڑھتے ہیں، کندھوں پر ! فرشتے سنتے ہوں گے، ثواب بھی لکھتے ہوں گے انشاء ا ۔ دوسرے مدارس والے طلبہ کو وظائف دیتے ہیں میرے پاس پیسے نہیں ہیں ورنہ طلبہ کی خدمت کرتا اور وہ یہاں رہ کر حدیث پڑھتے۔ حضرت امیر محترم نے عرض کیا ''حضرت! آپ طلبہ میں اعلان کرادیں کہ انہیں دوسرے مدارس سے زیادہ وظیفہ دیں گے، حضرت اس بات پر بہت خوش ہوئے اور کئی بار مسرت کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح خوبصورت سادہ انداز میں کئی بار اشارہ فرما گئے کہ

قرب الرحیل الیٰ دیار الآخرۃ

ہم نہ سمجھ سکے، انہوں نے سمجھ لیا جن کی نسبت گہری تھی، اس لئے جب ہم نکلے تو ہمارے چہروں پر خوشی تھی اور ان کے رخ پر غم کی چھائیاں۔ امیر محترم کی تو بعد میں بھی چند ملاقاتیں ہوئیں مگر میں دوبارہ حضرت کی زیارت نہ کر سکا۔ ایک یادگار ملاقات اور بھی تھی۔ حضرت امیر صاحب کی ۱۳ ماہ پر محیط نظر بندی ختم ہونے کا عدالتی حکم آیا اور حضرت اقدس نعمانی صاحب ؒ ملاقات کے لئے بہاولپور تشریف لے آئے۔ نظر بندی ابھی برقرار تھی اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت کچھ غمزدہ ہوئے پھر حضرت والد صاحب حفظہ ا کو تسلی دی اور فرمایا جلد انشاء ا رہائی ہو ہی جائے گی، میں نے تو خبر سنی تو جلدی سے نکل پڑا کہ ''یار'' سے ملاقات ہو جائے، اس دن حضرت کو بتایا گیا کہ مرکز کی تعمیر کا ارادہ ہے، چھوٹا سا پلاٹ ملا ہے مزید کی کوشش جاری ہے دعاء فرمادیں۔ حضرت نے بہت دیر تک والہانہ انداز میں دعاء فرمائی اور فرمایا کہ انشاء ا بہت بڑا مرکز بنے گا۔ ا تعالیٰ نے حضرت کی دعاؤں کو قبولیت عطاء فرمائی اور مرکز تعمیر ہو گیا اور بحمدا اس کا فیض بھی خوب پھیل رہا ہے۔ اس دن گھر سے میری ہمشیرہ نے حضرت کے لئے قیمہ پکا کر باہر بھیجا، حضرت نے بہت رغبت سے تناول فرمایا اور پھر بڑی بے تکلفی سے والد صاحب سے

کہا ''قیمہ بہت مزیدار ہے، اجازت ہو تو تھوڑا سا لے جاؤں، گھر جا کر کھالوں گا''

یہ تھے استاذ العلماء، مجاہدین کے سرپرست اور امیر المجاہدین کے محبوب ومحبّ حضرت اقدس مولانا محمد منظور احمد نعمانی نورا مرقدہ۔

تین دن قبل جب میں اس شمارے کی تیاری کیلئے تصاویر لینے مدرسہ عربیہ انور یہ حبیب آباد طاہر والی پہنچا تو اس کچے کمرے کی دید نے یہ ساری یادیں تازہ کر دیں جہاں انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔

شام کو میں اپنے محبوب استاد اور حضرت کے رفیق خاص حضرت مولانا حاجی احمد صاحب دامت برکاتہم کے قدموں میں بیٹھا حضرت قدس سرہ کے حالات کرید کرید کر پوچھ رہا تھا تو انہوں نے بچشمِ نم فرمایا ''ان کے بارے میں جو کچھ نہیں معلوم وہ معلوم سے بہت زیادہ ہے وہ خود کو چھپائے رکھنے کی کوشش میں کامیاب رہے، مجھے تو اتنا معلوم ہے کہ بے سہارا ہونے کا مطلب ہمیں ان کے جانے کے بعد سمجھ میں آیا''

حضرت قدس سرہ کی ایک نرالی ادا یہ تھی کہ آپ کسی کے بارے میں مخالفانہ کلمہ زبان سے نہ نکالتے تھے، خصوصاً دینی کام میں مشغول کسی بھی شخص پر تنقید یا اس کی عیب جوئی آپ سے قطعاً نہ ہوتی تھی اگر کسی کو اپنے اکابر کے مسلک سے ہٹا ہوا پاتے اور ان پر تنقید کرتا دیکھتے تو جلال آجاتا اور مختصر الفاظ میں جامع خبر لے لیتے۔ اساتذہ میں حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی نورا مرقدہ اور حضرت مولانا حبیب ا گمانوی قدس سرہ سے والہانہ تعلق تھا، ان حضرات کا ذکر آتا تو خوب کھل جاتے اور ان کے علمی وعملی کمالات پر روشنی ڈالتے۔ ایک بار مدرسہ میں ایک طالب علم نے حضرت مدنی قدس سرہ کی شان میں گستاخی کی، مجھے علم ہوا تو برداشت نہ ہوسکا اور میں نے غضب کے عالم میں اسے مدرسے کی چھت سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا حالانکہ وہ مجھ سے کافی زیادہ عمر کا تھا، وہ طالب علم مدرسے سے فرار ہوگیا۔ حضرت کو علم ہوا تو بندہ کو طلب فرما کر خوب عتاب فرمایا، کیونکہ آپ کی طلبہ سے شفقت ضرب المثل تھی اور آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ تھا، جب حضرت خوب ڈانٹ چکے اور میں

کچھ نہ بولا تو خود ہی پوچھا کہ ایسی حرکت کیوں کی؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے حضرت مدنی ؒ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے تھے اور اس پر فلاں فلاں طالبعلم گواہ ہیں تو حضرت ایک دم جلال میں آ گئے اور فرمایا ''فقیرو! اس کو تھوڑا تو نہیں مارا؟ میں نے عرض کیا حضرت خوب مارا ہے، سینے سے لگا کر شاباش دی اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ آپ کسی طالب علم کا اختلاف کی بنیاد پر مدرسہ سے اخراج تو نہ فرماتے اسے احسن انداز میں یہ بات سمجھا دیتے کہ اگر آپ کو ہمارے اکابر اور اساتذہ کے مسلک پر اعتماد نہیں تو ہم سے پڑھنے میں آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

حضرت امیر صاحب حفظہ ا کے بارے میں تو ہمیں معلوم تھا کہ انہیں حضرت نعمانی صاحب ؒ سے والہانہ ہے یہاں آ کر علم ہوا کہ یکطرفہ نہیں دوطرفہ ہے۔ اس زمانے میں جیل سے جب امیر محترم کا خط آتا اس میں حضرت کے لئے سلام ضرور ہوتے، بندہ جا کر عرض کرتا تو حضرت اکثر آبدیدہ ہو جاتے اور بہت دعائیں فرماتے۔ طاہر والی جانے سے پہلے میرا ایک سال افغانستان میں گزرا تھا اسی دوران مزار شریف میں طالبان کے قتل عام کا سانحہ اور بہت سے واقعات پیش آئے تھے۔ حضرت کبھی شام کو مجھے پاس بٹھا کر یہ واقعات سنتے، مزار شریف کے سانحہ کا حضرت کے قلب پر غیر معمولی اثر تھا اور اکثر اس خواہش کا اظہار فرماتے کہ ا تعالی طالبان کو فتح دے دیں میں ضرور مزار شریف جاؤں گا۔ جس دن طالبان نے مزار شریف دوبارہ فتح کیا بندہ نے حضرت کو جا کر اطلاع دی۔ حضرت ظہر کی نماز کے لیے وضو کر کے باہر تشریف لا رہے تھے، خبر سن کر رک گئے، خوشی سے دو تین بار الحمد کہا اور پھر اچانک سے لہجے میں فرمایا ''یار ہوتا تو مزار شریف لے جاتا، اسے جلدی لے آئے'' میں نے عرض کیا کہ حضرت تیاری فرمائیں میں لے جاتا ہوں، فرمایا نہیں ''یار کے ساتھ زیادہ مزہ آتا''۔

حضرت نے بندہ سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم دورہ حدیث یہاں پڑھو تو میں ساری کتابیں تمہیں خود پڑھاؤں گا۔ میں بھی اس سعادت پر بہت خوش تھا، اگلے سال جب حاضر ہوا تو حضرت نے ایک عجیب مصلحت کے تحت خود ہی کراچی جانے کا حکم فرما دیا۔ جی ہاں! وہ بہت بڑے آدمی اور اپنے آپ کو چھپائے رکھنے میں ماہر تھے، وہ ''یار'' کی رہائی کی عملی

میں ''شریک'' تھے اور اسے کمزور نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنا یہ مقام بھی دنیا سے چھپائے رکھا کہ وہ مجاہدین کے صرف محبّ اور محبوب ہی نہیں بلکہ عملی سرپرست بھی ہیں۔اور پھر ان کی دعاؤں اور تڑپ سے ان کے ''یار'' آ گئے۔حضرت امیر محترم حفظہ ا اور حضرت نعمانی رحمۃ ا علیہ کے باہمی تعلق اور ملاقاتوں کو دیکھنے والے خوب سمجھتے تھے کہ حضرت نے اس تعلق کو ''یاری'' کا نام کیوں دیا تھا۔حضرت امیر صاحب جب مدرسہ میں تشریف لے جاتے حضرت کی خوشی دیدنی ہوتی۔دوبار حضرت کے مدرسہ کے جلسہ میں امیر محترم کی معیت میں حاضری ہوئی، جو الطاف وعنایات ہوتے ہمیں ان میں سے حصہ ملتا۔آخری بار جب بندہ خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے جلدی میں خصوصی کھانا پکوایا ہوا تھا۔امیر محترم کو دائیں طرف بٹھایا اور بندہ کو بائیں طرف،اس دن تو حضرت کی بہت جوش میں تھی۔اپنے ہاتھ سے کئی بار لقمے حضرت امیر محترم اور بندہ کے منہ میں دیئے اور عجیب محبانہ دلنواز باتیں ارشاد فرماتے رہے۔مجلس ختم ہوئی، میں خوش خوش اپنی قسمت پر نازکرتا ہوا گاڑی میں آبیٹھا، یہ کیا؟؟.....حضرت امیر محترم کی آنکھوں میں آنسو تھے ''دعا کرو مجھے لگتا ہے حضرت ہمیں چھوڑ کر جانے والے ہیں''.....یہ وہ نسبت تھی جس نے صدیق اکبرؓ کو سورۃ النصر کے نزول پر رُلا دیا تھا،جبکہ باقی حضرات خوش ہو رہے تھے۔اس ملاقات میں حضرت نے صرف آخرت کی باتیں کیں۔فرمایا: یہ ایک نابینا ساتھی ہیں انہیں حدیث پڑھا رہا ہوں، حدیث کی عبارت پڑھتے ہیں، کندھوں پر ! فرشتے سنتے ہوں گے،ثواب بھی لکھتے ہوں گے انشاءا ۔دوسرے مدارس والے طلبہ کو وظائف دیتے ہیں میرے پاس پیسے نہیں ہیں ورنہ طلبہ کی خدمت کرتا اور وہ یہاں رہ کر حدیث پڑھتے، حضرت امیر محترم نے عرض کیا ''حضرت! آپ طلبہ میں اعلان کرادیں کہ انہیں دوسرے مدارس سے زیادہ وظیفہ دیں گے'' حضرت اس بات پر بہت خوش ہوئے اور کئی بار مسرت کا اظہار فرمایا۔اسی طرح خوبصورت سادہ انداز میں کئی بار ارشاد فرما گئے کہ:

قرب الرحیل الی دیار الآخرۃ

ہم نہ سمجھ سکے،انہوں نے سمجھ لیا جن کی نسبت گہری تھی،اس لئے جب ہم نکلے تو ہمارے

چہروں پر خوشی تھی اوران کے رخ پر غم کی چھائیاں۔امیر محترم کی تو بعد میں بھی چند ملاقاتیں ہوئیں مگر میں دوبارہ حضرت کی زیارت نہ کرسکا۔ایک یادگار ملاقات اور بھی تھی ۔حضرت امیر صاحب کی ۱۳ماہ پر محیط نظر بندی ختم ہونے کا عدالتی حکم آیا اور حضرت اقدس نعمانی صاحبؒ ملاقات کے لیے بہاولپور تشریف لے آئے۔ نظر بندی ابھی برقرار تھی اس لیے ملاقات نہ ہوسکی۔حضرت کچھ غم زدہ ہوئے پھر حضرت والد صاحب کو تسلی دی اور فرمایا جلد انشاءا رہائی ہوہی جائے گی۔ میں نے خبر سنی تو جلدی سے نکل پڑا کہ ''یار'' سے ملاقات ہوجائے،اس دن حضرت کو بتایا گیا کہ مرکز کی تعمیر کا ارادہ ہے، چھوٹا سا پلاٹ ملا ہے مزید کی کوشش جاری ہے دعا فرمادیں۔حضرت نے بہت دیر تک والہانہ انداز میں دعا فرمائی اور فرمایا کہ انشاءا بہت بڑا مرکز بنے گا۔ا تعالی نے حضرت کی دعاؤں کو قبولیت عطا فرمائی اور مرکز تعمیر ہوگیا اور بحمدا اس کا فیض بھی خوب پھیل رہا ہے۔اس دن گھر سے میری ہمشیرہ نے حضرت کے لئے قیمہ پکا کر باہر بھیجا،حضرت نے بہت رغبت سے تناول فرمایا اور پھر بڑی بے تکلفی سے والد صاحب سے کہا'' قیمہ بہت مزیدار ہے،اجازت ہو تو تھوڑا سا لے جاؤں گھر جا کر کھالوں گا''

یہ تھے استاذ العلماء،مجاہدین کے سرپرست اور امیر المجاہدین کے محبوب ومحبّ حضرت اقدس مولانا منظور احمد نعمانی نورا مرقدہ۔

تین دن قبل جب میں اس شمارے کی تیاری کے لئے تصاویر لینے مدرسہ عربیہ حبیب آباد طاہر والی پہنچا تو اس کچے کمرے کی دید نے یہ ساری یادیں تازہ کردیں جہاں انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔

شام کو میں محبوب استاذ اور حضرت کے رفیق خاص حضرت مولانا حاجی احمد صاحب دامت برکاتہم کے قدموں میں بیٹھا حضرت قدس سرہ کے حالات کرید کرید کر پوچھ رہا تھا تو انہوں نے بچشم نم فرمایا'' ان کے بارے میں جو کچھ نہیں معلوم وہ معلوم سے بہت زیادہ ہے وہ خود کو چھپائے رکھنے کی کوشش میں کامیاب رہے، مجھے تو اتنا معلوم ہے کہ بے سہارا ہونے کا مطلب ان کے جانے کے بعد سمجھ میں آیا''۔

☆☆☆

ننھا کمانڈر

ایک خوش نصیب انسان کا تذکرہ.....

مجاہدین کے دفاتر میں برتن دھونے کی مشقت، ہسپتالوں

میں زخمیوں کی بے لوث خدمت، ہر چھوٹے بڑے کام

میں اپنے بڑوں کی مکمل اطاعت

سے جیش محمد ﷺ جیسی بڑی جماعت کے چیف کمانڈر

بننے تک کا سفر صرف ۲۲ سال کی عمر میں طے کر جانے والا

انتہائی پیارا اور انتہائی خوبصورت ''عدنان'' شہید شورکوٹی.....

اس کی چند ان صفات کا ذکر جو ہر مجاہد کے کام آنے والی ہیں.....

(شمارہ:55)

معاف کرنا منّے! دیر ہوگئی:

2001ء کی بات ہے جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا، وہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ کچھ پڑھنے کے لئے میرے پاس آیا تھا، اس کے چہرے پر کچھ ایسی سنجیدگی اور وقار تھا کہ دیکھنے والے کا دل خود اس کی طرف کھنچا جاتا جی چاہتا کہ اس سے کچھ باتیں کی جائیں۔ ہم چند ایک ہی تھے اور دنیا کے جھمیلوں سے بہت دور، اس لئے خوب باتیں کرتے، میں نے جب بھی اسے ٹٹولا اور یہ کوشش کی کہ اس کے اندر تک رسائی حاصل کروں ایک بات بہت

کھل کر سامنے آئی کہ بلند عزمی میں یہ بچہ اپنے دوسرے رفقاء سے بہت مختلف ہے، وہ اس کام میں جس کی خاطر وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر آ گیا ہے معمولی حصہ ڈال کر راضی ہونے والا نہیں۔ وہ عالی ظرف ہے تھوڑے پر قانع نہیں ہوگا۔ وہ بات کرتا تو غیر معمولی، سوال کرتا تو ہماری سوچ وفکر سے اونچے، عزائم کا اظہار کرتا تو بلند تر، اور ہاں! اولوالعزم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس نے اونچا جانا تھا اس لئے بہت آزمایا گیا، جس نے اسے بلندیوں پر پہنچانے کا فیصلہ کرلیا اس نے اسے خوب پرکھا اچھی طرح جانچا، اس نے وہ مراحل بھی طے کئے جہاں اس راہ کے عام مسافر ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔ ان کی تربیت مکمل ہوئی تو سب ساتھی ایک ایک کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ ایسے میں اسے روک کر رکھا گیا حالانکہ اس کی خواہش اور تڑپ یہ تھی کہ وہ سب سے پہلے میدان میں پہنچے۔ ان میں سے کئی ایک کی شہادت کی خبریں آنے لگیں حالانکہ وہ سب سے پہلے اس سعادت کو پانے کا خواہشمند تھا، ایک بار وہ رات کو اپنا کام مکمل کر کے باقی رفقاء سے پہلے کیمپ میں پہنچ گیا، ساتھی لوٹے تو وہ ان کے استقبال کے لئے دسترخوان لگا کر موجود تھا، سب نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا تو مسکرا کر کہنے لگا جنت میں بھی میں انشاءا تم سب کے استقبال کے لئے پہلے موجود ہوں گا، اس معاملے میں اس کے کئی بھائی سبقت لے گئے۔ وہ چاہتا تھا کہ تربیت سے فارغ ہوتے ہی محاذ پر چلا جائے دوسرا کوئی کام نہ کرے اسے روکا گیا۔ اقبال نے کہا ہے فطرت گل لالہ کی خود حنا بندی کرتی ہے اسے بھی بڑا بنانے اور بڑے کام کے قابل بنانے کا انتظام خود فطرت کر رہی تھی۔ بڑے کام کے لئے سب سے بڑی خوبی صبر کی ہے اسے صابر بنایا جا رہا تھا اس کے کئی رفقاء جو اسی کے ساتھ اسی کی طرح اونچے عزائم اور بلند مقاصد لے کر آئے تھے صابر نہ ہونے کی وجہ سے راستہ بھٹک گئے، انہیں جب روکا گیا تو انہیں اپنے بڑوں سے بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں، انہیں خیال آنے لگا کہ ہمیں ہمارا حق نہیں دیا جا رہا، ہم تربیت کر کے عسکری لوگ بن گئے ہیں ہمیں غیر عسکری کام کیوں بتائے جا رہے ہیں، نفس اور ان نے خوب دھوکہ دیا، انہیں یہ محسوس ہوا کہ وہ شہادت کے راستے سے ہٹائے جا رہے

ہیں، امیر کی اطاعت میں ہونے والے بظاہر غیر عسکری کام انہیں چھوٹے نظر آنے لگے اور انہیں لگا کہ وہ مقصد سے دور ہو رہے ہیں، ان کی اس ''جلد بازی'' اور ''بے صبری'' کا فائدہ اٹھا کر ن انہیں جہاد اور جماعت کی پاکیزہ اور سعادتوں والی زندگی سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا، صرف اس ایک گروپ کی نہیں جہاد میں ایسے درجنوں لوگوں کی مثالیں موجود ہیں جو ''صابر'' نہ بنے اور اپنا راستہ کھوٹا کر ! ، انہیں ن بہت مزین انداز میں یہ بات سمجھاتا ہے کہ اصل مقصد تو جہاد ہے جماعت نہیں، اس لئے جہاد کرنے کے لئے کہیں اور چلے جاؤ۔ بظاہر بات بہت معقول نظر آتی ہے کہ واقعی مقصد تو جہاد ہی ہے اگر دو چیزوں پر غور کر لیا جائے تو ن کے اس جال کی حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے

پہلی بات یہ کہ بدر سے آج تک جہاں بھی مسلمانوں کی جماعت اور اجتماعیت ٹوٹی خواہ اس کی بنیاد کتنی ہی مزین اور مزخرف نعرہ کیوں نہ ہو، ایسی بات ہی کیوں نہ ہو کہ حق صرف اسی میں منحصر نظر آئے نتیجہ کیا نکلا؟ فتح و کامرانی یا شکست و ہزیمت؟

دوسری بات یہ کہ ایسی باتیں کر کے جماعت سے ہٹ جانے والوں کو جہاد کرنا نصیب ہوا یا نہیں؟

جی ہاں! نظر و عقل کی دولت رکھنے والوں کے لئے ان دو باتوں میں بڑی عبرت ہے کاش! کوئی غور کرنے کی تکلیف کرے۔ وہ اس بارے میں خوب آزمایا گیا، اسے مہینوں فارغ بٹھایا گیا اس کے عزائم کو زنگ نہ لگا اسے ہر قسم کے کام دیئے گئے اس کی اطاعت میں کوئی فرق نہ آیا، جہاد میں شاید سب سے مشکل کام ''خدمت'' کا کام ہے، بلکہ یقیناً یہی سب سے مشکل کام ہے، محاذوں پر خوب مردانگی کے جوہر دکھانے والے اس میدان میں ایک دن بھی بسا اوقات مشکل سے گزار پاتے ہیں اور پھر خصوصاً کسی زخمی یا معذور مجاہد کی خدمت کرنا کافی جان جوکھوں کا عمل ہے، اسے اس مرحلے سے بھی گزارا گیا۔ اس نے ایک مفلوج اور معذور مجاہد بھائی کی ایک سال کے لگ بھگ اتنی خدمت کی کہ اس کے حقیقی بھائی بھی اتنی نہ کر سکے، اس زمانے میں جب بھی اسے دیکھا بہت رشک آیا اور خوب دعائیں دل سے نکلیں،

میری اس سے رفاقت چند دن کی نہیں دو سال سے زیادہ رہی۔ ہم نے زندگی کے کئی مشکل مراحل بھی اکٹھے طے کئے، اس کی دو صفات نے مجھے خاص طور پر بہت متاثر کیا۔

(۱) غیر مشروط اطاعت: جب کسی شخص سے کوئی مشکل کام کہا جائے تو اکثر اس کی انجام دہی کیلئے وہ کچھ نہ کچھ شرائط ضرور عائد کرتا ہے، کچھ چیزوں کا مطالبہ لازمی پیش کرتا ہے اور کچھ تحفظات کا یقیناً اظہار کرتا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں تھا، اسے جب بھی کوئی کام کہا اس نے اپنا مخصوص جواب دیا ''چلو ٹھیک ہے'' اور اٹھ کر چل پڑا، چلو ٹھیک ہے کہہ کر کام پر نکل جانے والے بہت کم رہ گئے۔ ا ہم میں انکی امثال بڑھائے، اس کا مخصوص لہجہ اور یہ پیارے الفاظ ہمیشہ کانوں میں گونجتے رہیں گے۔

(۲) ایمانداری: اس نے جو کام کئے اور جن شعبوں سے منسلک رہا ان کاموں میں اس نے لاکھوں روپے خرچ کئے میں بے جا اور جھوٹی تعریف سے ا کی پناہ مانگتے ہوئے صدق دل سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے اسے ان لوگوں میں سے پایا جن کے ہاتھ مال جہاد میں ادنیٰ سی خیانت سے بھی آلودہ نہیں ہوتے، وہ سفر میں ہلکا پھلکا کھانا کھاتا، کم سے کم کرائے میں سفر کرتا اور ہر پیسے کا حساب کتاب جوڑ کر لکھتا اور لا کر جمع کرا دیتا، اس کی یہ دونوں صفات بہت قابل قدر ہیں ا تعالیٰ ہر مجاہد کو اپنے اندر ایسی صفات جمع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وہ ان تمام آزمائشوں کو جب اچھے نمبروں سے پاس کر چکا تو اسے اس کے بڑوں نے کشمیر بھیجنے کا فیصلہ کیا، اپنے اس اونچے سفر پر روانہ ہوتے وقت وہ پھر کئی دن میرے پاس رہا، وہ اسی طرح سوال کرتا بہت مشکل اور اونچے، ایک دن میں اکیلا اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا، میرا بہت وقت آپ کے ساتھ گزرا میرے اندر جو خامیاں آپ نے دیکھی ہوں بتائیں تاکہ ان کی اصلاح کروں میں اسے کیا کہتا وہ مجھ سے کافی بڑا ہو چکا تھا۔ اس نے بہت اصرار کیا میں نے کچھ باتیں عرض کر دیں اٹھتے وقت کہنے لگا کوئی حکم کوئی خدمت؟ میں نے کہا آپ کو لمبی زندگی دے اور بہت کام لے بس تربیت

کے آخری دن جو وعدہ آپ نے مجھ سے کیا تھا وہ یاد رکھنا۔ اس نے ''چلو ٹھیک ہے'' کہا اور مسکراتا ہوا اٹھ گیا اور سفر پر روانہ ہو گیا، ایک ملاقات مقدر میں باقی تھی پھر نصیب ہوئی وہ خوب اچھی طرح گلے ملا، خوب دبایا اور آہستہ سے کان میں کہا استاد جی! اچھے شاگرد وعدہ فراموش نہیں ہوتے!

کاش! ایسا ہی ہو.....

وہ کشمیر چلا گیا اور چیف کمانڈر بنا دیا گیا۔ اسے بہت چھوٹی عمر اور کم وقت میں یہ ذمہ داری ملی چونکہ وہ آزما کر بھیجا گیا تھا اس لئے اس نے خوب نبھایا، کشمیر جیسا مشکل محاذ جنگ اور سخت ترین حالات، اپنوں کی سازشیں اور دشمن کا پورا زور، ان سب چیزوں کو نظر انداز کر کے اس نے ''بدری بابا'' کے نام سے زوردار کارروائیاں کیں کہ ابوجہل کی اولاد کو بدر کی یاد دلا دی، ایسے لگا کشمیر میں غازی بابا کا دور پھر لوٹ آیا ہے، وہ وہاں سے بھی مجھ سے رابطہ کرتا کبھی فون پر کبھی اور ذرائع سے اور کام کی باتیں ہی پوچھتا، ایک بار مجھے کسی کشمیری شخص کا فون آیا اس نے کہا کہ آپ مجھ سے ملیں آپ کے نام ''ان'' کا پیغام ہے میں گیا اس شخص نے ایک لفافہ لا کر مجھے دیا۔ میں نے کھولا تو اندر تازہ زعفران کی ایک تھیلی تھی اوپر لکھا تھا ''شاگرد کی طرف سے'' وہ زعفران بہت خوشبودار تھا بالکل اس کی معصوم باتوں جیسا، مجھے علم نہیں تھا کہ وہ جلد جانے والا ہے اس لئے میں نے سارا استعمال کر لیا ورنہ کچھ بچا کر رکھتا اب صرف اس کی یادوں اور باتوں کی خوشبو باقی رہ گئی ہے۔

میں ایک سفر سے واپس لوٹا، آتے ہی خبر ملی کہ وہ چلا گیا ہے وہاں جہاں وہ اپنے سب ساتھیوں سے پہلے جانا چاہتا تھا، وہ انشاءا بہت اچھی جگہ پر گیا ہے اب وہ اپنی قربانیاں اور نیکیوں کے مزے لوٹ رہا ہوگا۔ وہ جنت ارضی میں تھا جہاں زعفران اگتا ہے وہاں ہمیں نہیں بھولا اب وہ انشاءا ایسی جنت میں ہوگا جس کی مٹی زعفران ہے وہاں بھی نہیں بھولے گا کیونکہ اچھے لوگ وعدہ فراموش نہیں ہوتے۔ وہ مجھے بہت پیارا تھا اور میں اسے پیار سے منّا کہا کرتا تو وہ خوش ہوتا حالانکہ وہ مجھ سے صرف 3 سال چھوٹا تھا، وہ مجھے بہت یاد آتا ہے

اس کی یادیں کاغذ پر منتقل کرنے میں دیر ہوئی۔

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

میں سفر سے لوٹا تو ایک سعادت منتظر تھی، گرمیوں کی چھٹیوں کے غفلت آمیز وقت کو قیمتی بنانے کے لئے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ دورۂ علم وتزکیہ کی غرض سے کشمیر کے خوبصورت مقام تراڑکھل میں جمع تھے، دورۂ اساسیہ مکمل ہو چکا تھا اور دورۂ تفسیر آیات الجہاد کی تدریس بندہ کے سپرد کی گئی، ہفتہ بھر قرآن کریم کی آیات جہاد کا مذاکرہ رہا، شہداء کا پیغام پیچھے رہ جانے والوں تک پہنچانے کی کوشش رہی الحمد ۱۳۰ طلبہ نے قرآن کے حکم جہاد کو سمجھا اور دوسروں تک پہنچانے کا عزم کیا، وہاں سے واپسی ہوئی تو پھر اس کی یاد نے آ گھیرا، میں نے اس کی کچھ باتیں اپنے دل کی تسلی کی خاطر لکھی ہیں۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ وہ کوئی مافوق الفطرت چیز تھا یا معصوم فرشتہ تھا، وہ انسان تھا ممکن ہے بہت سارے لوگوں کی نظر میں اس کی کچھ بشری خامیاں ہوں۔ ہاں! اتنی بات یقین سے کہہ سکتا ہوں وہ ایک بہت اچھا انسان تھا، بہت اچھا دوست اور رفیق تھا، بہت اچھا مجاہد تھا، بہت اچھا کمانڈر تھا، وہ ایسا شخص تھا جس کی مثالیں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں، وہ ایسا مجاہد تھا جس جیسوں کی امت کو اشد ضرورت ہے، وہ ہم میں تھا تو ہم اسے یاد کیا کرتے تھے کے ساتھ، اب وہ ہم میں نہیں ہے تو اس کی یاد ہمارے دلوں میں مہکتی ہے عقیدت کے ساتھ، وہ ہم سے چھوٹا تھا بہت بڑا ہو گیا، پیچھے تھا بہت آگے نکل گیا بہت آگے بہت ہی آگے۔

یہ چند ٹوٹے پھوٹے منتشر الفاظ نہ اس کے مقام کا حق ادا کر سکتے ہیں نہ میری کا اگر قبول ہو جائیں تو میری سعادت کے لئے کافی ہیں۔

معاف کرنا عدنان! دیر ہو گئی مگر تم وعدہ نہ بھلانا

☆☆☆

7 سال قبل

کیا آپ نے امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ دیکھے ہیں؟

آیئے! میں آپ کو دکھانے کی کوشش کرتا ہوں.....

ایک ہی وقت میں 6 ،نرمی، ٹھنڈک، گرمی، بے انتہاء شفقت

اور بے پناہ پکڑ کی صلاحیتوں سے مالا مال.....

امیر المجاہدین کی رہائی کے ساتویں سال پر لکھی گئی تحریر

(شمارہ:69)

دست شناسوں کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ سے شخصیت بتاتے ہیں، ہاتھ کی ساخت اور لکیریں دیکھ کر ہاتھ والے کے مزاج اور صفات کا نقشہ کھینچ دیتے ہیں، ہم نہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھتے ہیں نہ دست شناسوں پر البتہ اس بات پر ضرور یقین رکھتے ہیں کہ بعض ہاتھ بہت عجیب ہوتے ہیں۔ آپ ہی بتایئے!

کوئی ہاتھ اتنا نرم ہو کہ اسے مصافحہ کے لئے چھوئیں تو ایسا احساس ہو گویا کسی بہت قیمتی اونی یا ریشمی کپڑے کو چھولیا، گویا کسی نرم پھول کا لمس لیا اور اگر کوئی مقابلے کے لئے پنجہ لڑا لے تو گویا فولادی شکنجے میں جکڑا گیا.....

وہ ہاتھ کسی کے سر پر آجائے تو یوں سمجھئے کہ اسے ''ہما کا سایہ'' مل گیا اور دنیا آخرت کی

سعادتوں سے اس کی جھولی بھر گئی جبکہ کسی کی گردن پر پڑ جائے تو ملک الموت کا وار سمجھئے!.....اور سب سے زیادہ حیران تو وہ ہاتھ آپ کو اُس وقت کر دیتے ہیں جب ان میں قلم آ جائے، پھر وہ قرآن کی تفسیر لکھیں تو رازی ؒ کے ہاتھ لگیں اور معارف بیان کریں تو غزالی ؒ کی جھلک دیں وعظ ونصیحت کا رنگ ابھرے تو ابن جوزی ؒ کے ہاتھ نظر آئیں اور حکم جہاد رقم کریں تو ابن نحاس ؒ اور عبدا عزام ؒ کی یاد دلائیں، علمی تحقیقات پر چلیں تو محقق کے ہاتھ، تصوف کی بات کریں تو صوفی باصفا کے ہاتھ، کالم نگاری کریں تو ہر کالم تاریخی بنا دیں، کسی کی مدح سرائی کریں تو اس شخص کو اوج ثریا پر چمکتا تارہ بنا دیں اور مذمت پر اتریں تو دلوں کو نفرت سے لبریز کر دیں، طنز کریں تو طاقتور ترین کہلانے والے لوگوں کو کنڈیکٹر بنا دیں اور محاسبہ کریں تو حکمرانوں تک کے پردے چاک کرنے میں باک نہ محسوس کریں۔

دعا کے لیے اٹھ جائیں تو رب کی رحمت کھینچ لائیں اور قتال کے لئے اٹھیں تو عذاب الٰہی کا نمونہ بن جائیں۔ آپ ناراض نہ ہوں کہ کن ہاتھوں کا تذکرہ چھیڑ کر بیٹھ گیا اور اس تذکرے کا کیا موقع ہے، بات یہ ہے کہ ایک زمانے میں ہم انہی ہاتھوں کے سائے میں زندگی گزارہ کرتے تھے، یہ وہ وقت تھا جب یوں کہئے کہ زندگی گزارنا شروع کر رہے تھے، ہم صبح شام ان ''ہاتھوں'' کے لمس کا مزہ لیا کرتے تھے اور کبھی کبھار ان کی ''ضرب'' کا بھی ہاں! مگر دونوں کیفیتوں کو رحمت خداوندی تصور کرتے تھے، شاعر نے جن ہاتھوں کی ''ضرب'' کو ''زبیب''، یعنی کشمش کی طرح لذیذ کہا ہے وہ یہی ہاتھ تو تھے، نرم گرم ریشمین بھرے ہاتھ۔

پھر ہوا یوں کہ وہ ہاتھ ہم سے کچھ دور کر دیئے گئے، سنا ہے کہ ان میں ہتھکڑیاں ڈال دی %تھیں، ہم لمس سے تو محروم ہو گئے سائے سے البتہ نہیں، زندگی کے ہر موڑ پر ہر مشکل میں یہ سایہ بہت کام آیا، کئی سورج سر پر چمک رہے تھے اور ان کی گرمی بھسم کرنے اور شعاعیں اندھا کرنے کو رہیں مگر وہ ہاتھ ایسے سایہ فگن رہے کہ کوئی چیز بھی اسے پار نہ کر سکی، ہاتھ پابند ہو کر بھی اپنا کام کرتے ہی رہتے ہیں یہ بات تو انہی نے ہی سمجھائی، امت کی را ئی کرنا، راہ جہاد کو بے غبار کرنا، بھٹکوں کو راستہ دکھانا ان کا منصب تھا سو یہ کام وہ ہتھکڑیاں پہن کر بھی کرتے

رہے، سوائے ایک قلیل عرصہ کے ان کاموں میں کوئی تعطل نہ آیا وہ قلیل عرصہ شاید وہ ہاتھ رب کے سامنے اٹھے رہے ہوں گے کہ انہیں ''قید'' میں ''رہائی'' عطاء کی جائے تاکہ اپنا کام کرسکیں۔

پھر قدرت کا ''ہاتھ'' حرکت میں آیا اور چاہنے والوں نے ''ہاتھ'' چلایا، تب کفر شکنجے میں آ گیا، آٹھ دن تک اسے خوب رگڑا گیا، اس کی رسوائی کے ڈنکے دنیا بھر میں بجے، اس نے ان ہاتھوں کے شکنجے سے نکلنے کے لئے ہر ممکن زور لگایا، ہر طرح سے تڑپا، چلایا، ہر طاقت کی چوکھٹ پر سر رگڑا کہ شاید کسی کی مدد سے ہی اس شکنجے سے راہ نجات نکل آئے مگر ہر کوشش بے سود ہر سعی بے ثمر، بالآخر ذلت کے ساتھ جھکنا پڑا، ایٹمی طاقت، ہندوانہ ضد، مشرکانہ نفرت، بلند بانگ دعوے، خوفناک دھمکیاں سب کچھ دھرا کا دھرا رہ گیا اور ان ''ہاتھوں'' کی زنجیریں باندھنے والوں نے خود کاٹیں اور انہیں لاکر اپنوں کے ہاتھ دے دیا۔

جی ہاں! آج سے ۷ سال پہلے آج ہی کے دن یعنی ۲۲ رمضان المبارک کے مبارک دن ہمیں پھر ان ہاتھوں کا لمس نصیب ہوا، میں بار بار ان ہاتھوں کو دبا رہا تھا اور وہ فرما رہے تھے کہ فکر نہ کرو تم خواب میں نہیں ہو جاگ رہے ہو۔

پھر ایک نیا دور شروع ہوا، وہ ہاتھ سب سے پہلے اٹھے تو ان کا اعلان تھا ''ایڈوانی میں آ گیا ہوں'' دعوت جہاد کا ایسا غلغلہ بلند ہوا کہ کافروں اور منافقوں کی نیندیں اڑ% ، محاذ جنگ پر وہ کارروائیاں ہوئیں کہ گنجے سر پریشانی سے آپس میں ٹکرانے لگے، ہاتھ تقریروں پر لہرا رہے تھے، مضامین اور کتابوں میں گوہر افشاں تھے اور محاذوں پر آتش فشاں ہر جگہ کفران کا نشانہ بنا ہوا تڑپ رہا تھا۔ ہر کوشش ہر حربہ پھر آزما لیا گیا یلغار رکنے میں ہی نہ آئی، پھر ان کے گرد گھیرا تنگ کر دیا گیا اور کوشش کی گئی کہ انہیں پابند کر دیا جائے، باندھ دیا جائے ان کے پیغام کو روک دیا جائے۔ بے وقوف ہیں ایسا سوچنے والے! لایعقل ہیں ایسا کرنے کی فکر کرنے والے! وہ تو پھول ہیں بھلا ان کی خوشبو کو روکا جا سکتا ہے؟ وہ تو بارش ہیں بھلا ان کو برسنے سے روکا جا سکتا ہے؟ وہ تو بجلی ہیں بھلا ان کی چمک کو پابند کیا جا سکتا ہے؟ وہ تو رعد ہیں کیا ان کی کڑک دبائی جا سکتی ہے؟

یارلوگوں کو ہر کام کے پیچھے یہی ہاتھ نظر آتا ہے ان اندھوں کو کیا علم کہ یہ ہاتھ کہاں کہاں کام کر رہا ہے اور کیا کیا کام کر رہا ہے:

تم سارے وسائل خرچ کر کے دعوت جہاد نہیں روک سکے:

ایڈوانی اور اس کی پارٹی لاکھ کوشش کر کے حرام مندر تعمیر نہیں کر سکے:

الحاد و تلبیس کے بدترین طوفان قرآن اور جہاد کو الگ نہیں کر سکے:

جہاد کے خلاف اٹھائے جانے والے اعتراضات کے طومار بے اثر کیوں ہو گئے؟:

نوجوانوں میں بڑھتا ہوا جذبہ جہاد اور شوق شہادت تھم نہیں رہا:

کشمیر کے سودے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پا رہے!

اہل عزیمت کے قافلے باوجود پابندیوں کے آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔

کیوں؟.....

اس لئے کہ ان سب کاموں کے پیچھے وہی ہاتھ ہیں، وہی جو قید میں تھے تب بھی انہی کاموں میں مصروف تھے اور اب بھی اپنے فرض کی ادائیگی میں مشغول.....

ہاں! لاکھوں مسلمان ضرور رنجیدہ ہیں، آج سے ۷ سال پہلے انہیں جن پیارے ہاتھوں کا لمس نصیب ہوا تھا وہ ان سے پھر دور ہیں، سب رب کے دربار میں دست بدعاء ہیں اور انہیں یقین ہے دانے کو پھاڑ کر فصلیں نکالنے والا رب، گٹھلی سے درخت اُگانے والا رب، دن اور رات کو بدلنے والا رب پھر اپنی رحمت فرمائے گا اس کا دست قدرت پھر اپنی طاقت کا نظارہ دکھائے گا، پھر کوئی غیبی ہاتھ حرکت میں آئیں گے، ظلم وستم کے اندھیرے چھٹیں گے، سختیاں اور تکلیفیں دور ہوں گی اور پھر وہ ان ہاتھوں کو تھام سکیں گے، عقیدت سے چوم سکیں گے اور انہیں جوش سے لہراتا دیکھ سکیں گے۔

ہواؤں کے دوش پر سوار

ان غم زدوں کا سلام اور عید مبارک

مرشد المجاہدین حضرت مولانا مسعود ازہر حفظہ اللہ کی خدمت میں پہنچے جوان کی امامت میں عید نماز ادا کرنے کیلئے بے چین ہیں۔

☆☆☆

بانکپن

وہ جب حکمران تھے ہم نے کبھی ان کے گن نہیں گائے
حالانکہ کئی لوگ انہیں اسلام کا سچا خادم
اور ہیرو لکھتے اور بہت کچھ پاتے تھے.....
ہاں! وہ جب مجاہد بنے اور انہوں نے حی علی الجہاد
کی صدا لگائی تب ''القلم'' نے انہیں خوب سراہا اور
جب وہ کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے
جام شہادت نوش کر گئے تو انہیں والہانہ خراج عقیدت پیش کیا
بے شک
''مجاہد کی موت کا بانکپن اس کے زندگی بھر کے
گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے''

(شمارہ:79)

یہ بات تفصیل سے کئی بار عرض ہو چکی ہے کہ ''جہاد'' بہت اونچائی والا عمل ہے اپنا نام لینے والوں کو ایسی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے کہ کوتاہ بین ان کا مقام دیکھ ہی نہیں پاتے اور زیادہ وقت بھی نہیں لگتا بس پلک جھپکتے میں ہی ? ں سے بلندیوں کا یہ سفر طے ہو جاتا ہے، تب تاریخ، نظریات، تجزیات، تبصرے سب کچھ بدلنا پڑ جاتا ہے، دانشوری کے زور

پر دلائل کے انبار لگا کر ثابت کی گئی باتوں سے رجوع کرنا مجبوری بن جاتا ہے ورنہ خود متاع علم و دانش کے غیر معتبر ہونے کا خدشہ ہونے لگتا ہے۔ کیا کیا جائے جہاد چیز ہی ایسی ہے، بہت اونچی بہت طاقتور.....

کچھ دن پہلے بھی ایسا ہی ہوا، علی الاعلان ہوا ہے علی رؤس الاشہاد ہوا ہے اور سب کو ماننا پڑا ہے، وہ ایک آمر حکمران تھا، ظالم بھی تھا، مطلق العنان تھا، سب کچھ ہوگا اور اس کی برائیوں پر خوب لکھا جا چکا ہے۔ تب کوئی دردِ دل رکھنے والا مسلمان اس کا نام احترام سے نہ ##ا تھا۔ اس نے عرب قومیت کا پرچار کیا، اپنے سیاسی مخالفین کا خون بہایا، اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے ناجائز اقدامات بھی کئے، تب وہ کوئی ہیرو بن گیا نہ اسے کسی نے آئیڈیل قرار دیا۔ اس نے ہمسایہ ملک کویت پر حملہ کیا اس کے اس اقدام کی کہیں سراہنا نہیں ہوئی، ہاں اپنی حکمرانی کے آخری دور میں جب اس نے امریکی مطالبات پر احتجاج شروع کیا، جب اس نے امریکہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے اس کی جارحیت کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کر دیا۔ جب اس نے تخت و تاج چھوڑ کر روپوشی اور مزاحمت کی راہ اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔ جب اس نے دنیا بھر کے مجاہدین کو عراق آنے کی دعوت دے دی، سرحدیں ان کے لئے کھول دیں، اسلحہ ان میں تقسیم کر دیا، مال ان میں بانٹ دیا، جب اس نے اپنے دونوں جوان بیٹوں کی شہادت پر حوصلہ نہ ہارا بلکہ ایک سچے عرب مجاہد باپ کا کردار ادا کیا۔ جب اس نے سنت رسول ا ﷺ اپنے چہرے پر سجالی، جب اس نے گرفتار ہونے کے بعد بھی تسلیم ہونے سے انکار کر دیا، جب وہ عدالت میں امریکی انصاف کے گونگے بہرے بت نما جج کے سامنے شیر کی طرح گرجا کرتا، جب اس نے موت کی سزا سن کر اپنے بوڑھے ہاتھ جوش سے لہرا کر ا اکبر، ا اکبر کے نعرے لگائے، جب اس نے عید کے دن خوشی سے پھانسی کا پھندہ گلے میں ڈلوالیا، جب اس نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا اور اندھیری کالی ٹوپی پہننے سے انکار کر دیا، جب اس نے مسکراتے ہوئے پھانسی دینے والے کرائے کے قاتلوں، مقتدیٰ الصدر کے

غنڈوں کو طعنہ دیا کہ عرب ہو بہادر ہو تو منہ کیوں چھپائے ہوئے ہو؟ سامنے کیوں نہیں آتے؟ ایک بوڑھے جسم کو پھانسی پر لٹکاتے ہوئے تمہارے توانا بازو کانپ کیوں رہے ہیں؟ تم میرے کمزور ہاتھ آزاد کیوں نہیں کر دیتے؟ تم میری آخری خواہش کے احترام میں مجھ پر گولیاں چلاتے تو کتنا اچھا ہوتا مگر ۱۳ صدیوں سے پیٹھ پیچھے سے اور نقاب پہن کر وار کرنے والے ہاتھوں میں اتنی طاقت کہاں؟ قلوب میں اتنی جرأت کہاں کہ سامنے آ کر گولی چلا سکیں؟ پھر جب وہ قران سینے سے لگا کر نعرہ تکبیرا اکبر، کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے دلیروں کی طرح پھندے پر جھول گیا۔ تب وہ ہیرو بن گیا، تب اسے مجاہد کہا گیا، اسے آئیڈیل گردانا گیا، اس کی میں آنسو بہائے گئے، قصیدہ خانی اور وہ بھی بادشاہوں کی کبھی نہ کرنے والے قلموں نے اس کا نوحہ لکھا، مجاہدین نے بھرے الفاظ اس پر نچھاور کئے، طالبان نے سراہا، مرشد المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا نے تعزیت کی زندہ باد کہا، عراقی مجاہدین نے بدلہ لینے کی قسمیں کھائیں، جی ہاں! وہی صدّام جو کل تک مجاہدین کی ناپسندیدہ شخصیات میں شامل تھا، تاریخ اسے ایک غلط انسان کے روپ میں اپنے صفحات پر نقش کر رہی تھی، تجزیے، تبصرے، دانشوری سب متفق تھے کہ وہ جب دنیا سے جائے گا دوسرے حکمرانوں کی طرح خس کم جہاں پاک کا اعزاز پائے گا

اچانک سب کچھ بدل گیا، بدلنا پڑ گیا کیوں کہ صدّام مجاہد بن گیا تھا، اس نے جہاد کا نام لے لیا تھا، اس نے جہاد کا علم اٹھا لیا تھا۔ یہ عظمت ہے جہاد کی، اعجاز ہے جہاد کا، سچائی ہے جہاد کی، جہاد کی زندگی بھی عزت والی ہے اور موت بھی۔ مجاہد کی موت کا بانکپن اس کے زندگی بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، تب صرف اس کی نیک نامی باقی رہ جاتی ہے برائی کا نام ونشان بھی محو ہو جاتا ہے، اسی لئے تو فرما دیا گیا ہے کہ اس کے خون کا قطرہ زمین پر بعد میں گرتا ہے اس کی روح تن سے جدا بعد میں ہوتی ہے اس کی مغفرت کا پروانہ اسے پہلے تھما دیا جاتا ہے، حوریں استقبال کے لئے زمین پر بھیج دی جاتی ہیں، فرشتوں کی قطاریں پہلے آراستہ ہو جاتی ہیں، واہ جہاد، واہ صدّام، واہ شہادت.....

صدّام حسین کی شہادت کے بعد حالات کے کئی پہلو کھل کر سامنے آئے ہیں اور کئی چیزیں پسِ منظر میں چلی گئی ہیں ضروری ہے کہ ان میں بعض پر کچھ بات کر لی جائے۔ سب سے پہلے بات ان دانشور اور تجزیہ نگار حضرات کی خدمت میں عرض کرنی ہے جو سب بیک زبان وقلم یہ لکھ رہے ہیں کہ صدّام پہلے ایک امریکی ایجنٹ تھا، امریکی مفادات کا نگہدار تھا اسے امریکی مطالبات پورے نہ کرنے اور اس کی توقعات پورا نہ کرنے کی پاداش میں پھانسی پر لٹکایا گیا، اس بارے میں مختصراً عرض یہ ہے کہ صدّام کسی بھی زمانے میں امریکی ایجنٹ تھا؟ اس کے وفادار حکمرانوں میں شمار ہوتا تھا؟ یہ موضوع کافی طویل اور بحث طلب ہے اگر عراق، صدّام، بعث پارٹی اور سب سے آخر میں حالیہ مزاحمت اور سزائے موت کی تاریخ پر غور کیا جائے تو کئی ایسے پہلو بالکل کھل کر سامنے آجائیں گے جو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ہمیشہ سے کی جاتی رہی ہے، اس الزام کی سب سے بڑی دلیل عراق ایران جنگ کو قرار دیا جاتا، حالانکہ ایران کے اس وقت کے حالات، انقلاب کے بعد توسیع پسندانہ نظریات، ہمسایہ ممالک کی طرف دست درازیاں، سیاسی معاملات میں مداخلت اور بالخصوص حرمین میں کئے جانے والے مظاہرے، قتل و غارت، ہنگامہ آرائی، قبضے کی کوشش ایسے اقدامات تھے جن پر نظر غائر سے تفکر کیا جائے تو تحقیق کی نئی راہیں کھل سکتی ہیں۔ انشاءا اس موضوع پر تفصیلی بات آئندہ کسی موقع پر کریں گے، فی الحال یہ بات سوچنے کی دعوت ہے کہ امریکہ کے کئی وفادار حکمران حکومت سے محروم کئے گئے، موت کے گھاٹ بھی اتارے گئے، امریکہ مخالف کئی حکمران بھی مختلف انقلابات کے ذریعے تخت سے اتارے گئے۔ ان میں سے اکثر نے ڈیل، جلاوطنی اور گمنامی جیسے آپشنز قبول کر کے ذلت کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے کو ترجیح دی۔ جنہیں لامحالہ لٹکانے کا فیصلہ بھی کیا گیا وہ بھی اپنی موت کے وقت کوئی قابل ذکر کردار یا قابل فخر طرز عمل پیش نہ کر سکے، آپ میدانِ تاریخ کے شناور ہیں کیا آپ کسی امریکی ایجنٹ حکمران یا لیڈر کا ایسا کردار پیش کر سکتے ہیں جیسا صدّام نے دکھایا؟ کیا صدّام کے سامنے یہ تمام آپشنز 0 نہ تھے؟ کیا اس پر ذلت کی زندگی کے تمام دروازے بند

کر دیئے گئے تھے؟ شاید ایسا نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے۔

ویسے بھی بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ ہم گزشتگان کو خیر سے یاد کریں اور صدّام کی موت تو ہماری زندگیوں سے بھی بہت اعلیٰ وارفع ہے، کیا ہم جابروں کے سامنے اس طرح سرفرازی اور تختۂ دار پر یوں مسکرانے، جواب دینے اور نعرے لگانے کا حوصلہ رکھتے ہیں؟؟

دوسری اہم بات جس سے صرفِ نظر ممکن نہیں وہ صدّام کی سزائے موت کے وقت مقتدیٰ الصدر کی ملیشیا کا کردار ہے، مقتدیٰ الصدر عراق کے ایک سابق مسلکی ر کا بیٹا ہے جسے صدّام حسین نے ملک میں مذہبی منافرت پھیلانے، حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش رچانے کے الزام میں قتل کر دیا تھا، حالیہ امریکی حملے کے بعد جب صدّام حسین اور دیگر جہادی جماعتوں نے امریکہ کے خلاف علم جہاد بلند کیا ور دنیا بھر کے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہو0% تو مقتدیٰ نے بھی اپنا امریکی مخالف امیج بچانے کے لئے مزاحمت کا ڈرامہ رچایا، حالات پر نظر رکھنے والے لوگوں کو اس مزاحمت کے دوران کئی بار شدید حیرت سے دوچار ہونا پڑا جب انہوں نے مقتدیٰ کو لاکھوں کے اجتماعات سے خطاب کرتے اور جمعے کے خطبے دیتے دیکھا، جبکہ عراق میں دیگر جہادی لیڈر، ابومصعب زرقاوی، ابوہاجر، صدّام حسین و دیگر روپوشی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ ہر وقت امریکی جاسوس طیارے، سیٹلائٹ، مخبران کی تلاش میں سرگرداں تھے اور ان کے لئے باہر نکلنا موت کا پیغام تھا ایسے میں مقتدیٰ کا باوجود خود کو مزاحمت کار کہنے کے یوں 0 عام پھرنا اور جلسے سجانا اسے عامۃ المسلمین کی نظر میں بھی مشکوک بنا گیا۔ میڈیا پر یہ خبریں تواتر کے ساتھ آتی رہی ہیں کہ مقتدیٰ کی ذاتی فوج کے غنڈے مسلکی اختلاف کی بناء پر کئی بار قتل عام، عورتوں بچوں کے اغواء اور قتل جیسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اور کئی مواقع پر امریکی افواج کے ساتھ مل کر مجاہدین کے خلاف کارروائیوں میں بھی حصہ لیتے ہیں، گزشتہ سال کے مشہور فلوجہ آپریشن کے بعد مجاہدین نے کئی ایسی ویڈیوز جاری کیں جن میں ان کرائے کے قاتلوں کو امریکیوں کے شانہ بشانہ لڑتے دکھایا گیا، اور اب جب کہ یہ خبر دنیا بھر میں پھیل گئی کہ صدّام حسین کو پھانسی پر لٹکا

کر شہید کرنے کا کام بھی عراق کی ریگولر فوج، پولیس یا امریکیوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ ان بدمعاشوں کے ہاتھوں انجام پایا ہے اور انہوں نے اس موقع پر خوشی کے نعرے بلند کئے، صدّام حسین پر فقرے کسے اور اس کی توہین کی۔ اس سے تمام مسلمانوں پر ان کی منافقت اور امریکی دوستی کا بھرم کھل گیا ہے۔ صدّام حسین کو شہید کرنا اور اس کام کے لئے عید کے دن کا انتخاب بش کا فیصلہ تھا کوئی بھی مسلمان جو ذرہ بھر ایمان دل میں رکھتا ہو اس کا اس دردناک موقع پر خوشی منانا، جشن برپا کرنا کس طرح ممکن ہے؟ خصوصا جبکہ وہ امریکی دشمنی کا دعویٰ بھی رکھتا ہو؟ اسی طرح ایران کا سرکاری طور پر اس موقع پر خوشی کا اظہار بہت سارے سوالوں کو جنم دیتا ہے جو غور طلب ہیں۔

بہرحال صدّام حسین کی عید کے دن اس طرح مظلومانہ شہادت ایک صدمے کا موقع ہے صدّام حسین نے اپنے ہر عمل کے ذریعے اس غم میں بھی مسلمانوں کے لئے خصوصاً مجاہدین کے لئے فخر کا بہت سارا سامان پیدا کر دیا، اس کی یہ ادا سلامت رہے گی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے شہید صدّام حسین پر جس نے سر جھکا کر، آنکھیں چھپا کر، گھبرا کر بش اور کرائے کے ان غنڈوں کو خوشی کا موقع نہیں دیا بلکہ ہمیشہ کی حسرت اور جلن میں چھوڑ گیا جبکہ اس کی موت کا بانکپن مجاہدین کو بہت کچھ دے گیا۔

زندہ باد صدّام زندہ باد

☆☆☆

آپ تو ہیں ہی ''مسعود''

تاریخ ساز کتاب، آیاتِ جہاد کی اولین تفسیر

''فتح الجوّاد فی معارف آیاتِ الجہاد''

کی جلد اول منظر عام پر آنے کے پُر مسرت موقع پر اپنے

مربی امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا

کی خدمت عالیہ میں خراج عقیدت.....

(شمارہ:92)

میرے مربی واستاذ حضرت سعدی برکاتہم نے کچھ عرصہ قبل ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جس کا عنوان تھا ''ہمارا شاندار زمانہ''۔ مضمون کیا تھا حالات حالات کا رونا رونے والوں کو جینے کا سبق تھا، انہیں تصویر کا ''سیدھا'' رخ دکھایا گیا تھا کہ صرف برائیاں، بے یقینیاں اور بے بسیاں دیکھنے کی بجائے فتوحات دیکھیں، جذبۂ جہاد کا فروغ دیکھیں، دعوت جہاد کا عموم دیکھیں، فدائیوں کے لشکر دیکھیں، ماؤں بہنوں میں صحابیات والا کردار زندہ ہوتا دیکھیں، نوجوانوں کو معاذ و معوذؓ کے راستوں پر خراماں خراماں چلتا دیکھیں، بوڑھوں میں عمرو بن جموحؓ کا ایمان تازہ ہوتا دیکھیں تب دل سے زنگ اترے گا جینے اور سر اٹھا کر جینے کا حوصلہ ملے گا، شکر کا موقع نصیب ہوگا اور شکوے کی بیماری سے نجات ملے گی، میں نے آج پھر وہ مضمون پڑھا، ایک بار نہیں دو بار پڑھا اور رب العزت کے حضور سجدۂ شکر بجالایا، جی ہاں! ہم تو ایسے ''شاندار زمانے'' میں جی رہے ہیں جس میں تاریخ اسلامی کی پہلی تفسیر آیات الجہاد

''فتح الجواد'' لکھی گئی ہے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

میرا واقعی سب سے بڑی طاقت والا ہے بلکہ صرف وہی طاقت والا ہے جس دور میں کہہ دیا جائے کہ لفظ جہاد بولنے والی زبان کاٹ دی جائے، اس دور میں دعوت جہاد کا بول بام عروج پر جا پہنچنا۔ جب فرعون وقت اعلان کردے کہ جہاد لکھنے والی انگلیاں کاٹ دی جائیں اس دور میں جہادی لٹریچر کا یوں عام ہو جانا، جب جہاد زندہ کرنے والی تنظیموں کو ''کالعدم'' کا خطاب دے دیا جائے جہادی بہاریں ایسی نظر آئیں گویا ہر پابندی کالعدم ہوگئی، جس دور کے ن گٹھ جوڑ کر کے قرآن پاک کی آیات جہاد کو مٹانے اور انکی تحریف کے درپے ہو جائیں اور اس وقت ایسا تجدیدی کارنامہ رونما ہو جانا کہ آیات جہاد گن لی جائیں، انہیں ممتاز کر کے امت کو سنا دیا جائے، ترجمہ وتشریح کر دی جائے، سلف کے اقوال کے مطابق ان کی صحیح تفسیر ڈنکے کی چوٹ پر سنا دی جائے، کتاب کی شکل میں شائع کر کے پھیلا دی جائے۔

جی ہاں! ا کبرا سب سے بڑا ہے، ا طاقتور ہے، ا مالک ہے، وہ سب کچھ کرا رہا ہے، ان لوگوں سے کرا رہا ہے جو ا کو ایک مانتے ہیں، اسی کے آگے جھکتے ہیں، کسی خوف اور لالچ کو دل میں نہیں اترنے دیتے، جو ہر حال میں کہتے ہیں ا کبر، ا کبر، ا کبر

میرے الفاظ آج اگر بے ترتیب ہوں تو میں معذرت چاہوں گا کیونکہ میرے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی ہے اور آنکھوں کی کیفیت بھی، میں رو بھی رہا ہوں اور ہنس بھی رہا ہوں، میں سجدے میں جاتا ہوں پھر نعرے لگانے لگتا ہوں، میرے ا نے ہم پر کتنا بڑا انعام کر دیا، اب منکرین جہاد انشاء ا اس امت کا ایمان خراب نہیں کر پائیں گے، اب الحاد و تلبیس پھیلانے والوں کے جال بکھر جائیں گے، اب ذہنوں میں کنڈلی جمائے ہوئے اشکالات ووساوس کے سانپ کچلے جائیں گے۔ میرے مولیٰ آپ کریم ہیں آپ نے دعاؤں کو قبولیت بخشی، کتنوں کے رات کے سجدے اور دعائیں ''فتح الجواد'' کے لئے وقف رہے، کتنے

سینے ملتزم جیسے مقبولیت کے مقامات پر مس ہو کر ''فتح الجواد'' کیلئے تڑپے، کتنے ہاتھ گھٹنوں گھٹنوں رب العزت کے حضور ''فتح الجواد'' کیلئے اٹھے رہے، روضۂ رسول ا ﷺ پر کتنوں نے سلام پڑھ کر ''فتح الجواد'' ا سے مانگی آخر یہ مبارک دن آ ہی گیا۔ ا کبر، ا کبر،

میرے بس میں نہیں کہ ابھی اڑ جاؤں، اور کسی نامعلوم مقام پر اس قلندر کے قدموں میں جا اتروں جس نے یہ بھاری پتھر اٹھایا اور توڑ نبھا دیا۔ ان ہاتھوں کو جا کر بے اختیار چوم لوں جنہوں نے کتنی عظیم سعادت حاصل کی۔ اس پیشانی کو بوسے دوں جس پر نور ہی نور چمک رہا ہوگا کہ اس پر رب العزت کی کتنی بڑی رحمت متوجہ ہوئی، میں مجبور ہوں یہ تو نہیں کر سکتا، اس امید پر یہ الفاظ خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ یہ اخبار میں چھپیں گے، اخبار ان تک پہنچے گا، ان کے ہاتھ ان الفاظ کو چھوئیں گے تب یہ الفاظ میری طرف سے ان مبارک ہاتھوں کو چوم لیں گے، وہ آنکھیں ان الفاظ پر پڑیں گی تب یہ الفاظ پیشانی کا بوسہ لے لیں گے۔

''میرے شیخ! آپ کی خیر ہو، آپ پر خیر اترتی رہے، سعادتیں آپ کے قدموں میں بچھتی رہیں کیونکہ آپ تو ہیں ہی مسعود''۔ آپ کو مبارک ہوا نے آپ کو دعوتِ جہاد کا امین بنایا، نبی صلی ا علیہ وسلم کی حوض المومنین کے عمل میں نیابت نصیب فرمائی، ایک شاندار کارنامے کے لئے آپ کو منتخب فرمایا، تاریخ اسلامی کیلئے ایک دکام کا بوجھ آپ کے کاندھوں پر ڈالا اور پھر آپ کو اتارنے کی ہمت و توفیق عنایت فرمائی۔ آپ پہلے ہی کافروں کی آنکھوں کا تنکا تھے اب انکی چبھن اور بڑھ گئی ہوگی۔ آپ منکرین جہاد کے دل میں کانٹے کی طرح تھے آج ان کی تکلیف اضعافا مضاعفہ ہوگئی ہوگی۔ میں آپ کو دعا اور انہیں بددعا دیتے ہوئے وہ الفاظ کہوں گا جو عمر فاروقؓ نے غزوہ احد کے دن ابوسفیان کو کہے تھے ''ابقی الله ما احزنکم'' (ا سے سلامت رکھے جس کے سبب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے) ہم سب خوش ہیں کہ ا نے ہمیں ''فتح الجواد'' والے شاندار زمانے میں پیدا فرمایا، ہم سب شکر گزار ہیں کہ ا نے ہمیں آپ کے ساتھ نسبت کی عزت عطا فرمائی ہے۔ ہم سجدہ کناں ہیں کہ ا تعالیٰ نے ہمیں ''فتح الجواد'' والی جماعت کا فرد بنایا ہے۔ ہم اسی کی حمد و ثناء کرتے ہیں جو لائق حمد

ہے کہ اس نے ''بیعت علی الجہاد'' کے عمل کی برکت سے اسی سعادت کے اجر میں شریک کیا۔آپ اکابر کی نسبتوں کے امین ہیں،شہید اسلام حضرت لدھیانوی قدس سرہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد فرمائی آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ اس نسبت کے حقدار تھے ۔حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ نے آپ کو''آیت ا فی الجہاد'' کا خطاب دیا، وقت بتا رہا ہے کہ اکابر نے سچ فرمایا تھا،آپ کو صحت،قوت عاقبت کے ساتھ عمر خضر ملے اور آپ یوں ہی سعادتیں سمیٹتے رہیں، بانٹتے رہیں،ہم تجدید کرتے ہیں عہد کی، بیعت کی اور کہتے ہیں۔

نحن الذین بایعوا مسعوداً

علی الجهاد مابقینا ابداً

میں اس موقع پر ان اکابر کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے حضرت الامیر حفظہ ا پر اعتماد کیا اور انہیں ہر موقع پر سرپرستی اور مخلصانہ دعاؤں سے نوازا، وہ تمام انشاء ا اس شاندار کارنامے کے اجر میں شریک ہیں، انکے معتمد علیہ نے ان نسبتوں کی لاج رکھی اور اسے چار چاند لگائے۔

اسی طرح وہ تمام کارکن دوست انتہائی مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے بیعت علی الجہاد کے عمل کو زندہ کیا اور پھر اسے نبھایا بھی،تھوڑا سا غور کریں کہ اس مبارک عمل کو زندہ کرنے کی برکت سے ا تعالیٰ نے انہیں خیر کے کتنے کاموں میں شریک بنا دیا ہے، یہ ایک موتیوں کی لڑی کی طرح ہیں جس کے اوپر اور نیچے والے حصے میں اعلیٰ وافضل کا فرق ممکن نہیں اور سارے مل کر ہی دین الٰہی کے خوبصورت گلے کا زیور بنے ہیں۔احیاء الفرائض والسنن،اقامت صلوٰۃ،احیاء عشر،تزکیہ باطن،دینی تعلیم،دعوت جہاد،عملی طور پر فریضہ جہاد کی محاذوں پر ادائیگی جیسے کتنے عظیم ابواب خیرا تعالیٰ نے جماعت پر کھولے ہیں اور اب یہ عظیم کام یعنی قرآن پاک کی آیات جہاد کی تدریس وتفسیر اور''فتح الجواد'' جیسی ددینی خدمت، سبحان ا ،یقیناً جماعت کا ہر مخلص اور بیعت علی الجہاد پر پختہ قائم ہر فرد ان سارے کاموں

کے اجر میں شریک ہے، اس سے بڑھ کر مبارکباد کا موقع کیا ہوگا۔ خصوصیت کے ساتھ میں مبارکباد پیش کروں گا اس بابرکت نشریاتی ادارے ''مکتبہ عرفان'' کو جس نے اس دور میں نشر جہاد کے مشکل کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اور اب ''فتح الجواد'' کی طباعت کی سعادت بھی اسی کے حصے میں آئی۔

سب سے بڑھ کر مبارکباد کے مستحق وہ والدین ہیں جن کے عزت و وقار کے تاج میں ایک اور آبدار گوہر کا اضافہ ہوا ہے یقیناً انکی مخلصانہ دعاؤں اور درد دل کا بہت سا حصہ اس عظیم دینی خدمت میں صرف ہوا، ا رب العزت انہیں پوری امت کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

آخر میں پھر اپنے شیخ کی خدمت میں بصد مبارک و تحسین عرض کرتا ہوں کہ یہ عظیم سعادت بھی آپ کو مبارک ہو آپ تو ہیں ہی ''مسعود''

☆☆☆

الوداع

دور حاضر کے ایک بڑے مجاہد

ملا دادا شہید ؒ کا تذکرہ

بغلان میں اچانک منظر عام پر آنے کے بعد سے دم

شہادت بڑی خبروں میں رہنے

والے ایک فاتح کی باتیں.....

(شمارہ)

آج فیصلے کا دن تھا، سب گوش بر آواز تھے۔ بغلان میں محصور 2 ہزار سے زائد طالبان کے مستقبل کا فیصلہ۔ کیا وہ لڑیں گے؟ ہتھیار ڈال دیں گے؟ کوئی معاہدہ ہوگا؟ غیر یقینی صورتحال تھی اور ہر شخص اپنے اندازے کے مطابق چہ میگوئیاں کر رہا تھا۔ خبر ملی کہ ظہر کے بعد بڑے میدان میں اجتماع ہوگا اور اس میں فیصلے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ ظہر کے بعد تمام لوگ بڑے میدان میں آ گئے۔ طالبان کے ایک را سٹیج پر آئے اور اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ ا کے حکم پر ملا دادا کو یہاں چیف کمانڈر اور منتظم اعلیٰ مقرر کر دیا گیا ہے اب وہ جو فیصلہ کریں گے ہم سب کو وہ فیصلہ منظور ہوگا ہم مشورۃً ان سے یہ عرض کریں گے کہ بشیر خان بغلانی نے یہاں سے تمام طالبان کے با حفاظت اخراج کی جو تجویز پیش کی ہے وہ قابل عمل ہے اس پر غور کیا جائے۔ یہ کہہ کر وہ سٹیج سے نیچے آ گئے۔ بشیر خان بغلان کا مقامی کمانڈر تھا، طالبان پل خمری چھوڑ کر اس کے علاقے میں محصور تھے،

چاروں طرف سے دشمن کا گھیرا تھا۔ ایسے میں بشیر خان نے ظاہر کیا کہ وہ طالبان کا ہمدرد ہے اور انہیں تجویز پیش کی کہ وہ اپنی گاڑیاں اور اسلحہ اس کے حوالے کر دیں تو وہ یہاں سے کابل تک تمام شمالی کمانڈروں سے ان کے بحفاظت کابل پہنچنے کی ضمانت لے دے گا۔ طالبان کو ان علاقوں میں حالت محاصرہ میں ۴ ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا تھا۔ زخمیوں کی بڑی تعداد ساتھ تھی جسے منتقل کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا اور نہ ہی طبی امداد کا ضروری سامان، اسلحہ، گولہ بارود ختم ہونے کے قریب، ایسے میں کچھ حضرات کا خیال ہوا کہ بشیر خان کی تجویز مان لی جائے اور کابل تک پہنچنے کی تدبیر کر لی جائے۔ کئی دنوں سے اسی پر مشاورت چل رہی تھی اور مرکز قندھار سے بھی حکم کا انتظار تھا۔ آج مرکز سے یہ عجیب وغریب حکم آ گیا کہ ملا دادا کو منتظم اعلیٰ مقرر کر دیا گیا ہے تمام لوگ ان کی اطاعت کریں اور ان کا فیصلہ مانیں۔ وہ اس وقت تک ایک غیر معروف شخص تھے۔ تیسرے درجے کہ کمانداںوں میں شمار ہوتے تھے اس لئے اکثر نگاہوں میں تجسس کی لہریں ابھر آئیں۔ اتنے میں ایک چھوٹے سے قد کی شخصیت سٹیج پر جلوہ افروز ہوئی۔ گہرے رنگ پر سفید عمامہ جس کا شملہ گھٹنوں تک لٹک رہا تھا، وہ لنگڑاتی ہوئی چال کے ساتھ چل رہے تھے معلوم ہوا ایک ٹانگ سے معذور بھی ہیں۔ مائیک منہ کے قریب کیا اور بولے.....

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! میں بشیر خان کو ایک گولی بھی نہیں دوں گا اور ہم سب ہی شہادت یا فتح تک لڑیں گے''۔ یہ ان کا پورا خطاب تھا۔ مجمع کو گویا آگ لگ گئی، یوں لگتا تھا کہ اب ہر شخص کے دماغ سے سوائے عزت کے ساتھ شہادت پانے کے ہر خیال نکل گیا ہے، جذبات سے ہر کوئی بے قابو ہوا جا رہا تھا اور تکبیر کے نعروں سے پہاڑ گونج اٹھے۔

یہ تھے ملا دادا جو جولائی ۱۹۹۸ء میں اس طرح اچانک منظر عام پر آئے اور ۱۲ مئی ۲۰۰۷ء تک مسلسل لیڈنگ سٹوریز میں رہتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ملا دادا شہید ؒ اس امت کے ان عظیم اور باسعادت لوگوں میں سے تھے جنہیں

ا تعالیٰ نے اس زمانے میں اسلام کی عظمت کا نشان بنایا تھا، وہ ان چند ناموں میں سے تھے جن سے زمانے بھر کا کفر خائف رہتا ہے اور ان کے خلاف سازشوں اور مخبریوں کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ کرتا ہے، وہ ان افراد میں سے ایک تھے جو اسلام کے عہد رفتہ کی حسین یادیں دلاتے ہیں اور روشن مستقبل کی تصویر دکھاتے ہیں۔

وہ ایک ہیرو کی طرح جئے، مجاہدین کے محبوب رہے، مظلوموں کے دلوں پر راج کیا اور کافروں کے سینے پر مونگ دلتے رہے اور پھر لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہو گئے۔ ا تعالیٰ نے انہیں جنگی حکمت عملی کا ایک انوکھا اسلوب عنایت فرمایا تھا اس لئے وہ دھوکہ نہیں کھاتے تھے بلکہ ہمیشہ دشمن کو دھوکہ دے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ا تعالیٰ کی نصرت تھی اس لئے وہ دشمنوں کو حیران کر کے نکل جایا کرتے تھے۔ ہاں یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ قندھار سے کابل اور کابل سے مزار تک کی فتوحات گواہ ہیں کہ ملا دادا کبھی دشمن کی چال کا شکار نہیں ہوا۔ اس کی جنگی حس اسے بروقت خبردار کر دیا کرتی تھی۔ اس کی عقابی آنکھیں اسے سامنے ! شخص کا اندر تک دکھا دیا کرتی تھیں۔ تب وہ درست فیصلے کرتا اور نہ صرف خود ان کا پھل پاتا بلکہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا۔

ملا دادا اخوند کی زندگی کو اگر بغور دیکھا جائے تو ان کی نسبت حضرت خالد بن ولید رضی ا عنہ سے نظر آتی ہے۔ ان کی طبیعت میں یہ اوصاف بہت نمایاں تھے، اطاعت، عزیمت، عسکریت اور رعب۔ ان کے عروج کی کہانی ان کی عزیمت سے شروع ہوئی جب انہوں نے بشیر خان کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور اس سے کوئی معاہدہ کرنے کی بجائے لڑنے کو ترجیح دی۔ اس وقت ان کا یہ فیصلہ اور قندوز جیسے مضبوط عسکری مرکز پر بے سروسامانی کے عالم میں حملہ کرنے کا عزم بہت سوں کو سمجھ نہ آ سکا اور چہ میگوئیاں ہوئیں۔ ملا دادا کسی بات سے متاثر نہ ہوئے اور ا مت کے ساتھ اپنے اس فیصلے پر ڈٹ گئے۔ انہوں نے کل فوج میں سے ۱۲۰۰ (بارہ سو) افراد منتخب کئے اور قندوز پر حملہ آور ہو گئے۔ ہم پندرہ پاکستانی بھی ان کے انتخاب پر پورا اترنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ ایک عجیب سفر تھا، ایک ٹینک جس میں

ایمونیشن کے طور پر صرف ایک گولہ تھا، بارہ سو مجاہد جن کے پاس صرف چھوٹی @ اور محدود گولیاں تھیں، مقابلہ ایک بہت ہی مسلح لشکر سے تھا جس کے پاس افغانستان کی سب سے بڑی ٹینکوں کی چھاؤنی تھی، اس حال میں حملہ شروع ہوا اور ٹھیک ۵ دن کی جنگ کے بعد قندوز طالبان کے قبضے میں آ گیا۔ دوران سفر یہ دیکھنے میں آیا کہ ملا دادا لشکر لے کر پیش قدمی شروع کرتے اور آگے بڑھتے ہوئے اردگرد پہاڑیوں کو بغور دیکھتے جاتے جیسے کوئی چیز ڈھونڈ رہے ہیں اور پھر اچانک کسی وقت فوج کو رکنے کا حکم دے دیتے۔ ان کی یہ حرکت معمہ بنی رہی کسی کو سمجھ نہ آتا کہ وہ کیا ڈھونڈتے ہیں اور اچانک کیوں روک دیتے ہیں؟ قندوز کی فتح کے کئی ماہ بعد ایک بار کھانے کے دسترخوان پر بے تکلفانہ ماحول میں ان سے یہ راز پوچھا گیا، انہوں نے سر جھکا کر بتایا کہ قندوز پر حملے کا حکم حضور اکرم ﷺ نے خواب میں دیا تھا۔ پھر روزانہ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوتی اور آپ ایک جگہ دکھاتے کہ کل یہاں تک علاقہ فتح ہوگا، میں وہ جگہ ذہن میں رکھ لیتا اور جونہی وہاں پہنچتا رکنے کا حکم دے دیتا۔ طالبان کے کمانڈر انچیف ملا فضل اخوند (فک اللہ اسرہ) اٹھے اور ملا صاحب کا ماتھا چوم لیا۔ جی ہاں! وہ ایسے سعادتمند مجاہد تھے جن کی رہنمائی ''وہاں'' سے ہوتی تھی۔

قندوز فتح ہو گیا اور ایئرپورٹ میسر آنے کی وجہ سے طالبان کو کابل سے کمک آنا شروع ہو گئی زخمی اور شہداء منتقل کر دیئے گئے اور تازہ دم مجاہدین بھی پہنچنے لگے قندوز کے چاروں طرف دشمن تھے، تخار سے احمد شاہ مسعود کی فوج، مزار شریف سے جنرل دوستم کی ملیشیا، دست ارچی سے ہزارہ گان اور بغلان سے بشیر خان بغلانی، روزانہ ہر طرف سے حملے ہوتے، ملا دادا اپنی ایک ٹانگ کے ساتھ خود گاڑی بھگاتے ہوئے ہر محاذ پر خود پہنچتے اور دفاع کو مضبوط کرتے۔ سب سے خطرناک محاذ جنرل دوستم کے پاس تھا۔ یہ ایک پہاڑی درہ تھا جہاں سے قندوز سے مزار جانے والی سڑک گزرتی تھی۔ اس درے کے بارے میں مشہور تھا کہ روس بھی اس پر قابض نہ ہو سکا تھا بلکہ اس نے دھوکے سے یہاں کے مجاہد کمانڈر کو شہید کرا کے اس پر تسلط حاصل کیا تھا۔ ملا صاحب کی خواہش تھی کہ اسے پہلے فتح کر لیا جائے تاکہ اس جانب

سے امن ہو جائے اور یہاں سے مزار پر حملہ کرنے کا راستہ بھی مل جائے اور پھر ایک دن انہوں نے ایک ایسی تدبیر کی جس کی کوئی مثال شاید اس زمانے میں نہ مل سکے اور بغیر کوئی گولی چلائے انہوں نے درہ یرگنگ فتح کر لیا۔ ان کی قیادت میں ہم جب فاتحانہ درے میں داخل ہوئے تو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس قدر مضبوط محاذ دشمن اتنی آسانی سے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ ملا دادا کی تدبیر اتنی عجیب تھی کہ وہ سمجھ نہ پایا اور بھاگنے میں عافیت جانی، مجھے وہ منظر اچھی طرح یاد ہے جب ملا دادا شہید جنرل دوستم کو وائرلیس پر درے کی فتح کی خبر دے رہے تھے اور وہ بھیڑیا گالیاں دے دے کر اور قسمیں کھا کھا کر انکار کر رہا تھا تب انہوں نے اس کے گرفتار شدہ کمانڈر کو وائرلیس پکڑا دیا۔ اس کے منہ سے خبر سننے کے بعد جنرل دوستم پر چپ کا ایسا دورہ پڑا کہ ملا صاحب اسے آوازیں دیتے رہ گئے مگر وہ نہ بولا.....

وہ اکثر اسی طرح حیران کرتے رہتے تھے۔ ایک بار ہم سب سڑک کے کنارے ! کھانا تیار کر رہے تھے اور ملا صاحب درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے، اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے ساتھی سے کہا کہ جو گاڑی اب سڑک سے گزرے اسے روک لینا، ایک ٹیکسی گزری جسے روک لیا گیا، اس میں دو سفید ریش بوڑھے اور ایک نوجوان تھا جو گاڑی چلا رہا تھا۔ تینوں کو ملا صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ ملا صاحب نے چند لمحے ان کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اچانک اپنا کوڑا اٹھا کر لڑکے کو مارنا شروع کر دیا، دونوں بوڑھے قدموں پر گر کر معافیاں مانگنے لگے اور بے گناہ ہونے کی قسمیں کھانے لگے، ساتھیوں کے دل پسیج رہے تھے اور انہیں یہ مار ظلم لگ رہی تھی رعب کی وجہ سے کوئی پوچھ بھی نہ سکتا تھا کہ کیوں مارا جا رہا ہے؟ لڑکے کی حالت غیر ہونے لگی تو ان بوڑھوں میں سے ایک اٹھا اور گاڑی کی ڈگی کھول کر دو طالبان کی نعشیں نکال دیں۔ معلوم ہوا کہ ان بدبختوں نے ان طالبان کو گھر آنے کی دعوت دی، کھانے میں نشہ ملا کر انہیں بے ہوش کیا۔ قتل کر کے گاڑی اور اسلحہ پر قبضہ کیا اور اب نعشیں دریا میں پھینکنے جا رہے تھے۔ ملا صاحب نے انہیں کابل بھجوانے کے لئے ایک کمانڈر کے حوالے کیا اور اسی طرح لیٹ گئے، کون پوچھتا کہ آپ کو علم کیسے ہوا تھا؟؟

ان کی ایک سخت آزمائش بھی ہوئی۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت جب پورے شمالی افغانستان میں ملا دادا کے نام کا طوطی بول رہا تھا، اپنے پرائے سب ان کے کارناموں کے معترف تھے اور ان کے علاقوں میں طالبان کی اکثر فتوحات ان کی جنگی مہارت اور ولولہ انگیز قیادت کی مرہون منت تھیں انہیں قندھار بلا کر تمام عہدوں سے معزول کر دیا اور قندھار میں رہنے کا حکم فرما دیا۔ یہ بات صرف زبان سے کہہ دینا آسان ہے کہ اس موقع پر انہوں نے نہ کوئی احتجاج کیا اور نہ سازش، انہوں نے سمعاً وطاعتہً کہا اور قندھار میں بیٹھ گئے۔ جی ہاں! بہت سے اطاعت گزاری کے دعویدار، اطاعت کو جہاد کی شرط اول قرار دینے والے اور اس کے بغیر جہاد کو بے کار قرار دینے والے، حضرت خالد بن ولیدؓ اور طالبان کے قصے سنانے والے امتحان کے وقت ہار جاتے ہیں۔ بال سے باریک اور تلوار سے تیز اس کھائی کو عبور نہیں کر پاتے ملا دادا نے یہاں بھی سب کو حیران کر دیا۔ وہ یہ کام بھی اتنی آسانی سے کر گئے کہ گویا کوئی مشکل تھی ہی نہیں۔ یہ امتحان ختم ہو گیا اور ملا دادا کو جلد ہی پوری ذمہ داری کے ساتھ محاذ جنگ پر بھیج دیا گیا۔ ان کی عزت والی دستار میں ایک اور بیش بہا موتی کا اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ اب جہاں اپنی عسکری مہارت، عزیمت اور فتوحات کے حوالے سے جانے جاتے وہیں اطاعت کی بھی مثال ٹھہرے۔

افغانستان پر امریکی حملے کے وقت ملا دادا قندوز میں مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے۔ دیگر علاقوں سے بھی طالبان ہوئے قندوز آ کر محصور ہو گئے۔ اس طرح یہاں طالبان کے چار سب سے بڑے کمانڈروں میں سے تین جمع ہو گئے۔ ملا فضل محمد اخوند، ملا دادا اور ملا محمد مجاہد۔ جنرل دوستم سے مذاکرات جاری تھے جس نے سامان حوالے کرنے کے بدلے میں طالبان کو محفوظ راہداری فراہم کرنے کی پیشکش کی تھی۔ ملا فضل سب سے سینئر تھے ان کی رائے یہ ہوئی کہ دوستم کی بات چند ضمانتوں کے ساتھ مان لی جائے تاکہ طالبان کی اتنی بڑی تعداد کو خطرے سے نکالا جا سکے اور مرکز حکومت قندھار پہنچ کر اس کا دفاع مضبوط کیا جا سکے۔ ملا دادا شہید نے یہاں بھی ان کی رائے سے اختلاف نہ کیا ان سے کہا کہ

چونکہ جنرل دوستم میرے ہاتھوں بہت زیادہ زخم خوردہ ہے ممکن ہے وہ ذاتی انتقام کی غرض سے معاہدے کی خلاف ورزی کرے لہٰذا مجھے آپ نکلنے کا اختیار دے دیں اور باقی حضرات کے لئے جو فیصلہ کریں وہ ٹھیک ہے۔ ملا فضل نے انہیں اجازت دے دی، دوستم ملعون نے حسب توقع خیانت کی اور دشت لیلیٰ میں ہزاروں طالبان کا قتل عام کیا۔ جبکہ ملا دادا نے اس بار بھی حیران کن کارنامہ سرانجام دیا۔ وہ پورے افغانستان کا چکر لگاتے ہوئے اپنی ایک ٹانگ کے ساتھ ۴ ماہ بعد محفوظ جگہ پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، ایک ایسے وقت میں جب افغانستان پر امریکہ اور اس کے حواریوں کا تسلط قائم تھا، ملا دادا کو ڈھونڈنے کی ہر طرف کوشش تھی، مخبریوں کا جال بچھا دیا گیا تھا، وہ کوئی غیر معروف شخصیت بھی نہیں تھے۔ ان کے جسم پر ایک واضح شناختی علامت بھی تھی کہ وہ ایک ٹانگ سے معذور تھے۔ ان کے لئے نقل و حرکت بھی آسان نہ تھی تب بھی وہ قندوز سے قندھار پہنچ گئے اور امریکہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

میڈیا پر افغانستان اور عراق میں جاری جہاد میں جن دو شخصیات کو سب سے زیادہ شہرت ملی ان میں ایک شخصیت ابو مصعب زرقاوی شہید کی تھی اور دوسری ملا دادا اخوند کی اور وہ بھی شہید ہوگئے۔ ملا دادا اخوند نے افغانستان میں فدائی حملوں کو رواج دیا اور غیر ملکی افواج کو خوب پریشان کیا۔ انہوں نے عرب مجاہدین کی طرز پر افغانستان میں مجاہدین کی کارروائیوں کو میڈیا پر لایا اور امریکہ کو رسوا کیا۔ انہوں نے بکھرے ہوئے مجاہدین کو منظّم کیا اور امریکہ کے زیر قبضہ علاقوں میں بھی باقاعدہ مجاہدین کے مراکز قائم کئے جبکہ ایسا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔ انہوں نے اپنے عزم سے اس مشکل جنگ کو مجاہدین کے لئے آسان اور دشمنوں کو آسان نظر آنے والے قبضے کو مشکل ترین بنا دیا۔

ملا دادا شہید اس طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت ساتھ لے کر اپنی عسکری تدابیر اور طوفانی کارروائیوں کے ذریعے میدانِ جہاد میں دہشت کی علامت بنے رہے اور بالآخر ۲۱ مئی کو وہ دن آ پہنچا جس دن انسان کا یہ سارا سامان پیچھے رہ جاتا ہے، کیونکہ اسے اس دن جانا ہوتا ہے

اس سب کچھ کی جزاء پانے جو کچھ وہ دنیا میں کرتا رہا اس محبوب سے ملنے جس کی خاطر جان ہتھیلی پر لے کر پھرتا ہے۔ اس دن نہ جنگی تدابیر ساتھ ہوتی ہیں نہ تربیت، نہ ہمیشہ کام آنے والا اسلحہ کام دیتا ہے نہ جانثار ساتھی بچا پاتے ہیں بس اس دن صرف بخت ساتھ ہوتا ہے جو کوئے دلبر لے جاتا ہے ہر غم سے آزاد کر کے اور ہر فکر سے نجات دلا کر، ہر تکلیف سے چھٹکارا دے کر اور ہر پریشانی دور کر کے۔ سو آج ملا دادا اخوند کا بھی وہی دن آ گیا۔ وہ چلے گئے اپنی یادیں چھوڑ کر، تاریخ کے صفحات پر انمٹ نقوش ثبت کر کے، کفر کے منہ پر نہ مٹنے والے داغ نقش کر کے اور ہم سب کو غمزدہ رنجیدہ چھوڑ کر۔ ایسے وقت میں جب امت مسلمہ ہمیشہ سے زیادہ ان کی محتاج ہے۔ ایسے وقت میں جب میدانِ جہاد کے قائد ایک ایک کر کے دنیا چھوڑتے جا رہے ہیں۔ ہاں! مگر مقدرات پر کسی کا زور نہیں اور ا کی رضا پر رضامندی ہی مومنین کا شیوہ ہے اور یہ بھی کہ جہاد اسی کا کام ہے جس نے ملا دادا کو مجاہد بنایا تھا۔ جہاد اسی کا کام ہے جس نے انہیں قائد بنایا تھا۔ اس یقین کے ساتھ کہ ان کا بدل ضرور آئے گا ہم اپنے محبوب کمانڈر کو رخصت کرتے ہیں۔

الوداع اے ہمارے محبوب مجاہد الوداع۔ آپ ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے.....اور آپ کی یاد میدان جہاد میں مہکتی رہے گی۔

☆☆☆

نورانی چلا گیا

رفیق محترم مولانا مقصود احمد شہید کی یاد میں.....

پلخمری سے لال مسجد تک کی یادیں کہ ایک مختصر مضمون

سے ان کا حق تو نہیں ادا ہوسکتا مگر پھر بھی یوسف کے

خریداروں میں شامل تو ہوا جا سکتا ہے.....

ایک سراپا عمل شخص کی داستان حیات کے چند پہلو

جو جلدی جلدی کئی کام کر کے جلدی چلا گیا.....

(شمارہ:105)

یادیں چند دنوں یا مہینوں کی ہوں تو انہیں سمیٹا جا سکتا ہے، رفاقت اگر مختصر مدت کی ہو تو اس کی داستان بھی سنائی جا سکتی ہے، ملاقات اگر کبھی کبھی کی ہو تو اس کا قصہ سنایا جا سکتا ہے اگر ۹ سال کا قصہ لکھنے بیٹھئے تو سمندرِ خیال کہاں جا کر رکے اور اس کی باگ کہاں کھینچی جائے؟ فیصلہ نہ دل کے اختیار میں رہتا ہے نہ قلم کے۔ اور پھر یہ رفاقت ہے بھی مختلف الانواع اور مختلف الادوار، اس میں طالب علمی کا زمانہ بھی شامل ہے محاذ جنگ کا دور بھی ہے اور ایک ادارے میں طویل عرصہ کی قربت بھی، البتہ یہ خیال کبھی نہیں تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ یہ ساری باتیں یادیں بن کر رہ جائیں گی، آہ.....کتنا جلدی وہ وقت آ گیا۔

شاعر نے ہمدم دیرینہ کی دید کو ملاقاتِ مسیحا و خضر سے بہتر بتایا ہے شاید اسے کبھی ہمدم

دیرینہ کے بچھڑنے کی کیفیت سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہوگا ورنہ وہ اس کے بارے میں بھی لب کشائی کرتا اور شاید اس کرب کو بھی اس طرح ایک جملے میں سمیٹ دیتا جس طرح اس نے خوشی کی کیفیت ایک سطر میں بند کر دی، میں نے یہ مضمون تین بار لکھنا شروع کیا، دو بار پھاڑ دیا تیسری بار شاید مکمل ہو جائے، اور یہ کیفیت صرف یہاں نہیں۔کل میں نے مولانا راحمد صاحب زید مجدہ کو دیکھا، باوجود سرعت قلم کے اس موضوع پر لکھتے ہوئے ان کا قلم بھی رک رک کر چل رہا تھا، اور آخر کار انہیں بھی مضمون اس طرح ختم کرنا پڑا کہ کوئی بات بھی ادا نہ ہو سکی:

؎ حسن ایں قصۂ ''یار'' است دردفتر نمی گنجد

میں نے انہیں پہلی بار اس وقت دیکھا تھا جب میں درجہ رابعہ میں پڑھتا تھا، مدرسہ کے مہتمم صاحب کے مہمانوں کی تواضع اکثر میرے ذمہ ہوا کرتی تھی، اس دن بھی اسی مد میں دفتر بلایا گیا، وہاں ایک وجیہہ بزرگ تشریف فرما تھے، سرخ وسفید چہرہ، خوبصورت ڈاڑھی او رسر پر عمامہ، اور ان کے ساتھ تین نوجوان تھے، وہ بھی ماشاءا سروقد، اور عماموں سے مزین، انکے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ اٹک کے رہنے والے میجر احمد محمود صاحب ہیں اور ساتھ تینوں صاحبزادے ہیں جو کراچی میں زیر تعلیم ہیں، اس دن کی ملاقات بس ایک سلام اور مسکراہٹ تک محدود رہی، اس واقعہ کے تقریباً چار سال بعد میں افغانستان کے ایک علاقے پلخمری میں تھا، یہ وہ دن تھے جب امارت اسلامیہ افغانستان پر سقوطِ مزار شریف کا اندوہناک سانحہ گزر رہا تھا۔ پاکستان سے ہزاروں طلبہ اور عوام الناس فتوحات کی خبریں سن کر افغانستان جا پہنچے، بے ترتیب قافلوں کی آمد اور میدان جنگ کی لحہ بہ لحہ بدلتی صورتحال کے سبب طالبان ان سب لوگوں کو مسلح نہ کر سکے اور یہ ''نہتے مجاہدین'' ہزاروں کی تعداد میں فاتحین کے پیچھے پیچھے مزار شریف جا پہنچے تھے، اور پھر وہاں جنرل عبدالمالک کی غداری کے سبب وہ سانحہ پیش آیا جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا، متاثرین میں سب سے بڑی تعداد پاکستان کے دینی مدارس کے طلبہ کی تھی۔ ان میں کچھ باہمت افراد ایسے تھے

جنہوں نے دشمن کے آگے سرنڈر کرنے کی بجائے چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں قریبی علاقوں کی طرف سفر شروع کر دیا، ہم لوگ بھی اس وقت شدید محاصرے میں تھے اور حملوں کی زد میں رہے، ایک دن خط اول پر ساتھیوں نے بتایا کہ شہر مزار شریف سے بچ کر آنے والے افراد کا ایک قافلہ پہنچا ہے اس میں کراچی کے کچھ طلبہ بھی ہیں، اپنی ''برادری'' کی آمد کا سن کر اس قافلے سے ملنے کا تجسس ہوا اور شام کو میں شہر پہنچ گیا، جونہی ہماری نظریں چار ہوئیں انہوں نے فوراً مجھے پہچان لیا اور میں نے انہیں۔ ہم دونوں اچھی طرح ملے، میں انہیں شہر لے گیا، کپڑے اور جوتے لئے اور ہوٹل پر کھانا کھایا، گپ شپ کے دوران انہوں نے کہا کہ میں تو جہاد میں شرکت کیلئے یہاں آیا تھا، مزار شریف تک جنگ میں شامل ہونے کا موقع نہ ملا کیونکہ ہم غیر مسلح تھے، اب یہاں بھی سنا ہے کہ غیر مسلح لوگوں کو رکنے نہیں دیا جا رہا آپ میرے لئے کوئی ترتیب بنائیں میں واپس نہیں جانا چاہتا، میں انکی بات سن کر بہت حیران ہوا، ہمارے پاس صورتحال یہ تھی کہ روزانہ کم از کم تین بار حملہ ہوتا تھا کسی طرف نکلنے کا راستہ نہیں تھا، مسلح ساتھیوں میں سے بھی روزانہ کچھ ہیلی کاپٹر میں زخمیوں کے ساتھ فرار ہو جاتے تھے مزار شریف سے آنے کا سفر بھی کچھ آسان نہیں تھا ان کی حالت بھی ایسی نہیں لگ رہی تھی کہ وہ اب مزید 6 اور تنگی برداشت کر سکیں، ان سب کے باوجود ان کا عزم یہ تھا کہ وہ نہیں جائیں گے میں نے مسلح ساتھیوں میں سے ایک کا سامان لے کر ان کے حوالے کیا اور اسے اجازت دے دی کہ وہ ہیلی کاپٹر میں کابل چلا جائے، اس طرح دونوں کی خواہش پوری ہوگئی اور ہماری دوستی ہوگئی، ہماری یہ ملاقات کم وبیش ۸ ماہ پر محیط رہی، اس دوران قندوز فتح ہوا اور مزار شریف ایک بار پھر مجاہدین کے مکمل محاصرے میں آیا، ان دنوں بھائی مقصود کی حالت دیدنی ہوتی تھی، انہیں جنون تھا کہ وہ مزار شریف کی مسلح فتح میں شریک ہوں اور اپنے بے سروسامانی کے عالم میں شہید ہونے والے ساتھیوں کا بدلہ لیں، ا کو کچھ اور منظور تھا، مزار شریف ایئرپورٹ پر قبضہ ہو چکنے کے باوجود شہر فتح نہ ہو سکا اور ہم شرکت سے محروم رہے، یہ پورا سفر چونکہ محاصرے کے عالم میں گزرا لہٰذا اس پورے عرصے میں ساتھیوں کو اشیائے

ضرورت اور خورد ونوش کی قلت کا سامنا رہا، ہم نے ایک بڑا ڈبہ بنوایا تھا جس میں خشک راشن ذخیرہ کر کے رکھتے، جب کھانے کیلئے کچھ نہ ہوتا تو اسے احتیاط کے ساتھ کام میں لاتے، ہمارے اس ڈبے کے انچارج بھائی مقصود تھے، وہ اسے سنبھال کر رکھنے اور بوقتِ ضرورت اس میں سے بقدرِ ضرورت بانٹتے، ایک بار ہم بارہ افراد کو کھانے کیلئے دو روٹیاں اور ایک خربوزہ ملا، بھائی مقصود نے خربوزے کی بہت باریک قاشیں بنائیں اور سب کو ایک ایک دے دی، اس دن ساتھیوں نے ان کا نام ''دادی اماں'' رکھ دیا، ہم جتنے دن اس محاذ پر رہے انہیں اسی نام سے پکارتے رہے، اس سفر کی داستانیں تو اس قدر ہیں کہ انہیں لکھنے کیلئے مضمون تو کیا کتاب بھی ناکافی ہوگی۔ بھائی مقصود نے مزار شریف سے پلخمری تک کے اس سفر کی دلچسپ داستان مرتب بھی کی اور ''خاک وخون'' کے نام سے پہلے مختلف رسائل میں اور پھر کتاب کی شکل میں شائع بھی ہوئی۔

اگلا تعلیمی سال شروع ہوا تو ہم کراچی گئے، میرا ارادہ دورۂ حدیث کے لئے دارا , م کراچی میں داخلہ لینے کا تھا، وہاں داخلہ لینے کی مشکلات کا سن کر امکان بالکل بھی نہیں تھا یہاں بھی بھائی مقصود نے دوستی کا حق ادا کر دیا اور مسلسل کوشش کے ذریعے بندہ کا داخلہ ممکن بنایا، ا کا کرنا یہ ہوا کہ ہمیں رہائش بھی ایک ہی کمرے میں مل گئی، یہاں ساتھ رہ کر یہ اندازہ ہوا کہ بھائی مقصود ماشاءا قلم کے دھنی ہیں، اسی زمانے میں چیچن مجاہدین کا ایک وفد کراچی آیا، انکا مقصد علماء کرام سے ملاقاتیں کر کے اپنی تحریک کا تعارف کرانا، تازہ صورتحال سے آگاہ کرنا اور کچھ مالی تعاون حاصل کرنا تھا، بھائی مقصود نے ان کے ساتھ گھوم پھر کر خوب کی، ان کی ملاقاتیں کرائیں اور ہر طرح سے تعاون کیا، اسی دوران انہوں نے ایک رات بیٹھ کر تحریک کے تعارف پر مبنی پورا رسالہ لکھا اور دو دن کے اندر چھپوا بھی لیا، تحریر کا شوق مجھے بھی تھا کوئی ایک میدان میسر نہ تھا جہاں مشق کی جا سکے، تب ہم نے مشورہ کیا اور اسی سال دوران تعلیم ہی ایک رسالہ ''الجہاد ڈائجسٹ'' کے نام سے نکالا، ہم لوگ مدرسے سے ملنے والے وظیفے سے چندہ جمع کرتے، کچھ دوستوں سے بھی تعاون لیتے

اور ہر ماہ کسی نہ کسی طرح رسالہ نکال لیتے، ا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور رسالہ مدرسے سے باہر بھی مقبول ہو گیا، اتنا کہ بعض علماء کرام اور لیڈرانِ عظام کو اس کے خلاف بیانات کرنے کیلئے دور دراز علاقوں سے کراچی آنا پڑا، ان دنوں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ بھائی مقصود اور بندہ ایک مرکز کے باہر شب جمعہ میں رسالہ فروخت کرنے پہنچے، اندر رسالے کے خلاف بیان ہو رہا تھا، بیان کے بعد اسی مجلس میں ۳ سو رسالہ تقسیم ہو گیا۔ اس رسالے کے اکثر مضامین بھائی مقصود مختلف ناموں سے لکھتے اور ہم ان کی سرعتِ قلم پر رشک کرتے، یہ رسالہ ۶ ماہ تک باقاعدگی سے نکلا، اور اس مختصر عرصہ میں اس کے دو خصوصی شمارے بھی شائع ہوئے (۱) سالار حریت نمبر جو کمانڈر سجاد افغانی شہیدؒ کے حالات پر مبنی تھا۔ (۲) طالبان نمبر جس میں تحریک اسلامی کا مکمل تعارف اور وزراء کے انٹرویو شائع کئے گئے۔

تعلیمی سال ختم ہوا تو حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا کی رہائی عمل میں آ گئی اور تنظیم جیش محمد ﷺ کا قیام ہوا بھائی مقصود چونکہ جہاد کو اپنی زندگی کے مقصد کے طور پر اپنا چکے تھے اس لئے وہ جماعت کے ابتدائی ارکان میں شامل ہوئے بلکہ جماعت کی تاسیس کے تمام مراحل میں شریک رہے، جماعت کے ترجمان مجلّہ جیش محمد ﷺ کی ادارت ان کے حصہ میں آئی، اس طرح مختلف مراحل سے گزرتے رہے جہاد کے ساتھ ان کی وابستگی اور احیاء جہاد کی قلمی آخری دم تک انہوں نے جاری رکھی۔

ا تعالیٰ نے انہیں لکھنے کا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا، چند گھنٹوں میں بہترین مضمون تیار کر لیتے اور کسی بھی موضوع پر لکھتے اس کا حق ادا کرتے، انہوں نے مختلف ناموں سے مختلف اسلوب اپنائے اور ہر انداز میں مقبولیت پائی، وہ جذباتی انداز میں بھی لکھتے، ترغیبی بھی، تجزیاتی رپورٹیں بھی مرتب کرتے اور معلوماتی بھی، سیاسی تبصرے بھی کرتے اور مزاحیہ انداز بھی اپناتے، ان کا آخری قلمی رشتہ القلم سے تھا، یہاں وہ غازی علم الدین کے نام سے عالم اسلام کے مسائل پر معلوماتی مضامین لکھتے، خالد بن ولید کے قلمی نام سے سیاسی تجزیہ نگاری کرتے، اور مقصود احمد کے نام سے ترغیبی مضامین تحریر کرتے، القلم میں ان کا سب سے مقبول

مضمون ’’ سوچتا چلا گیا‘‘، نورانی کے نام سے آتا، القلم میں آنے والی ڈاک میں سعدی صاحب حفظہ ا کے رنگ ونور کے بعد سب سے زیادہ تذکرہ نورانی کے قلم کا ہوتا، اور کچھ عرصہ یہ سلسلہ رک جاتا تو قارئین شکوہ بھی کرتے، ا تعالیٰ نے انہیں توفیق عطا فرمائی کہ صرف ۲۹ سال کی عمر میں ان کے قلم سے ۹ کتابیں منصۂ شہود پر آئیں، وہ بچوں کیلئے بھی ایک مفید ومقبول ماہنامہ ’’اچھے بچے‘‘ کے نام سے نکالتے، جس میں قارئین انہیں ’’علی بھائی‘‘ کے نام سے پڑھتے۔ ان کے کن کن کمالات کو یاد کیا جائے اور کن سے صرفِ قلم کیا جائے، یادوں کا ایک ہجوم ہے جو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور یہ کالم سب کو سمیٹنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

اے قارئین القلم! مقصود چلا گیا، اپنے ساتھ غازی علم الدین، خالد بن ولید، علی بھائی سب کو لے گیا، اسے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اے خطوط لکھنے والو! آپ لوگوں کیلئے اچھی اچھی باتیں سوچنے اور سوچتے چلے جانے والا نورانی چلا گیا ہے، ہاں! نورانی چلا گیا ہے۔

☆☆☆

ا اکبر

دلوں میں ا تعالی کی جگانے والے اور ''ا اکبر''
کا سبق پڑھانے والے ایک ولی ا کی باتیں.....
شجاع آباد کے دور دراز گاؤں ککرے والی کے جنگل میں !
حضرت حاجی محمد حسین صاحب نورا مرقدہ
کی یاد میں خراج عقیدت کے چند موتی جن کی صحبت اور
مجلس دل میں ذکرا کی حرارت پیدا کرتی تھی
اور حب دنیا نکال دیتی تھی.....
حضرت حاجی صاحب کی یاد میں القلم کے ''پیر طریقت''
نمبر کے لئے لکھا گیا مضمون.....

(شمارہ:130)

حضرت جنید بغدادی ؒ کا مقولہ ہے ''اولیاءا کے واقعات ا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں''

ایسا لشکر جو اس دشمن کے مقابلے کی ہمت بڑھاتا ہے جو ہر انسان کے اندر پوشیدہ ہے یعنی اس کا نفس اور اس دشمن کے مقابلے کی بھی جو انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے اور عفریت کی طرح اس کے حواس کو جکڑ ## ہے یعنی ن۔

بات بہت واضح سی ہے جس کی تشریح کی زیادہ ضرورت نہیں ہونی چاہئے، اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں جہاد یعنی اپنے دشمنوں سے قتال کا حکم دیا ہے اور عادت اللہ یہ چلی آرہی ہے کہ مسلمان اپنے دشمن کفار کے مقابلے میں ہر زمانے میں عددی اور مادی اعتبار سے کم اور کمزور رہے ہیں، ایسے میں انہیں میدان میں کیسے لایا جائے؟ دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہونے پر کس طرح ابھارا جائے؟ انہیں صبر وثبات کی تلقین کیونکر کی جائے؟ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دیگر چیزوں کے ساتھ اپنا یہ لشکر بھی استعمال فرمایا۔ جنت کی بشارت، اس کی نعمتوں کا تذکرہ وتشویق، نصرت کا وعدہ، مدد کا یقین، فرشتوں کے نزول کی بشارت سب کچھ اترا، اور ساتھ ساتھ ان لوگوں کا تذکرہ بھی جو اس میدان میں اتر چکے اور یہ سب کچھ کر کے دکھا چکے، بتایا گیا کہ کمزور میدان میں اترے اور طاقتوروں پر غالب آئے، کم تعداد والے بڑے جنود کے مقابل ڈٹے اور چھا گئے، ضعیف ودرماندہ لوگ بات مان کر اس وادی پُرخار میں اتر آئے اور پھر یہ ان کے لئے گلزار بن گئی۔ تب زیادہ حوصلہ ملتا ہے، مزید ہمت بڑھتی ہے کہ ہمارے ساتھ پیش آنے والا واقعہ نیا نہیں یہ تو روایات کا تسلسل ہے، ہمت ٹوٹنے لگے تو باہمت لوگوں کو یاد کرو، فتح کی خوشی وسرمستی طاری ہونے کا خطرہ ہو تو فتح مکہ کے دن اونٹ کی پالان پر جھکے ہوئے سر کا تصور کر لیجئے، شکست کی وجہ سے ضعف، وہن، استکانت چھانے لگے تو سورۃ آل عمران کا سبق ذہن میں تازہ کر لیجئے:

وکأین من نبی قاتل معه ربیون کثیر فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل الله وما ضعفوا وما استکانوا. (الآیة)

یہ تذکرہ، یہ تذکار ایسا لشکر ہے جو بھاگنے نہیں دیگا، پھسلنے نہیں دے گا۔ گرنے نہیں دے گا اور بہکنے بھی نہیں دے گا۔

اسی طرح زندگی کے ہر شعبے میں ایسے لوگوں کی مثالوں کے لشکر موجود ہیں، دنیا پرستی سے نجات چاہنے والے لوگ زاہدین کے واقعات سے سبق لیں، جن لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ انسان نے اب زندگی گزارنے کیلئے جن آسائشوں کو ضروری قرار دے دیا ہے ان

کے بغیر اب ایک لمحہ زندہ رہنا بھی محال ہے، بڑا گھر جس کے اکثر کمرے مکینوں کے انتظار میں جنات کا مسکن بن جائیں، اچھی گاڑی جسے حاصل کرنے کی تگ ودو میں ٹانگیں جسم کا بوجھ اٹھانے سے انکاری ہو جائیں، نرم اور مہنگے بیڈ جنہیں خریدنے کی کوشش میں اتنی فکریں سوار ہو جائیں کہ ان پر سونے کیلئے نیند کی گولیاں لازمی کھانی پڑیں وہ اسی اخبار میں چھپی ہوئی ایک ا والے کی ساری متاعِ زیست کی تصاویر سے عبرت لے سکتے ہیں، جنہوں نے کم وبیش سو سال کی طویل زندگی اس قوت لایموت کے ساتھ گزار دی اور عافیت، سکون اور عزت کے ساتھ گزار دی۔

جن لوگوں کا عذر ہو کہ زمانہ گناہوں کے بغیر زندہ نہیں رہنے دیتا ان کے لئے ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود رہتے ہیں جن کی زندگی اطاعت ہی اطاعت ہوتی ہے گناہوں کا نام تک اس میں نہیں ہوتا۔

جنہیں عبادت کیلئے وقت نہیں ملتا ان کے ماحول اور معاشرے میں ایسے لوگ ہمیشہ رہتے ہیں جنہیں عبادت سے وقت نہیں ملتا۔

جن کی نظر میں اسباب ہی سب کچھ ہوتے ہیں ان کے اردگرد ''متوکلین'' کی جماعتیں موجود رہتی ہیں جن کے لئے اسباب خود سر جھکا کر دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

جو توبہ کر کے راہ راست پر آنے کا کوئی راستہ کم ہمتی یا کم علمی کی بناء پر نہیں پاتے ان کی ہدایت کیلئے توابین کے لشکر چلتے رہتے ہیں۔

غفلت میں زندگی کی سانسیں گنوانے والے کو ان سانسوں کی قدر سمجھانے کے ذاکرین کی جماعتیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں، مگر کوئی غور ہی نہ کرے تو ضرور زمانے کا شکوہ کرے اور ماحول کو کوسے!

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمۂ آفتاب راچہ گناہ؟

(چمگادڑ کی آنکھ اگر دن میں دیکھنے کی قوت نہیں رکھتی تو اس میں چمکتے سورج کا کیا قصور؟)

ہاں! اگر شکوہ بجا ہے تو ہم پر ہے، شکایت جائز ہے تو ہماری ہے، افسوس روا ہے تو ہم پر ہے کہ ہم انہیں ڈھونڈتے نہیں، ان سے کچھ حاصل نہیں کرتے، ان کا فیض نہیں پاتے اور اب جبکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق صالحین ایک ایک کر کے زمانے سے رخصت ہوتے جا رہے ہیں اور حفالۃ الشعیر (گندم کی بھوسی) بچتی جا رہی ہے اب بھی ہم انہیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرینگے؟ ہر چلے جانے والے کے بعد چند دن کفِ افسوس ملنے کے بعد ہم ویسے کے ویسے ہو جاتے ہیں اور ہماری زندگیوں میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔

کاش! ہم کچی کوٹھڑیوں کے ان مکینوں کی قدر کر لیں، کاش! ہم اللہ کے ان مستوں سے کچھ حاصل کرنے کی فکر اپنے اندر پیدا کر لیں، کاش! ہم ان حقیقی زندہ لوگوں سے زندگی حاصل کر لیں کاش! ہم زہد لیں تاکہ دنیا پرستی سے نجات پائیں، ہم اللہ کی لیں تاکہ دنیا کی ، وہن اور موت کے خوف سے نجات پا لیں، ہم ذکر لیں تاکہ غفلت سے جان چھڑا لیں، ہم رجوع الی اللہ لیں تاکہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا اور سر جھکانا چھوڑ دیں، ہم عبادت لیں تاکہ معصیت سے خلاصی پا لیں، ہر جانے والا ہمیں یہ پیغام دے کر جا رہا ہے، ان کی زندگی ہمیں بھی اس راستے پر آنے کی دعوت دے رہی ہے اور ان کی یادوں کے لشکر ہمیں سیدھے راستے کی طرف کھینچ رہے ہیں۔

حضرت حاجی محمد حسین صاحب قدس سرہ بھی اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں میں سے تھے جن کی نشانی آقا مدنی حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمائی

اذا رأو ذکر اللہ

کہ جب ان کے روشن چہروں پر نظر پڑے اللہ یاد آئے، اور حضرت حاجی صاحب سچ تھے ہی سراپا ذکر، وہ صرف زبان کے ذکر پر قانع نہ تھے بلکہ فرماتے تھے جس اللہ نے زبان بنائی ہے اسی نے سارا جسد بنایا ہے، پھر صرف زبان ہی کیوں ذکر کرے حضرت کے الفاظ میں ہڈی چمڑی ماس سب اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں، ان کا تکیہ کلام ''اللہ اکبر'' تھا، سبحان اللہ ہر بات کی ابتداء ''اللہ اکبر'' سے اور انتہاء ''اللہ اکبر'' پر۔ جس شخص کے رگ و پے

میں ا تعالیٰ کی کبریائی کا استحضار اس طرح سمایا ہو وہ دنیا کو کتنا حقیر جانے گا اور کتنی گری ہوئی چیز سمجھے گا یہ بات حضرت حاجی صاحب ؒ کی زندگی دیکھ کر سمجھ آجاتی تھی۔

ان کی دعوت ''ا اکبر'' تھی، اس لئے یہ پیارا کلمہ ہر بیان میں سینکڑوں بار ان کی زبان سے ادا ہوتا تھا اور عجیب دلنشین انداز میں، ایسا لگتا تھا وہ اپنے مخاطب کے دل میں ''ا اکبر'' اتار دینا چاہتے ہیں۔ان کے منہ سے یہ کلمہ ادا ہوتا تھا ''ا اکبر'' اور سامنے ! ہوئے شخص کا دل اور مٹھاس کے ایک عجیب سے احساس سے معمور ہوجاتا، ایک کور باطن اور کم علم کے یہ تاثرات ہوتے تھے تو صفائے قلب کے ساتھ وہاں بیٹھنے والے کو کیا کچھ ملتا ہوگا۔اس لذت کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی اور پھر وہ انداز

گر مصور صورت آں دلبرا خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را کجا چسپاں کند؟

وہ چاہتے تھے کہ ''ا اکبر'' ہر دل پر نقش ہوجائے تاکہ ہر موجود ان کی طرح اس کی بلندی، اس کی لذت اور اس کے ثمرات پالے،

ذرا سوچیئے !

''ا اکبر'' جہاں موجود ہو، مستحضر ہو وہاں ن آسکتا ہے؟

لیجئے ! ایمان محفوظ ہوگیا، وساوس سے نجات مل گئی اور تشکیک کا احتمال ہی ختم ہوا۔

''ا اکبر'' کہہ دیا اور صدق دل سے مان لیا اب نفس حاکم ہوسکتا ہے؟

لیجئے ! گناہوں سے نجات مل گئی

''ا اکبر'' ا ہی کو سب کچھ مان لیا، سب سے فوق، سب سے بالا، اب دنیا جھکا سکتی ہے یا دبا سکتی ہے؟

لیجئے ! طاعت نصیب ہوگئی۔ ماحول، معاشرہ، خاندان، حکومت سب کا خوف، سب کی ہیبت حتیٰ کہ سب کا خیال تک ختم ہوگیا، اب کوئی کیا متاثر کرے گا اور کیا انجام سے ڈرائے گا۔

''ا اکبر'' طاقت صرف ا کی، قوت صرف ا کی۔اب کسی کافر کی طاقت کے آگے

دب جانے یا جھک جانے کا احتمال رہا؟

لیجئے! جہاد اور ثبات حاصل ہو گیا۔

''ا کبر'' نظر میں صرف ا کا مقام، زبان سے صرف اسی کی کبریائی کا اعلان، اب زبان کسی اور کا ذکر کرے گی؟ جو چیز نظر سے ہی گر گئی اسے کیا یاد کرنا۔

لیجئے! ذکر نصیب ہو گیا۔

ا کبر، ا کبر، ا کبر

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ چلے گئے، ایک پرسکون، پروقار اور باسعادت زندگی گزار گئے، جوانی انہوں نے اپنے شیخ حضرت بہلوی قدس سرہ کی خدمت میں صرف فرمادی اور بڑھاپا ان کے کام کو آگے بڑھانے میں، دنیا سے ان کا لکھا دینا اتنا ہی رہا جتنا امین الامۃ حضرت ابوعبیدۃ بن جراح رضی ا عنہ نے فرمایا تھا۔

''انسان کیلئے دنیا کا اتنا سامان کافی ہے جو اسے آسانی سے قبر تک پہنچا دے''

ان کا اٹھنا، بیٹھنا، جاگنا، سونا صرف اور صرف دین کی نسبت سے تھا، لوگوں سے ملنا جلنا اپنی حاجت کیلئے نہیں بلکہ ملنے والوں کی حاجت کیلئے تھا، ان کا حال وقال صرف اور صرف ا کا ذکر تھا، وہ چاہتے تھے کہ ان کے محبوب کا نام زیادہ سے زیادہ لیا جائے، ہر کوئی لے ہر وقت لے اور ہر طرح لے۔ زبان سے بھی، دل سے بھی اور جوارح سے بھی، اس کے لئے وہ تڑپ تڑپ کر دعوت دیتے اور بھرے انداز میں ہر دل میں یہ بات اتارنے کی کوشش فرماتے، اب وہ اپنے محبوب کے پاس چلے گئے، ان کا پیغام زندہ ہے اور ان کی یاد بھی۔ یہ بھی ان لشکروں میں ایک لشکر ہے جو کھینچ کر ایمان والی، ذکر والی زندگی کی طرف لاتے ہیں۔

ا تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ذکر کا جو سلسلہ وہ جاری کر گئے ہیں اسے دوام بخشیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆

پیدا ہوتے رہیں گے

امریکہ نے کہا:

'مسلمانوں میں آئندہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسے لوگ پیدا نہیں ہوں گے'

مگر حقیقت یہ کہ کافر ہمیشہ سے اپنی اس حسرت یا اس ناکام حسرت کی

آگ میں جلتے رہے ہیں۔

وہ جن لوگوں کے پیدا نہ ہونے کی تمنا کرتے ہیں وہ

زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔

آئندہ بھی زیادہ پیدا ہوتے رہیں گے۔

(شمارہ:41)

وہ پیدا ہوتے رہیں گے، صدیوں کی تاریخ گواہ ہے، تم ہر دور میں مسلمانوں کی کئی شخصیات کے بارے میں اپنی اس خواہش کا اظہار انہی الفاظ میں کرتے آئے ہو، تم ان سے خائف ہوتے ہو، ان کے نام سے تمہاری جان جاتی ہے، تم انہیں اپنے لئے موت سمجھتے ہو، جلتے ہو، بھنتے ہو، کہنا یہ چاہتے ہو کہ کاش ایسے لوگ پیدا نہ ہوا کریں اپنی کمزوری چھپانے کے لئے بڑکیں مارتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ تمہارے انتظامات کی بدولت اب ایسے لوگ پیدا ہونا بند ہو جائیں گے، خدا کی قسم تم آج تک اس دعوے میں جھوٹے ثابت ہوتے آئے ہو اور قیامت تک ہوتے رہو گے، فاتحین آتے رہیں گے، ہیرو پیدا ہوتے رہیں گے

اورتم اسی طرح ان کے ہاتھوں ذلیل وخوار، رسواسر بازار ہوتے رہو گے۔

سنو! ا کے نبی ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تم نے کہا ''مات محمد وترک البنات'' محمد ﷺ چلے گئے اوراپنے پیچھے بیٹیاں چھوڑ گئے، اب اسلام لاوارث رہ جائے گا، مسلمان بے آسرا ہوکر بھٹک جائیں گے، اب کوئی ایسی شخصیت پیدا ہی نہ ہو سکے گی جو اس امت کو متحد اور اس دین کو زندہ رکھ سکے، تم نے بغلیں بجائیں، خوشیاں منائیں اور کچھ بدنصیبوں کو بہکا کر اس راستے سے پھسلانے میں کامیاب بھی ہو گئے، تمہاری یہ خوشی عارضی نکلی، صدیق اکبرؓ آئے، مسلمان بیعت کر کے ان کے ساتھی بن گئے اور پھر تم نے دیکھا یہ دین جزیرۃ العرب سے نکل کر تمہاری بادشاہتوں کو روندنے کے جذبے سے سرشار لشکر لے کر تمہارے گھروں تک آن پہنچا، وہ بھی دنیا سے چلے گئے، تمہیں خوشیاں نہ مل سکیں، عمر فاروقؓ ان کی جگہ آئے، یلغار تیز تر ہوگئی، تم سکڑتے سکڑتے بیت المقدس میں پناہ گزین ہو گئے اوراس کے تحفظ کے لئے مرمٹنے کی قسمیں کھالیں، تمہیں ذلیل ہوکر وہاں سے بھی نکل جانا پڑا۔تم خالدؓ کی تلوار سے ڈرے تم نے یہی الفاظ کہے۔تم سے ابوعبیدہ شرجیل، مقداد، ضرار، زبیر، عبدا ،عبدالرحمٰن، عمرو بن ۔۔۔۔۔۔۔ؓ کا مقابلہ نہ ہو سکا تب تمہارے دلوں کی یہ خواہش زبانوں کے انہی الفاظ سے ظاہر ہوئی، مسلمان بڑھتے چلے گئے تم رہے اور یہی سوچتے رہے کہ طارق چلا جائے پھر تو پیدا نہ ہوگا ہم یورپ واپس لے لیں گے، ہم بیت المقدس پر بھی قبضہ کرلیں گے، ہم سارے مفتوحہ علاقے بھی دوبارہ حاصل کریں گے بس شرط یہی ہے کہ اس امت میں خالد و طارق پیدا نہ ہوں۔ پھر تمیں درمیان میں کچھ وقت ایسا مل گیا جب امت کی گود عارضی طور پر ایسے ابطال سے خالی تھی، تم نے بیت المقدس چھین لیا اور دعویٰ کر دیا کہ اب نہ عمر پیدا ہوگا نہ خالد نہ ابوعبیدہ آئیں گے نہ ضرار، حکمران دنیا پرست اور عیاشی میں مست ہیں، سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات، شراب وشباب، شعروموسیقی بڑے بڑے محلات اور دل نشین باغات، ان چیزوں سے فرصت پائیں تو بیت المقدس کی فکر کریں گے؟؟ اچانک عمر کا ایک جانشین اور خالد کا ایک بیٹا اٹھا اور

تمہارے سارے خواب چکنا چور ہو گئے، تمہارے دعوے تار عنکبوت کی طرح بکھر گئے، صلاح الدین ایوبی تمہارے لئے ایک خوفناک آندھی اور طوفان کی طرح آیا، تم نے اس کے راستے میں ہر طرح کے کانٹے اور جال بچھائے، ہر نوع کی رکاوٹیں کھڑی کیں، وہ سب کچھ روندتا ہوا بڑھتا گیا اور تمہیں ایک بار پھر ذلت و رسوائی کا جامہ پہنا کر سمندر پار کرا دیا، تم نے پھر کہا صلاح الدین دنیا سے چلا جائے پھر پیدا نہیں ہوگا اور ہم یہ سب کچھ لے لیں گے، تمہارے لئے یہ سب کچھ آسان نہیں ثابت ہوا، تم اس کے بعد بھی سات بار قسمیں کھا کر نکلے اور رسوا ہو کر لوٹ گئے، پھر تم نے دوسرے طریقے سے جنگ لڑی اور مکر و فریب کے میدان میں آ کر تم نے ہم سے ہمارا قبلۂ اول لے لیا اپنے گریبانوں میں جھانک کر خود بتاؤ کیا تم نے ایک دن بھی وہاں امن سے گزارا؟؟ تم نے دنیا میں جہاد اور مجاہدین کو اپنا سب سے بڑا دشمن اور حریف قرار دیا اپنے خزانوں کے منہ اور سازشوں کی پٹاریاں صرف اور صرف جہاد کو مٹانے کے لئے کھول دیئے کیا تم جہاد کو روندنے میں کامیاب ہو گئے؟ تم نے کہا تھا ملا عمر اور اسامہ کا کردار تمہارے افغانستان پر حملے اور قبضے کے بعد ختم ہو گیا کیا تم سچے نکلے؟ تم نے دعویٰ کیا کہ تم مسلمانوں کو جہاد بھلا دو گے اور اسے قرآن سے مٹا دو گے کیا تم ایک آیت بھی مسلمانوں کو بھلا سکے؟؟ کیا تم قرآن میں کوئی ادنیٰ سی تحریف کر سکے کیا تم اپنا ''نمونہ الفرقان'' مسلمانوں کو پڑھا سکے کیا تم ہزاروں دعوؤں کے باوجود عراق پر اپنا قبضہ مستحکم کر سکے کیا تم زرقاوی کی یلغار روکنے میں کامیاب ہو گئے؟ کیا تم نے شکست چھپانے کے لئے اپنے مردار فوجیوں کی لاشیں سمندر برد کرنا چھوڑ دیں؟ دنیا بھر میں مسلمانوں پر اپنے کاسۂ لیس ایجنٹوں کو حکمران بنا کر تم نے جہاد کی دعوت روک لی؟

نہیں نہیں! خدا کی قسم نہیں! تمہارے یہ دعوے باطل ہوئے، سارے خواب جھوٹے ثابت ہوئے۔ اسلام بڑھ رہا ہے، جہاد ترقی کر رہا ہے، دعوت جہاد پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ فدائیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، مجاہدین کی یلغار سخت سے سخت تر ہو رہی ہے، خالد، وشنی، جانشین پیدا ہو رہے ہیں اور تم کچھ نہیں کر پا رہے، حسرت سے ہونٹ

چبا رہے ہو اور انگلیاں کاٹ رہے ہو، قرآن کہتا ہے موتوا بغیظکم اسی رنج اور غضب کے عالم میں مرجاؤ۔

تم نے اب کہا محسن پاکستان عالم اسلام میں واحد ایٹمی قوت کی تشکیل کیلئے اپنا سب کچھ لڑانے والے عظیم انسان ڈاکٹر عبدالقدیر خان دوبارہ پیدا نہیں ہوں گے، کیوں؟ اس لئے کہ تم پاکستان کو چبانا چاہتے تھے انہوں نے تمہارے دانتوں تلے لوہے کے چنے رکھ دیئے، تم اس ملک کو اپنے دوستوں کے ہاتھوں مٹوانا چاہتے تھے انہوں نے تم سب کے عزائم پر روک لگا دی، تم نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے انہیں پابند کرا دیا، ان کی توہین کی تاکہ ان جیسے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ تمہارے مقابلے سے باز آئیں سنو! سختیاں اس راہ کے مسافروں کے لئے زادراہ ہوتی ہیں، ان کے عزائم کے لئے ۔۔۔۔۔۔ ہوتی ہیں، یہ نشہ بڑھاتی ہیں اتارتی نہیں، تم نے کہہ دیا کہ عبدالقدیر خان پیدا نہیں ہوں گے اب گنتی شروع کرو۔

ڈاکٹر صاحب! مبارک ہو، آپ کو وہ اعزاز ملا جو اس امت میں بہت کم لوگوں کو مل سکا، اسلام کے دشمنوں نے آپ کو ان لوگوں کی صف میں شامل کیا جن کے بارے میں ان کی خواہش ہے کہ وہ پیدا نہ ہوا کریں، مبارک ہو صد مبارک۔

آپ ہمارے دلوں میں بستے ہیں ہم آپ کے لئے دعا کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ا آپ جیسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ فرمائے، آپ سے پہلے اور آپ کے عصر میں جن لوگوں کے بارے میں یہ خواہش ظاہر کی گئی انہیں تاریخ کے اوراق میں حیات جاودانی نصیب ہوئی اب آپ بھی زندہ ہو گئے ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ہمیشہ ہر دور میں کافروں کی آنکھ کا کانٹا بن کر پیدا ہوتے رہیں گے۔

☆☆☆

جھوٹے پر لعنت

وہ اپنے کام کے حوالے سے ''حالت جذب'' میں رہتے تھے.....
''جہاں بھی بیٹھتے تھے ذکر انہی کا چھیڑ دیتے تھے''
وہ ختم نبوت کے محافظ اور سفیر تھے اور انہوں نے دنیا
بھر میں اس کا ڈنکا بجایا.....
لوگ فخریہ انداز میں اپنے اساتذہ کا ذکر کرتے ہیں
وہ اپنے دو شاگردوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے
سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی قدس سرہ
کا ذکرِ خیر القلم کے خصوصی شمارے کے لئے

(شمارہ:148)

ہم نہیں کہتے قرآن میں ہے کہ جھوٹوں پر ا کی لعنت برستی ہے، اور یہ شخص تو کمال جھوٹا تھا، اس نے ساری زندگی میں شاید ایک ہی سچ بولا، جی ہاں! ایک شعر جس میں اس نے اپنی ''مدح سرائی'' یا ''تعارف'' درج کیا ہے۔

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

ا تعالیٰ کی مہر بڑی سخت اور پکڑ والی چیز ہے اس سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہئے، دیکھئے دولت ایمان کی ناقدری کرنے والے بعض بدنصیبوں کے دلوں پر کیسی سخت مہر لگی (العیاذ با) وہ ایک ایسے شخص پر ایمان لے آئے جس میں انسانوں والی ایک صفت بھی نہ تھی۔

ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیئے ! ایک شخص یک چشم گل، بدزبان، مراق کا مریض، کثرت بول کا شکار دن میں ۱۰۰ بار پیشاب کرنے والا، نامحرم عورتوں سے ٹانگیں دبوانے والا، بدکردار، صفر کو اسلامی مہینوں میں چھٹا قرار دینے والا جاہل، 31 ستمبر کی تاریخیں دینے والا بے وقوف، حضرت موسیٰ ؑ کے رفع آسمان کا دعویٰ کرنے والا بے عقل، گڑ کی جگہ مٹی کے ڈھیلے کھانے اور ڈھیلوں کی جگہ گڑ سے استنجا کر لینے والا گدھا۔ ایسا غلط گو جس کی ایک بھی پیشین گوئی آج تک سچ نہ نکل سکی حالانکہ اتنا تکا تو نجومیوں کا بھی لگ ہی جاتا ہے۔

اور ہاں ایسا شخص جو برملا اپنے ولدالحرام، زانی اور انگریز کا ایجنٹ ہونے کا اقرار بھی کرتا ہو، اگر کوئی کم نصیب، کم سواد تیرہ بخت اس پر ایمان لے آئے اسے اپنا مقتدا، پیشوا مان لے تو ایسا مہر خداوندی کے بغیر ممکن ہے؟؟؟ العیاذ با

راستہ کھلا ہے اور دروازہ بھی، بدنصیب آج بھی لوٹ آئیں تو اسلام کا دامن وسیع ہے۔

''القلم'' مدینہ منورہ والوں کا ترجمان ہے، جی ہاں! وہ مدینہ والے جو بدر سے لے کر تبوک تک آقا مدنی ﷺ کے ساتھ نکلتے رہے اور جب آقا مدنی ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کی ختم نبوت پر ڈاکہ پڑنے لگا تو یہ مدینہ والے بنو حنیفہ کی طرف نکل پڑے، ختم نبوت کے خیمے کی حفاظت کے لئے، انہوں نے پروانہ وار جانیں وار کر دشمن کے ہاتھ ختم نبوت تک پہنچنے سے روک دیئے، ڈاکوؤں کا تسلسل بھی جاری رہا اور محافظوں کا بھی، اور ''القلم'' ہر دور کے ڈاکوؤں کا محاسبہ کرنے کے ساتھ ساتھ محافظوں کی حسین داستان بھی سناتا ہے، آج اس کے صفحات مزین ہیں ایک ایسی ہی عظیم ہستی کے معطر تذکرے سے جنہوں نے اپنے دھان پان وجود کو پچاس سال کا عرصہ ختم نبوت کے جسم کی زرہ بنائے رکھا۔ تیر آتے رہے زرہ پار نہ کر سکے، تلواریں چلتی رہیں مگر حصار نہ توڑ سکیں۔ نوجوانی، جوانی، بڑھاپا، سفر، حضر ہر حالت ہر کیفیت ایک ہی عمل میں ایک ہی فکر میں گزر گئی کہ منکرین ختم نبوت مرزائی چوروں کا کوئی وار ختم نبوت تک نہ پہنچ پائے، یوں تو اس دور میں ہزاروں پروانے حفاظت کی چوکی پر تعینات رہے کوئی میدان سیاست کا شہسوار تھا، کوئی میدان

طریقت کا، کوئی مسند تدریس کا صدر نشین تھا، کوئی منبر وعظ پر متمکن، ایسے بس وہی ہوئے جنہوں نے زندگی بھر نہ کوئی اور کام کیا نہ کوئی اور تعارف بنایا، بس محافظ ختم نبوت، سفیر ختم نبوت، فنافی ختم نبوت، قاطع قادیانیت، قاطع مرزائیت فاتح قادیانیت۔

یوں تو ان کی زندگی سراپا قابل فخر تھی وہ فخر کرتے تو بجا تھا وہ ہمیشہ عاجزی سے جھکے رہے، انہوں نے ایک بار فخر کا اعلان فرمایا۔ ان کے مایہ ناز ادارے مرکز دعوت و ارشاد کے سٹیج پر انہوں نے فرمایا تھا:

''لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ میں نے فلاں سے پڑھا میرا استاد فلاں ہے جبکہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ یہ دو میرے شاگرد ہیں، میرے لئے آخرت کی کمائی ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کو پیش کروں گا''۔

ان کا یہ اعلان ایک طرف تو ان کی عاجزی کا مظہر تھا کہ وہ اپنے اتنے اونچے اعمال اور اتنی بڑی کو کچھ نہیں سمجھتے دوسروں کے کام کی عظمت ان کے دل میں زیادہ ہے دوسری طرف یہ اعلان حقیقت بھی تھا۔

کہ دراصل ان کے یہ دونوں شاگرد ان کے مشن کے امین ہیں۔ ایک شاگرد نے زندگی بھر ابن سباء کی ذریت کو چین نہ لینے دیا جو ختم نبوت پر اس انداز سے حملہ آور تھی کہ آقا مدنی ﷺ کی تیار فرمودہ مقدس جماعت کو غلط ثابت کر کے آپ ﷺ کی نبوت میں شک پیدا کرے کیونکہ اس جماعت کو آقا کی حقانیت کی دلیل بنایا گیا زندگی بھر آقا ﷺ کی اس سچی جماعت کے گن گاتا رہا اور اس پر اپنی جان وار گیا۔ اللہ کی کروڑوں رحمتوں ہوں شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا اعظم طارق شہید ؒ پر۔ جبکہ دوسرے فخر نے قادیانیت کی اصل جڑ پکڑ لی۔ انگریز نے اس ملعون مرزا کو امت مسلمہ پر مسلط ہی اس لئے کیا تھا کہ یہ اسلام کی عظمت کے نشان یعنی جہاد کو مشکوک اور منسوخ کر دے۔ مرزا ملعون اسی میں لگا رہا اور یہ دعویٰ کر کے مر گیا کہ میرے مرنے کے سو سال پورے ہونے سے پہلے میری رنگ لے آئے گی اور دنیا سے ''جہاد'' کا نام ونشان مٹ چکا ہوگا۔ حضرت چنیوٹی ؒ نے جس دوسرے

شاگرد پر فخر فرمایا تھا اسے اللہ تعالیٰ نے اس کذاب کی اس پیشین گوئی کے جھوٹ ثابت کرنے کا ذریعہ بنایا۔ مرزا ملعون کو سو سال پورے ہونے میں ابھی بیس دن باقی ہیں اور جہاد کے ثبوت پر، احقاق پر ''فتح الجواد'' جیسی کتاب آچکی ہے، امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی اور درجنوں کتب چھپ چکی ہیں۔ اب تو انکار جہاد کرنے والے نئے دلائل کی تلاش میں نکل پڑے ہیں کیونکہ پچھلے سو سال کا ذخیرہ تو خس و خاشاک کی طرح، ''فتح الجواد'' کی لہر میں بہہ گیا۔

جی چاہتا ہے مرزا ملعون کی قبر پر جاؤں، پہلے اس پر پیشاب کروں اور پھر چیخ چیخ کر اسے بتاؤں ملعون! میرے آقا ﷺ کے دشمن! سن سکتا ہے تو سن، تیرے سو سال پورے ہونے والے ہیں اور دنیا میں ہر طرف جہاد کی بہاریں ہی بہاریں ہیں۔ افغانستان، عراق، فلسطین، کشمیر سب آقا مدنی ﷺ کے فدائین کی یلغاروں سے گونج رہے ہیں۔ تو نے جس امت کو جہاد بھلانے کا دعوی کیا تھا اس کے پاس آج جہاد کی یادیں ہی یادیں ہیں۔

دیکھ سکتا ہے تو دیکھ! تیرے دشمنوں کا تذکرہ کتنے حسین پیارے انداز میں عقیدت و کے ساتھ دنیا تک پہنچایا جا رہا ہے اور تجھ پر ہر طرف سے لعنت و پھٹکار برس رہی ہے۔

کیونکہ تو جھوٹا تھا اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔

☆☆☆

مکمل مجاہد

مجاہد اسلام، شہید وفا مولانا مقصود احمد ؒ کی یاد میں

القلم کا خصوصی نمبر شائع

ہونے پر ان کی بعض ان صفات کا تذکرہ جو

ہر مجاہد میں ہونی چاہئیں.....

مولانا میں یہ صفت بدرجہ اتم تھیں اس لئے وہ ایک مکمل

مجاہد تھے.....(شمارہ:156)

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(شمارہ:156)

مکمل مجاہد وعدے کا پکا اور قول کا سچا ہوتا ہے

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مولانا مقصود احمد شہید ؒ اور میری دوستی محاذ جنگ پر ہوئی۔ پھر ہم اکٹھے دورہ حدیث کرنے مدرسے میں آ گئے اور پھر ہم نے اسی زمانے میں ایک رسالہ بھی مل کر نکالا تھا۔ انہی دنوں ایک دن ہم تین ساتھی رات کو مدرسے کے باغیچے میں ! اپنے محبوب مشغلے ''دودھ سوڈا'' پینے میں مصروف تھے، اچانک ہمارے تیسرے ساتھی نے ایک عجیب بات شروع کر دی۔ کہنے لگا کہ طالبعلمی کی دوستی فارغ ہوتے ہی ٹوٹ جاتی ہے بعد میں راستے بھی جدا ہو جاتے ہیں اور ہر شخص دینی خدمات کا میدان بھی اپنی مرضی سے منتخب

کرلا ہے، رفاقت کوئی نہیں نبھاتا۔ کیوں نہ ہم عہد کرلیں کہ فراغت کے بعد ہم تینوں ایک ہی میدان میں دینی خدمات سرانجام دیں گے۔ وہ ہم دونوں کو جانتا تھا کہ ہم سوائے ''جہاد'' کے اور کسی طرف جانے کا تصور بھی نہیں کریں گے۔ جبکہ اسے اس میدان سے بالکل لگاؤ نہ تھا۔ بہرحال ہم نے عہد کرلیا۔ امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا کی رہائی عمل میں آئی، وہ گھر جانے سے پہلے کراچی میں مقیم تھے، اس دوران میرا مولانا سے رابطہ ہوا۔ میں نے کہا شیخ آپ عہد بھول تو نہیں گئے؟ انہوں نے کہا نہیں میں ابھی آرہا ہوں۔ مولانا تشریف لے آئے، امیر المجاہدین سے سرسری ملاقات اور تعارف ہوا۔ میں اس وقت امیر المجاہدین کے محافظ دستے کا انچارج تھا۔ بھائی مقصود نے بھی ایک پسٹل لے لیا اور ہمارے ہمسفر بن گئے۔ اور پھر تادم آخر جماعت نے ان کے ہاتھ میں قلم تھمایا یا ہتھیار۔ ہمارے دوست نے اپنا عہد نبھایا اور سخت ترین طوفانوں میں بھی اس نیک فطرت انسان نے کہیں وفائے عہد میں رخنہ نہ آنے دیا۔

مکمل مجاہد اطاعت گزار ہوتا ہے۔

امیر المجاہدین حفظہ ا گوہر شناس ہیں۔ انہوں نے بھائی مقصود ؒ کو پہلی نظر میں ہی پہچان لیا۔ جماعت بنی، ذمہ داریاں تقسیم ہوئیں تو بھائی مقصود شہید ؒ کے حصے میں وہ میدان آیا جس میں سبقت کا جوہر ان کے اندر فطری طور پر موجود تھا بلکہ موجیں مار رہا تھا۔

ان کی خواہش نہ تھی کہ اس میدان میں آگے بڑھیں، وہ محاذِ جنگ کی لذت چکھ چکے تھے اب ان کا دل اسی جانب مچلتا رہتا تھا۔ انہوں نے چوں تک نہ کی، جونہی تشکیل ہوئی قلم سنبھالا اور بیٹھ گئے۔ مجلّہ جیش محمد ﷺ، بنات عائشہ ؓ، الاصلاح، شمشیر، راہِ وفا، القلم۔ کتنی مشکلات آئیں، مصائب کی آندھیاں چلیں مردِ درویش کندھے پر سامان اٹھائے ایک دفتر سے دوسرے دفتر، ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہوتا رہا کام میں فرق نہ آنے دیا۔ اس زمانے میں جتنی مشکلات بھائی مقصود شہید ؒ نے اٹھائیں اگر ان کی جگہ کوئی کم ہمت انسان ہوتا تو یہ کام چھوڑ دیتا وہ چونکہ اطاعت میں گندھے ہوئے تھے اور

جہاد کا حقیقی مفہوم سمجھے ہوئے تھے اس لیے نہ ان کے عزم میں کوئی دراڑ پڑی نہ پاؤں ڈگمگائے، نہ قلم کی روانی رکی نہ طبیعت کی جولانی، انہوں نے اس میدان میں ایسی روشن مثالیں اور اتنے معیارات قائم کر دیئے جن پر پورا اترنا پیچھے والوں کے لیے ایک امتحان سے کم نہیں۔

مکمل مجاہد وہ ہوتا ہے جو ہر میدان میں فٹ ہو۔

بھائی مقصود شہید ؒ نشریاتی کام میں مشغول تھے۔ یہ ایسا کام ہے جو یکسوئی اور گوشہ نشینی کا متضی ہے۔ وہ گوشہ نشین ہو کر اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے کہ کراچی میں جماعت کو ایک طوفان کا سامنا پڑ گیا۔ جماعت میں کچھ دنیا پرست لوگوں کی منفی سوچ نے انتشار کا ماحول پیدا کر دیا۔ کراچی میں یہ حملہ شدید تھا اور طوفان اٹھانے والوں کا خیال بلکہ دعویٰ تھا کہ وہ یہاں سے جماعت کا نام ونشان مٹا دیں گے، ایسے میں جماعت کو ایک ایسے انتھک فرد کی ضرورت پیش آئی جو میدان میں نکل کر ان طوفانوں کے آگے سینہ سپر ہو جائے۔ کارکنوں میں گھل مل کر انہیں جماعتی دھارے کی طرف لے آئے اور انہیں جوڑ دے۔ امیر المجاہدین کی نظر جس شاہین پر پڑی وہ یہی گوشہ نشین صاحبِ قلم مولانا مقصود احمد شہید ؒ تھے۔ اور پھر دنیا نے دیکھا، تیزی سے اٹھتی ہوئی اونچی لہروں کا رخ کس نے موڑا، مساجد میں، مدارس میں جیش کا اعلان حق کس نے سنایا، کارکنوں کو کس نے سنبھالا دے کر انہیں جماعتی دھارے سے منسلک کر دیا۔ اور پھر حیران کن بات یہ کہ دن رات کی اس مصروفیت کے باوجود اپنا پرانا کام بھی جاری رکھا اور اسے متاثر نہیں ہونے دیا۔ حسرت مرحوم نے جو شعر اپنے بارے میں کہا تھا وہ ان سے زیادہ بلکہ کہیں زیادہ ہمارے مولانا پر صادق آتا ہے۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

ہر طرح کی مشقتوں اور فتنوں کے باوجود ہمارے مولانا کی مشقِ قلم ہر حال میں جاری رہی۔ اور پھر جیسے ہی مرکز کی طرف سے انہیں واپس اپنے گوشے میں لوٹ جانے کا حکم ملا وہ

بھرا میلہ چھوڑ کر اپنی کرسی پر جا ! اور اپنے کام میں لگ گئے، نہ کوئی سوال نہ اشکال، نہ سازش نہ احتجاج۔ آہ۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

مکمل مجاہد دلیر ہوتا ہے نتائج سے نہیں گھبراتا نہ موت سے ڈرتا ہے۔

ہمارے مولانا کو اللہ تعالیٰ نے اس صفت سے حظ وافر عطا فرمایا۔ افغانستان کے محاذوں سے لے کر تادم شہادت ان کی زندگی اس بات کی گواہ ہے۔ محاذِ جنگ کے طوفانوں سے لے کر کراچی کے گلی کوچوں میں برپا ہونے والے طوفانوں تک، ہر جگہ سینہ سپر نتائج سے بے پرواہ، سر ہتھیلی پر رکھے جس دیوانے کو پایا گیا وہ مقصود شہید رحمہ اللہ ہی تھے۔ جماعت جب پابندیوں کی زد میں آئی اس وقت بہت سے برج الٹ گئے۔ گرفتاری کے خوف نے کئی لوگوں کو گھروں میں بٹھا دیا ایسے میں ہمارے مولانا اپنے مورچے پر ڈٹے رہے۔ ان پر ایک نہیں کئی چھاپے پڑے۔ ان کے دفاتر سیل ہوئے، جرائد پر پابندی لگی نہ چھپے نہ پیچھے ہٹے۔ ایک دفتر بند ہوتا وہ دوسرے میں جا بیٹھتے، ایک جریدہ پابند ہوتا وہ فوراً دوسرے نام سے کام کا آغاز کر دیتے۔ جماعتی خلفشار کے دور میں وہ تن تنہا اپنی گاڑی میں سارا دن ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رہتے اور اس سلسلے میں ملنے والی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لاتے۔ کراچی میں جماعت کے مرکز پر قبضہ ہوا، قابضین مسلح تھے انہوں نے دھمکی دی کہ جو بھی آگے بڑھے گا اسے گولی ماردی جائے گی اس وقت اپنے ذمہ داروں کے سامنے سب سے پہلے سینہ سپر ہو کر آگے بڑھنے والی شخصیت مولانا مقصود شہید رحمہ اللہ تھے۔ لال مسجد سانحہ کے وقت جب مسجد گھیرے میں تھی اور ہر کوئی اس طرف جانے سے گھبراتا تھا، مولانا بے دھڑک اپنے ''موٹر سائیکل'' جسے وہ انگریزی گھوڑا کہا کرتے تھے پر سوار ہو کر صبح شام وہاں جاتے، تازہ صورتحال لکھ کر لاتے اور اسے مضمون بنا کر چھاپ دیتے، ایک بار تو انہوں نے وہاں تعینات پولیس والوں سے بھی انٹرویو کر ڈالا اور پھر ان کے مکمل تاثرات اور اپنے آفیسرز کے بارے میں ان کے ''خیالات'' شائع کر دیئے۔ بے خوفی، دلیری اور شجاعت ان کے وہ

نمایاں اوصاف ہیں جوان کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے ہر شخص کو متاثر کرتے ہیں۔

مکمل مجاہد کو اپنے مقصد کی دھن ہوتی ہے۔

ہمارے مولانا ہر وقت اپنے مقصد کی دھن میں مگن رہتے تھے۔ وہ ہر منظر کو اس نظر سے دیکھتے کہ اس پر کیا لکھا جاسکتا ہے، وہ ہر واقعہ کے ایسے پہلو تلاش کر لیتے جن پر لوگوں کے لیے مفید بات لکھی جاسکے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے حالات پر ان کی کڑی نگاہ رہتی۔ تحریکات کی چھوٹی چھوٹی جزئیات ان کے علم میں ہوتی۔ وہ ان پر مفید رپورٹیں لکھتے، ان کی زندگی کا محور جہاد تھا وہ ہر کام اسی محور کے دائرے میں کرتے۔ انہوں نے جہاد کے میدان میں خود کو کھپایا۔ اپنے قلم سے جہاد کو قوت دی۔ زبان سے دعوت جہاد کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنے لہو سے بھی اسلام اور جہاد کی بنیادوں کی آبیاری کر گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کی جیبوں سے جو کچھ برآمد ہوا وہ ان کی زندگی کی پوری داستان سنا رہا تھا، جی ہاں! ایک قلم اور ایک گولیوں سے بھرا ہوا میگزین۔

مکمل مجاہد دنیا سے بے پروا ہوتا ہے۔

ہمارے مولانا اس صفت میں تو عجیب تھے، انہیں نہ اچھے کپڑے کی فکر تھی نہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کی۔ وہ بہت سادہ رہتے اور سادگی پسند کرتے، کھانے پینے کا ذوق اچھا تھا کھلانے پلانے کا ذوق وشوق اس سے بالاتر، وہ دعوت کر کے خوش ہوتے اور شاید کوئی دن ایسا نہ جاتا جس دن وہ کسی ساتھی کی دعوت نہ کرتے ہوں۔ باقی چیزوں کی وہ کیا فکر کرتے انہیں تو اپنی صحت کی بھی زیادہ فکر نہ رہتی تھی۔ انہوں نے ایک مسافر کی زندگی گزاری۔ نہ کچھ بنایا نہ بچایا اور اس طرح ہلکے پھلکے دنیا سے چلے گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق کے دروازے کھولے تھے ساتھ ہی بادشاہوں جیسا دل عطاء فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنے والدین کی خدمت کی۔ ساتھیوں کے دکھ درد بانٹے، ان کی مشکلات میں ہمیشہ کام آئے اور دینی امور پر بھی خوب خرچ کیا۔ انہیں اوپر والا ہاتھ ملا تھا وہ ہمیشہ اس کو برتتے رہے۔ اصل بات یہ تھی کہ انہیں شہادت کی دھن تھی اور وہ یہ جانتے تھے کہ بھاری آدمی کے لیے شہادت بھی بھاری

ہو جاتی ہے اس لیے انہوں نے خود کو ہلکا رکھا اور آسانی سے اپنی منزل پا گئے۔

اس بات کو کتنا طول دوں؟ میرا خیال ہے ایک مضمون یا ایک اخبار تو کیا، ایک کتاب بھی ان کے کمالات سمیٹنے سے قاصر رہے گی۔ بس مختصر بات یہ کہ ہمارے مولانا مکمل مجاہد تھے، ا رب العزت نے انہیں جہاد کی صحیح سمجھ عطاء فرمائی تھی، انہوں نے اپنی زندگی کا محور جہاد کو ہی بنالیا اور پھر اس کا حق ادا کرنے کیلئے انہوں نے اپنی ہر صلاحیت کو اسی پر نچھاور کر دیا اور اس کے صلے میں جہاد کی وہ ، اونچی اور اعلیٰ منزل پالی جو ہر مجاہد کے دل کی آخری آرزو اور منتہائے تمنا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆

پیارے لوگ

پیارے لوگ.....

جی ہاں! وہ ہمیں بہت پیارے ہیں۔ان کی یادیں ہمارا

قیمتی سرمایہ اوران کی رفاقت

ہمارا حاصل زیست ہے۔وہ آتے ہیں، چنددن ساتھ رہتے ہیں

اور پھر اپنی یادوں کی

روشنی ہمارے دلوں میں چھوڑ کر جنت کو چلے جاتے ہیں.....

یہ ہمارے وہ بھائی ہیں جو راہ حق کی شہادت پاتے ہیں.....

ایسے ہی ایک پیارے دوست کاشف شہید کی یاد میں

جس کے چوڑے چکلے

خوبصورت سینے کو خون آلود چھلنی دیکھ کر حوروں کو بھی پیار آیا ہوگا۔کاشف

شہید سے سیکھا ہوا

ایک سبق جو ہم سب کے کام کا ہے.....

(شمارہ:157)

مجھے کچھ لوگوں سے بہت پیار ہے، وہ میری عقیدتوں کا محور بھی ہیں اور الفتوں کا مدار

بھی، میں انہیں کئی نام دیتا ہوں، کبھی عظیم لوگ، بہترین لوگ کہہ کر ان کا فسانہ لکھتا ہوں اور آج ایک اور نام ''پیارے لوگ''۔ یہ لوگ اتنے پیارے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پیار آتا ہے اور وہ جلدی بلا لیے جاتے ہیں۔ جنت کی حوروں کو ان پر پیار آتا ہے اور وہ بھی شاید ان سے جلد وصال کی دعائیں کرتی ہیں۔ وہ چلے جاتے ہیں، اب ہمیں جب ان پر پیار آتا ہے تو ہم صرف چند آنسو اور سسکیاں ان کی نذر کر پاتے ہیں، دل کے آئینے میں کھنچی ان کی تصویر دیکھ کر۔ آج رات مجھے ایسا ہی ایک پیارا ساتھی یاد آیا۔ اس کی یاد اگر صرف یاد ہوتی تو میں اپنے تک محدود رکھ لیتا ہوا یوں کہ وہ جب یاد آیا تو ایک عجیب سبق دے گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ سبق عام ہو اور میرے ہر ساتھی تک پہنچے، ممکن ہے اس طرح ''پیارے لوگوں'' کی یاد کا حق ادا ہو سکے۔

ہمارا پیارا ساتھی ''کاشف'' شہید ایک عجیب انسان تھا۔ وہ ہمارے ہر دل عزیز قائد مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہم کے ساتھ بطور باڈی گارڈ اور خادم رہتا تھا۔ سفر و حضر میں ان کا ساتھی تھا اس لیے اکثر دوستوں نے یقیناً اس کی زیارت کی ہوئی ہوگی۔ وہ گونا گوں صفات کا حامل تھا۔ وفادار اتنا کہ آپ ''وفا'' کے معنی کسی کو سمجھانے کے لئے زبانی بحثوں میں AI بغیر صرف یہ کہہ کر اس مشکل لفظ کا مصداق بتا سکتے تھے کہ وفا کا معنی ہوتا ہے ''کاشف''۔ وہ خدمت میں خوشی محسوس کرتا تھا اور دل لگا کر خدمت کیا کرتا تھا۔ پیارے لوگوں میں جو اس صفت کے حامل ہوتے ہیں وہ بہت جلد اونچی منزلیں پا لیتے ہیں۔ وہ اپنے بڑوں کی خدمت کیلئے رات رات بھر جاگتا رہتا تھا۔ سفر میں وہ ایک طرف چوکنا پہریدار بن کر بیٹھا ہوتا تو دوسری طرف اپنا خادم کا کردار بھی بھرپور انداز میں نبھاتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط اور توانا جسم عطا فرمایا تھا اس نے اپنے جسم کو آرام طلبی کا خوگر بنا کر ضائع نہیں کیا بلکہ ہر حال میں اسے مزید مضبوط توانا چست کرنے کی فکر میں لگا رہتا۔ گھڑ سواری کا مبارک شوق اسے جنون کی حد تک تھا اور اس شوق کی تکمیل میں وہ کئی بار زخمی بھی ہوا۔ وہ چونکہ یہاں رہ کر بھی کہیں اور رہتا تھا اس لئے اپنے جسم کو ہمیشہ ایسا رکھتا کہ ''وہاں'' جا کر سستی اور کمزوری کا شکار نہ ہو۔

اسے ایک سچے مومن اور پکے مجاہد کی طرح میراث نبوی ﷺ یعنی اسلحہ سے دلی تھی۔ اپنے پہرے کی گن کو خوب چمکا کر اور سجا کر رکھنا بھی اس کا ایک ''پیارا'' مشغلہ تھا۔ اور خوبصورت اتنا تھا کہ اسے دیکھ کر زبان سے بے ساختہ ماشاءا نکلتا۔ اس کی شہادت کے بعد ایک دوست نے کہا کہ کاشف کو جنت کی حوریں مبارک ہوں۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا نہیں! جنت کی حوروں کو پیارا کاشف مبارک ہو۔ اس کی ایک خاص صفت جوان سب صفات پر حاوی تھی وہ اس کی بے ساختہ سادگی اور بھولپن جس کا نقش ہر وقت اس کے خوبصورت چہرے پر ثبت رہتا۔ وہ بلا تکلف ایسی حرکتیں اور باتیں کر جاتا جن پر آپ طویل عرصے تک ہنستے رہتے۔ اب اس کی وہی حرکتیں اور باتیں ہنسانے کی بجائے رلانے کے کام آتی ہیں۔

وہ ہر بات میں روتے میں ہنسانے والا
یاد آتا ہے تو ہنستے میں رلا دیتا ہے

آج رات اس کی ایک ایسی حرکت یاد آئی اور ایک ''سبق'' دے گئی۔ آج سے تقریباً چار سال قبل مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہم ایک ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہو گئے تھے، کاشف ان کی خدمت میں لگا ہوا تھا۔ ایک دن ہم مفتی صاحب کے ساتھ یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کاشف کی ایک عجیب عادت یہ ہے کہ اسے کوئی کام کہا جائے تو اسی وقت پہلے جس کام میں مشغول ہوا سے چھوڑ کر نئے حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے، خواہ پچھلا کام چھوڑنے میں نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے... اتنے میں کاشف کمرے میں آیا اور چمچ میں سیرپ بھر کر مفتی صاحب کو پلانے لگا۔ وہ سیرپ چمچ میں ڈال چکا تھا کہ مفتی صاحب نے بے خیالی میں اسے کسی ساتھی کو بلانے کا حکم دے دیا، اس نے سیرپ سے بھرا ہوا چمچ میز پر رکھ دیا اور ساتھی کو بلانے چلا گیا۔ سیرپ کا کیا بنا ہوگا یقیناً آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ ہم اس کی اس بے ساختہ حرکت پر خوب ہنسے اور بات آئی گئی ہو گئی۔ آج جب یہ واقعہ یاد آیا تو مجھے یوں لگا کہ بظاہر سادہ بھولا نظر آنے والا کاشف ہم سب سے زیادہ عقلمند اور ذہین تھا اور ہم ہنسنے والے بے

وقوف اور کم عقل۔ اس نے تو اطاعت اور طاعت کے وہ معنی نہ صرف سمجھ لیے تھے بلکہ اپنا مزاج بنا لیے تھے جن کا شریعت ہم سے تقاضا کرتی ہے۔ جبکہ ہم یہ بات نہ سمجھ سکے۔

ہم جب اذان کی آواز سنتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ ا کا منادی ہمیں اس کے حضور سر بسجود ہونے بلا رہا ہے۔ کیا ہم اپنے ہاتھ کر اپنے کام چھوڑ کر، اپنی خواہشات سے دامن چھڑا کر فوراً اس حکم کی تعمیل کی جانب لپک پڑتے ہیں؟

کیا جب ا تعالیٰ کی طرف سے ہم سے اس مال کا ادنیٰ سا حصہ مانگ لیا جاتا ہے جو ہمیں خود ا تعالیٰ نے عطا فرمایا تو ہم فوراً بغیر رکے، بغیر تنگی محسوس کیے اس حکم کو بجالاتے ہیں؟

ہمیں جب شریعت کا یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی شکل، اپنا لباس، اپنا طرز معاشرت مکمل شریعت محمدی ﷺ کے سانچے میں ڈھالیں تو کہیں ہمیں یہ احساس تعمیل سے روک تو نہیں ##ا کہ لوگ ہم پر ہنسیں گے؟

کیا ہم حکم جہاد پر لبیک کہتے ہوئے ان تمام احساسات سے آزاد ہو کر میدانوں کی طرف چل پڑتے ہیں؟

کیا ہم جہاد میں رہتے ہوئے اپنے امیر کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جو فوری ہو اور ہر طرح کی رکاوٹوں کو روند کر کی جا رہی ہو؟

جی ہاں! یقیناً ہم میں یہ کمزوری ہے، ہم اس کوتاہی کا شکار ہیں، ہم نے طاعت اور اطاعت کے اس شرعی معنی کو نہ سمجھا ہے اور نہ ہی اپنایا ہے۔ شریعت ہم سے ایسی طاعت کا تقاضہ کرتی ہے کہ اس کا حکم آتے ہی ہاتھ دیئے جائیں اور ایسی اطاعت کا مطالبہ کرتی ہے کہ بات سنتے ہی فوری عمل کر لیا جائے۔ ہم وقت مانگتے ہیں کہ دل کی ہتھیلی پر رکھی خواہشات جھٹکی نہ جائیں پوری کر لی جائیں ا کا حکم بعد میں پورا کر لیا جائے گا۔ راستے کی رکاوٹیں بتدریج ہٹائی جائیں خواہ اس میں پوری عمر ہی صرف ہو جائے

اطاعت کو اس کام سے مؤخر رکھتے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ کوئی ہم پر ہنسے نہیں، کسی کو ہمارا مذاق اڑانے کا موقع نہ ملے، ہمیں دیوانہ نہ کہا جائے اور سادہ نہ سمجھا جائے۔ خواہ اس

فکر میں شریعت کے احکام ٹوٹ جائیں اور اطاعت امیر کا تصور ختم ہو جائے۔

اور جن لوگوں نے طاعت اور اطاعت کے اس حقیقی مفہوم کو سمجھ لیا اور اپنا لیا انہوں نے کیسا میٹھا پھل پایا اور کیسی اونچی منزل حاصل کی وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ حضرات صحابہ کرام ؓ سے لے کر کاشف تک تاریخ ہمارے لیے ان روشن مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ کیا شراب کی حرمت کے نزول کے وقت گلیوں میں مٹکے بہا کر برتن تک توڑ دینے والوں کی مثال ہمارے سامنے نہیں؟ کیا آقا مدنی ﷺ کے حکم پر سود کے صدیوں کے بیوپار لمحوں میں ختم کر دینے والوں کے بارے میں ہم نے نہیں پڑھا؟ کیا ہم نہیں جانتے کہ صرف ایک حکم پر بے سروسامانی کا عالم میں تین سو تیرانہتے افراد طاقتور مسلح دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے؟ کیا سخت گرمی میں سال بھر کا سامان معاش چھوڑ کر، منافقین کے طعنے برداشت کر کے تبوک کے تپتے صحرا کی طرف نکل جانے والوں کو ہم نہیں جانتے؟ اور پھر ان لوگوں پر رب کی نعمتوں، رحمتوں، خصوصی فضل وکرم اور انعامات کی کیسی بارشیں برسیں یہ بھی ہم خوب جانتے ہیں۔ جبکہ ان کے مقابل اطاعت میں تاخیر کرنے، لوگوں کی باتوں سے متاثر ہونے اور اپنی خواہشات کے اسیر بن کے رہنے والوں کا انجام بھی ہماری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

شکریہ پیارے دوست! ایک اونچا سبق یاد دلانے کا شکریہ، پیارے لوگوں کی یاد بھی کتنی پیاری ہوتی ہے کہ اس سے فکر کے دروازے کھلتے ہیں اور عمل کی راہیں روشن ہوتی ہیں۔ ہمارے دل جب تک ان کی یادوں سے روشن رہیں گے ہمارے لیے روشنی کی لہریں آتی رہیں گی۔ یہی یادیں ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں جن سے ا نہ کرے ہم کبھی محروم ہوں ورنہ پھر اندھیرے ہی اندھیرے ہیں اور گمراہیاں ہی گمراہیاں.....

☆☆☆

سرچشمۂ خیر

ولی کامل مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی ولی حسن ٹونکی نورا مرقدہ

امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ ا تعالی کے

شیخ، استاذ اور مربّی جن کی تربیت نے ایک غریب طالبعلم

کو مقتدا ورا بنا دیا.....

امیر المجاہدین کے ہاتھ میں اسلحہ اور قلم حضرت اقدس نے

تھمایا اور منبر پر آپ نے ہی بٹھایا.....

ا اکبر! اپنے شیخ کی ان تمام نسبتوں کو امیر المجاہدین نے کیسے

نبھایا.....ہم کیا بتائیں دنیا جانتی ہے.....

القلم کی اشاعت خصوصی بیاد حضرت اقدس مفتی ولی حسن ٹونکی نورا

مرقدہ کے لئے چند سطور.....

(شمارہ:174)

آج بڑی سعادت کا دن بھی ہے اور بڑے سخت امتحان کا بھی۔

سعادت یہ کہ القلم کے صفحات آج ا تعالیٰ کے اس ولی کے تذکرے سے مزین ہو رہے ہیں جو زمانۂ قریب میں ''خیر کا منبع'' تھے۔ا تعالیٰ نے کتنے ہی شیریں چشمے ان سے جاری فرمائے، کہیں ان کے تربیت یافتہ علماء کرام دین کے فروغ میں مصروف ہیں تو کہیں

ان کے فیض یافتہ مفتیان عظام شرعی معاملات میں ر ئی کے منصب پر فائز۔ کہیں ان کی را ئی سے بہرہ افروز ہونے والے اہل قلم، علم وقلم کی خدمت میں مشغول ہیں تو کہیں ان کے شرفِ صحبت سے آراستہ مجاہدین فی سبیل ا ، دین کی حدود کی نگہبانی میں اپنا تن من دھن لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے ''ولی'' کا تذکرہ ہمارے حصے میں آنا سعادت نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم ا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہیں اور اسکا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے مقبول بندوں کی عطاء فرمائی اور ان کا ذکر پھیلانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

امتحان سخت یہ ہے کہ ہماری نظریں اپنی کم ہمتی، کوتاہ فہمی اور بے سلیقگی پر ہیں کہ کہیں ہم اس نعمت واحسان کا کچھ حق ادا کر بھی پائیں گے یا نہیں؟ یہاں نسبت بھی بہت نازک ہے۔ یہ تذکرہ ہمارے مربی، محسن، ہمارے امیر محترم ہمارے مقتدا و پیشوا حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ ا تعالیٰ کے شیخ ومرشد کا ہے۔ کہیں ہم اس نسبت کی لاج بھی رکھ پائیں گے یا نہیں؟ بس اک خوف اور دھڑکا سا لگا ہوا ہے۔ ا کرے یہ نمبر بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو، قارئین کو اس سے نفع پہنچے اور اس کے فوائد وبرکات ہم سب کو نصیب ہوں۔

حضرت اقدس مولانا مفتی ولی حسن صاحب قدس سرہ ا تعالیٰ ان اولیاء میں سے ہیں جن کا ذکر ہم اس وقت سے سنتے چلے آرہے ہیں جب ہمیں اس بات کا شعور بھی نہ تھا کہ ا والے کون ہوتے ہیں اور کیا ہوتے ہیں۔ ہمارے شیخ حضرت الامیر طالب علمی کے ابتدائی زمانے میں ہی حضرت اقدس کی نگاہوں کے اسیر ہوئے اور ان کے دامن سے یوں وابستہ ہوئے کہ اٹھتے بیٹھتے انہی کا ذکر زبان پر رہتا۔

؎ جہاں بھی بیٹھتے ہیں ذکر انہی کا چھیڑ دیتے ہیں

کے مصداق ہمیں اکثر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی باتیں ہی حضرت کے منہ سے سننے کو ملتی تھیں۔ بندہ جب کراچی حصول علم کے لئے آیا تو اس وقت حضرت امیر محترم کی جہادی خدمات عروج پکڑ رہی تھیں۔ پروگراموں کا تانتا بندھا ہوتا اس زمانے میں بھی اس معمول کا انہیں ہمیشہ پابند پایا کہ بدھ کے دن عصر کی نماز کے بعد حضرت اقدس قدس سرہ

کی مجلس ذکر میں لازمی حاضری دیتے۔ حضرت کی مجلس میں آپ بیتی کی تعلیم اور بیعت کے خواہشمند حضرات کو حضرت اقدسؒ کی طرف سے بیعت کرنا بھی حضرت امیر صاحب کی ذمہ داری تھی۔ جب آپ وہاں موجود نہ ہوتے تو یہ فرض کوئی اور نبھاتا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ زمانہ تو نہیں دیکھا جب امیر محترم حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی خدمت کیا کرتے اور سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہا کرتے، ہم نے یہ ضرور دیکھا کہ ان کی کوئی مجلس اپنے ان تین مربیوں کے ذکر سے خالی نہ ہوتی اور نہ آج ہوتی ہے ایک حضرت اقدس مفتی ولی حسن صاحب قدس سرہ اور دوسرے حضرت مولنا عبدالسمیع شہید ؒ اور تیسرے حضرت مفتی احمدالرحمٰن صاحب نورا مرقدہ۔ ان کی یہ کیفیت اس اندرونی کا پتہ دیتی ہے جو ان حضرات سے انہیں ہے اور اس لطف کا بھی اظہار کرتی ہے جو انہیں اس تذکرے کے وقت حاصل ہوتا ہے۔

ہم نے حضرت اقدس قدس سرہ کو اس زمانے میں دیکھا جب آپ عملی زندگی سے کٹ چکے تھے، فالج کے مرض کی وجہ سے اپنے گھر میں مقیم تھے، تعلیم و تدریس کے تمام مشاغل منقطع ہو چکے تھے، صرف ایک بدھ کے دن کی محفلِ ذکر تھی جو عشاق کو سامانِ دید فراہم کرنے کا واحد ذریعہ تھی ہم نے اپنے امیر محترم میں حضرت کو خوب دیکھا اور اچھی طرح دیکھا ہے۔ حضرت اقدس نے ہمارے شیخ کو طالبعلمی کے زمانے میں ہی مسجد کا خطیب بنوایا، آپ آج ان جیسا خطیب ڈھونڈ کر دکھا دیجئے۔

حضرت اقدس نے اپنے اس پیارے لاڈلے شاگرد کو لڑکپن میں قلم پکڑایا اور لکھنا کر لکھنے کا حکم فرمایا ان کے قلم سے نکلنے والی کتابوں نے فتنہ انکار جہاد کو پاتال سے لگا دیا۔ اس قلم نے چودہ صدیوں میں آیات جہاد کی پہلی تفسیر لکھی، اس قلم نے ہزاروں لوگوں کے قلوب میں ذکرا کا نور جگایا۔ درود پاک کی خوشبو پھیلائی، حیاء، عفت، انسانیت کا پیغام پھیلایا۔ فتنوں سے حفاظت کا سامان مہیا کیا اور شاہراہ ہدایت واضح کر کے دکھا دی۔

حضرت اقدس نے جن ہاتھوں کو دو بار اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تھا ایک بار کراچی

میں اور ایک بار مدینۃ الرسول ﷺ میں، ان ہاتھوں پر کراچی میں عشروں بعد بیعت علی الجہاد کی سنت زندہ ہوئی اور ہزاروں نوجوان انہیں تھام کر شاہراہ مدینہ پر گامزن ہوگئے۔ ان میں سے کوئی اس بیعت کے ساتھ اپنی حسین منزل پا گئے اور کئی میدان میں ڈٹے ہیں، ان کے عزائم میں کوئی کمی نہیں آئی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے ہاتھوں میں آنے والے ان ہاتھوں کی سعادت تو بہت اونچی ہے کہ صرف نوجوانوں نے ہی نہیں زمانے کے امام العلماء، سلطان القلم، حکیم العصر حضرت لدھیانوی شہیدؒ، امام المجاہدین مفتی نظام الدین شہیدؒ اور الخادم المخدوم حضرت مفتی جمیل خان صاحب شہیدؒ جیسوں نے بھی اپنے ہاتھ جہاد کے لئے ان کے ہاتھوں میں دے دیئے تھے۔

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہ نے جسے اپنی خادمیت سے سرفراز کیا اسے زمانے کا مخدوم بنا گئے۔ وہ خود جذّاب تھے جن سے نسبت قائم کی ان کے مکمل فیوض جذب کئے۔ امام العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ سے نسبت قائم کی تو محدث عصر بنے اور انہی کی طرح عدالت میں باطل نظام کے سامنے سربلند ہوکر گرجے۔ قطب العالم حضرت ہالیجوی قدس سرہ سے بیعت ہوئے تو روحانیت کے اونچے مقامات جذب کر لئے، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے پاس پہنچے تو ان کی عالی نسبت کے بھی امین ہوئے، حضرت بنوری قدس سرہ سے وابستہ ہوئے تو مسند انور شاہؒ کے وارث بنے، حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہ کے ساتھ رہے تو خود بھی مفتی اعظم کے مقام پر فائز ہوئے اسی طرح پھر خود جس کو چھولیا سونا بنا دیا، جس پر نظر فرمادی اسے پار لگا دیا، جس کا ہاتھ تھام لیا اسے اونچا کر دیا، جسے نسبت دے دی اسے سرفراز کر دیا۔

جی ہاں! ہم نے اس مصور کو اس کی بنائی ہوئی تصویروں میں دیکھا ہے اور ہر مصور اسی طرح پہچانا، جانا اور مانا جاتا ہے۔ دورِ حاضر کے نابغہ انسان حضرت الاستاذ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سے بھی پہلا مضمون انہوں نے لکھوایا آج وہ بڑے مصنفین میں ہیں، پہلا فتویٰ انہوں

نے لکھوایا آج وہ بڑے مفتی ہیں، عربی ادب کی چاشنی انہوں نے چکھائی آج اہل عرب ان کے زبان و بیان کے شیدا ہیں۔ تو پھر عجب کیا اگر مولنا مسعود ازہر حفظہ ا کی جہادی خدمات و مہمات سے عالم کفر لرزتا ہے، اگر دورِ حاضر کے جہادی قائدین میں ان کا مقام نمایاں نظر آتا ہے، اگر ان کے عزم و استقلال سے کفر لرزہ براندام ہوتا ہے کیونکہ ان کے ہاتھ میں تو قلم کے ساتھ پستول بھی حضرت اقدس نے تھمایا ہے، اس وقت جب وہ جہاد پر گئے بھی نہ تھے، ان کے تھمائے ہوئے قلم آج تک نہیں رکے اور نہیں بکے تو پستول کیسے رک سکتا ہے، کیسے تھک سکتا ہے اور کیسے دوست دشمن کی تمیز بھول سکتا ہے۔

ہاں! حضرت نے کل جس طالبعلم کو اپنا محافظ بنایا تھا آج وہ اسلام کا محافظ ہے اور جہاد کا محافظ ہے۔

مبارک ہو حضرت! آپ کا علمی فیض جاری ہے اور تا قیامت انشاءا جاری رہے گا، آپ کا روحانی فیض جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا اور آپ کا جہادی فیض بھی جاری ہے، صبحِ قیامت تک جاری رہے گا انشاءا العزیز۔

ہم آخر میں پھر حضرت اقدس کے تلامذہ، خدام اور عشاق کی خدمت میں یہ معطر تحفہ پیش کرتے ہوئے عرض کناں ہیں کہ اس میں جو کمی و قصور ہو وہ ہماری کم ہمتی کے سبب ہے اور جو اچھائی ہے وہ ا تعالیٰ کے فضل و کرم، حضرت اقدس کی برکات اور آپ حضرات کی دعاؤں کے سبب ہے۔ ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆☆☆

سبق آموز زندگی

پاکستان کے ایک کالم نگار اور اینکر نے
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نورا مرقدہ پر بے
بنیاد الزامات لگائے اور مسلسل کئی دن تک
اس موضوع پر دلخراش کالم لکھے۔ وہ شخص تو اس قابل نہیں کہ اسے جواب
دیا جائے نہ ہی الزامات
کی کوئی حقیقت تھی کہ ان کی صفائی پیش کی جائے۔
بس اپنے دلوں میں حضرت مدنی قدس سرہ کی جگانے
اور عقیدت بیدار کرنے کے لئے چند سطور۔
طالبعلم بھائیوں سے گذارش کہ حضرت مدنی ؒ کے افکار و نظریات
اور حیات مبارکہ کا بغور مطالعہ کریں.....

(شمارہ:195)

شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو اس قدر جامع، روشن اور سبق آموز ہے کہ پڑھنے والا یا لکھنے والا ہر پہلو پر غور کرتے ہوئے اس کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے۔

؎ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جا است

علمی رسوخ ہو یا زہد وتقویٰ، شریعت کے علم اور اس پر عمل کی بات ہو یا میدانِ طریقت کی شاہسواری کی، تحدیث کا میدان ہو یا تفقہ کا، سیاسی تحریکات ہوں یا میدانِ جہاد، حضرت مدنی قدس سرہ کا قدم ہر میدان میں اتنا راسخ ہے کہ انسان حیرانی کے سمندر میں غوطے لگانے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک وجود میں اتنے محاسن اور اتنے کمالات کس طرح جمع ہو گئے؟

ماننا پڑتا ہے

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

حضرت قدس سرہ کی زندگی کے ان روشن پہلوؤں میں ایک اہم ان کی تحریکی زندگی اور امت مسلمہ کے مسائل کے حل اور غلامی سے نجات کے لیے ان کی عملی جدوجہد اور اس راستے میں آنے والی تکالیف پر ایسے صبر واستقلال کا مظاہرہ ہے جو رہتی دنیا تک ایک روشن مثال کے طور پر تاریخ کا حصہ رہے گا۔

دارا , م دیوبند درحقیقت ایک جہادی مرکز اور اس کے بانیانِ گرامی مجاہدین تھے۔ دارا , م کا سنگ بنیاد رکھنے والوں کی اکثریت ۱۸۵۷ء کے عملی مجاہدین پر مشتمل تھی جنہوں نے شاملی کے میدان میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے انگریزی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے تھے اور اس کا مہیب توپ خانہ قبضے میں لے لیا تھا۔ سید الطائفہ شاملی کے امیر جہاد حضرت اقدس حاجی امداد مہاجر مکی قدس سرہ اگرچہ بناء کے وقت موجود نہ تھے ان کی دعائیں اور توجہات بانیان کے شاملِ حال تھیں۔ یہاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ بھی تھے جنہوں نے شاملی کے میدان میں اپنے تدبر اور جنگی مہارت سے عظیم الشان فتح حاصل کی تھی اور پھر بعد میں اس کی پاداش میں جیل میں بھی گئے۔ حضرت نانوتوی بھی تھے جو درحقیقت حضرت حاجی امداد قدس سرہ کی ہجرت کے بعد ہندوستان میں امیرِ جہاد تھے اور اس حقیقت کا اظہار حضرت گنگوہی قدس سرہ نے ان کی وفات کے موقع پر فرمایا:

''آہ آج امیر جہاد نہ رہا جو خود بھی - اور ہمارے بھی سر کٹواتا'' (تذکرۃ الرشید)

حضرت نانوتوی ؒ اور دیگر اکابر کا دارا ، م بنانے سے مقصد کیا تھا؟ یہ بات اس شخص سے بہتر کون جان سکتا ہے اور بتا سکتا ہے جسے اس دارا ، م کا سب سے پہلا شاگرد اور پھر سب سے بڑا استاذ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جی ہاں! حضرت نانوتوی ؒ کے علمی و جہادی جانشین اور دارا ، م کے استاذ الکل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ۔

اور پھر انہوں نے اپنا تن من دھن سب اس ''کام'' پر لگا دیا۔ مسندِ علم پر کام ایسے کیا کہ آپ کی فیضانِ نظر سے حضرت تھانویؒ، حضرت انور شاہ کشمیری ؒ، حضرت مدنی ؒ، حضرت عثمانی ؒ، حضرت مولانا اعزاز علی ؒ وغیرھم جیسے جبالِ علم دنیا کے سامنے آئے اور دوسری طرف اصل کام کا علَم تھام کر جب نکلے تو ایسی آگ بھڑکا گئے جس نے ہندوستان میں انگریز راج کی بنیادیں خاکستر کر دیں۔ مالٹا کے سخت عقوبت خانے کی قید بڑھاپے کے عالم میں کاٹنے کا معاملہ ہو یا پیرانہ سالی میں سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے انگریزی اقتدار کے خاتمے کی ۔شیخ الہند ؒ نے ہر موقع پر ثابت کیا کہ وہ حقیقت میں حضرت نانوتوی ؒ کے جانشین اور وارث ہیں۔ جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت میں گندھے ہوئے شیخ الہند ؒ کے بستر مرگ پر جذبات دیکھئے!

''مرنے کا تو کچھ افسوس نہیں مگر افسوس ہے کہ بستر پر مر رہا ہوں، تمنا تو یہ تھی کہ میں میدانِ جہاد میں ہوتا اور اعلاء کلمۃ الحق کے جرم میں میرے ٹکڑے کئے جاتے''۔

یہی شیخ الہند ؒ جب دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو اپنا علَم کسے تھما کر جاتے ہیں؟ دنیا جانتی ہے اور مانتی بھی ہے کہ بغیر اعلان جانشین اور رسمِ دستار بندی کے حضرت شیخ الہند کے جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ ہیں۔ حضرت مدنی ؒ بچپن سے حضرت شیخ الہند ؒ کے گھر میں پلے، ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، خوب خوب علمی فیض حاصل کیا، خدمت کی سعادت حاصل کی اور سندِ حدیث سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شیخ الہند کے حکم پر مدینہ منورہ میں علمی حلقہ قائم فرمایا اور اتنی ترقی کی کہ نوجوان حضرت مدنیؒ کا حلقۂ درس پرانے بزرگوں سے وسیع ہو گیا۔ مواجۂ نبوی ﷺ پر سالہا سال بیٹھ کر آپ ﷺ کی احادیث سنائیں

اور پھر ایسے وقت میں جب شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا اپنی خوشی اور رضامندی سے محترم استاذ کے ساتھ گرفتاری دے دی۔ نہ انگریز کو اس وقت تک آپ سے کوئی شکایت تھی اور نہ ہی شریف کو کوئی اعتراض۔ انہیں حضرت شیخ الہندؒ سے تکلیف تھی اور جرم ''جہاد'' میں انہیں پابند سلاسل کرنا مقصود تھا ایسے میں مدرس حرم مدنی ﷺ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے خود کو بھی گرفتاری کے لیے پیش کر دیا اور اپنے شیخ ومحبوب استاذ کی معیت میں مالٹا کے قید خانے میں بند ہونے کو قبول کیا۔ دراصل یہ مستقبل میں ان کے جانشین شیخ الہند ہونے اور امیر جہاد بننے کی تربیت تھی۔ حضرت مدنی ؒ نے مالٹا میں اپنے استاذ محترم سے کفر کی نفرت سیکھی، آزادروی کا درس لیا، ا مت کا سبق پڑھا اور غیر متزلزل نظریۂ جہاد حاصل کیا۔ حضرت شیخ الہند نے بھی اس قید قفس میں حضرت مدنی ؒ کی تربیت کو اپنا مقصود بنالیا اور ایک موقع پر جب کسی نے جیل مشاغل کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:

''ایک انسان تیار کر رہا ہوں''

اور وہ انسان تیار ہوئے شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ۔

مالٹا سے رہائی کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت شیخ الہند قدس سرہ اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو ان کے اسی جانشین نے مکمل کیا۔ دارا , م کی مسند شیخ الحدیث اور سیاسیات حاضرہ میں انگریز مخالف تحریک کی قیادت، حضرت شیخ الہند کی اجتماعی زندگی کے یہ دو محور تھے۔ تکوینی طور پر ایسے حالات پیدا ہوتے گئے کہ یہ دونوں مسندیں حضرت مدنی ؒ کے حصے میں آ % اور پھر انہوں نے ان کا حق کیسے ادا کیا یہ رہتی دنیا تک یاد رہنے کی بات ہے۔ حضرت مدنی ؒ دونوں میدانوں کے مرجع تھے دونوں میں ہی پورے اور کھرے اترے اور اپنے بعد والوں کے لئے بہت روشن مثال چھوڑ گئے۔ اس بارے میں ان کی مماثلت حضرت عبدا بن مبارک ؒ سے بہت زیادہ تھی کہ انہوں نے علم و جہاد کے میدان کو ایک ساتھ سجائے رکھا۔ ہندوستان میں تحریک آزادی کی قیادت، قبائل میں موجود اور برسرپیکار مجاہدین کی عملی معاونت اور قیادت اور حدیث کا سب سے بڑا اور مقبول

حلقۂ درس یہ سب کچھ ساتھ ساتھ چلتا رہا اور تمام کام باحسن انداز پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ لوگ اولیاء ا کی زندگیوں میں کرامتیں تلاش کرتے ہیں اگر حضرت مدنی ؒ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہر دن، ہر کام کرامت ہی کرامت نظر آئے گا۔ یقیناً اس زندگی میں بہت بڑا سبق ہے سب کے لیے۔ مجاہدین کو جہاد کی مصروفیات علم وطریقت سے دور لے جاتی ہیں۔ علماء کرام علمی مصروفیات کو عملی زندگی سے کنارہ کشی اور بے زاری کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ اہل سیاست کہتے ہیں ہمارا علم و جہاد سے کیا کام؟ اور اہل طریقت کے ہاں اپنی کٹیا میں محصور ہو کر بیٹھ جانا ہی بڑی کامیابی اور سب سے اونچا کمال سمجھا جاتا ہے۔ ایسے میں حضرت مدنی ؒ کی ذات روشنی کا ایسا مینار ہے جس سے ہر ایک کو راہ عمل ملتی ہے۔ اپنے وقت کا سب سے بڑا شیخ الحدیث، سب سے اونچا شیخ طریقت، سب سے نمایاں سیاستدان، سب سے بڑا مجاہد بھی ہوسکتا ہے۔ دین کے ان تمام شعبوں کی بیک وقت کی بھی جاسکتی ہے اور نبھائی بھی جاسکتی ہے اور حضرت مدنی ؒ نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا۔ آج امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے ایسے میں طالبعلموں کو حضرت مدنی ؒ کے حالاتِ زندگی کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے اور خوب وتوجہ سے ان کے حالات پڑھ کر راہ عمل متعین کرنا چاہئے۔ حضرت مدنی ؒ کے حالات میں سبق ہے، حلاوت ہے، چاشنی ہے، ہے، انسان ان کا مطالعہ شروع کرے تو ہر قدم پر عمل کی راہیں ملتی ہیں، ا مت کے نمونے ملتے ہیں، کے مناظر اور علم کے خزانے ملتے ہیں۔ ذکرا اور حب ا کی حلاوت ملتی ہے، بغض فی ا اور حب فی ا کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے اور سب سے زیادہ خدمتِ خلق اور امت کے درد کی ایسی حسین اور روشن مثالیں ملتی ہیں جن سے زندگی کی تعمیر ہوتی ہے، کارآمد انسان بننے کا راستہ ملتا ہے اور اجتماعی امور کی انجام دہی کا منہج متعین ہوتا ہے، خلوت درانجمن اور انجمن درخلوت کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری قدس سرہ کا یہ فرمان مشہور ہے کہ ''حضرت مدنی ؒ کے مقام کی طلب کرنا بھی مشکل ہے، آپ گاندھی جیسے لیڈر کے گھٹنے سے گھٹنا لگا کر ! ہوں تو بھی قلب ذکرا میں مشغول ہوتا ہے غافل نہیں ہوتا'' آج ہم عموماً طور پر اس مرض میں مبتلا

ہیں کہ ذرا دنیا داروں میں بیٹھنے کا موقع مل جائے۔ میڈیا پر بلالیا جائے یا کوئی دنیا دار ملنے آجائے ہم فوراً اپنی کھال، چال، احوال، بال ہر چیز بدل لیتے ہیں۔ منہ ٹیڑھا کر کے غلط انگریزی بولنے لگ جاتے ہیں، ٹوپی کے انداز، عمامے کے پیچ بدلنے لگتے ہیں۔ احساس کمتری کا مرض، شہرت کا مرض، حب دنیا کا مرض ہمارے دینی کاموں کے پھیلاؤ کے راستے کی رکاوٹ بن گیا ہے اور ہم جن مصنوعی ترقیوں کو دینی کاموں کی ترقی سمجھ رہے ہیں یہ سب دھوکہ ہے۔ ہمارے لئے حضرت مدنی ؒ کے حالات میں بہت عبرت اور بہت اسباق ہیں۔ آج ہم دینی معاملات پر امت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اور یہی مصلحت پسندی اور بزدلی ہماری سیاست کا واضح ترین عنصر ہے جبکہ حضرت مدنی ؒ نے باوجود سیاسی قائد ہونے کے ترک موالات کے مسئلے پر کیسی امت دکھائی کہ خود کو سزائے موت کے خطرے میں ڈال دیا اور کفن لہرا کر اعلان حق کیا۔ وہ بڑے سیاستدان مانے گئے یا ہم؟ آج ہم لوگوں کی آنکھیں دیکھ کر نظریات بدل لیتے ہیں حضرت مدنی ؒ کی پگڑی اچھالی گئی، آپ پر پتھر برسائے گئے، آپ کو گھسیٹا گیا مگر آپ اپنے نظریئے سے ذرہ برابر نہ ہٹے، ان کی سیاست کامیاب مانی گئی یا ہماری؟ آج ہم ہر معمولی کارنامے پر نام، انعام اور مقام کی لالچ میں پڑ جاتے ہیں حضرت مدنیؒ کو ہندوستان کا سب سے بڑا سول اعزاز منت سماجت کے ساتھ پیش کیا گیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا ان کا نام روشن ہوا یا ہمارا؟؟۔

وہ کئی بار مسند حدیث سے اٹھے اور خود کو موت کے منہ میں جاڈالا لکھنؤ میں مدرسہ صحابہ ؓ کا جلسہ اس کی روشن مثال ہے مگر ان کی زندگی میں کچھ کمی ہوئی نہ دینی خدمت میں۔ ان کے تلامذہ کی تعداد اور ان کا فیضِ علم زیادہ وسیع ہوا یا ہم میں سے کسی کا؟ سیاست، جہاد، تدریس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے وقت کے بڑے شیخ طریقت بنے رہے، رمضان کا اعتکاف، ہزاروں بلکہ لاکھوں متوسلین کی اصلاح، عامۃ المسلمین کی دینی تربیت، ذکر کی بہاریں ہر چیز ان سخت ترین مصروفیات کے باوجود جاری رہی اور امت مسلمہ کی آزادی اور بحالی کی عملی نے ان کی مشیخت پر فرق نہیں ڈالا۔ یہ سب کچھ سبق ہے ہم سب کے لئے کہ ہم اس سے

سیکھیں،، نصیحت حاصل کریں اور عمل کریں۔ امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا سامنا اس بے نفسی، انتھک ، خدمتِ خلق اور درد دل کو شعار بنا کر کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مدنی س کی تحریکی زندگی بہت طویل ہے اور اس کا ہر قدم سبق آموز اس کا احاطہ کسی مضمون میں کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن سا لگتا ہے اس لیے میری اپنے تمام طالب علم بھائیوں سے گزارش ہے کہ اپنا فارغ وقت حضرت مدنی س کے حالات زندگی کے مطالعہ میں صرف کریں۔ حضرت کی اپنی خودنوشت سوانح ''نقش حیات'' بھی مطبوع ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ ا کی ''اسیرانِ مالٹا'' ''حیات شیخ الاسلام'' ''علماء ہند کا شاندار ماضی جلد پنجم'' تذکرۂ حضرت مدنی مرتبہ حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذی سچراغ محمد از زاہد الامۃ حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی س، بھی اس حوالے سے بہت مفید کتب ہیں۔ مولانا عبدالرشید ارشد س نے بھی ''بیس بڑے مسلمان'' میں اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نورا مرقدہ نے ''پرانے چراغ'' میں حضرت مدنی ؒ کا مبسوط تذکرہ لکھا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مدنیؒ کے خیالات ونظریات کو اچھی طرح کے لئے ''مکتوباتِ شیخ الاسلام'' کا مطالعہ از حد مفید وضروری ہے۔

☆☆☆

تحریک جہاد کے روح رواں

کچی قبروں سے کی داستان.....

امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کے استاذ و مربی امام

اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ

کی یاد میں القلم کی اشاعت خصوصی ''قائد اہلسنت نمبر''

کے لئے چند سطور.....

(233)

میں نے حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب قدس سرہ کی زیارت نہیں کی مگر ان سے بہت متعارف ہوں۔ انہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور ان سے خوب تعلق ہے الحمد کیونکہ میں نے اپنے شعور کے ابتدائی زمانے سے ہی ایک شخص کو دیکھا ہے ان کے عشق میں گندھا ہوا، ان کے رنگ میں رنگا ہوا اور ان کی تربیت سے سجا ہوا یعنی میرے مربی و شیخ حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ۔ میں نے حضرت مفتی صاحب کو ان کی آنکھوں میں دیکھا ہے اور خوب دیکھا ہے۔

میرا دینی تعلیم کا پہلا سال جامعۃ الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد پہلا سال تھا۔ میرے شیخ و مربی حضرت امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالیٰ وہاں مدرس تھے، ان کے ساتھ صبح مدرسہ جانا ہوتا اور شام کو واپسی۔ ابتدائی چند ماہ تو یہ معمول رہا پھر حضرت کی جہادی مشغولیات کے سبب ایسا ممکن نہ رہ سکا اور ہم مدرسہ میں ہی رہنے لگے۔ میں روزانہ دیکھتا کہ حضرت جامعہ کے شمالی کونے میں واقع دو کچی اور بے نام قبروں پر تشریف لاتے کچھ دیر سر جھکائے کھڑے رہتے اور پھر سبق پڑھانے تشریف لے جاتے۔ یہ دو قبریں تھیں حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ اور حضرت مفتی

احمد الرحمٰن صاحب قدس سرہ کی۔ حضرت کو اس طرح پابندی کے ساتھ حاضر ہونے اور پھر ادب میں ڈوبے کھڑے دیکھ کر دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ضرور یہاں کچھ ملتا ہے۔ ان دنوں ہمارا ایک سبق انہی قبور کے بالکل متصل ''دار التجوید'' حضرت مولانا قاری عبدالحق صاحب ؒ کے پاس ہوتا تھا۔ حاضری آسان تھی اس لئے میں نے اپنے شیخ کی نقل کرتے ہوئے روزانہ وہاں کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دی اور اس طرح ان دو کچی قبروں سے دوستی ہو گئی یہ اس زمانے میں ہوئی جب بقول شاعر

دل کو میرے شعور بھی جب نہ تھا

اور الحمد آج تک اس طرح قائم ہے کہ جامعہ سے تو تعلیمی رشتہ دو سال بعد منقطع ہو گیا مگر تقریباً 18 سال ہونے کو ہیں اپنے ناقص حافظہ کی بناء پر یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کبھی ایک دن کے لئے کراچی جانا ہوا تو یہاں پر حاضری دینا نہیں بھولا ہوں۔ اب تو ہمارے لئے کراچی میں ایسی زندہ قبریں کافی ہو چکی ہیں جن پر حاضری وہاں کے بظاہر زندہ لوگوں سے ملاقات کی نسبت زیادہ نافع اور پر لطف ہوتی ہے مگر پہلے صرف یہ دو تھیں۔ بڑے لوگوں کے بڑے تجربات ہوں گے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے شیخ جب روزانہ وہاں آ کر کھڑے ہوتے تھے تو انہیں کیا ملتا تھا؟ اہل دل جب وہاں آتے ہوں گے تو کیا پاتے ہوں گے؟ ہاں ہم جیسے مردہ دلوں کو بس اتنا علم ہے کہ وہاں سکون بہت ملتا ہے۔ امن کا احساس ہوتا ہے اور پریشانیاں بھول جاتی ہیں۔ کراچی جیسے بے سکون و بے امان شہر میں کیا کچھ کم غنیمت ہے؟ سنا ہے یہ دونوں حضرات جب کراچی میں موجود تھے تو لوگ ہر طرف سے آتے تھے اور پریشانیاں حل کرا جاتے تھے، دینی پریشانیاں، دنیوی مشکلات اور سیاسی الجھنیں۔ ہر میدان کے لوگوں کو یہاں سے ر ئی ملتی تھی، حل ملتا تھا، سکون و اطمینان ملتا تھا سو آج بھی وہ فیض جاری ہے کیونکہ یہ حضرات فیض کے وہ چشمے ہوتے ہیں جو کبھی سوکھتے نہیں۔ بلکہ اپنے شیخ سے سنا ہے کہ بعض حضرات کا فیض ان کے گزر جانے کے بعد بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ

ہوگی کہ آج بھی وہاں ان سوغاتوں کی بہتات ہے بس تجربہ شرط ہے۔

میں نے عرض کیا کہ میرا پہلا تعلیمی سال حضرت کے سانحہ ارتحال کے بعد والا سال تھا۔اس زمانے میں کراچی میں اہل حق کی مساجد پر اہل بدعت کے حملوں اور قبضوں کا زور تھا اور جب بھی ایسا کوئی واقعہ ہوتا تو اس کے سدباب کے لئے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے فیض یافتگان امیر المجاہدین حفظہ اللہ کے گھر ہی جمع ہوتے، مشورے ہوتے، بے بنتے، حالات کا جائزہ لیا جاتا، عدم سرپرستی اور جمود کا مؤدبانہ گلہ ہوتا اور ہر موقع پر کسی نہ کسی کی زبان سے یہ بات ضرور سننے کو ملتی ''آہ کاش! حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ موجود ہوتے'' سرد آہیں اور مجلس کا غم میں ڈوب جانا خوب اچھی طرح یاد ہے اور دل میں اس احساس کا آنا بھی کہ آخر کیا چیز تھے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ؟ کے ان کے چلے جانے سے کروڑوں آبادی کے اس شہر پر اتنا فرق پڑ گیا کہ ہر مسئلے پر انہیں یاد کیا جاتا ہے۔اس زمانے میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے اس میدان میں سچے جانشین حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہید رحمہ اللہ حیات تھے اس لئے اہل بدعت کو اکثر جگہ منہ کی کھانی پڑتی تھی یہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اور عظمت کا دوسرا نقش تھا کہ آپ ایک بڑے راہ نما تھے، نڈر قائد تھے، جن کے چلے جانے سے ہر شخص کمی محسوس کرتا ہے اور ہر مسئلے کے وقت انہیں یاد کیا جاتا ہے۔

اس زمانے میں یوں لگتا تھا کہ جامعہ کا ہر فرد ہر کونہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی یاد میں روتا ہے۔جامعہ کی سالانہ تقریری بزم تھی، دارالحدیث میں طلبہ اپنی خطابت کے جوہر دکھا رہے تھے اور مجلس کے نقیب حضرت امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ تھے، ایک طالبعلم نے دوران تقریر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا نام لیا اور پھر اتنا یاد ہے کہ ایک بزم گریہ دیکھی۔ ہر شخص دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔اس طالبعلم کی تقریر وہیں رہ گئی اور محفل کو ہوش اس وقت آیا جب نقیب محفل نے اپنی حالت پر ضبط پا کر بزم کی کارروائی از سر نو شروع کر دی۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات یوں تو دین کے تمام شعبوں پر محیط تھیں۔آپ

ایک مضبوط وراسخ فی العلم عالم دین تھے، بہترین مدرس تھے، زبردست منتظم ومہتمم تھے، مدبر سیاستدان تھے، نڈر قائد تھے، تصوف کے بادشاہ تھے، دین کے مخلص اور پرجوش داعی تھے، آپ کی ان صفات پر اتفاق ہے اور ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا مگر حضرت مفتی صاحبؒ کا ایک کارنامہ ایسا ہے جس میں وہ طبقہ علماء میں بالکل اکیلے اور دنظر آئیں گے اور وہ ہے اہل علم اور طلبہ کے $ میں احیائے جہاد۔

جہاد افغانستان میں شرکت کے لئے اگر کسی مہتمم نے اپنے مدرسے کے طلبہ کو باضابطہ طور پر بھیجا تو وہ حضرت مفتی صاحب ؒ کی ذات گرامی تھی، آپ نے اپنے شاگردوں میں جذبہ جہاد کو اجاگر کیا۔ انہیں عملی جہاد میں شرکت کے لئے بھیجا، انہیں جہاد کی اہمیت وعظمت سے روشناس کیا اور پھر جنہوں نے جہاد کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ان کی دامے، درمے، B ہر طرح معاونت بلکہ سرپرستی فرمائی۔ حضرت مفتی صاحب ؒ کی اس کاوش سے جہاد کی کو ایک نیا رنگ ملا اور جہادی تحریکوں میں علماء کی شمولیت سے ان میں جان آ گئی۔ اس آخری زمانے میں جہاد کی جن تحریکوں نے کفر کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے اور اسے منطقی انجام یعنی مکمل بربادی کی راہ پر ڈال دیا ہے اگر حضرت مفتی صاحب ؒ کو ان کے بانیوں میں شمار کیا جائے تو بالکل بجا ہوگا اور انہی کا صدقہ جاریہ اور کرشمہ نظر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ حضرت قدس سرہ کے وہ مایہ ناز شاگرد جن کا تذکرہ اس مضمون کے آغاز میں ہوا یعنی امیر المجاہدین حفظہ ا تعالیٰ انہیں جہاد میں شرکت کے لئے حضرت مفتی صاحب ؒ نے بھیجا اور جب انہوں نے اپنی عملی زندگی کے لئے راہ جہاد کو ہی چن لیا تو حضرت قدس سرہ نے ان کی بھرپور سرپرستی فرمائی۔ آج حضرت امیر المجاہدین حفظہ ا اور ان کی جماعت کی جہادی خدمات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ حضرت مفتی صاحب ؒ نے دل کی آنکھوں سے وہ دیکھ لیا تھا جسے ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور حضرت ؒ نے دراصل اپنے اس شاگرد رشید کو اپنے لئے ایک بڑے صدقہ جاریہ کے طور پر چن لیا تھا۔ آج فدائی یلغاریں ہوں یا دعوت جہاد کی بہاریں، علم دین کی خدمت یا تزکیہ نفس کی ، تصنیفات جہاد ہوں یا نشریات جہاد، جن اکابر نے اپنی

توجہات اور شفقتوں سے ان ساری محنتوں کے امین حضرت امیر المجاہدین کی تربیت فرمائی وہ سب ان کے اجر کے مزے لوٹتے ہوں گے انشاءا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا نام نامی ان حضرات میں سرفہرست ہے۔

ا رب العزت حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی حسنات کو قبول فرمائیں اور ان کے صدقات جاریہ کو تا قیامت جاری وساری رکھیں اور ان کی روشن کی ہوئی جہادی شمع کی لو کو اور فروزاں فرمائیں۔

(آمین یاارحم الراحمین)

☆☆☆

مرحبا!.....خوش آمدید

امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کے رفیق اسارت اور مخلص دوست، معرکہ چرار شریف کے ہیرو، القلم کے کالم نگار، حضرت مولانا شفیق الرحمٰن ابو جندل صاحب زید مجدہم 5 سال کا طویل عرصہ ہندوستان کے زندانوں میں گزار کر واپس تشریف لے آئے۔

امت مسلمہ کو مبارکباد قارئین القلم کو مبارکباد

مولانا کی خدمت میں عقیدت واحترام کے چند موتی۔

شمارہ:(236)

قارئین القلم کو مبارک ہو.....آپ اکثر صفحہ ۸ پر جو مضمون بعنوان ''بھارت کے زندانوں سے'' پڑھا کرتے تھے وہ اب آپ کو انشاءاللہ ''آزاد فضاؤں سے'' پڑھنے کو ملا کرے گا۔

ضیغم اسلام، چرار شریف معرکہ کے ہیرو اور قائد، بھارتی زندانوں میں مجاہدین جیش محمد ﷺ کے منتظم، امیر المجاہدین الشیخ مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے رفیق اسارت اور دستِ راست، استاذ المجاہدین حضرت مولانا ابو جندل صاحب چنیوٹی 15 سالہ کٹھن دورِ اسارت گزار کر کل بروز پیر واہگہ بارڈر سے پاکستان میں داخل ہو گئے۔

فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات ہمارے محبوب مجاہد مرحبا! خوش آمدید مولانا ابو جندل صاحب ان مجاہدین میں سے ہیں جن پر امت مسلمہ بجا طور پر فخر کر سکتی

ہے۔ا رب العزت نے انہیں مظلوم مسلمانوں کے لئے تڑپنے والا دل، جہاد کی بجلیوں سے محلے والا جسم اور حالات کے سامنے سینہ سپر رہنے والی قلندرانہ شان عزیمت عطاء فرمائی۔ انہوں نے پہلے علوم نبوت سے اپنے سینے کو منور کیا۔ایک بہترین جید عالم دین بنے، پھر انہوں نے اپنی عملی زندگی کے لئے جہاد فی سبیل ا کے اونچے اور اعلیٰ میدان کا انتخاب کیا۔ افغانستان اس زمانے میں جہادی تربیت کا مرکز تھا اور دنیا بھر سے جہاد کے متوالے وہاں آ کر جسم اور نظریات مضبوط کیا کرتے تھے۔مولانا نے خصوصی تربیت حاصل کی اور بہتر کارکردگی کی بنیاد پر مجاہدین کے استاذ بنا دیئے گئے،اس طرح وہ نہ صرف خود مجاہد بنے بلکہ مجاہد گر بھی رہے۔

یہ عزت مندانہ مقام انہیں عملی میدان سے دور رہنے پر آمادہ نہ کر سکا اور انہوں نے وادی کشمیر کی راہ لی جو اس زمانے کا گرم ترین، مشکل ترین اور اہم ترین محاذ تھا۔مولانا کشمیر پہنچے اور ہزاروں فٹ بلندیوں پر دنیا کی بدترین جمہوریت بھارت کے غاصب فوجیوں سے برسر پیکار ہوئے۔کشمیر میں ان کا کردار صرف مجاہدانہ نہیں بلکہ قائدانہ رہا اور اسی کردار کی بدولت وہ بڑوں کی نظر میں مقام پا کر جلد ''کمانڈر'' کے عہدے پر فائز ہو گئے۔اس دوران کئی بڑی بڑی تباہ کن کارروائیاں ان کے ہاتھوں عمل میں آئیں، بالآخر کشمیر کی دھرتی پر وہ مشہور زمانہ معرکہ بپا ہوا جس کی گونج پوری دنیا میں سنی گئی۔''معرکہ چرار شریف'' مولانا ابو جندل اس درگاہ میں محصور ہونے والے مجاہدین کے کمانڈر تھے اور ان کی قائدانہ صلاحیتوں کے جوہر جس طرح اس معرکے میں 0 وہ جہاد کشمیر کی تاریخ کا انمٹ نقش ہیں۔مولانا نے چرار شریف میں درگاہ حضرت بل کے گرد جو دفاعی حصار قائم کیا انڈین آرمی اس میں پھنس کر رہ گئی۔اس معرکے میں شریک رہنے والے مولانا کے ایک ساتھی جن کا تعلق مولانا کے علاقے سے تھا اور دونوں بچپن سے آشنا دوست تھے وادی کشمیر سے واپس آئے تو کچھ دن کراچی میں قیام کیا۔انہوں نے اس وقت یہ بات بتائی کہ مولانا نے اس طرح کی جنگی تدبیر اختیار کی کہ دشمن محاصرے کے آخری دن تک یہ نہ جان سکا کہ اندر موجود مجاہدین کی تعداد کتنی ہے؟ ان کے پاس ہتھیاروں کی کیا صورتحال ہے؟ اتنے سخت محاصرے میں ان کے پاس اشیائے خورد و نوش کہاں سے پہنچ رہی

ہیں؟ مولانا کے حسن تدبیر سے نہ صرف یہ تمام معاملات دشمن کی نظر سے پوشیدہ رہے بلکہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بحفاظت باہر نکالنے کا راستہ بھی بنالیا اور ایک ایک کر کے اپنے مجاہدین کو نکالتے رہے، ان کی یہ بہت بڑی قربانی تھی کہ وہ خود اندر موجود رہ کر اپنے ساتھیوں کو نکالتے رہے یہاں تک کہ جب مجاہدین کے نکلنے کا علم ہونے پر ہندوستانی فوج نے درگاہ پر وحشیانہ کارروائی شروع کی تو مولانا کے ساتھ محض چند ایک مجاہد ہی اندر موجود تھے ان میں سے بھی اکثر کو مولانا نے خود کور فائر دے کر وہاں سے نکال دیا اور خود اسلحہ ختم ہو جانے کی وجہ سے گرفتار ہو گئے۔

دوران اسارت انہیں امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالیٰ کی بھرپور رفاقت میسر رہی اور باہمی تعلق کا رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار رہا۔ مجاہدین نے حضرت امیر محترم کی زیر قیادت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ سے بیعت علی الجہاد کی اور جیل میں اپنا نظم قائم کیا مولانا اس پورے معاملے میں امیر المجاہدین کے خصوصی معاون اور دست راست کا کردار نبھایا۔ جیل میں آنے والی تنگیوں اور تکلیفوں میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔ جیل میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ شروع ہوا تو انہوں نے امیر المجاہدین سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی اور دستار فضیلت حاصل کی اور خود بھی معلّم بن کر ظلمتوں کے ماحول میں علم کا نور پھیلایا۔ اسی مجاہدانہ کردار اور قربانی کی صفت نے انہیں ہر دلعزیز بنا دیا۔ حضرت امیر محترم حفظہ اللہ تعالیٰ کی رہائی کے بعد انہیں اسیر مجاہدین کی قیادت سونپی گئی تو انہوں نے جیلوں میں قائم ہونے والے اس علمی و نورانی ماحول کا رنگ زندہ رکھنے کی حتی الامکان سعی کی۔ انڈین انتظامیہ کی کوشش یہ رہی کہ مجاہدین کو اب باہم جمع نہ ہونے دیا جائے اس لئے انہوں نے کشمیر سے کلکتہ تک مجاہدین کو تقسیم کر دیا مگر اس نظم کی برکت سے مجاہدین کے باہمی روابط ختم نہ کر سکے اور اس رنگ میں رنگے ہوئے مجاہد جہاں بھی جا کر ! انہوں نے ماحول کو اپنے رنگ میں لے لیا۔ کوٹ بھلوال کے زندانی مدرسہ کا نور پورے ہندوستان کی جیلوں میں پہنچا اور ہر جگہ علم و ذکر کے حلقے وجود میں آئے۔ مولانا نے ان کٹھن حالات میں نہ صرف تمام جیلوں میں اپنا رابطہ بحال رکھا بلکہ اسیر ساتھیوں کی ضروریات کی کفالت بھی کرتے رہے، پیچھے مرکز سے بھی

مستقل رابطے میں رہے اور اسیروں کی ضروریات و مسائل سے آگاہ کرتے رہے۔ اسی طرح امیر المجاہدین کی صحبت نے مولانا کی تحریری صلاحیتوں کو بھی اجاگر کیا اور انہوں نے جیل کی سلاخوں کے پیچھے قرطاس و قلم سے اپنا ناطہ جوڑا اور حضرت کی رہائی کے بعد وقتاً فوقتاً ان کے مضامین خطوط کے ساتھ آنا شروع ہوئے اور القلم کے واسطے سے قارئین تک پہنچتے رہے۔ مولانا نے کچھ مضامین ایک رجسٹر میں بھی لکھے جو ایک رہائی پانے والے ایک ساتھی کے ذریعے آزاد دنیا میں پہنچے۔ گزشتہ کچھ عرصے میں مولانا جیل کے اندر سخت علیل رہے، ان سے پہلے ان کے رفیق اسارت بھائی جمال مندوخیل نے بھی جودھ پور کی سخت اور گندی جیل میں بیماری کی حالت میں جام شہادت نوش کیا۔ مولانا کو بھی جیل میں اسی نوعیت کا عارضہ لاحق ہوا، مرکز کو اطلاع ہوتے ہی ہر نوعیت کی کوشش شروع کی گئی۔ انہی مساعی کی وجہ سے انڈین حکومت پہلے مولانا کو ہسپتال منتقل کر کے علاج کی سہولت فراہم کرنے پر مجبور ہوئی اور بعد ازاں اسے سپریم کورٹ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مولانا کو رہا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سپریم کورٹ کافی عرصہ قبل ہی مولانا کو رہا کرنے کا حکم جاری کر چکی تھی مگر ہندوستانی حکومت اس کام پر آمادہ نہ تھی اور مختلف بہانوں سے مولانا کو جیل میں رکھ رہی تھی مگر اب مختلف انداز سے دباؤ پڑنے پر اسے مولانا کو رہا کرنا پڑا۔

مولانا الحمد رہا ہو کر آزاد فضاؤں میں پہنچ چکے ہیں۔ پندرہ سال سے تڑپ رہی ماں کی آغوش کا میٹھا لمس پا چکے ہیں، انشاء اللہ وہ جلد قلم بھی اٹھائیں گے اور قارئین القلم سے ہمکلام بھی ہوں گے۔ مجاہدین خوش ہیں، اپنے امیر محترم کو مبارک باد پیش کر رہے ہیں جن کے محبوب ساتھی کو اللہ تعالیٰ نے رہائی عطاء فرمائی ہے۔ ہم بھی سب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور یہ یاد دلاتے ہیں کہ ابھی بہت سے مجاہد جیلوں میں ہیں، سفید ریش نصراللہ رہبھی اور کئی نوخیز جوانیاں بھی، ان سب کے لئے دعائیں تیز کر دیں۔ ان کے مقدمات آخری مراحل میں ہیں، اگر ہم سب اپنے ان بھائیوں کے لئے والہانہ مخلصانہ دعائیں اور شروع کر دیں تو یہ خوشیاں ہمیں روز روز نصیب ہوں گی اور ہم اپنے دیگر قیدی بھائیوں کو کہہ سکیں گے

خوش آمدید! مرحبا!

یہ بچے ہیں.....

امت مسلمہ کا فخر کون ہیں؟

وہ بچے جنہیں جلد سو جانے کی عادت ہے۔قدیم عربوں میں جوانی کی موت بڑا فخر سمجھی جاتی تھی یہ بچے اس فخر کو اس جدید زمانے میں لے آئے۔

ایک پیارے شہید کا تذکرہ اور اپنے پیارے شہید دوستوں کی ایک قدر مشترک کہ سب کو جلد سو جانے کی عادت ہے

(شمارہ:79)

" کیا؟؟اور کیوں؟؟اچھے بچے تو ہمیشہ ہی جلد سوتے ہیں۔

بے شمار تصویریں میری یادداشت میں محفوظ ہیں اور ان گنت یادیں نہاں خانۂ دل میں آباد ہیں۔ ننھے منے بچے جن کے ہم عمر امثال گلیوں اور پارکوں میں کرکٹ کھیلتے، پتنگیں اڑاتے اور اٹکھیلیاں کرتے ہی نظر آتے ہیں کیوں کر اس دنیا کو جلد از جلد چھوڑ کر جانے کو بے تاب ہوتے ہیں؟انہیں کیوں بیٹ سے زیادہ گن اور سے بڑھ کر سروں سے کھیلنے کا شوق ہو جاتا ہے؟ وہ آتے ہیں، اپنی معصوم حرکتوں اور خواہشوں سے دل میں جگہ بناتے ہیں، شریک سفر بنتے ہیں اور چونکہ کم عمر اور تیز ہوتے ہیں جلدی میں ہوتے ہیں اس لیے جلد ہی چلے جاتے ہیں تاکہ ہم ان کی یادوں میں تڑپیں اور ان کے تذکروں کی خوشبو سے اپنی محفلوں کو مہکایا کریں، اکیلے میں بیٹھ کر ان کی یاد میں آنسو بہایا کریں اور سجدے میں گر کر ان کے

ساتھ ملحق ہونے کی دعائیں مانگا کریں۔

آپ بیتی کے تناظر میں میرے دل کے ان مہمانوں کا سلسلہ سیف ا مروت سے شروع ہوا، حمزہ خلیل، معاذ، چوہدری اکرم، عدنان اور پھر اب تک کا آخری مہمان سیف ا خان۔ جو ہنگو کا رہنے والا تھا اب ہمارے دل و دماغ میں رہتا ہے اور جنت میں بستا ہوگا حوروں کے ساتھ کھیلتا ہوگا۔ سیدنا حمزہ رضی ا عنہ کے جھنڈے تلے منزل الشہداء کے مزے لوٹتا ہوگا۔ انشاءا العزیز۔

عرب قبائل میں مفاخر سجانے کا دستور تھا، شعراء جمع ہوتے اور ہر موضوع پر خوب زبان بازی کے جوہر دکھائے جاتے، ان مفاخر کو زمانہ جاہلیت میں قومی جنگوں کی حیثیت حاصل تھی اور ان میں ہار جیت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی جاتی، کبھی کبھار ان مفاخر کا فیصلہ بھی زبان کی بجائے تلوار سے ہی کیا جاتا۔ ایک ایسی ہی محفل میں ایک کے شاعر نے اپنے بزرگوں کے مفاخر بیان کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ ہمارے کے لوگ بڑی عمر پاتے ہیں، اس وقت اس دنیا سے رخصت ہوتے جب زندگی کے سارے مزے لوٹ چکے ہوتے ہیں اور زمانے بھر میں ان کے کارناموں کی دھوم مچی ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ گویا اس نے طول عمری کو وجہ افتخار قرار دیا، مقابلے کا شاعر کھڑا ہوا اور صرف دو شعروں میں اسے چت کر کے مفاخرہ کی محفل لوٹ لی۔

من لا یعتبط یسأم ویهرم

ویسلمه المنون الی انقطاع

وما للمرء خیر من حیاة

اذا ما عد من سقط المتاع

(جو شخص جوانی میں ہی قتل نہ ہوا وہ تو مایوسی اور بڑھاپے کا شکار ہوگا اور بالآخر زمانہ اسے خود موت کے حوالے کرے گا، مرد کے لئے ایسی زندگی میں کوئی خیر نہیں جب وہ گرے پڑے سامان میں شمار کیا جانے لگے)

ان بچوں کا جذبہ اور جلد بازی دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ اس شاعر سے بھی کچھ آگے ہیں، اس نے تو جوانی کہا ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ جوانی آئے ہی کیوں؟ جوانی پوری آ گئی تو

شادی، بچے، نوکری، کاروبار یہ سارے علائق پاؤں کی زنجیر بن جائیں گے اس لیے اسے شروع ہی نہ ہونے دیا جائے۔

سیف ا بھی ۱۸ سال کا ایسا ہی ایک نوجوان تھا، خوبصورت مضبوط جسم، دراز قد، سبزہ آغاز۔ تین سال قبل اس کے دل میں جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت پیدا ہوا، اس نے بھی نوجوانی کی امنگوں کو دفن کیا، خواہشات پر مٹی ڈالی اور راہ جہاد پر چل نکلا، وہ نظروں کو اپنی طرف تھا، اس لیے جہاں بھی رہا سب کی نظروں میں رہا اور شاید حوروں کی بھی! اس لیے جلدی جلدی بہت ساری منازل طے کرتا ہوا انہی کے پاس چلا گیا۔

تقریباً دو سال پہلے کی بات ہے حالات کی خرابی اور دشمنوں کی دست درازیوں کے سبب وہ مفتی عبدالرؤف اصغر صاحب زید مجدہم کے حارسین میں شامل ہوا، دو سال کا یہ عرصہ اس نے حضرت مفتی صاحب کے ساتھ گزارا اس لیے سفر و حضر میں بہت وقت میں نے اسے دیکھا، اس کی شرافت، سنجیدگی، متانت ہر چیز اپنی جگہ اس کی جس صفت نے دل و دماغ پر سب سے گہرے نقوش چھوڑے وہ اس کی وفاداری تھی، سفر کے دوران ہمہ وقت مستعد رہنا، مفتی صاحب کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا خیال رکھنا اور گھر میں اقامت کے دنوں میں پہرے کی مکمل ترتیب قائم رکھنا، لمبے لمبے اسفار کے دوران اکثر ساتھی تعب کا شکار ہو جاتے ہیں ہم نے کبھی سیف ا کو نیند یا غفلت میں نہیں دیکھا۔

مفتی صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا تو زخمی ہونے والے ساتھیوں میں سیف ا بھی تھا، مفتی صاحب کو زیادہ شدید چوٹیں آئی تھیں، ہسپتال میں ڈاکٹر نے اسے پٹی کرنے کی کوشش کی تو وہ لڑ پڑا اور بے ہوشی کے عالم میں ہی انہیں پٹی کرنے سے روک رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ پہلے مفتی صاحب کو دیکھو، پہلے انہیں پٹی کرو۔

میں جب ہسپتال پہنچا تو پہلے مفتی صاحب کو دیکھ کر دوسرے کمرے میں گیا جہاں سیف ا اور دوسرے زخمی ساتھی لیٹے ہوئے تھے، مجھے دیکھتے ہی اس نے کہا ''بھائی! مفتی صاحب کا کیا حال ہے؟ یہاں کوئی صحیح بات نہیں بتا رہا''۔ اس حال میں بھی اسے اپنے زخموں کی کوئی

فکر نہ تھی بلکہ مفتی صاحب کی فکر سوار تھی، کچھ عرصہ قبل اس کا پانچ سالہ چھوٹا بھائی ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہوگیا، وہ بھائیوں میں سب سے بڑا تھا، صبر وا مت کے ساتھ چند دن کی چھٹی لے کر وہ والدین کو دلاسہ دینے گھر گیا اور جتنے دن کا کہہ کر گیا مقررہ وقت پر واپس لوٹ آیا، اس ماہ کے آغاز میں مفتی صاحب حج پر تشریف لے جانے لگے تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی اور الحاح کے ساتھ وہ درخواست پیش کردی جو اس جیسے سب پیش کیا کرتے ہیں۔ ''مجھے محاذ پر جانے کی اجازت دے دیں یہاں اب دل نہیں لگتا'' انداز کچھ ایسا تھا کہ مفتی صاحب نے بھی انکار نہ کیا۔ کرتے بھی کیسے؟ وہ تو پہلے کہیں اور سے منوا کر مفتی صاحب کے پاس آیا تھا، اب تو صرف رسمی کارروائی باقی تھی، اجازت مل گئی وہ یہ خبر سنانے گھر بھی نہ گیا۔ ادھر مفتی صاحب بیت ا کی زیارت کے لئے پابہ رکاب ہوئے ادھر سیف ا رب بیت ا کی زیارت کے شوق میں عازم سفر ہوا، حج والوں کو ابھی فریضہ ادا کرنے میں کچھ دن باقی ہیں سیف ا کو تو جلدی تھی وہ جلدی اپنا فرض نبھا گیا۔

سوچتا ہوں اگر آج بھی مفاخر کی کوئی محفل ہوتی، اور فخریہ اشعار کہنے کا دستور ہوتا تو ہمارے اس دور کا فخر کون لوگ ہوتے اور کن کے لواحقین مجمع لوٹ کر لے جاتے؟ بنا سپتی مارکہ، کانوں میں بالیاں، ہاتھوں میں کڑے، بالوں میں پونیاں ڈالے، پھٹی گھسی پینٹیں پہنے، سیٹیاں بجاتے تالیاں پیٹتے، شور مچاتے لڑکوں کے لواحقین یا ان بچوں کے ورثاء؟

روشن خیالی کی خوشی میں ننگا ناچنے اور بش، کنڈولیزا رائس، ٹونی بلیئر، سمیرا ملک کی حمایت میں نعرے لگانے والوں کے یا نعرۂ تکبیر لگا کر آگ میں کود پڑنے والوں کے ؟ اسکولوں، کالجوں میں غیر اخلاقی سرگرمیوں کی تربیت پا کر سڑکوں پر دنگے فساد برپا کرنے والے، فلمیں دیکھ کر انہی کی طرز پر ڈاکے ڈالنے اور ریپ کرنے والوں کے خاندان یا دین کی سربلندی کے لئے کٹ جانے والوں کے خانوادے؟ ایکٹرسوں اور ڈانسروں کے عاشقوں کے ماں باپ یا ''عشاق الحور'' شہیدوں کے والدین؟

دنیا والو! سنو! ہمارا دامن مفاخر سے بھرا ہوا ہے۔